جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

آتش فشاں

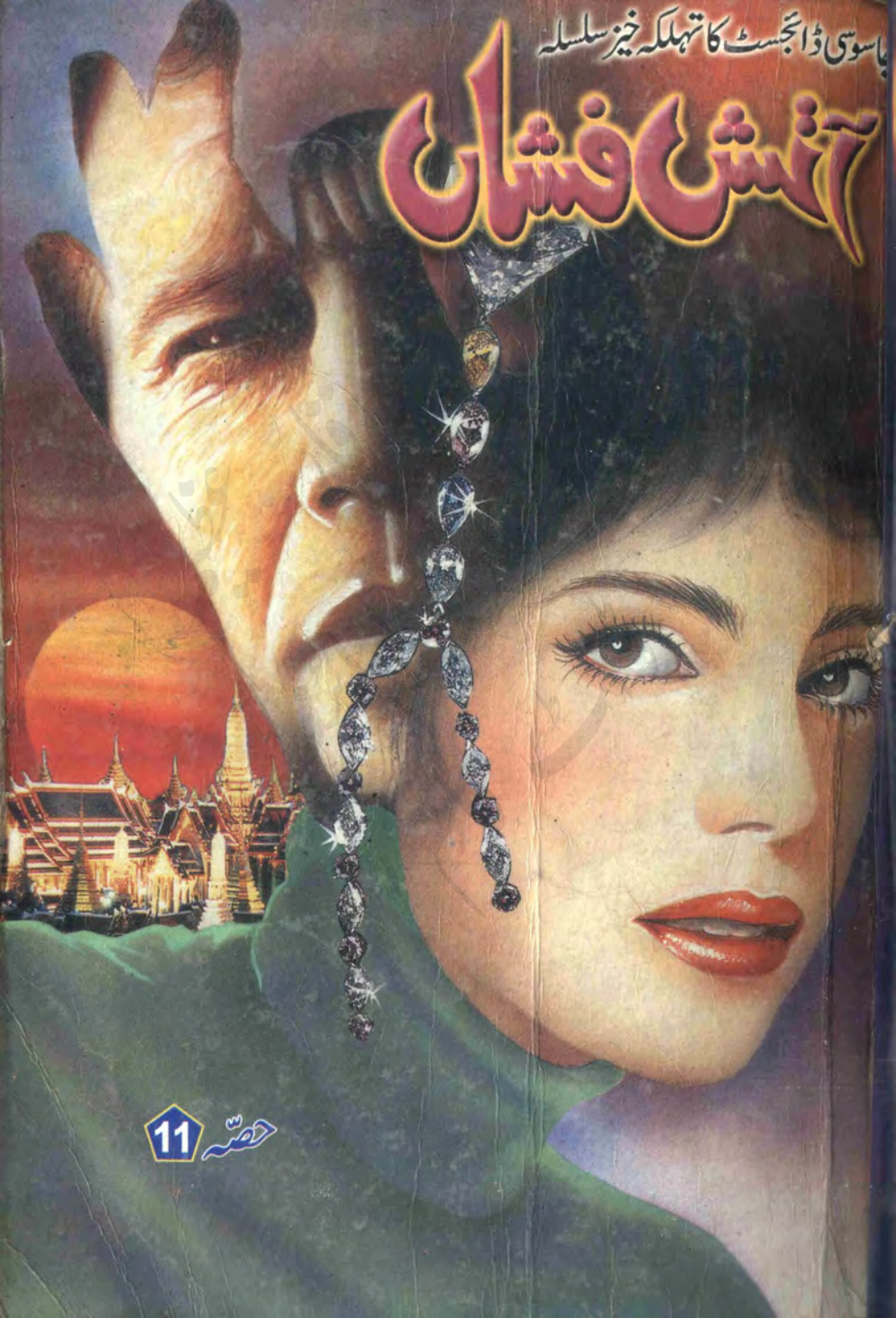

حصّہ 11

فرش پر پڑے پڑے میں نے اپنی آنکھوں کو کھولنا چاہا لیکن پپوٹے کئی من وزنی محسوس ہوئے۔ انہوں نے میری کوشش کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اپنے بے سود ہوتے ہوئے وجود کو میٹرلیس کی جانب گھسیٹنے کی سعی کی مگر بے سود! میرا ذہن بڑی تیزی سے تاریکی میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔ ان لمحات میں بڑے ہی کمزور انداز میں میں نے سوچا۔

برنارڈ لیوا اپنی کوشش میں ناکامیاب ہو کر مجھے ربی موشے ہائمن کے حوالے کرنا چاہتا تھا مگر میرا جواب سننے سے پہلے ہی مجھے انا شفیل کرنے کا بندوبست کر دیا گیا تھا تاکہ انہیں بعد میں کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ حفظِ ماتقدم کے طور پر عیار یہودیوں نے مجھ پر بڑا کاری داؤ مارا تھا۔

میں نے جی جان کی قوت کو مجتمع کر کے ایک مرتبہ پھر میٹرلیس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کی لیکن اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ میرا ذہن اور حواس اپنے ماحول سے یک سر بے گانہ ہو گئے۔ میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

جب دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک کشادہ ہال میں پایا۔ میں اس وقت ایک صوفے پر پڑا تھا۔ میں نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنے دماغ یا بدن میں کسی قسم کی نقاہت یا تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ بالکل یوں لگا جیسے میں اسی صوفے پر بڑے آرام سے سو گیا تھا اور اب میری آنکھ کھلی ہے۔

میں تو ایک مختصر سی سنگلاخ کوٹھری میں تھا، پھر اس وسیع و عریض ہال میں کیسے پہنچ گیا؟ اس خیال نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا، پھر میرے ذہن میں وہ واقعہ تازہ ہو گیا جب ناشتے کے بعد میں چکرا کر کوٹھری کے فرش پر گر گیا تھا تو..... تو اس کا مطلب ہے میری غفلت کے دوران میں مجھے کوٹھری سے یہاں پہنچایا گیا تھا؟

یہ خیال اور بھی زیادہ تشویش کا حامل تھا کیونکہ اس کا جواب یہی تھا کہ مجھے ربی موشے ہائمن نے سپرد کر دیا گیا ہے۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا اور تنقیدی نظر سے اس ہال کا جائزہ لینے لگا۔

وہ وسیع و عریض کمرا کسی لائبریری کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ اس کی پیمائش بیس بائی تیس فٹ رہی ہو گی۔ چاروں دیواروں کے ساتھ آدم قد چوبی الماریاں استادہ تھیں جو کتابوں سے بھری نظر آتی تھیں۔ ان الماریوں سے دو فٹ آگے صوفے رکھے تھے۔ میں بھی انہیں صوفوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ بیس فٹ والی ایک دیوار میں آمد و رفت کا راستہ تھا۔ دروازہ میں نے اس لئے نہیں کہا کہ وہ صرف درہ سا بنا ہوا تھا۔ اس درے کی اونچائی سات فٹ اور چوڑائی چار فٹ تھی۔ کسی چوکھٹ یا پٹ کے بجائے وہاں جھالر کی شکل میں موتیوں والی لڑیاں لٹکی دکھائی دیتی تھیں ہال کی دیواریں اور فرش سنگلاخی میں اپنی مثال آپ تھا۔

دوسری بیس فٹ والی دیوار کے ساتھ' کتابوں والی الماریوں کے آگے ایک شاندار کرسی اور میز موجود تھی۔ یہ کسی اعلیٰ شخصیت کی نشست گاہ تھی۔ اس پہاڑی کے اندر یہودیوں کے لیے سب سے اہم معتبر اور قابلِ احترام شخصیت ربی موشے ہائمن ہی کی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا چند لمحات کے بعد ربی سے میرا آمنا سامنا ہونے والا ہے۔ میں نے ایک طویل انگڑائی لی اور ذہن و جسم کو پوری طرح چاق و چوبند کر لیا۔ آنے والے لمحات میں کوئی بھی سنگین صورتِ حال پیش آ سکتی تھی۔ میں ایک عزم کے ساتھ صوفے سے نیچے اتر آیا اور گھوم پھر کر اس ہال کا معائنہ کرنے لگا۔

ہال میں میرے سوا کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ میں آدم قد چوبی الماریوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ موٹی موٹی جدید اور قدیم کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔ دنیا کی تقریباً تمام بڑی زبانوں پر وہاں کتابیں موجود تھیں۔ سب سے زیادہ ذخیرہ عبرانی (ہیبرو) زبان کی کتابوں کا تھا۔ عبرانی' یہودیوں کی اپنی زبان ہے۔ ازیں علاوہ یونانی' مصری' سنسکرت' عربی' انگریزی اور فرانسیسی کی بھی بے شمار کتابیں تھیں۔ ظاہر ہے ان تمام کتابوں کا تعلق علم و ہنر سے تھا۔

میں الماریوں کے سرسری معائنے کے بعد اس عالی شان کرسی کی طرف بڑھ گیا جس کے سامنے اسی شان کی ایک میز بھی موجود تھی۔ میں میز کے قریب پہنچ کر رک گیا اور وہاں موجود ہر شے کا جائزہ لینے لگا اور اسی وقت مجھے چونک جانا پڑا۔ مجھے اپنے کندھے پر ایک نرم سا دباؤ محسوس ہوا تھا۔ کوئی میرے عقب میں کھڑا تھا۔ یہ انسانی ہاتھ کا مخصوص دباؤ تھا۔

میں بے ساختہ گھوم گیا اور اسی وقت وہ مجھے نظر آ گیا۔

وہ یقینی طور پر ربی موشے ہائمن ہی ہو سکتا تھا۔ پتا نہیں، وہ کسی وقت دبے قدموں خاموشی کے ساتھ میرے عقب میں پہنچ گیا تھا۔ اس کا قد ساڑھے چھے فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ رنگت سرخ و سفید اور چہرہ جھریوں زدہ۔ اس کی عمر کسی بھی طور ایک سو بیس سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ جسم میں خستگی و نزاری پائی جاتی تھی تاہم جھریوں کے باوجود بھی چہرے پر ایک خاص قسم کی تازگی پائی جاتی تھی۔ اس نے عام لباس کے اوپر ایک طویل جبہ پہن رکھا تھا۔ سر پر اونچی ٹوپی تھی اور وہ ہونٹوں پر مہربان مسکراہٹ سجائے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

ربی کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک اور لپک

موجود تھی۔ میں نے یہ خاصیت اپنے استاد ماسٹر ہنگ پائی کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔ ربی کے بارے میں مجھے پتا چل چکا تھا' وہ ہپناٹزم اور دیگر ماورائی علوم کا ماہر ہے لہٰذا میں بے حد محتاط تھا۔ اس کی پُرکشش آنکھیں اگرچہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن میں بھی کوئی عام انسان نہیں تھا۔ جو اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی زیر ہو جاتا۔ میں ربی سے آنکھیں ملا کر یک ٹک اسے گھور رہا تھا، اسی لمحے میری چھٹی حس نے مجھے ایک اچھوتی راہ دکھلائی۔

مکار یہودیوں کو کسی مکاری ہی سے اپنے دام میں لایا جاسکتا تھا۔ میرے دماغ میں یہ خیال آیا کہ مجھے یوں ظاہر کرنا چاہئے جیسے میں ربی کی آنکھوں سے متاثر ہو گیا ہوں۔ مجھے کھل کر ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اپنی صلاحیتوں کو مخفی رکھنا چاہئے تاکہ بہ وقت ضرورت انہیں استعمال کر کے ربی کو دھوکا دیا جاسکے۔ ربی کو اگر میں خوش گمانی میں مبتلا کر دیتا تو یہ میری کامیابی ہوتی! جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے..... بالکل ایسے ہی کسی سازش کو دھوکا دہی ہی سے ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

اس سوچ کے ساتھ ہی میں نے ربی کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر نظر جھکالی۔ وہ یہی سمجھا ہوگا' میں اس کی نگاہ کی تاب نہیں لا سکا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اس کا ثبوت بھی مل گیا۔ وہی محبت بھرا مہربان ہاتھ ایک مرتبہ پھر میرے شانے پر آٹکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ربی لب کشا ہوا۔

''میرے بچے!'' اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی گونج اور شفقت پدری پائی جاتی تھی'' مجھے سخت افسوس ہے کہ یہاں پہنچنے تک تمہارے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔''

''تم یہ بات ایسے کہہ رہے ہو جیسے یہاں پہنچنے کے بعد مجھ سے نہایت ہی شاندار سلوک کیا جارہا ہے۔'' میں نے تلخی بھرے لہجے میں کہا تاہم نگاہ اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ربی کی مخصوص نرم خوگر گونج دار آواز میری سماعت تک پہنچی'' میرے بچے! مشکلات سے گزرنے کے بعد ہی انسان راحتیں پاتا ہے۔ بہرحال مجھے بے حد افسوس ہے کہ تمہیں ہماری طرف سے دکھ اٹھانے پڑے لیکن اس سلسلے کو ختم ہی سمجھو۔ اب تمہاری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے۔ تم آرام سے صوفے پر بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے نہایت ہی ضروری باتیں کرنے والا ہوں۔''

اپنی بات ختم کر کے وہ عالی شان کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ میں اسی صوفے پر آ بیٹھا جہاں میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے ربی موشے ہائمن کی طرف دیکھا تو وہ اپنی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔ وہ اس وقت گہری نظر سے مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نرمی کے ساتھ ساتھ مقناطیسی کشش بھی پائی جاتی تھی۔ میں اپنی روحانی قوتوں کے بل بوتے پر ربی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی قدرت رکھتا تھا۔ اس کا نتیجہ چاہے جو بھی برآمد ہوتا مگر مجھے ایسا نہیں کرنا تھا۔ اس کو فریب دینے کے لیے انتہائی..... ضروری تھا کہ میں خود کو اس سے متاثر ظاہر کروں۔ سو میں نے ایک بار پھر نظر جھکالی اور زانو پر رکھے اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگا۔ اسی لمحے ربی کی مخصوص آواز نے میری سماعت پر دستک دی۔

''وجدان' میرے بچے!'' اس کی گونجیلی آواز میں بے بھی پناہ تاثر پایا جاتا تھا'' دوسرے مسلمانوں کی طرح تم بھی یہودیوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہو لیکن اس سوچ کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہودیوں نے بارہا مسلمانوں کی مدد کی۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لو تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا لیکن مسلمانوں کے اندر ایک انتہائی متشدد گروہ پایا جاتا ہے جو ہمیں اپنا ازلی دشمن سمجھتا ہے۔ یہ چند انتہا پسند لوگ باقی لاکھوں' کروڑوں مسلمانوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر مسلمان ہم یہودیوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں جو کہ کوئی مثبت قدم نہیں۔ ایسا منفی رویہ اقوام کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے..... اور ایسا ہو بھی ہو رہا ہے۔ تم خود دیکھ سکتے ہو۔ اس وقت تمہاری قوم کس انتشار کا شکار ہے۔ منفی اور مخالفانہ سوچ نے انہیں اندرونی طور پر شکست و ریخت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ کہیں یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور کہیں ہندوؤں سے ان کی دشمنی ہے۔ کبھی عیسائیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی کسی اور قوم کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ انہیں اپنے سوا سب کافر نظر آتے ہیں۔ میرے بچے! یہ سوچ یہ رویہ منفی ہے۔ غیر صحت مند یعنی بیمار ہے۔ کیا یہ پنپنے کی نشانیاں ہیں؟''

میں سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ ربی کی باتوں کا یک سر مجھ پر اثر ہوا اور نہ ہی میں نے اس سے پوچھا کہ یہودی کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ محبت اور بھائی چارے کے نام پر کس طرح اقوام عالم کو اپنا غلام بنا رہے ہیں۔ خاموش رہ کر اس کی تقریر سننے میں ہی میری بھلائی تھی۔ میں اسے فریب مسلسل میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ وہ سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''دوسری اقوام سے نفرت اور دشمنی تو رہی ایک طرف' مسلمان خود اپنے اندر بھی بے شمار فرقوں اور طبقوں میں بٹ چکے ہیں۔ ہر طبقہ' ہر فرقہ دوسرے کو کافر قرار دیتا ہے اور واجب القتل سمجھتا ہے۔ اس اندرونی تفرقے نے کیسے کیسے عبقری کھا ڈالے۔ کیسے کیسے اعلیٰ دماغ نفرت کی اس آگ نے چاٹ لیے..... لیکن میں تمہیں برباد یا ضائع نہیں ہونے دوں گا!''

ربی کی گفتگو کا بیش تر حصہ منافقت اور منافرت آمیز ہی سہی لیکن ایک بات اس نے بڑی حقیقت افروز کی تھی۔ آج پوری دنیا کے مسلمان خصوصاً پاکستانی مسلمان'' مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' کی فلاسفی کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ہر فرقہ' ہر طبقہ خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف گن' لاٹھی اور خنجر بہ دست ہے۔ یہ واقعی افسوس ناک بلکہ شرم ناک صورتِ حال ہے جو کسی غیر مسلم کے سامنے سر جھکا دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ میں چونکہ یہودیوں کے ربی کی عیاری اور چال بازی سے واقف تھا اس لیے خاموشی سے اس کا خطبہ سنتا رہا۔

''میرے بچے!'' وہ کہہ رہا تھا'' مسلمان قوم میں بڑے بڑے جینئس پیدا ہوئے ہیں لیکن بیشتر کے ٹیلنٹ کی کلی بن کھلے ہی مرجھا گئی۔ انہیں نفرت اور فرقہ واریت کی تپش نے جھلسا دیا۔ اس قوم کے بعض عاقبت نااندیش لوگوں نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری مگر میں تم پر ایک ذرا آنچ نہیں آنے دوں گا۔''

اس نے دو مرتبہ اس حوالے سے خصوصاً میرا ذکر کیا تھا۔ ردِعمل کے طور پر میرا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا لازمی ہو گیا تھا۔ اس خیال سے کہ اسے مجھ پر کوئی شک نہ ہو' میں نے چونکے ہوئے انداز میں ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر نگاہ جھکالی۔ میں اس پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس سے آنکھ ملانا میرے بس کی بات نہیں۔

ربی موشے ہائمن نے اپنی مخصوص تاثر انگیز آواز میں خطاب جاری رکھا'' میرے بچے! تمہیں ایک نظر دیکھتے ہی مجھے تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ تم نے آج تک فضول کاموں میں اپنی توانائی صرف کی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا' عظیم کارنامے کس طرح سر انجام دیئے جاتے ہیں۔ میرے سایے میں رہ کر تم زندگی کے انوکھے تجربے سے گزرو گے اسی لیے میں نے تمہیں امریکی سی آئی اے سے چھینا ہے۔''

اس نے لفظ'' چھینا'' پر کافی زور دیا تھا۔ میں نے بے ساختہ گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بولا'' یہ سی آئی اے والے بڑے ذہین اور چالاک بنتے ہیں لیکن یہ بے وقوف تمہاری حقیقت کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔ اب یہی دیکھ لو' وہ'' سی ڈی'' کی چوری کا الزام تم پر دھر رہے ہیں حالانکہ وہ سی ڈی تم نے نہیں چرائی جس کسی نے بھی چرائی ہے میں جانتا ہوں۔''

مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ ربی کوئی بہت بڑا انکشاف کرنے جارہا تھا۔ میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔ وہ نہایت ہی ٹھہرے ہوئے نرم و ملائم لہجے میں بولا۔

''میرے بچے تم اپنے ذہن کو پریشان نہ کرو۔ میں جانتا ہوں تم چور نہیں ہو سکتے۔ وہ سب تمہارے پرتو کی شرارت ہے۔''

''تمہیں یہ بات کس نے بتائی؟''

میں واقعی حیرت زدہ تھا۔ ربی کی ماورائی قوتیں کھل رہی تھیں۔ یہ راز میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

وہ میرے اچانک سوال کا جواب دینے کے بجائے بولا۔ ''میرے بچے! میں عمر میں تم سے پانچ چھے گنا بڑا ہوں لیکن تمہارے لہجے میں وہ احترام نظر نہیں آتا جو ہونا چاہئے۔ تم مجھے جس انداز میں مخاطب کر رہے ہو' وہ بدتمیزی کے زمرے میں آتا ہے۔ اپنے لب و لہجے اور تیور کو درست کرو میرے بچے! یاد رکھو' بداخلاقی اور بدتہذیبی انسان کی صلاحیتوں کو اسی طرح تباہ و برباد کر دیتی ہے جیسے لوہے کو زنگ اور لکڑی کو دیمک۔ آسمان بہت بلند' بہت بڑا اور بہت اعلیٰ ہے۔ اس کی جانب رخ پھیر کر تھوکنے والوں کا تھوک انہی کے چہروں پر گرتا ہے۔''

ربی ایک کھلی حقیقت بیان کر رہا تھا۔ مجھے اس وقت بہت شرمندگی محسوس ہوئی۔ میں نے ندامت آمیز نظر سے اسے دیکھا اور ایک مرتبہ پھر گردن جھکالی۔ وہ چاہے یہودیوں کا مذہبی پیشوا تھا لیکن اخلاقیات کا ایک کائناتی اصول بیان کر رہا تھا اس لیے اس کے کہے کو سننا اور اس پر عمل کرنا لازم تھا۔

''بہرحال میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اس لیے تمہارے سوال کا جواب ضرور دوں گا۔'' وہ رسانیت اور محبت کی آمیزش اپنے مخصوص لہجے میں بھرتے ہوئے بولا'' جب میں تمہاری پراسرار جسمانی اور ذہنی بلکہ روحانی صلاحیتوں سے آگاہ ہو گیا ہوں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا دھیان پرتو کیا کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کی شرارتیں ابھی ختم نہیں ہوئیں۔ سی ڈی کی چوری کے بعد بھی اس نے ایک تازہ ترین کارنامہ انجام دے ڈالا ہے۔''

''وہ کیا؟'' میں پوچھے بنا نہ رہ سکا البتہ اس دفعہ میرے لہجے میں احترام شامل تھا۔

''اس شریر نے تمہاری ساتھی صدف کو شعیب غوری کی

قید سے نکال لیا ہے۔'' ربی نے میری سماعت پر ایک خوفناک دھماکا کیا'' دلچسپ بات یہ ہے کہ صدف اسے اصلی وجدان ہی سمجھ رہی ہے اور..... اس میں اس بے چاری کا بھی کوئی قصور نہیں۔''

میں دیدے پھاڑے ربی موشے ہائمن کو دیکھ رہا تھا۔ میں اس کی اسپر یچوئل اپروچ کا قائل ہوگیا۔ وہ بے پناہ روحانی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس وقت میں براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے اندر اترنے کی کوشش کررہا ہو۔ بے ساختہ میں نے نگاہ جھکالی۔

اسی لمحے ایک خطرناک سوال نے میرے ذہن میں جنم لیا۔ اگر ربی نے واقعی کسی روحانی صلاحیت سے وہ احوال معلوم کیا تھا تو پھر اس بات کے امکانات بھی روشن تھے کہ وہ روٹی والے منصوبے سے بھی واقف ہوگا بلکہ اسے تو یہ بھی جاننا چاہئے کہ روٹی اس کی نہیں بلکہ کسی مخالف گروہ کے لیے کام کررہی ہے۔ اس خیال نے مجھے گہری تشویش میں مبتلا کردیا۔

اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی تھا۔ میرا ذہن یہودیوں کی ازلی مکاری کی طرف جارہا تھا اور ربی ایک طرح سے یہودیوں کا سردار تھا۔ اس کی مکاری اعلیٰ کوالٹی کی ہوتی۔ میں نے تنقیدی انداز میں سوچا' ممکن ہے ربی مجھے متاثر کرنے کے لیے وہ باتیں کررہا ہو۔ شعیب غوری یہودی لابی کا پلانٹیڈ تھی۔ صدف غوری کی قید سے نکل گئی ہو۔ وہاں کی ساری خبریں ربی تک پہنچ گئی ہوں اور اب یہ مجھ پر رعب جھاڑنے کے لیے یہ پراسرار انداز اختیار کررہا ہو؟

ہونے کو کچھ بھی ہوسکتا تھا لیکن ربی کے ایک انکشاف پر میں واقعی حیرت زدہ تھا اور وہ یہ کہ نقلی وجدان کی کوڑی وہ خوب لایا تھا۔ سی ڈی کی چوری والے معاملے کی حقیقت صرف مجھ تک محدود تھی۔ اس سلسلے میں ربی نے واقعی مجھے حیران کردیا تھا۔ میرا دھیان لامحالہ صدف کی طرف چلا گیا۔

ربی کے مطابق' صدف نقلی وجدان کو اصلی سمجھ رہی تھی۔ پتا نہیں وہ بدمعاش اس کے ساتھ کیا کیا بدمعاشیاں کررہا ہوگا! صدف مجھے بے پناہ چاہتی تھی۔ اپنے چاہنے والوں کو بیچ منجدھار نہیں چھوڑا جاتا۔ صدف میری ایک منتخب ساتھی تھی۔ اس نے میری جان بچانے کے لیے کئی بار اپنی جان کو داؤ پر لگایا تھا۔

''یہاں فون کی سہولت موجود ہے؟'' میں نے بے اختیار ربی سے استفسار کیا۔

وہ زیرلب مسکراتے ہوئے نرمی سے بولا'' ہاں میرے بچے! یہاں سے پوری دنیا میں ڈائریکٹ کسی بھی جگہ فون کیا جاسکتا ہے۔'' پھر مجھ سے پوچھا'' تم کس الجھن میں گرفتار ہو؟''

''میں فوری طور پر صدف سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''تم اپنے پرتو کی وجہ سے فکرمند ہو؟''

''بالکل یہی بات ہے۔''

''میں نے کہا نا' تم ہر فکر' ہر پریشانی کو ذہن سے جھٹک دو۔'' ربی مشفقانہ لہجے میں بولا'' سب ٹھیک ہوجائے گا میرے بچے! میں ہوں نا تمہاری پشت پر۔ تم دیکھ لینا' میں بہت جلد تمہاری ساتھی کو تمہارے پاس پہنچادوں گا اور وہ تمہارا پرتو!''

وہ ایک لمحے کو رکا پھر گمبھیر آواز میں بولا'' اس کا بھی بندوبست ہوجائے گا۔ تم اپنے ذہن کو پراگندہ مت کرو۔''

ربی کی باتوں میں بڑی قوی تسلی تشفی تھی۔ میں مطمئن ہوگیا اور فوراً گفتگو کو ساحل کی جانب موڑ دیا۔ میں نے ربی موشے ہائمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے انداز میں واضح شکوہ تھا۔

''محترم ربی! میری ایک ساتھی ساحل بھی آپ کی قید میں ہے!''

''قید نہیں میرے بچے!'' وہ ایک مہربان مسکراہٹ کے ساتھ بولا'' وہ میری پناہ میں ہے۔''

میں نے کہا'' برنارڈ لیو نے ساحل کے حوالے سے مجھے جو تفصیلات بتائی ہیں' وہ انتہائی حیرت انگیز اور چونکا دینے والی ہیں۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ ساحل کسی انمول خزانے کے راز سے آگاہ ہے اور وہاں تک رسائی کا ذریعہ بھی جانتی ہے؟''

''ہم بے مقصد باتوں میں ایک سیکنڈ بھی ضائع نہیں کرتے!'' وہ پُرمعنی انداز میں بولا۔

''لیکن مجھے یقین نہیں آرہا کہ ساحل اتنی گہری بھی ہوسکتی ہے؟''

''تم نے سنجیدگی سے کبھی اس کی گہرائی ناپنے کی کوشش ہی نہیں کی میرے بچے!'' وہ رسانیت سے بولا'' جو لوگ اوپر سے سیدھے سادے اور معصوم نظر آتے ہیں وہ اپنے اندر کئی سمندر چھپائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ تم نے اپنی ساتھی ساحل کو ہمیشہ ایک عام سی لڑکی سمجھا ہے۔ بہرحال تمہیں بہت جلد یقین آجائے گا کہ ساحل کوئی عام سی لڑکی نہیں ہے۔''

کیا میں اس وقت ساحل سے مل سکتا ہوں؟'' کافی دیر سے دل میں مچلنے والا سوال بالآخر میری زبان پر آہی گیا۔

ربی نے بڑی معنی خیز نظر سے مجھے دیکھا اور گہری سنجیدگی

سے بولا'' میں تمہیں ساحل سے ضرور ملواؤں گا مگر فوری طور پر یہ ممکن نہیں..... بلکہ یوں سمجھو سردست یہ مناسب نہیں۔ تمہیں دو دن مزید انتظار کرنا ہوگا اس کی یاد میں تھوڑا اور تڑپنا ہوگا۔''

وہ خاموش ہوکر خلا میں گھورنے لگا۔ چند لمحات کے بعد دوبارہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''وجدان! میرے بچے! کسی کی یاد میں تڑپنا اور اس طرح تڑپنا کہ تمہاری تڑپ کسی کو نظر نہ آئے' بہت مشکل کام ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں تم یہ مشکل کام کرنے میں ناکامیاب ہورہے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں تم اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل اور کٹھن کام کرسکتے ہو۔ تمہارے اندر بے پناہ حوصلہ اور قوتِ برداشت ہے مگر عشق کے میدان میں تم مار کھا رہے ہو!''

وہ خاموش ہوا تو میں نے اضطراری انداز میں پوچھا'' پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟''

میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ یک ٹک میری آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ مقناطیسی کشش تھی۔ اگلے ہی لمحے میں نے نگاہ جھکالی۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں اس سے آنکھ ملانے کی قدرت نہیں رکھتا تھا بلکہ میں یہ سب کچھ ایک خاص منصوبے کے تحت کررہا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ربی موشے ہائمن کی نگاہ سے بے حد تسخیری قوت پوشیدہ تھی مگر میں بھی کوئی عام آدمی نہیں تھا جو اس سے زیرہوجاتا۔ میں نے زندگی میں بارہا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا اور کبھی اس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ تاثیر والی شے موت ہے جو بڑے بڑوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ میں موت سے کبھی نہیں ڈرا تھا تو ربی کے سامنے کیا سرنگوں ہوتا۔ میرا متاثر ہونا ایک کھیل تھا جو میں یہودیوں کے سب سے بڑے ربی موشے ہائمن کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ پتا نہیں اس اعصابی کھیل میں ہار کس کا مقدر بننے والی تھی اور جیت کس کا نصیب چمکانے والی تھی۔ میں اس بارے میں واقعی کچھ نہیں جانتا تھا۔

میری نظر جھکی تو ربی نے گونج دار آواز میں کہا'' میرے بچے! تم جتنی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کے مالک ہو' ابھی تک تم نے ان کا عشرِ عشیر بھی استعمال نہیں کیا بلکہ تمہاری کئی صلاحیتیں تو پڑے پڑے زنگ آلود ہورہی ہیں اور بعض کو تم اپنی جذباتیت سے کند کررہے ہو لیکن فکر نہ کرو' میں تمہارے ذہن کو پالش کردوں گا' تمہاری صلاحیتوں کو صیقل کرکے تمہیں شخصیت کے اعتبار سے دیوہیکل بنادوں گا۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا میرے بچے! اب سب کچھ میں کروں گا۔ تم بس خاموشی کے ساتھ میری ہدایات پر عمل کرتے جانا۔''

وہ آہستہ آہستہ مجھے اپنی راہ پر لارہا تھا۔ میں بھی یہی ظاہر کرنے لگا کہ میں نے اس کے بچھائے ہوئے جال میں قدم ڈال دیا ہے۔ اسی پالیسی کو اختیار کرکے میں اسے کسی مرحلے پر چت کرسکتا تھا۔ میں نے نہایت ہی فرماں برداری سے کہا۔ اس وقت میری اداکاری عروج پر تھی۔

''ٹھیک ہے محترم ربی! میں آپ کو فالو کرنے کی کوشش کروں گا۔''

اگر میری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو اس کی چال ربی سے زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ تو اللہ کا شکر اور میرے استاد ماسٹر ہپناٹائی کا احسان تھا کہ میں ربی کے سامنے ثابت قدمی سے ڈٹا ہوا تھا'' پی'' کی پوشیدہ قوت اور یوگا ٹریننگ میرے لیے ایک مضبوط ڈھال ثابت ہورہی تھی۔ میری اطاعت مندی پر ربی خوش ہوگیا۔

''شاباش میرے بچے! تم نے میرا دل بڑھادیا ہے۔'' وہ شفقت بھرے لہجے میں بولا۔

میں کسی بچے ہی کی طرح مچل کر بولا'' دو دن بعد آپ مجھے ساحل سے ملوادے گا نا؟''

''ضرور میرے بچے! یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔''

میں نے پوچھا'' محترم ربی! آپ نے بتایا ہے ساحل آپ کی پناہ میں ہے۔ اس سے تو یہی نکلتا ہے' اس کی جان کو کوئی خطرہ لاحق ہے؟''

''تم بالکل صحیح خطوط پر سوچ رہے ہو۔'' وہ مربیانہ انداز میں بولا'' میرے بچے! ساحل کے سینے میں جتنا راز پوشیدہ ہے اس کے حصول کے لیے تو سارا عالم اس کا دشمن بن سکتا ہے لیکن فی الحال ایک خاص گروہ اس کے تعاقب میں ہے اسی لیے احتیاط کے پیشِ نظر اسرائیل کے بجائے اسے الاسکا لایا گیا ہے۔ بعد میں تم دونوں کو اسرائیل بھیج دیا جائے گا۔'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کرتے ہوئے کہا'' لیو نے تمہیں اس بارے میں تو بتایا ہوگا؟''

''صرف اس حد تک کہ پہلے ہمیں اسرائیل پہنچایا جانے والا تھا پھر کسی مصلحت کی بنا پر الاسکا لایا گیا ہے۔'' میں نے بہ دستور نگاہ جھکائے ہوئے کہا'' اس نے کہا تھا اس سلسلے میں تفصیل سے آپ آگاہ کریں گے۔''

''اس نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔'' ربی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا'' تفصیلات کے سلسلے میں تم فی الحال اتنا جان لو کہ ایک گروہ تمہاری ساتھی کی تلاش میں ہے۔ دراصل وہ لوگ بدھ کے پیروکار ہیں اور اسرائیل میں بھی ان کے کچھ آدمی بھیس بدل کر کام کررہے ہیں۔ مجھے ان کے منصوبے کی بھنک پڑ گئی۔

۔وہ ساحل کو اڑا لے جانا چاہتے ہیں اسی لیے میں نے سی آئی اے کو مجبور کیا اور چند دنوں کے لیے تمہیں الاسکا بلالیا۔ میں عموماً اسرائیل میں موجود رہتا ہوں۔ اگر کوئی خاص مشن درپیش ہو تو الاسکا کے اس خفیہ ٹھکانے پر آجاتا ہوں۔ مجھے امید ہے ہم بہت جلد اپنے ملک کو سازشی عناصر سے صاف کردیں گے۔''

ربی کے انکشاف نے مجھے راکیل عرف روٹی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کردیا۔ اس نے بتایا تھا اس کے بڑے تہ خانے کے راز کی حفاظت کررہے ہیں اور اسی سلسلے میں وہ مجھے اور ساحل کو یہودیوں کے چنگل سے نکال لے جانا چاہتے تھے۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا تھا' راکیل بدھ مت کے ماننے والوں کے لیے کام کررہی تھی' گویا یہ یہودیت اور بدھ مت کے درمیان ایک خوف ناک جنگ تھی۔ بدھ کے پیروکار نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ قیمتی خزانے کی حفاظت کررہے تھے جب کہ یہودیوں کا ربی موشے ہائمن سونے کے ذخیرے کے ساتھ ساتھ پانچ نایاب اور انمول بے مثال اسٹونز پر بھی ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور بتایا یہ جارہا تھا' ان قیمتی پتھروں کی ایک روحانی اور ماورائی حیثیت بھی تھی۔

یہودی ذہنیت کھل کر سامنے آگئی تھی۔ وہ روئے زمین پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اقوامِ عالم کو اپنا محتاج بلکہ غلام دیکھنا چاہتے تھے۔ ان پانچ پراسرار پتھروں کا حصول بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی تھا۔

میرا تجربہ اور مطالعہ بلکہ مشاہدہ تو یہ سبق دیتا تھا کہ قدرت نے اگر زیرِ زمین کچھ خزانوں کو پوشیدہ رکھ چھوڑا ہے تو اس میں اس کی کوئی گہری مصلحت کارفرما ہوتی ہے لہٰذا پوشیدہ راز کو پوشیدہ ہی رہنا چاہیے۔ آج تک جن خفیہ خزانوں کو بھی کھود کر نکالا گیا انہوں نے بڑی تباہی اور بربادی پھیلائی ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسانی جانوں کے زیاں کے ساتھ ساتھ اس کرۂ ارض نے بھی بہت مصیبت اٹھائی ہے۔ اس روشنی میں یہودی منفی اور بدھ کے پیروکار مثبت طرزِ عمل کے حامل نظر آتے تھے.....اور میں نے ہمیشہ مثبت اور خیر کی لوگوں کا ساتھ دیا ہے۔ منفی اور تخریبی لوگ سدا میری ہٹ لسٹ پر رہے ہیں۔ لہٰذا یہودیوں سے میری دشمنی کسی تعریف یا تعارف کی محتاج نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا میں بدھ مت کا دوست تھا.....اس دوستی کی درخشندہ مثال تو ساحل تھی جو میری رگِ جاں کی حیثیت اختیار کرچکی تھی!

میں نے ربی موشے ہائمن سے استفسار کیا ''محترم ربی! اسرائیل کے اندر تو آپ بہت طاقتور ہیں اور یہاں امریکا میں بھی آپ کے اشارے چلتے ہیں پھر بدھ مت کے ایک چھوٹے سے گروہ کے سامنے اتنے بے بس کیسے ہوگئے کہ آپ کو ہنگامی حالات میں اپنا منصوبہ تبدیل کرنا پڑا؟'' اس نے بڑی ٹھہری ہوئی نظر سے مجھے دیکھا' اس وقت میں اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔ میں نے اس کے جواب دینے سے پہلے مزید کہا۔

''بدھ کے ماننے والے تو زیادہ تر تبت اور چین میں پائے جاتے ہیں یا پھر تھائی لینڈ وغیرہ میں ان کی بھاری تعداد ملتی ہے۔ ایسا ہی کیا ہے کہ انہوں نے اسرائیل اور امریکا میں آپ کو مجبور کردیا؟''

وہ بڑی سنجیدگی سے مسکرایا اور گمبھیر آواز میں بولا ''میرے بچے! ہم مجبور ہیں اور نہ ہی بے بس۔ اسے تم ہماری مصلحت اندیشی اور احتیاط پسندی سمجھ لو.....اور یہ تمام تر احتیاط محض اس لیے برتی جارہی ہے کہ اس گروہ کی پشت پر ایک بہت بڑے شخص کا ہاتھ ہے ورنہ ان چوہے کی شکل والے ننجوں نکلوں سے کون ڈرتا ہے!'' بات ختم کرتے کرتے ربی کے لہجے میں بے پناہ حقارت در آئی تھی اور یہ بڑی اہم بات تھی ورنہ یہودی تو تک نرگ اور شانگلی کا دامن تھامے ہوئے تھا۔

ربی موشے نے ان لوگوں کے خلاف اپنی نفرت اور دشمنی کو ظاہر کرتے ہوئے ..... اپنی اصلیت کھول دی تھی۔ وہ اپنے خول سے باہر آیا تو پتا چلا اس کی شخصیت میں شامل محبت اور تسلیم جو کسی ڈرامے اور دکھاوے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے اس کے انکشاف کے حوالے سے سوال کیا۔

''محترم ربی! آپ کے خیال میں اس گروہ کی پشت پناہی کون کررہا ہے؟''

''دلائی لاما!'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا۔

''کیا واقعی؟'' میرے لہجے میں اصلی حیرت تھی۔

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی ''ہاں واقعی میرے بچے! اور دلائی لاما کی روحانی صلاحیت کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔'' پھر وہ رعونیت بھرے انداز میں بولا ''لیکن میرے اس قلعے تک رسائی حاصل کرتے ہوئے دلائی لاما کی سوچ اور تصور کے پرجل جائیں گے۔ یہاں میری مرضی کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔''

اس کے بعد بھی ربی اپنی شان اور اختیارات کے ذیل

...بہت کچھ کہتا رہا مگر میرا ذہن تھوتچی کی باتوں کو ٹریس کررہا تھا۔ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ میں تھوتچی نے مجھے بتایا تھا' تہ خانے والے خفیہ خزانے کی حفاظت باقاعدہ دلائی لاما کی نگرانی میں ہوتی ہے۔ اسی لیے آج تک اس خزانے کو کوئی حاصل نہیں کرسکا۔ ہر دور کا دلائی لاما اور اس کے چند رفقا ہی اس راز سے واقف ہوتے ہیں۔ تھوتچی نے یہ بھی کہا تھا' دلائی لاما مجھ پر اپنا اعتماد ظاہر کرچکا ہے اس کا مطلب یہی تھا' تھوتچی نے کوئی غلط بیانی کی تھی اور نہ ہی ربی مجھ سے جھوٹ بول رہا تھا۔ منفی اور مثبت دو قوتوں میں ایک خوفناک ٹکراؤ ہونے والا .....اور میں اس جنگ کی بساط کا ایک ایسا مہرہ تھا جس کے لیے ہر دوسرا اپنے مدمقابل کو پیٹنے کی کوشش میں تھا' ربی نے حاصل کرچکا تھا اور لاما کے وفادار ہمیں اس پہاڑی سے نکالنے پر کمربستہ تھے۔ ابھی تک راکیل اور مائیکل کے نام سامنے آئے تھے۔ راکیل نے مجھے بتایا تھا ان کے دو ساتھی اور تھے جو ہمیں اپنے ساتھ ماؤنٹ مکنلے سے باہر لے جانے والے تھے۔ ماؤنٹ مکنلے سے نکلنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم دینالی نیشنل پارک سے بھی باہر نکل جاتے' اگر کوئی انڈر گراؤنڈ راستہ تیار کیا جاتا تو ورنہ ہم پہاڑ سے نکل کر پارک میں آجاتے۔ اس کے بعد حالات ہمیں کہاں لے جاتے' اس کے بارے میں قبل از وقت کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

''تم کس سوچ میں غرق ہو میرے بچے!'' میں خیالات کی تند و تیز دھارے میں کسی تنکے کے مانند بہہ رہا تھا کہ ربی موشے ہائمن کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوچکا تھا اور میری جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ وہ میرے صوفے کے قریب آتے ہوئے بولا۔

''فضول کی سوچوں اور واہموں سے اپنے دماغ کو خراب نہ کرو میرے بچے۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ تمہیں نیند آرہی ہے۔ آرام سے سوجاؤ.....اسی صوفے پر دراز ہو.....''

اس کی آواز میں ترغیب کا عنصر شامل ہوگیا تھا۔ میں سمجھ گیا وہ مجھ پر کوئی جنتر منتر اور تنتر کرنے والا تھا۔ یہ بڑا ہی نازک اور اہم مرحلہ تھا۔ اگر میں بھرپور اداکاری کے مظاہرے میں کامیاب ہوجاتا تو ربی کے مذموم عزائم مجھ پر روز روشن کی طرح کھل سکتے تھے۔ مجھے اس سے تعاون کرنا تھا' یہ ظاہر کرنا تھا میں اس کے ٹرانس میں آگیا ہوں۔ وہ مجھے ہپناٹائز کرنے جارہا تھا۔

میں کسی انتہائی فرماں بردار اور اطاعت گزار ملازم کے مانند ربی کے حکم پر' صوفے پر دراز ہوگیا۔ وہ صوفہ بڑا دبیز اور آرام بخش تھا۔ میں نے آنکھیں کھلی رکھیں تاہم ان میں خمار کی سی مصنوعی کیفیت بھرلی۔ ربی میرے سرہانے آکر کھڑا ہوگیا۔ اس نے براہ راست میری آنکھوں میں دیکھنا شروع کردیا۔

چند سیکنڈ تک میں نے اس سے آنکھ ملائے رکھی پھر پلکیں جھپک کر یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اس دیکھن دھکن نے میرے اندر بے چینی بھر دی ہو۔ اسی لمحے ربی کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

''میرے بچے! نیند نے تمہیں بے حال کررکھا ہے۔ تمہارے پپوٹے بھاری ہورہے ہیں۔ پلکیں من من کی ہورہی ہیں۔ آنکھیں کھلی رکھنا تمہارے اختیار میں نہیں رہا۔ تمہاری پلکیں نیند کے بوجھ سے دبی جارہی ہیں' یہ جھک رہی ہیں.....تمہاری آنکھیں بند ہورہی ہیں۔''

ربی کی آواز میں بڑی زوردار ترغیب تھی۔ میری جگہ اگر کوئی اور شخص اس کے قابو میں آیا ہوتا تو ان سجیشنز کے نتیجے میں کب کا سو چکا ہوتا۔ یہ تو میرا ہی حوصلہ تھا کہ اب تک اس کے ٹرانس میں نہیں آیا تھا۔ ''چی'' کی قوت اور یوگا کی مشق نے مجھے ایک مضبوط ڈھال فراہم کررکھی تھی تاہم ربی کو کامل فریب دینے کے لیے اس کی سجیشنز کے اثرات کا اظہار ضروری تھا۔ میں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک دوبار پلکوں کو پھڑپھڑانے والے انداز میں حرکت دی اور آنکھیں بند کرلیں۔

بند آنکھوں کے پیچھے مجھے ربی کی گونج دار آواز سنائی دی ''تمہاری آنکھیں بند ہوچکی ہیں۔ تم نیند کی وادیوں میں اتر رہے ہو لیکن تمہارے کان میری آواز سن رہے ہیں.....صرف میری آواز! کائنات کی ہائی آوازیں اور صدائیں تمہاری سماعت تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ تم صرف میری آواز سن رہے ہو اور میری زبان سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ تمہاری یادداشت میں نقش ہورہا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد حالتِ نیند میں ہونے والی کوئی بات تمہیں یاد نہیں رہے گی' سوائے میری ہدایات کے۔''

میں کسی عمدہ معمول کے مانند خاموش پڑا تھا۔ میں ربی پر یہی ظاہر کررہا تھا کہ اس کے مکمل ٹرانس میں ہوں۔ وہ اپنی ترغیبات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''میں تمہارا ربی مرہی موشے ہائمن ہوں۔ تم میری ہدایت کو توجہ سے سن رہے ہو'' مجھے اس کی آواز پُراثر لگ رہی

تھی..... ''اس لیے بھی کہ کوئی اور آواز تمہاری سماعت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔ تم اس وقت مکمل طور پر میرے قبضۂ قدرت میں ہو۔ تمہارے دماغ پر میری حکمرانی ہے۔ تمہارا دماغ کسی صاف شفاف سلیٹ کے مانند ہے۔ وہاں یادداشت کے نام پر ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ میں اب جو بھی بات تمہارے ذہن میں نقش کروں گا وہ تمہاری لانگ ٹرم میموری کا حصہ بن جائے گی۔ یہی تمہاری شخصیت تمہاری بنیاد ہوگی۔ بعد میں جب تمہاری ٹریننگ ہوگی تو تم ازخود شارٹ ٹرم میموری بناتے چلے جاؤ گے۔ اب میں تمہارا ایک چھوٹا سا ٹیسٹ لوں گا۔''

اتنا کہہ کر وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوگیا۔ پھر اپنی مخصوص تاثر انگیز اور گونج دار آواز میں سلسلۂ ترغیبات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''میں تم سے ایک آسان سا سوال پوچھتا ہوں۔ ذرا سوچ کر بتاؤ' تمہارا نام کیا ہے؟''

ربی نے ایک شاطرانہ چال چلی تھی۔ اس طرح وہ اپنی کارکردگی اور میری تکنیکی کو بھی چیک کرنا چاہتا تھا۔ ربی کے مطابق میرا دماغ اس وقت اس کے قبضے میں تھا..... اور میں اسے اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا لہٰذا میں نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا تاہم آنکھیں بند رکھتے ہوئے چہرے پر الجھن کے تاثرات پیدا کرلیے۔ میں ربی پر یہ ظاہر کررہا تھا' جیسے میں اپنا نام یاد کرنے کی کوشش کررہا ہوں لیکن مجھے اس کوشش میں ناکامیابی ہورہی ہو۔ ربی نے اپنی دانست میں میرا دماغ صاف کردیا تھا۔ پھر میں اپنا نام بتانے کی غلطی کیوں کرسکتا تھا!

''تم اپنے ذہن پر زور مت ڈالو میرے بچے!'' ربی کی مشفق و مہربان آواز میری سماعت تک پہنچی۔ اس آواز میں کامیابی کا نشہ بھی شامل تھا ''تمہارا ذہن کسی صاف سلیٹ کے مانند ہے اس وقت تمہاری یادداشت کے تمام خانے بالکل خالی ہیں۔ میں تمہاری یادداشت رقم کرتا ہوں۔ تمہارا نام راجر ہے..... بولو تمہارا کیا نام ہے؟''

''راجر.....'' میرے ہونٹ تھرتھرائے۔

اس وقت میں چت آنکھیں بند کیے خاموش اور بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میری اداکاری دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ میں یہودیوں کے ایک جید عالم کے سامنے بڑی کامیابی سے اپنا خود منتخب کردہ رول ادا کررہا تھا..... اور بڑی کام کی پرفارمنس دے رہا تھا۔

''میں تمہارا ربی مربی ہوں..... موشے ہائمن!''

''آپ میرے ربی' میرے سب کچھ ہیں۔''

''آج کے بعد تم صرف میرا حکم مانو گے۔'' ربی نے کہا۔

''آپ جیسا کہہ رہے ہیں' میں ایسا ہی کروں گا۔'' میں نے نہایت ہی فرماں برداری سے کہا۔

وہ ہپناٹزم کے سلسلے کو دراز کرتے ہوئے بولا ''آئندہ بھی تمہیں میں اسی طرح تنویمی عمل کے دوران میں خصوصی ہدایات دیا کروں گا جو تمہارے ذہن میں نقش ہوتی جائیں گی۔ تم اس عمل کا یا ان باتوں کا کسی سے بھی ذکر نہیں کرو گے۔''

''ہرگز نہیں۔'' میں نے کمزور مگر قطعیت سے بھرپور لہجے میں کہا ''میرے ربی! میں صرف اور صرف آپ سے متعلق رہوں گا اور ہر قسم کی ہدایت آپ ہی سے لوں گا۔''

''شاباش میرے بچے!'' ربی کی آواز میں خوشی کا عنصر شامل ہوگیا۔

میں خاموش آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ ربی کے مذموم اور خطرناک ارادے اب مکمل کرمیرے سامنے آگئے تھے۔ وہ مکمل طور پر مجھے اپنا محکوم، اپنا آلۂ کار بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ یہ اس کی جانب سے ایک طرح سے برین واشنگ کی ابتدا تھی۔ وہ میری شخصیت کو اپنے مقاصد کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ میری ضد سرکشی اور مستقل مزاجی نے اسے باور کرادیا تھا کہ دوستی کا ہاتھ بڑھا کر یا کسی عارضی ''ٹریٹمنٹ'' سے بات نہیں بنے گی۔ اگر مجھے اپنے اشاروں پر نچانا ہے تو پھر اسے کوئی دیرپا اور مضبوط بندوبست کرنا ہوگا۔ برین واشنگ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

راکیل عرف روٹی کی باتیں حرف بہ حرف درست ثابت ہورہی تھیں۔ اس کے مطابق ربی ہپناٹزم اور دیگر پُراسرار علوم کا ماہر تھا۔ اگر میں اس کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ میری برین واشنگ کردے گا پھر وہ لوگ مجھے اپنے مقصد کا بنانے کے لیے واشنگٹن ڈی سی بھیج دیں گے جہاں تربیت کے نام پر میرے ساتھ پتا نہیں کیا کیا' کیا جائے گا۔ ربی نے بھی اسی قسم کے عزائم کا اظہار کیا تھا۔ یہ الگ بات کہ میں اس کے ہتھے نہیں چڑھا تھا بلکہ غیر محسوس طور پر اس وقت ہتھے سے اکھڑا ہوا تھا!

ربی موشے ہائمن مزید پانچ منٹ تک مجھے مختلف ترغیبات دیتا رہا۔ میں نے اس کی تکنیک سے اندازہ لگالیا کہ وہ کم از کم ایک بار اور مجھے تنویمی عمل سے گزارے گا۔ ترغیبات کے حساب سے اس کا کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ اس کی دانست میں اس نے ''پروگرام'' کا پہلا حصہ بڑی خوش اسلوبی

سے مکمل کرلیا تھا۔ اس کام سے نمٹنے کے بعد وہ اختتامی ترغیبات کی طرف آگیا۔

''اب تم سوجاؤ گے۔ گہری نیند..... بہت ہی گہری نیند..... تمہیں کچھ یاد نہیں رہے گا کہ تم پر کیا عمل کیا گیا۔ واقعات اور حالات کو تم بھول جاؤ گے تاہم تمہارا ذہن میری ہدایات کو یاد رکھے گا۔ بیدار ہونے کے بعد تم یہی سمجھو گے کہ سونے کے بعد تم گہری نیند سو گئے تھے' بے خبری کی نیند۔ تمہاری آنکھ اسی کوٹھری میں کھلے گی جہاں تم نے ناشتا کیا تھا۔ تم کم از کم چار گھنٹے تک پُرسکون بیٹھی اور گہری نیند سوگے..... نیند..... گہری نیند..... اور گہری نیند!''

اس تکرار کے ساتھ ہی موشے ہائمن نے ترغیبات کا سلسلہ موقوف کردیا۔ وہ میرے سرہانے ہی کھڑا رہا۔ یقینی طور پر وہ گہری نظر سے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے یہی ظاہر کیا جیسے بے خبری کی نیند سو رہا ہوں۔ ربی کو ایک کامل دھوکا دینے کے اس آخری مرحلے پر میں کسی قسم کی کوتاہی کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا!

ٹھیک پانچ منٹ بعد اس وسیع و عریض ہال کے سنگلاخ فرش پر ربی کے قدموں کی چاپ ابھری۔ وہ میری طرف سے مطمئن ہونے کے بعد مجھ سے دور جارہا تھا۔ کہاں؟ میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کیونکہ میری آنکھیں بند تھیں اور میں ''ہپناٹائز'' ہوچکا تھا!

تھوڑی دیر بعد اسی ہال میں متعدد قدموں کی آوازیں ابھریں۔ وہ کم از کم تین چار افراد تھے۔ میں سمجھ گیا وہ لوگ وہاں سے اٹھا کر واپس کوٹھری میں پہنچانے آئے ہیں میں نے خود کو دیسا ہی بنالیا جس کی وہ توقع کررہے تھے۔ مجھے کندھے پر لاد کر ہال سے نکال لیا گیا۔

جب مجھے اس مختصر سی کوٹھری سے لے جایا گیا تھا تو میں مکمل بے ہوشی کی حالت میں تھا میں نہیں جانتا تھا' کوٹھری سے نکلنے کے لیے کیا ٹیکنیک آزمائی گئی تھی تاہم اب میں محض بے ہوشی کا ناٹک کررہا تھا لہٰذا کوٹھری میں واپس لے جانے کے وقت یہ بھید مجھ پر کھل جاتا۔ میں لمحہ بہ لمحہ اس موقع کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص نے مجھے کندھے پر ڈال رکھا تھا اور دو تین ساتھ چل رہے تھے۔

مختلف راہ داریوں سے گزرنے کے بعد وہ لوگ ایک جگہ رک گئے، یقیناً وہ کوٹھری کے قریب پہنچ گئے تھے۔ میرا کندھے پر لادنے والے کی پشت پر لٹک رہا تھا اور ناف اس کے کندھے پر ٹکی تھی۔ میں اس سنہری موقع کو کھونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے جسمانی طور پر خود کو یک سر بے سدھ ثابت کیا اور ایک آنکھ ذرا سی کھول کر ماحول کا جائزہ لیا۔ میں چونکہ سر کے بل الٹا لٹک رہا تھا اس لیے سب سے پہلے پختہ راہ داری کا فرش میری نظر میں آیا' پھر میری نگاہ ان افراد کے قدموں پر چلی گئی۔ میں اس سے زیادہ راہ داری کا جائزہ نہ لے سکا کیونکہ اسی وقت میری آنکھ نے ایک ایسا منظر دیکھا تھا کہ میری تمام تر توجہ اسی جانب مبذول ہوگئی۔

راہ داری نیم روشن تھی اور ہم جس دیوار کے نزدیک کھڑے تھے اس میں اچانک ایک شگاف سا نمودار ہوا تھا۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے دو بڑے پتھر سلائیڈنگ ڈور کے مانند سائیڈ میں کھسک گئے ہوں۔ اس شگاف کی دوسری جانب مجھے وہی کوٹھری دکھائی دی جو پچھلے بارہ پندرہ گھنٹوں سے میری قیام گاہ رہی تھی۔ مجھے یہیں سے لے جایا گیا تھا۔

اس راز سے پردہ اٹھا تو میرے ذہن میں بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے کا منظر گھوم گیا۔ ساحل کے باپ تھونچی نے فاسفک بدھا کے پاؤں کے نزدیک واقع پتھروں سے ٹھوڑی چھیڑ چھاڑ کی تھی اور اسی سلائیڈنگ انداز میں تہ خانے میں داخلے کا راستہ کھل گیا تھا۔ عین ممکن تھا' یہاں راہ داری کی اس دیوار میں بھی کوئی دیسا ہی میکانزم موجود ہو!

روٹی کے مطابق وہ واش روم کے کسی خفیہ راستے سے اندر آئی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا اس کوٹھری میں آمد و شد کے لیے ایک سے زیادہ راستے موجود تھے!

میں انہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ مجھے کوٹھری کے اندر پہنچا دیا گیا۔ میں نے اپنی نیم وا آنکھوں کو بڑی صفائی سے بند کرلیا۔ میں چاہتا تو کن انکھیوں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ سکتا تھا لیکن اس مرحلے میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے بڑے تحمل اور محنت سے یہ کھیل بنایا تھا۔ ایک ذرا سے شوقِ دیدار میں' میں اس کھیل کو بگاڑنے کی حماقت نہیں کرسکتا تھا!

انہوں نے مجھے میٹریس پر لٹا دیا اور جس خاموشی سے وہاں پہنچے تھے اسی خاموشی کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔ اب مجھے کم از کم چار گھنٹے تک تنویمی نیند کا ناٹک کرنا تھا..... ربی کو یقین دلانا تھا کہ اس کا ''تجربہ'' کامیاب رہا۔ اس کا یقین، میری کامیابی کی کنجی تھا!

☆☆☆

رات کا آخری پہر شروع ہوچکا تھا!

روٹی حسبِ وعدہ کوٹھری میں پہنچ گئی۔ میں چونکہ آدھی رات کے بعد سے مسلسل جاگ رہا تھا اس لیے اس کی آمد مجھ سے چھپی نہ رہ سکی اور میں واش روم میں اس کے آثار محسوس

کرتے ہی اس جانب بڑھ گیا۔ میں چار فٹ طویل دراڑ کے آخری سرے پر پہنچا تو وہ آمد کے شگاف کو بند کر کے پلٹ چکی تھی۔

مجھ پر نگاہ پڑتے ہی وہ چونک اٹھی جیسے میں نے اس کی کوئی چوری پکڑلی۔ میں نے واش بیسن والا نل کھولنے کے بعد اس کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں اس کوٹھری میں آمد و رفت کے ذرائع سے واقف ہو چکا ہوں۔''

اس نے ایک لمحے کے لیے حیرت زدہ نظر سے مجھے دیکھا پھر بے ساختہ مسکرادی۔ اس کے دانت ہموار اور صاف شفاف تھے جن کے سبب اس کی مسکراہٹ میں آٹھ چاند لگ گئے۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ حسین نظر آرہی تھی' شاید اس لیے کہ وہ اس وقت انتہائی معقول لباس میں تھی۔ راکیل عرف روٹی نے جینز پر فل سلیو گرم ہائی نیک پہن رکھا تھا۔ پاؤں میں مخصوص قسم کے جوگرز ٹائپ جوتے تھے۔ اس نے اپنی زلفوں کو شانوں پر آزاد چھوڑ رکھا تھا۔ لباس سے محروم حسن سوچ میں ہیجان تو پیدا کرتا ہے تاہم روح کی سرشاری اور ذہن کی تازگی کا سامان نہیں کرتا۔ ہر حسن کا اپنا ایک لبادہ ہوتا ہے اور یہ اسی میں اچھا لگتا ہے۔ حدود و قیود کی اس فلاسفی کو سمجھنے کے لیے احساس کی نزاکت کی ضرورت ہوتی ہے۔

روٹی نے میرا تنقیدی جائزہ لیا اور سوالیہ انداز میں بولی ''چلیں؟''

''بالکل چلیں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اس نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور بولی ''اس وقت رات کے تین بجے ہیں۔ ہمیں ٹھیک ساڑھے تین بجے ایک مخصوص مقام پر پہنچنا ہے۔''

''آدھے گھنٹے کا مارجن ہے۔'' میں نے کہا ''اس کا مطلب ہے وہ مخصوص مقام یہاں سے خاصے فاصلے پر ہے؟'' میری آواز میں سرگوشی کی سی لہر تھی۔

وہ رکوع کے بل جھکتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی ''فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ لگ بھگ پانچ سو میٹر ہوگا تاہم احتیاط کے پیش نظر کچھ زیادہ وقت رکھا گیا ہے۔ مائیکل ٹھیک سوا تین بجے اس مقام پر پہنچے گا۔''

مائیکل کے ذکر پر میرا دھیان ساحل کی طرح چلا گیا۔ روٹی کے مطابق، مائیکل نے ساحل کو کوٹھری سے نکال کر کسی مقام پر پہنچانا تھا جہاں سے ان کے دیگر دو ساتھی ہمیں اپنے ساتھ اس پہاڑی خفیہ ٹھکانے سے کہیں دور اپنے لوگوں میں لے جاتے۔ اس کا مطلب یہی تھا' ساحل کو مجھ سے پہلے کوٹھری سے نکالا جانے والا تھا اور عین ممکن تھا' وہ اس وقت کوٹھری سے باہر نکل چکی ہو!

میں روٹی سے کوئی سوال کیے بغیر اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔ وہ کموڈ کے نزدیک رکوع کے بل جھک کر عقبی دیوار کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ برآمد ہوگیا۔ کموڈ کے پیچھے واقع دیوار میں لگ بھگ ایک فٹ کا شگاف پیدا ہوگیا۔ وہاں کی پتھریلی دیوار سلائیڈ کرتے ہوئے ایک جانب ہٹ گئی تھی۔

روٹی سیدھی کھڑی ہوگئی اور آواز دبا کر بولی ''راستہ کھل گیا ہے۔ آجاؤ!''

میں نے اس کے بیان کردہ راستے میں جھانک کر دیکھا۔ مجھے اس کھوہ میں دور تک تاریکی ہی تاریکی نظر آئی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''یہ راستہ تو بہت تنگ و تاریک ہے!''

''اس کی تنگی اور تاریکی ہی میں مزہ ہے۔ تم ڈرو نہیں۔''

''میں کوٹھری کی دیوار میں موجود ایسے ہی ایک چور راستے سے واقف ہوں۔'' میں نے کہا ''میرے خیال میں ادھر زیادہ آسانی رہے گی۔ وہ راستہ اس کی بہ نسبت خاصا کشادہ ہے۔''

وہ گہری سنجیدگی سے بولی ''میں ہر راستے کے عواقب و جوانب سے آگاہ ہوں۔ کھلا ہوا راستہ آسان تو ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انتہائی غیر محفوظ بھی ہوتا ہے۔ اچانک کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر بولی۔ ''میں اس معاملے میں تم سے زیادہ تجربہ کار ہوں' یہ تنگ راستہ ہماری کامیابی کی ضمانت ثابت ہوگا۔ تم مجھ پر میرے تجربے پر بھروسا رکھو۔''

وہ بڑے اعتماد سے سرگوشیانہ انداز میں بول رہی تھی۔ میں نے اپنی جانب بڑھے ہوئے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ پہلے روٹی اس تاریک کھوہ میں پہلو کے بل داخل ہوئی پھر مجھے بھی اندر کھینچ لیا۔ اس کے بعد اس نے مخصوص شیکنیک استعمال کر کے وہ شگاف بند کردیا۔ ہم دونوں اس تنگ و تاریک کھوہ کے اندر بند ہوگئے۔

اس راستے کی چوڑائی ایک فٹ کے قریب تھی۔ لمبائی کے بارے میں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ روٹی نے کہا ''ہمیں لگ بھگ پچیس فٹ تک اسی طرح کھسک کر آگے بڑھنا ہوگا' تم یہاں پر اپنے چارفٹ کے تجربے کو استعمال کر سکتے ہو!''

میں اس کا اشارہ سمجھ گیا۔ وہ کوٹھری سے واش روم میں

آمد و رفت کے راستے کا ذکر کر رہی تھی۔ وہ دراڑ ایک فٹ چوڑی اور چار فٹ طویل تھی۔ ایک دو بار کے تجربے کے بعد مجھے اس ''کھسکنے'' میں اچھی خاصی مہارت حاصل ہوگئی تھی۔ وہ تنگ سا راستہ کافی کشادہ محسوس ہونے لگا تھا۔

ہمارے پہلو ایک دوسرے میں پیوست تھے اور ہم انچ انچ آگے سرک رہے تھے۔ وہاں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ ہم اپنے ہاتھوں کو آگے پھیلا سکتے لہٰذا ہمارے بازو پہلوؤں میں لٹک رہے تھے۔ روٹی مجھ سے آگے تھی اور اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو میرے بائیں ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ اس کا انداز کھینچنے والا تھا' جیسے وہ اپنی گائیڈنس کی روشنی میں مجھے آگے بڑھا رہی ہو۔ اس تنگ و تاریک کھوہ نما راستے میں کسی قسم کی گھٹن محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یہ خاصیت یہاں کی تعمیر کا طرۂ امتیاز تھا۔

ہم دو فٹ آگے بڑھ آئے تو روٹی نے کہا ''صبح تمہیں ربی کے پاس لے جایا گیا تھا۔ وہاں خیریت تو رہی نا؟'' اس کی معلومات اپ ڈیٹ تھیں۔

''تمہارا اندازہ درست نکلا۔'' میں نے اس کے ساتھ پیوست رہتے ہوئے جواب دیا ''وہ واقعی میری برین واشنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔'' باتوں کے دوران میں ہمارا آگے کا سفر بھی جاری رہا۔

وہ بولی ''وہ میرا اندازہ نہیں تھا بلکہ میں اس حقیقت سے بہ خوبی آگاہ تھی۔ کیا اس نے تمہیں ہپناٹائز کیا تھا؟'' روٹی کے اس سوال سے بڑی تشویش جھلکتی تھی۔

''وہ ایک سیشن مکمل کر چکا ہے' دوسرا باقی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

وہ رک کر پریشان نظر سے مجھے تکنے لگی۔ میں تاریکی کے باعث اس کی آنکھوں کو یا ان میں موج زن تاثرات کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی پریشانی کا اندازہ میں نے اس کے بدن کی اضطراری جنبشوں سے لگایا۔ اس اندازے کی توثیق روٹی کی متلاطم سانس نے کردی۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور بے ترتیب سانس میرے چہرے پر ٹکرا رہی تھی۔

میں نے اس کی ذہنی و دلی کیفیت کو بھانپ لیا۔ کسی کے حساس اور جذبات کو سمجھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت نہیں ہوتی' ورنہ ہپناٹائز سے محروم افراد انتہائی بے حس اور پتھر دل ہوتے! روٹی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کی تشفی کی خاطر میں نے کہہ دیا ''تمہیں فکر مند ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ربی نے ہپناٹزم کے پہلے سیشن میں جتنی بک بک کی اس کا مجھ پر مطلق اثر نہیں ہوا اور دوسرے سیشن کی انشاء اللہ نوبت ہی نہیں آئے گی۔''

''تم یہ کیا کہہ رہے ہو جدان!'' وہ بے یقینی سے بولی۔ ''اس کی آواز میں بڑی معنی خیز سرسراہٹ تھی' ربی کا کوئی عمل بے اثر کیسے ہوسکتا ہے؟''

میں نے اسے پہلو سے ٹہوکا دیا اور کہا ''تم آگے بڑھو میں تمہیں بتاتا ہوں۔''

وہ گریزی جنبش سے تھوڑا سا کھسکی اور بڑبڑانے والے انداز میں بولی ''تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں جدان!''

میں نے اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا ''دراصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنے ربی کو کچھ زیادہ ہی ہائپ پر چڑھا رکھا ہے۔ ناقابل شکست اور قادر مطلق صرف خدا کی ذات ہے۔ باقی ہر سیر کے لیے خدا نے سوا سیر بنا رکھا ہے۔ ہر سیر کو اپنے سے کم وزن پر ظلم کرتے ہوئے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی اس سے بھی زیادہ طاقتور اور ظالم ہوسکتا ہے۔''

میری یہ معنی خیز باتیں روٹی کی سمجھ میں نہ آئیں تو میں نے آسان الفاظ میں وضاحت کردی اور آخر میں کہا۔

''پہلے سیشن میں ربی نے میری شخصیت تبدیل کرنے کا عمل کیا تھا۔'' وہ بڑی توجہ سے میری بات سننے لگی ''لیکن دیکھ لو' میں وہی وجدان ہوں جو کل اسی وقت تم سے ایک طویل ملاقات کر چکا ہے حالانکہ ربی اپنی دانست میں مجھے اپنا مطیع و فرماں بردار راجر نامی ایک شخص بنا چکا ہے۔ اس راجر میں باقی فیڈنگ وہ بعد میں کرے گا۔''

وہ ایک مرتبہ پھر رک گئی۔ اس کے اس رکنے میں ہیجانی کیفیت پائی جاتی تھی۔ مجھے اپنے چہرے پر اس کی چڑھی ہوئی سانس کی تپش محسوس ہوئی۔ بقینا وہیں کھڑے کھڑے اس نے اپنا چہرہ میری جانب پھیر لیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے جذبات میں ڈوبی ہوئی روٹی کی آواز میری سماعت تک پہنچی۔ اس کے تھرتھراتے ہوئے ہونٹ میرے کان کو چھو رہے تھے۔

''وجدان! میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا ہے تم اس سے بھی آگے کی شے ہو۔''

اس کے لہجے میں موجود حیرت نے آواز میں ایک خاص قسم کا ارتعاش سا پیدا کردیا تھا۔ میں نے اس کے پہلو سے چپکے چپکے نہایت ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں آگے کی شے ہوں اور نہ ہی پیچھے کی۔ تم مجھے زمین پر ہی رہنے دو تو اچھا ہے۔''

''تم خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔'' اس کا لہجہ بے یقینی برقرار رہی۔

میں نے سنجیدگی سے کہا ''ایسی ویسی کوئی بات نہیں۔''

''ربی جیسے ماہرِ عملیات کے اثر سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں!''

''ربی ایک دھوکے باز ہے۔ کسی دھوکے باز کو' بے وقوف بن کر آسانی سے دھوکا دیا جاسکتا ہے۔'' میں نے کہا ''بس اس کے لیے تھوڑی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم خواہ مخواہ بات کو طول دے رہی ہو!''

اس کی تسلی نہ ہوئی' مضطرب لہجے میں بولی ''تم نے جو کچھ کیا ہے وہ تھوڑی ذہانت کا کھیل نہیں وجدان۔ آئی سوئیر! تم مجھے چکر دینے کی کوشش کررہے ہو۔''

''خواہ مخواہ قسمیں کھا کر اپنا دین ایمان خراب نہ کرو۔'' میں نے جھنجلاہٹ آمیز انداز میں کہا ''یہاں اتنی گنجائش کہاں ہے جو میں تمہیں کوئی چکر دوں گا۔''

''تم الفاظ بدل کر مجھے بہلا نہ سکو گے!''

''پھر تم کیسے بہلو گی؟''

''اپنے بارے میں سچ سچ بتادو۔''

''میں نے ابھی تک تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔'' میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا ''تم خواہ مخواہ کی جرح بحث میں پڑ کر وقت ضائع کررہی ہو۔ ہمیں جلد از جلد اس مقام پر پہنچنا ہے' جہاں مائیکل ساحل کو پہنچانے والا ہے۔ اچھی بچی کی طرح آگے بڑھو۔ پتا نہیں یہ بے ہودہ راستہ اور کتنا باقی ہے!''

''ہم اس تنگ و تاریک راستے سرے پر کھڑے ہیں۔'' روٹی نے انکشاف انگیز لہجے میں بتایا۔ باتوں ہی باتوں میں پچیس فٹ کا فاصلہ طے ہوگیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے بولی ''اگر تم مجھے اپنی حقیقت نہیں بتاؤ گے تو میں تمہیں اس سنگلاخ دیوار کے اس پار نہیں پہنچاؤں گی..... اور تم جانتے ہو عقب میں واش روم والا راستہ بھی بند ہو چکا ہے۔ فیصلہ کرلو' تمہیں اپنی ساتھی ساحل تک پہنچنا ہے یا اسی کھوہ میں باقی زندگی گزارنا ہے؟''

''کیا باقی کی اس زندگی میں تم بھی میرے ساتھ ہوگی؟'' میں نے اسے چھیڑا۔

''ظاہر ہے میں کہاں جاؤں گی۔ ہم دونوں اسی کھوہ میں رہیں گے!''

''پھر تو میں تمہاری بات ماننے کو تیار ہوں۔'' میں نے جلدی سے کہا ''اس روٹی کے سہارے میں زندگی نہیں گزار سکتا۔ نہ بابا! مجھے نکالو یہاں سے۔''

میں جانتا تھا' روٹی اپنی دھمکی پر کسی بھی طور پر عمل نہیں کرسکتی تھی۔ اس کا تو مشن تھا' ہمیں یہاں سے نکالنے کا۔ وہ اپنے بڑوں کے احکام کے خلاف کیوں کر جاسکتی تھی۔ وہ محض مجھ سے چھیڑ چھاڑ کررہی تھی تاکہ میں اپنا آپ اس کے سامنے کھول کر رکھ دوں۔ جواباً میں بھی اس سے بڑا ہی سنجیدہ مذاق کررہا تھا۔ یہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والی صورتِ حال تھی۔

وہ مسرور لہجے میں بولی ''کیا واقعی مجھے اپنی اصلیت بتادو گے؟''

''تم میری نیت پر شک نہ کرو۔'' میں نے کہا۔

''پھر بتاؤ جلدی سے۔'' وہ مچل گئی۔

میں نے بتایا ''میرا نام وجدان ہے۔ میں مارشل آرٹس کا ماہر ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی چٹکار جانتا ہوں۔ بس!''

''تم مجھے اپنی اس صلاحیت کے بارے میں بتاؤ جس کی مدد سے ربی موشے ہائمن کو دھوکا دیا ہے؟'' اس کی اضطراری آواز میں کرید کا عنصر نمایاں تھا۔

اس ''پٹ پٹ'' بولنے والی روٹی کی زبان بندی ضروری ہوگئی تھی۔ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''میرا نام وجدان خواہ مخواہ ہی نہیں رکھا گیا۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔ میری زبان اردو تمہارے بھیجے میں تھوڑی آئے گی!'' اب میں مجبوراً واقعی اسے الو بنا رہا تھا۔

''تم بتاؤ..... سمجھ میں آئے یا نہ آئے!'' وہ بہت ہی پُرجوش ہورہی تھی۔

میں نے کہا ''میرے نام میں ''ن'' ایک لاک کی حیثیت رکھتا ہے۔ باقی حروف کو ایک خاص ترتیب سے جوڑو تو جادو بنتا ہے۔ میں جادو جانتا ہوں..... آئی مین بجک!''

اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ ہیجان خیز لہجے میں بولی ''او! مائی گاڈ! تم مجک جانتے ہو..... یعنی میجیشن (جادوگر) ہو؟''

''ہاں میں جادوگر ہوں۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''کوئی جادو دکھاؤ!'' وہ فرمائش کر بیٹھی۔

میں نے نہایت ہی آہستگی کے ساتھ اپنا چہرہ اس کے چہرے پر جھکا دیا۔ اس کی فرمائش پوری ہوگی۔ میرے چلائے ہوئے جادو نے چند لمحات کے لیے اس کی قوتِ گویائی چھین لی۔ تنگ و تاریک کھوہ میں موت کا سناٹا پھیل گیا۔ اس سناٹے میں دو دل دھڑک رہے تھے۔

☆☆☆

ہم اس کھوہ سے باہر نکلے تو میری پشت پر ایک وزنی بیگ کا اضافہ ہو چکا تھا۔ ہم مسلسل نشیب کی طرف جارہے تھے۔ وہ پتھریلا راستہ ہموار تھا اور اس کی چوڑائی اگر بیس فٹ نہیں رہی ہوگی۔ راستہ رات کے آخری پہر بالکل خاموش اور

ویران تھا' کچھ سویا سویا سا!

میں نے روٹی سے پوچھا ''کیا اس راستے پر چلتے ہوئے ہمیں کے اندر اتر رہے ہیں؟''

''نہیں'' وہ محتاط قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے بولی ''ہم زمین پر اتر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی ''ربی نے اپنا یہ خفیہ ٹھکانہ سطح زمین سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر پہاڑ کے اندر بنایا ہوا ہے۔ ہمیں اپنے مطلوبہ مقام تک پہنچنے کے لیے کم از کم آٹھ سو فٹ نیچے اترنا ہوگا۔ اس کے بعد ہماری منزل کا رخ بدل جائے گا۔''

میں نے اس کے ساتھ ساتھ ڈھلوانی راستے پر اترتے ہوئے کہا ''اس دیو قامت پہاڑ کے اندر اس قسم کا ٹھکانا بنانا خطرناک بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ ارضی اور پہاڑی تغیر و تبدل کے اندر بہت ہی نقصان دہ تبدیلیاں بھی لاسکتے ہیں۔''

''تمہاری تشویش کسی حد تک درست ہے۔'' وہ دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولی ''لیکن یہاں کی صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ ماؤنٹ مکملے سال کے بارہ مہینے برف کی موٹی تہ میں ڈھکا رہتا ہے اس لیے اس کے اندر ارضی اور پہاڑی تغیر و تبدل کے امکانات بہت کم ہیں۔ کھلے اور گرم پہاڑ اپنے اندر اس قسم کی تبدیلیوں کے زیادہ امکانات رکھتے ہیں اور پھر.....'' وہ اچانک خاموش ہوگئی۔ اس کے قدم بھی اس کے قدم بھی رک گئے۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ مجھے وہیں خاموش کھڑے رہنے کا اشارہ کرکے نہایت ہی محتاط قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ چند فٹ کے فاصلے پر مجھے ایک موڑ نظر آرہا تھا۔ موڑ کے اس طرف مناسب روشنی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ ہم نے اب تک جس دس فٹے راستے پر سفر کیا تھا' وہاں ہلکی روشنی موجود تھی۔ ایک اندازے کے مطابق ہم دو سو فٹ کا فاصلہ طے کرچکے تھے۔

چند سیکنڈ بعد روٹی واپس آگئی اور میرا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی ''آؤ آگے راستہ کلیئر ہے۔ پریشانی والی کوئی بات نہیں۔''

میں اس کے ساتھ ہولیا۔ موڑ کے بعد راستے کی چوڑائی پندرہ فٹ ہوگئی تھی۔

چند قدم چلنے کے بعد اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بتایا ''میں یہ کہہ رہی تھی کہ ربی اور اس کی ٹیم کو دنیا کے بہترین ماہر ارضیات میسر ہیں۔ اس ٹھکانے کی تعمیر کے لیے ماؤنٹ مکملے کو بڑی تکنیک سے کاٹا گیا ہے اور اس کے اندر جو ہوا کا مناسب بلکہ بہترین بندوبست کیا گیا ہے۔ تمام خطرات ماہرین کی نظر میں بھی ہوں گے لہٰذا ان کا کوئی نہ کوئی سدباب بھی کیا ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ربی اپنے حواریوں کے ساتھ اتنے اطمینان سے یہاں موجود نہ ہوتا۔''

روٹی، ایک معقول اور وزن سے بھرپور بات کررہی تھی۔ میں نے اسے چھیڑا ''مجھے تو لگتا ہے ربی نے اس خفیہ ٹھکانے کی تعمیر کے سلسلے میں تم سے بھی خدمات لی ہوں گی!''

وہ رک کر الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے کہا ''تم بھی کسی ماہرِ ارضیات سے کم تو نہیں ہو!''

وہ شکایتی انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''تمہیں باتیں بنانا خوب آتی ہیں!''

اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ اس کی تقلید میں قدم اٹھاتے ہوئے کہا ''ایک بات تو بتاؤ، روٹی؟''

''ہاں بولو۔'' وہ میری طرف بغیر بولی۔

میں نے پوچھا ''تمہارا نام مجھے الجھا رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں راکیل کہوں یا روٹی؟''

''اپنے ذہن پر زیادہ دباؤ مت ڈالو۔'' وہ رک کر معنی خیز نظر سے مجھے دیکھنے لگی ''جب بھوک محسوس ہو تو روٹی کہہ لیا کرو۔ ورنہ راکیل بھی چلے گا!''

اس کھلی ڈلی امریکی حسینہ نے اپنے بے باک انداز سے مجھے پسینے میں نہلا دیا۔ میں اس کے جملے کو بڑی وضاحت سے سمجھ گیا تھا۔ یہ بات میں نے ہی اسے بتائی تھی کہ اردو میں روٹی 'بریڈ' کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے' یہ بھوک مٹانے کے کام آتی ہے۔

وہ مجھے سوچوں کے ایک لامتناہی امتحان میں ڈال کر بے پروائی سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے انسانی فطرت کے عین مطابق اس کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔ انسان کو بھوک ہو یا نہ ہو' یہ ہر وقت روزی روٹی کی تلاش میں رہتا ہے! تاہم ان لمحات میں' میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں راکیل اینڈرسن کو محض راکیل ہی کہوں گا۔

راکیل نے مجھے بتایا کہ اس موڑ تک پہنچتے ہوئے ہم نے دو سو میٹر کا فاصلہ طے کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی دو سو فٹ نیچے بھی اتر آئے تھے۔ اس بیس فٹ چوڑے راستے میں بہ نسبت زیادہ ڈھلان تھی۔ راکیل کے مطابق اب ہمیں اس راستے پر کم و بیش تین سو میٹر کا فاصلہ طے کرنا تھا' اس کے ساتھ ہی مزید بھی سو فٹ نیچے بھی اترنا تھا اسی سبب ڈھلان کا زاویہ بڑھ گیا تھا۔

''جب ہم اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچیں گے تو لگ بھگ

پانچ سو میٹر یعنی آدھا کلو میٹر فاصلہ طے کرنے کے ساتھ ساتھ سو فٹ بلندی سے نیچے اتر چکے ہوں گے۔'' راکیل نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔

''مگر تم نے تو کہا تھا' ربی کا یہ خفیہ ٹھکانا سطح زمین سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے؟'' میں نے الجھن زدہ لہجے میں سوال کیا۔

وہ بولی ''میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ ہم اپنے مطلوبہ مقام سے راستہ بدل دیں گے۔ وہ مقام سطح زمین سے دو سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور یہ راستہ جس پر اس وقت ہم سفر کر رہے ہیں' آگے جا کر تیس فٹ چوڑا ہو جائے گا۔ لگ بھگ ایک ہزار میٹر (ایک کلو میٹر) کے بعد یہ راستہ اس زمین دوز راستے سے جا ملے گا جو سیدھا پیٹرس ویل والے فوجی کیمپ تک پہنچاتا ہے لیکن مطلوبہ مقام پر پہنچ کر ہماری سمت بدل جائے گی۔ تم پہاڑی کے اندر ہی اندر کچھ فاصلہ طے کر کے دوسری جانب سے باہر نکلو گے۔''

''تم نے مجھے الجھا دیا ہے راکیل!'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا ''کبھی تمہاری باتوں سے لگتا ہے اس پہاڑ سے باہر نکلنے تک ہمارا ساتھ رہے گا اور کبھی یوں محسوس ہوتا ہے تم مجھے کسی مطلوبہ مقام پر پہنچا کر واپس چلی جاؤ گی؟''

''تمہارا دوسرا احساس درست ہے وجدان!'' وہ اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولی ''ہمارا ساتھ مطلوبہ مقام تک ہی ہے۔ تمہیں وہاں پہنچا کر مجھے واپس آنا ہوگا۔ مائیکل بھی واپس آئے گا۔ ہم دونوں انہی لوگوں کے درمیان رہیں گے' بالکل پہلے کی طرح..... ان کے وفادار بن کر!'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''مطلوبہ مقام پر ہمارے دو آدمی موجود ہوں گے۔ ان کے نام ریمنڈ اور نیلسن ہیں۔ تم دونوں ان کی راہنمائی میں پہاڑ سے باہر نکلو گے پھر وہ تمہیں ربی کی پہنچ سے بہت دور اپنے لوگوں میں پہنچا دیں گے۔'' بات ختم کرتے ہی وہ ایک مرتبہ پھر رسٹ واچ کو دیکھنے لگی۔

باتوں کے دوران میں ہم مسلسل سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے راکیل گھڑی میں وقت دیکھ لیتی تھی۔ میں وقت بتانے والے اس آلے سے محروم تھا مجھے نہیں معلوم تھا' اس وقت رات کا کیا بجا ہوگا۔ محتاط اندازے کے مطابق ہمیں کوٹھری سے نکلے ہوئے آدھا گھنٹا ہونے کو آ رہا تھا۔ میں نے راکیل سے پوچھا۔

''تمہاری رسٹ واچ کیا وقت بتا رہی ہے؟''

''تین پچیس!'' اس نے جواب دیا۔

''اوہ' اس کا مطلب ہے ابھی پانچ منٹ کا سفر باقی ہے!''

''میرا خیال ہے ایک منٹ بعد ہم اپنے مطلوبہ مقام پر ہوں گے۔'' راکیل نے انکشاف کیا۔

بے ساختہ میرے منہ سے نکلا ''اتنی جلدی؟''

راکیل نے میرے حیرت بھرے جملے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور ثابت قدمی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ میں بھی خاموشی سے اس کے قدموں کے تعاقب میں قدم اٹھانے لگا۔

ذرا غور کیا تو یہ حقیقت میری سمجھ میں آ گئی۔ اس وقت ہم ڈھلوانی راستے پر سفر کر رہے تھے۔ ہم رکے نہیں تھے ہمارا سفر مسلسل جاری رہا تھا۔ بلندی سے اترتے وقت لامحالہ رفتار بڑھ جاتی ہے اور توانائی بھی کم خرچ ہوتی ہے جب کہ اس کے برعکس چڑھائی چڑھتے وقت رفتار کم ہو جاتی ہے اور توانائی بھی زیادہ صرف کرنا پڑتی ہے۔ مجھے حالتِ بے ہوشی میں یہاں لایا گیا تھا۔ جو بھی قوت خرچ ہوئی ہوگی' وہ گاڑی کے انجن ہی کو پتا ہوگا۔

میں نے تاحدِ نگاہ دھڑکتے دل سے جائزہ لیا۔ راکیل کے مطابق ساحل کو سوا تین بجے مائیکل کے ساتھ اس مطلوبہ مقام پر پہنچنا تھا اور اب ساڑھے تین بجنے والے تھے۔ مجھے دور دور تک ساحل اور مائیکل کے آثار نظر نہ آئے تو میں نے راکیل سے پوچھا۔

''ساحل کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔ اسے تو اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ تم نے بتایا ہے ایک منٹ بعد ہم.....؟''

''اب وہ ایک منٹ بھی گزر گیا۔'' راکیل نے میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''ہم اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ چکے ہیں۔''

میں نے بے قراری سے ہر سمت نگاہ دوڑائی اور میری نگاہ مایوس واپس لوٹ آئی۔ میں نے بے تاب لہجے میں راکیل سے استفسار کیا ''ساحل اور مائیکل کہاں ہیں؟''

''ابھی دکھائی ہوں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی اور پہاڑی دیوار کے ساتھ مصروف ہوگئی۔

میں خاموشی سے اس کی کارروائی کو دیکھنے لگا۔

راکیل نے اس دیوار کے مختلف حصوں کو ٹھوک بجا کر دیکھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ کوئی خفیہ راستہ کھولنے کے لیے مخصوص ٹیکنیک کا استعمال کر رہی تھی۔ یقیناً اس دیوار کے عقب میں ہی وہ مطلوبہ مقام واقع تھا جہاں ساحل کو مائیکل نے اور مجھے راکیل نے پہنچانا تھا پھر ریمنڈ اور نیلسن ہمیں ساتھ لے کر آگے بڑھ جاتے۔ اس کا مطلب یہی تھا جب ہم دیوار کے پیچھے اس مقام پر پہنچیں گے تو بہ یک وقت ساحل

مائیکل' ریمنڈ اور نیلسن سے ملاقات ہو جائے گی۔ اگر راکیل مجھے مطلوبہ مقام تک پہنچانے میں کامیاب رہی تھی تو مائیکل کی کامیابی بھی یقینی تھی۔

تھوڑی سی کوشش کے بعد راکیل اپنے مقصد میں پوری اتری۔ اس دیوار کے دو بڑے پتھر سلائیڈنگ دروڑ کے مانند دائیں بائیں سرک گئے۔ ہماری نگاہوں کے سامنے چار پائی چارفٹ کا ایک شگاف کھل گیا۔ وفورِ مسرت سے میرا چہرہ کھل اٹھا۔

ہم دونوں نے اس شگاف کے اندر داخل ہونے سے پہلے معنی خیز نظر سے ایک دوسرے کو دیکھا اور اسی وقت ہم چونک اٹھے۔ نشیب کی طرف ہمیں کسی ہیوی گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں۔ وہ گاڑی انجن کی مخصوص آواز کے ساتھ چڑھائی چڑھ رہی تھی اور یقینی طور پر اس کا رخ ہماری ہی سمت تھا۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس لمحہ بہ لمحہ قریب پہنچ رہی تھیں۔ بہ الفاظ دیگر ان لائٹس کے عقب میں وہ گاڑی ہمارے نزدیک پہنچ رہی تھی۔

ہم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا اور شگاف کے اندر کود گئے۔

اندر پہنچتے ہی راکیل نے دیوار پر مختلف مقامات سے بجلی کی پھرتی چھاڑ کی اور وہ دونوں پتھر سلائیڈ کرتے ہوئے اپنے اصل مقام پر آ گئے۔ شگاف بند ہو گیا۔ میں نے خود کو ایک طویل راہ داری میں پایا۔ وہ راہ داری لگ بھگ دس فٹ چوڑی تھی۔ تھوڑے فاصلے کے بعد آگے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

راکیل نے دیوار پر ٹنگی ہوئی ایک لائٹ کو اس کے اسٹینڈ سے نکال لیا اور اس کی روشنی میں ہم آگے بڑھنے لگے۔ میں نے کہا ''راکیل! یہاں تو کوئی نظر نہیں آ رہا؟''

''مائیکل' ساحل کو لے کر یہاں پہنچا تو ہے۔'' وہ بڑے اشتیاق سے بولی۔

''پھر وہ دونوں کہاں ہیں؟'' میرے سوال میں احتجاج شامل تھا۔

اس نے جواب نہیں دیا اور دھیمے لہجے میں مائیکل کو پکارا ''مائیکل.....!''

اس کی دھیمی آواز راہ داری میں دور تک پھیلتی چلی گئی۔ ہم مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ راکیل کی پکار کے جواب میں کوئی آواز نہ ابھری۔ وہ ایمرجنسی لائٹ کو تھامے اور آگے بڑھ گئی اور ایک مرتبہ پھر اس نے مائیکل کا نام لے کر اسے آواز دی۔

اس بار بھی مائیکل نے اس کی پکار کا جواب نہ دیا۔ مجھے جھنجلاہٹ سی محسوس ہونے لگی۔ میں نے قدرے ترش لہجے میں اس سے پوچھا۔

''راکیل! کیا تمہیں یقین ہے' مائیکل اس غار میں پہنچ چکا ہے؟''

''میرے یقین کی نشانی یہ لائٹ ہے۔'' وہ ایمرجنسی لائٹ کو جھلاتے ہوئے بولی۔

''یہ لائٹ..... کیا مطلب؟'' میں الجھ کر رہ گیا۔

''ہمارے درمیان پہلے سے یہ طے تھا جب مائیکل یہاں پہنچ جائے گا تو وہ اس لائٹ کو آن کر کے دیوار پر ٹانگ دے گا۔'' راکیل وضاحت کرتے ہوئے بولی ''اس لائٹ کی موجودگی ظاہر کرتی ہے' وہ یہاں پہنچ چکا ہے۔'' وہ بات کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہی تھی۔

''پہنچ چکا ہے تو پھر نظر کیوں نہیں آ رہا۔'' میں جھلا گیا ''کیا اس نے سلیمانی ٹوپی پہن لی ہے؟''

''یو مین..... سولومن کیپ؟'' وہ رکے بغیر استفسار یہ انداز میں بولی۔

''یس' آئی مین اٹ!'' میں نے قدرے تیز لہجے میں کہا۔

اس کے ساتھ ہی مجھے راکیل کی چیخ سنائی دی۔ وہ ایک بے ساختہ چیخ تھی۔ میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ وہ کسی شے سے ٹھوکر کے باعث لڑکھڑا گئی تھی۔ وہ قدرے سنبھلی اور دہشت زدہ لہجے میں بولی۔

''وجدان! مائیکل..... مائیکل یہاں..... پڑا ہے.....''

میں نے اس کے ہاتھ سے ایمرجنسی لائٹ لے لی اور جھک کر اس جگہ کا معائنہ کرنے لگا جدھر راکیل نے اشارہ کیا تھا۔ وہاں پتھریلے فرش پر ایک شخص بے ترتیب پڑا تھا۔ اس کی حالت کو دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا' وہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکا تھا۔ گردن کی ہڈی توڑ کر اسے موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔

میں نے مائیکل پر سے روشنی ہٹالی اور راکیل کی طرف دیکھتے ہوئے غیر ارادی طور پر سوال کیا ''مائیکل کو کس نے قتل کر دیا؟''

''مجھے کیا معلوم!'' اس کے لہجے سے دہشت برس رہی تھی۔

میں گہری تشویش میں ڈوب گیا۔ مائیکل کی موت اور ساحل کی غیر موجودگی کسی سنگین صورت حالات کا اعلان کر رہی تھی۔ راکیل کا دعویٰ تھا' وہ دونوں اس مقام پر پہنچے تھے۔ مائیکل کی لاش اس کے دعوے کو جزوی طور پر سچا ثابت کر رہی تھی۔ اس دعوے کی روشنی میں کہا جا سکتا تھا' ساحل بھی وہاں

تھی۔ اگر وہ مائیکل کے ساتھ وہاں پہنچی تھی تو پھر نظر کیوں میں آرہی تھی؟

اس سے پہلے کہ ہم میں سے کوئی کچھ بولتا' اس خفیہ پناہ اہ کے باہر کسی ہیوی انجن والی گاڑی کے رکنے کی آواز بھری۔ ہم دونوں نے بہ یک وقت متوحش نظروں سے ایک وسرے کو دیکھا۔ اس وقت ہم دونوں کے ذہنوں میں ایک ں خطرناک سوال تھا۔

کیا ہمیں اس پناہ گاہ میں داخل ہوتے دیکھ لیا گیا ہے؟

پھر فوراً ہی اس خوفناک خیال کی تصدیق بھی ہوگئی۔ ہم نے نے اپنے عقب میں وہ خفیہ پتھر کا سلائیڈنگ ڈور کھلتے وئے سنا۔ بے اختیار ہم نے پلٹ کر دیکھا۔ کھلے ہوئے در کے پار ایک ہیوی ٹرک کھڑا نظر آیا۔ اب اس بات میں کسی نک و شبے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ اس ٹرک کی ہیڈ ائٹس میں ہمیں اس پناہ گاہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔

یہ بہت ہی واہیات صورتِ حال تھی' منزل پر پہنچ کر منزل کا نشان کھو دینے والی بات تھی۔ میں نے سوالیہ نظر سے راکیل کو دیکھا اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''وجدان! بھاگو..... وہ آرہے ہیں۔''

میں نے اس کی وحشت بھری آواز پر مڑ کر اس کھلے ہوئے در کو دیکھا۔ وہاں سے تین چار باوردی افراد بڑے محتاط انداز میں اندر داخل ہو رہے تھے۔

یہ سوچنے کا نہیں بلکہ فیصلے کا لمحہ تھا۔ میں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایمرجنسی لائٹ کو پتھریلی سنگلاخ دیوار پر دے مارا۔ اگلے ہی لمحے وہ پناہ گاہ تاریکی میں ڈوب گئی۔ پھر ہم دونوں نے پیچھے پلٹ کر دیکھے بغیر اس طویل اندھے غار میں دوڑ لگادی۔

اسی لمحے مجھے اپنے عقب میں تحکمانہ آواز سنائی دی ''خبردار! رک جاؤ۔ تم جو کوئی بھی ہو' سامنے آؤ۔ میں تین تک گنوں گا۔ اگر تم لوگوں نے میرا حکم نہ مانا تو بھون کر رکھ دوں گا۔''

دھمکی دینے والی آواز سے ثابت ہوتا تھا وہ لوگ ہمیں پہچان نہیں سکے۔ میں تو وہاں اجنبی تھا۔ راکیل کو بھی نہ پہچاننا ہمارے لیے مفید تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا' رک کر ذرا ان سے نمٹ لیا جائے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میری رفتار میں کمی آنے لگی۔

راکیل نے بڑی شدت سے میرے بازو کو کھینچتے ہوئے کہا ''وجدان! ان شیطانوں کی دھمکی میں نہ آنا۔ یہ لوگ ہم پر گولی چلانے کی حماقت نہیں کر سکتے۔ بھاگتے رہو!''

میں نے اس کا ساتھ دیتے ہوئے الجھن زدہ لہجے میں استفسار کیا ''تم یہ بات اتنے وثوق سے کس طرح کہہ رہی ہو؟''

''کیونکہ ہم اس وقت بارود کے خطرناک ذخیرے کے درمیان سے گزر رہے ہیں۔''

میرے پورے بدن میں ایک سراسیمگی سی سرایت کرگئی۔ لرزیدہ آواز میں' میں نے راکیل سے پوچھا ''کیا تم کوئی سنگین مذاق کر رہی ہو؟''

''نہیں'' وہ مسلسل دوڑتے ہوئے قطعیت سے بولی ''یہ خفیہ پناہ گاہ درحقیقت یو۔ ایس آرمی کا ایمونیشن ڈپو ہے۔''

میں سناٹے میں رہ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں ہلاکت خیز مادے کے کسی ماؤنٹ مکنلے پر بیٹھا ہوں اور میرے دشمن ہاتھ میں دیا سلائی تھامے بڑے مکروہ انداز میں مجھے دیکھ رہے ہوں..... اور اب تب میں وہ بارود کا ڈھیر ایک دھماکے سے اڑ جانے والا ہو اور اس کے ساتھ ہی.....

میں اس سے آگے اور کچھ نہ سوچ سکا۔ میری سوچ کو راکیل کی وحشت ناک چیخ نے بریک لگادیے تھے۔ وہ کسی شے سے ٹھوکر کھا کر گری تھی۔ اس نے چونکہ... میرا ہاتھ بڑی مضبوطی سے تھام رکھا تھا اس لیے مجھے بھی شدید جھٹکا لگا اور میں منہ کے بل زمین کی طرف آرہا۔

میں نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنے چہرے کو سنگی فرش سے ٹکرانے سے بچانے کے لیے دونوں ہاتھوں کو آگے پھیلا لیا اور اسی وقت میرے ہاتھ کسی انسانی جسم سے ٹکرائے۔ وہ انسانی جسم راکیل نہیں تھی بلکہ راکیل اسی جسم سے ٹھوکر کھا کر گری تھی اور مجھے بھی جزوی طور پر گرنے کے لیے مجبور کردیا تھا۔ وہ انسانی جسم سنگلاخ زمین پر اوندھا پڑا تھا۔

میں نے بے اختیار اس کے چہرے کو ٹٹولنے کی کوشش کی اور جب میرے ہاتھ اس کے سر تک پہنچے تو میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ مجھے اپنے بدن پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔ میرے ہاتھ کسی حسینہ کی دراز ریشمی زلفوں کے گداز سے ٹکرا کر ہو کر پتھر کے ہو گئے تھے۔

میرے دل نے تڑپ کر کہا ''نہیں یہ میری ساحل نہیں ہو سکتی!''

اس سے پہلے کہ میں بے سدھ پڑی اس حسینہ پر مزید کوئی دستکاری کرتا' مجھے اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔

میں موت و حیات کے بیچ سوالیہ کا نشان بن کر رہ گیا!

کتنی عجیب بات ہے! موت کا ایک دن' ایک وقت متعین ہے مگر زندگی کا کچھ ٹھیک نہیں۔ یہ ہر لمحے اپنا راستہ' سمت اور منزل بدلتی رہتی ہے۔ اس پل پل کروٹ بدلتے سفر میں موت قدم قدم پر زندگی کو ڈراتی' دھمکاتی اور اپنی طرف بلاتی رہتی ہے۔ موت کی یہ کھلی غنڈا گردی تو زندگی کے ساتھ ایک سنگین زیادتی ہوتی نا! ایک حسین مذاق۔

یہی دست دراز موت اس وقت ہمارے تعاقب میں دوڑی چلی آرہی تھی۔ اسی پیچھا کرنے والی مہلک بدبخت کے ایک نمائندے نے ہمیں دھمکی دی تھی کہ اگر ہم تین گننے تک نہ رکے تو ہمیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔ راکیل ہرگز رکنے کے حق میں نہیں تھی' اس کے پاس ایک مضبوط دلیل بھی تھی۔ اس نازک وقت میں ہم یو۔ ایس آرمی کے ایمونیشن ڈپو کے اندر تھے' ہمارے تعاقب میں آنے والے واقعی فائرنگ جیسی حماقت نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ ریشمی زلفوں والی میرے پاؤں کی زنجیر بن کر رہ گئی تھی۔ میں رکے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا' چاہے عقب میں موت ہی کیوں نہ کھڑی ہو!

میں ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر بڑے ماہرانہ انداز میں اس اوندھی پڑی حسینہ کا ابدائی جائزہ لینے لگا۔ میں نے ایک جھٹکے سے الٹ کر اسے سیدھا کر دیا' پھر میرے دونوں ہاتھ نسوانی خطوط کی تلاش میں اس کے جسم کے بالائی حصے پر سرسرانے لگے..... اور اگلے ہی لمحے مجھے حیرت کے دو شدید جھٹکوں سے گزرنا پڑا۔

میرے دل نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ وہ میری ساحل نہیں تھی..... وہ کوئی بھی نہیں تھی بلکہ وہ تھا' دبلا پتلا اور دراز زلفوں والا ایک مرد..... اور وہ ایک سو ایک فی صد زندگی سے روٹھ کر موت کی بانہوں میں پناہ گزیں ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے سینے میں' ایک خنجر کو دستے تک پیوست پایا۔ میں نے ایک اطمینان کی سانس لی اور اندازے کی بنیاد پر راکیل کی جانب بڑھ گیا۔

راکیل اٹھ کر سنبھل چکی تھی اور غار کے نسبتاً تاریک حصے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ میں نے اس کے قدم سے قدم ملاتے ہوئے مڑ کر عقب میں دیکھا' تعاقب کرنے والے ہم سے چند فٹ کی دوری پر پہنچ چکے تھے۔ جس راستے سے پہلے ہم اور پھر متعاقبین اس غار میں اترے تھے' وہ اب کھلا نظر آرہا تھا لہٰذا اس دس فٹ چوڑے غار کے ابتدائی حصے میں نیم اجالا تھا۔ اسی ہلکی روشنی میں' میں نے پلک جھپکتے میں پیچھا کرنے والوں کا تنقیدی جائزہ لے لیا۔

وہ کل چار افراد تھے۔ ان میں سے ایک آگے اور تین پیچھے لپکے چلے آرہے تھے۔ ہمیں دھمکانے والا شاید وہی شخص تھا جو ان کا لیڈر بنا نظر آتا تھا۔ ان چاروں کے اجسام پر فوجی وردی تھی اور بلاشک وشبہ وہ مسلح تھے۔ اغلب امکان اس بات کا تھا کہ وہ یو۔ ایس آرمی سے متعلق تھے۔

میں نے راکیل کے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا ''تمہاری پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔ انہوں نے ابھی تک ہمیں فائرنگ کا نشانہ نہیں بنایا!'' میرا انداز سرگوشیانہ تھا۔

وہ بھی اسی دھیمی آواز میں بولی ''وہ ایسی سنگین غلطی کبھی نہیں کریں گے۔''

''پھر کیوں نہ میں اپنے ہاتھ پاؤں کو تھوڑی زحمت دے لوں۔''

''تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' اس نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ نپی تلی آواز میں پوچھا۔

میں نے دوڑنے میں کوئی رخنہ ڈالے بغیر گہری سنجیدگی سے کہا ''مجھے یہ گوارا نہیں کہ کسی بھیڑ بکری کے مانند اپنے دشمنوں کے آگے بھاگتا پھروں۔ میں رک کر ان سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

''تمہارا ارادہ بہت خطرناک ہے وجدان!'' اس نے سرگوشی کی۔

''میں خطرات سے کھیلنے کا عادی ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تمہارے دعوے کے مطابق' وہ اپنی گنز کو استعمال کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ میرے لیے اتنی ہی سکیورٹی کافی ہے۔ یہ تو صرف چار ہیں' چالیس بھی ہوں تو پروا نہیں۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے راکیل کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے اپنی سمت کھینچ لیا۔ وہ کسمساتے ہوئے بولی ''یہ کیا کر رہے ہو؟''

اس کمزور سوال میں کوئی احتجاج' اعتراض یا احتراز نہیں تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کہہ رہی ہو..... آج ہم کھانا کہاں کھائیں گے؟

میں نے بدستور دوڑتے ہوئے اسے اس راستے کے ایک کنارے سے لگا لیا پھر دیوار کے ساتھ پشت کے بل کھڑا کرتے ہوئے کہا ''تم یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلو گی' ساکت وجامد اور خاموش کھڑی رہو گی۔ میں متعاقبین سے نمٹتا ہوں۔''

مسلسل دوڑنے سے اس کی سانس پھول چکی تھی۔ وہ بے ترتیب سانسوں کے درمیان بولی ''یہ بہت ہی سفاک اور خطرناک لوگ ہیں۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے!''

''گڑبڑ تو آغاز ہو چکی ہے راکیل!'' میں نے پھرے

ہوئے لہجے میں کہا ''اور تم فکر نہ کرو۔ ایسے مواقع پر میں خود بھی بہت سفاک اور خطرناک بن جاتا ہوں۔''

وہ بے ساختہ مجھ سے لپٹ گئی پھر سراسیمہ لہجے میں بولی۔ ''وجدان! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

راکیل ایک عملی لڑکی تھی۔ وہ جس نوعیت کے مشن میں حصہ لے رہی تھی وہ نہایت ہی اہم اور کٹھن تھا۔ اس کے بڑوں نے کچھ سوچ کر ہی اسے منتخب کیا ہوگا۔ وہ بزدل اور ڈرپوک نہیں تھی۔ اس کا شمار چھوئی موئی لڑکیوں میں نہیں ہوتا تھا۔ تاہم اس وقت ہم جس قسم کی صورتِ حال سے گزر رہے تھے اس میں راکیل کا کنفیوز ہوجانا کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ اپنا مشن ناکامیاب ہوتے دیکھ کر گہری تشویش میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اسے اپنے بڑوں کو جواب دینا مشکل نظر آرہا تھا۔

میں نے زبردستی سے خود سے الگ کیا اور تشفی آمیز لہجے میں کہا ''تمہیں خوف زدہ ہونے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ خاموشی سے یہاں کھڑے ہوکر تماشا دیکھو..... دیکھو نہیں، بلکہ سماعت کرو۔ کیونکہ دیکھنے کے لیے روشنی درکار ہے وہ ہمیں میسر نہیں۔''

وہ پتا نہیں مجھ سے کیا کیا کہنے والی تھی۔ زبان سے پہلے اس نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی اور ایک مرتبہ پھر مجھے خود سے پیوست کرنے کی کوشش کر ڈالی' تاہم میں اس کی سعی کو ناکامیاب بناتے ہوئے تاریک غار میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ متعاقب موت ایسے چونچلوں کی کہاں اجازت دیتی ہے!

یہ میری ایک چال تھی جو میں نے بہت سوچ سمجھ کر چلی تھی۔ میں اور راکیل خاصی تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے متعاقبین سے اچھے خاصے فاصلے پر نکل آئے تھے مگر راکیل سے ہونے والی گفتگو کے طفیل وہ فاصلہ گھٹ کر بہت کم رہ گیا تھا۔ میں اس غار میں مسلسل دوڑ کر اپنے دشمنوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ ہم نے ان کی دھمکی کا اثر نہیں لیا اور آگے ہی آگے بھاگتے چلے جارہے ہیں۔

میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بارود کے ایک عظیم ذخیرے کے نیچوں بیچ واقع وہ اندھا غار کتنا طویل ہوگا۔ واظلے کے وقت اس کی چوڑائی دس فٹ معلوم ہوئی تھی۔ میں بہ تدریج ڈھلوان میں جارہا تھا۔ میری کوشش یہ تھی کہ راکیل سے اتنے فاصلے پر آجاؤں کہ اپنے متعاقبین سے مڈبھیڑ کے دوران میں کسی بھی طور راکیل لپیٹ میں نہ آئے۔

اسی لمحے مجھے اپنے عقب میں ایک مرتبہ پھر دھمکی آمیز آواز سنائی دی ''یہ آخری وارننگ ہے۔ اگر تم دونوں کے قدم نہ رکے تو ہم بے دریغ فائرنگ شروع کردیں گے۔ یہ اندھا دھند تمہارا دائمی مسکن بن کر رہ جائے گا۔''

یہ آواز میرے عقب میں بیس فٹ کے فاصلے سے ابھری تھی اور اس میں ایک خاص قسم کا تحکم پایا جاتا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلسل تعاقب کرتے ہوئے وہ لوگ ایک مخصوص فاصلے سے زیادہ آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ یہ محتاط روی اس اندھیرے کے باعث تھی جس نے غار کی آنکھیں چھین لی تھیں۔

میں یک لخت رک گیا۔ میرے تعاقب میں دوڑنے والے قدم بھی اٹھنا بند ہوگئے۔ اب وہ مجھ سے اتنی دوری پر تھے کہ ان کی ہانپتی کانپتی ہوئی سانسیں میری سماعت تک رسائی حاصل کررہی تھیں۔ میں دیوار کی پشت سے پشت لگا کر سانس روکے کھڑے تھا لہٰذا وہ مجھے کسی بھی اندازے سے لوکیٹ نہیں کرسکتے تھے۔ یہ یوگا کا اعجاز تھا کہ میں کئی منٹ تک مسلسل سانس روک سکتا تھا۔ یوگا زندگی کو آسان اور خوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ اعصابی قوت میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

اگلے ہی لمحے مجھے اپنے قریب سے ایک تحکمانہ آواز ابھرتی سنائی دی۔ یہ وہی شخص تھا جو اس سے پہلے بھی بولتا آیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''وہ دونوں رک گئے ہیں۔ انہیں فوراً حراست میں لے لو۔''

''سر! اندھیرے میں وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہے۔'' ایک مغموم آواز ابھری۔ لہجے میں بے بسی رچی بسی تھی ''انہیں کیسے پکڑا جائے؟''

''یو..... مجاز افسر غرایا ''فریڈ! تم اتنے احمق کیوں ہو اندھیرا ہے تو ٹارچ آن کرو۔ کیا تمہارے پاس ٹارچ نہیں ہے؟''

''سر رابرٹ! میرے پاس ٹارچ ہے۔'' یہ ایک تیسری آواز تھی۔

''ٹھیک ہے رابن۔'' رابرٹ نے فیصلہ کن انداز میں کہا ''تم اپنی ٹارچ جلاؤ اور انہیں تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ کم آن' ہری اپ میں نے بڑے غور سے انہیں دیکھا ہے۔ دونوں نہتے ہیں' آسانی سے ہمارے قابو میں آجائیں گے۔''

ان چاروں کے ''سرغنہ'' مسٹر رابرٹ کا مشاہدہ قابلِ داد تھا۔ اب کی باہمی گفتگو سے میں تین کے نام سے واقف ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ رابن اپنی ٹارچ کو روشن کرتا' میں دیوار کے ساتھ ساتھ پشت کو رگڑتے ہوئے بیک ٹو بیک پوزیشن کھسکنا شروع کردیا۔

یہ میری ایک خطرناک حرکت تھی تاہم سانس روکے رکھنے کے سبب میں محفوظ رہا اور ان کی توجہ میں آئے بغیر میں ان سے پیچھے نکل آیا۔ جب رابن کی ٹارچ آن ہوئی تو میں ان سے دس فٹ پیچھے' غار کے آغاز کی جانب پہنچ چکا تھا۔

خیریت گزری کہ ان چاروں کا رخ مخالف سمت میں تھا۔ میں نے دھیرے دھیرے سرکنے کا عمل جاری رکھا اور راکیل سے قریب تر ہونے کی کوشش کرنے لگا تاہم میں اس وقت اس غار کی دوسری دیوار سے چپکا ہوا تھا' راکیل کی مخالف دیوار سے!

تھوڑی دیر تک ٹارچ کی مخصوص روشنی کا دائرہ غار سے اِدھر اُدھر اچھلتا رہا پھر ایک شخص نے جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں کہا ''لگتا ہے وہ دونوں کوئی خفیہ درکھول کر اندر گھس گئے ہیں۔ اگر یہاں ہوتے تو نظر میں ضرور آجاتے۔''

یہ اس چوتھے شخص کی آواز تھی جس کا نام ابھی تک میرے علم میں نہیں آسکا تھا۔ اس کا یہ تبصرہ خاصا خطرناک تھا لیکن رابرٹ نامی سینئر نے اسے ڈانٹ پلادی۔

''اسٹیورٹ! لگتا ہے تمہارے دماغ کا کوئی اسکریو ڈھیلا ہوگیا ہے۔ اگر وہ لوگ اندر کسی اسٹور میں داخل ہوئے ہوتے تو راستے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز ضرور آتی۔ ہم نے ان کے رکتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنی پھر پن ڈراپ سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد ہم ہی باری باری بولے جارہے ہیں۔''

رابرٹ نے ایک تکنیکی نکتہ بیان کیا تھا۔ وہ خاصا معاملہ فہم اور دوراندیش لگتا تھا۔ میں اس تصور ہی سے تشویش میں مبتلا ہوگیا کہ ہمارے دونوں جانب' دیواروں کے عقب میں مختلف اسٹور وجود رکھتے تھے جن میں آنے جانے کے لیے مخصوص راستے کھولے اور بند کیے جاتے ہیں۔ راکیل مجھے بتا چکی تھی' غار نما وہ خفیہ اڈا یو۔ ایس آرمی کا ایمونیشن ڈپو تھا۔ رابرٹ کے اظہار سے راکیل کی بات تصدیق ہوتی تھی۔ اس بات کا یقین ہوجانے کے بعد کہ وہ لوگ ہرگز ہرگز فائرنگ نہیں کریں گے' میں نے عملی قدم اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس تاریک غار میں ان چاروں سے نمٹنا میرے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن اگر ان میں سے کوئی واپس چلا جاتا یا غار کے اندر ہی سے باہر والوں کو یہاں کے حالات کی خبر دے دیتا تو ہم ایک ایسی مشکل سے دوچار ہوجاتے کہ لینے کے دینے پڑ جاتے۔ یہ ویسی ہی صورتِ حال ہوجاتی کہ..... میں تو چھوڑتا ہوں مگر کمبل نہیں چھوڑتا!

یہاں سے کسی کو باہر جانا چاہیے تھا اور نہ ہی یہاں پیش آنے والے حالات کی کوئی اطلاع ربی موشے ہائمن تک پہنچنا چاہیے تھی! اس عزم کے ساتھ میں حرکت میں آنے ہی والا تھا کہ ٹارچ کی تھرکتی ہوئی لائٹ کا دائرہ میرے جسم کو گھیرے میں لینے لگا۔ اس کے ساتھ ہی دو تین آوازیں بہ یک وقت ابھریں۔ ان کے مشترکہ لہجے میں حد درجہ استعجاب پایا جاتا تھا۔

''ایک تو وہ رہا.....!''

یہ جملہ مکمل ہونے تک میں وہاں نہ رہا جہاں مجھے ٹریس کیا گیا تھا۔ میں فضا میں اچھلا اور فرنٹ سمرسالٹ لگاتے ہوئے دوسری دیوار کی طرف چلا گیا۔ اس غار کی چھت میری کوٹھری کی بہ نسبت خاصی بلندی پر واقع تھی لہٰذا سمرسالٹ کی تکمیل میں مجھے کسی دیواری یا چھتی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہ کام میں نے چشم زدن میں نمٹا دیا۔

میری توقع کے عین مطابق' ٹارچ کی روشنی کا ہالہ جمپ کرکے اس دیوار کی طرف چلا گیا' جدھر میں نے اڑان بھری تھی لیکن دشمنوں کی اس فطری حرکت کے لیے میں پہلے ہی ذہنی طور پر تیار تھا لہٰذا میں اس روشن دائرے میں داخل نہ ہوسکا۔

سمرسالٹ کی تکمیل کے ساتھ ہی میں نے ایک مخصوص زاویے سے' دوسری دیوار کی جانب بیک فلیک لگانا شروع کردیے' پھر ایک دیوار سے دوسری دیوار تک یہ سلسلہ تین مرتبہ دہرایا۔ وہ اس طرح کہ ہر دیوار کے ساتھ میرا آنا اور جانا لگ بھگ ساٹھ کا زاویہ بنا رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی مجھے ٹریس کرنے کے لیے اِدھر اُدھر مچلتی رہی اور میں اسے ایک کامیاب جل دے کر ٹارچ بردار کے انتہائی قریب پہنچ گیا۔ اس اُچھل کود میں بہ مشکل دس سے پندرہ سیکنڈ صرف ہوئے ہوں گے۔

ٹارچ بردار رابن مسلسل ناکامی سے بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس نے مجھے روشنی میں لانے کے لیے ٹارچ میری جانب سیدھی کرنا چاہی لیکن مجھے اس کی چاہت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں نے اس کے ٹارچ والے ہاتھ پر جھپٹا مارتے ہوئے' اس کے پیٹ میں ایک زوردار گھٹنا رسید کردیا۔

ٹارچ میری دسترس میں آگئی۔ اس کے ساتھ ہی رابن کے حلق سے ایک دردناک چیخ خارج ہوئی۔ میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر باقی تین حریفوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ وہ تینوں بڑے خون خوار انداز میں میری طرف لپکے چلے آرہے تھے۔

میں نے ٹارچ کو آف کردیا اور پہلو میں کھسک کر ایک محفوظ اسٹانس بنا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ تینوں یک بہ یک میری پہلے

والی جگہ پر پہنچے' میں نے اندازے کی بنا پر اپنی باڈی کو لٹو بناتے ہوئے تین چار لگاتار فرنٹ ویل کِکس چلادیں۔ میرے بیش تر نشانے درست ثابت ہوئے اور وہ تاریک غار ان کی دردناک چیخوں سے گونج اٹھا۔

میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر ٹارچ آن کی اور اس کی روشنی میں ان تینوں کی شکست و ریخت کا جائزہ لیا۔ ان کی حالت مجھے خاصی ابتر نظر آئی۔ اسٹیورٹ اور فریڈز زمین بوس پڑے تھے اور ان کا کمان دار رابرٹ ان دونوں کے اوپر لدا ہوا تھا۔ میں نے روشنی کے دائرے کو سائیڈ میں حرکت دی تو رابن پیٹ پکڑ کر اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے ٹارچ آف کرکے اپنی پوزیشن کا زاویہ بدل دیا۔

وہ چاروں یو۔ ایس سولجر تھے لیکن مسلح ہونے کے باوجود بھی حالات کی ستم ظریفی نے انہیں خاک بلکہ..... سنگلاخ زمین چاٹنے پر مجبور کردیا تھا۔ ان کی کسمپرسی پر میں اشِ اش کر اٹھا۔ وہ بزدل یا کمزور نہیں تھے ان کے پاس بے انداز طاقت اور بے حساب اختیار تھا لیکن اس ایمونیشن ڈپو نے انہیں بے بس اور لاچار بنا کر رکھ دیا تھا۔ وہ مجھے گولیوں سے بھوننے اور میرے جسم کو چھلنی نمونہ بنانے پر قدرت رکھتے تھے مگر اپنی گنز کے بیرل سے ایک گولی بھی فائر کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے..... وہ سنگل شاٹ ایک ایسی دیا سلائی ثابت ہوتا کہ پھر.....!

اس کے آگے سوچنے سے خیال بھک سے اڑنے لگتا تھا۔ اگرچہ ایمونیشن کے وہ خطرناک ذخائر اس تاریک راہ داری میں نظر کے سامنے نہیں رکھے تھے۔ پتھریلی دیواروں کے عقب میں ان خوف ناک اور ہلاکت خیز ہتھیاروں کا مسکن تھا مگر میرے دشمنوں کی محتاط روی اور احتیاط پسندی بتاتی تھی کہ وہ ذرہ برابر رسک لینے کو تیار نہیں۔

تاریکی میں وہ چاروں مجھے چھاپنے کے لیے پیش قدمی کرنے لگے۔ ان کے پاؤں کی آہٹوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ یوشیپ میں میری سمت بڑھ رہے تھے' جیسے گھیرا ڈال کر مجھے پکڑنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ میں نے اپنی سماعت کو ان قدموں کی مخصوص چاپ پر مرکوز کردیا اور سانس روک کر' ان کے محدود فاصلے تک پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر جیسے ہی وہ مجھ سے تین فٹ کی دوری پر آئے' میں نے ہوا میں پرواز کی اور ان کے اوپر سے گزر کر عقب میں پہنچ گیا۔

یہ ہائی جمپ کا ایک عمدہ مظاہرہ تھا مگر اس تاریک غار میں تالیاں پیٹ کر داد دینے والا کوئی نہیں تھا۔ فطری ردِعمل کے طور پر وہ چاروں بجلی کی سی سرعت سے پلٹے۔ اسی وقت میں نے ایک لمحے کے لیے ٹارچ آن کرکے آف کردی۔

میں درحقیقت ان کی تازہ ترین پوزیشنز کا اندازہ لگانا چاہتا تھا اور میرا مقصد ایک لمحے میں حاصل ہوگیا تھا۔ شاؤلن ٹیمپل میں مجھے بلائنڈ فائٹ کے لیول سے بھی گزارا گیا تھا۔ میں نے اپنے استادِ محترم ماسٹر ہنگ پائی کی مصنفی میں، آنکھوں پر دبیز پٹی باندھ کر دو خطرناک فائٹرز سے خون ریز مقابلہ کیا تھا اور اس ٹیسٹ میں کامیاب رہا تھا۔

شاؤلن ٹیمپل کی وہ تربیت اس اندھے غار میں میرے کام آنے لگی۔ میں اپنے دشمنوں پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگا۔ اندازے کی ایک دو غلطیوں سے میرے ہاتھ پاؤں پتھریلی دیواروں سے بھی ٹکرائے تاہم مجموعی طور پر میں نے انہیں اچھا خاصا پیٹ ڈالا۔ ان کے لبوں سے بڑی کرب ناک آوازیں خارج ہوئی تھیں۔

اپنی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے میں نے ایک مرتبہ پھر ٹارچ روشن کرلی اور اسی لمحے مجھ پر ایک خوف ناک انکشاف ہوا۔ ان تینوں کا لیڈر رابرٹ بڑی تیزی سے داخلی دروازے کی سمت دوڑ لگا رہا تھا۔ اس کی جھنجلاہٹ سے بھری بڑبڑاہٹ ہی نے مجھے بتایا تھا' وہ رابرٹ تھا۔ اسے دو تین مرتبہ سننے کے بعد میں نے لب و لہجے کو ذہن نشین کرلیا تھا۔ میں نے بڑی سرعت سے روشن ٹارچ کا مخصوص دائرہ رابرٹ کی پشت پر مرکوز کیا اور اس کے پیچھے لپکا۔

رابرٹ کو کسی بھی صورت غار سے باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ اگر وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوجاتا تو ہمارے لیے مشکلات کا ایک لامتناہی سلسلہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ ہمارے درمیان جس جگہ پر وہ اندھا معرکہ ہو رہا تھا' وہ مقام داخلی دروازے سے لگ بھگ ایک سو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ مذکورہ چار ہائی چارٹ کا وہ درکھلا ہوا تھا اور اس کھلے ہوئے شگاف میں سے باہر روڈ پر ایک چھوٹا فوجی ٹرک کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چاروں اسی ہیوی ڈیوٹی ٹرک میں سوار ہوکر وہاں پہنچے تھے۔

میں نے تھوڑا آگے جاکر رابرٹ کو چھاپ لیا۔ اسے بھی میری ''آمد'' کی خبر ہوگئی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹا اور اپنی گن کو لاٹھی کے انداز میں گھمادیا۔ اس نے مکانگی انداز میں میری کھوپڑی کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں اپنا ناریل چٹخوانے کے لیے اس کے قریب نہیں آیا تھا جو شرافت سے کھڑا رابرٹ کے حملے کو کامیاب ہونے دیتا!

اس کا ہاتھ گھومنے سے پہلے ہی میں نے بڑی سرعت سے ایک بینک لگائی پھر اسی تیزی سے اٹھتے ہوئے رابرٹ

کی کمر پر ڈبل ہینڈ پش رسید کردیا۔ وہ اپنی گن سمیت پوری طرح گھوم چکا تھا لہٰذا اس خطرناک ہینڈ پش نے اسے منہ کے بل' نیم تاریک راہ داری میں گرنے پر مجبور کردیا۔ راہ داری کا یہ حصہ داخلی دروازے سے پچاس میٹر کی دوری پر تھا اس لیے تھوڑی بہت روشنی وہاں پہنچ رہی تھی۔ یہ تھوڑی بہت روشنی میرے لیے بہت کافی تھی۔ میرا زبردست دھکا کھانے کے بعد گن اس کے ہاتھ سے نکل کر کہیں اِدھر اُدھر ہوگئی تھی۔ رابرٹ اٹھ کر کھڑا ہوا تو میں پہلے سے تیار تھا۔ وہ بڑے جارحانہ بلکہ بڑے عسکری انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے اپنے ہاتھ پاؤں کی کارکردگی کا مظاہرہ شروع کردیا۔ وہ ایسے فراغت کے لمحات نہیں تھے کہ میں رابرٹ کو اپنے مارشل آرٹس کے چٹکارے سے متاثر کرنے کی سعی کرتا۔ راکیل کی فکر بھی میرے ذہن کے ایک گوشے میں مقیم تھی۔ میں پچاس میٹر پیچھے اسے تین خطرناک یو۔ ایس سولجرز کے رحم و کرم پر چھوڑ آیا تھا۔ اگرچہ وہ راکیل کی لوکیشن سے آگاہ نہیں تھے لیکن آگاہ ہوسکتے تھے!

میں نے ہاتھ پاؤں کی پے در پے ضربات سے رابرٹ کو زمین بوس ہونے پر مجبور کردیا۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا اور مزید تسلی کے لیے اپنا مخصوص داؤ استعمال کرکے اسے آئندہ دو تین گھنٹے کے لیے اس دنیا و مافیہا سے بے خبر کردیا۔

میں ابھی اٹھ کر پوری طرح کھڑا بھی نہیں ہوا تھا کہ مجھے اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ میں تیزی سے پلٹا اور اسی وقت راکیل پر میری نگاہ پڑ گئی۔

وہ بھاگتے ہوئے میری طرف آرہی تھی اور دیگر تینوں افراد اس کے تعاقب میں تھے۔ ان کے درمیان کم و بیش پندرہ فٹ کا فاصلہ حائل تھا۔ میں کسی طوفان کے مانند ڈٹ کر ان کے راستے میں کھڑا ہوگیا۔

راکیل میرے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکی بلکہ داخلی دروازے کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ اس کی یہ حرکت میرے لیے غیر متوقع تھی لیکن سوچنے کے لیے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ تینوں جہنمی بلاؤں کے مانند میرے سر پر آن پہنچے تھے۔ پہلے ان سے دو دو ہاتھ کرنا ضروری تھا' راکیل کو بعد میں بھی دیکھا جاسکتا تھا!

وہ تینوں جیسے ہی میری رینج میں آئے' میں نے انہیں نپٹانے ہاتھوں لیا۔ وہ مجھ سے اچھی خاصی درگت بنوا چکے تھے لہٰذا مجھے ان پر نفسیاتی برتری حاصل تھی۔ میں نے ایک کے وار کو روکا اور دوسرے کو راؤنڈ ہاؤس کک رسید کردی۔ تیسرے نے میرے پیچھے آکر مجھے کمر سے پکڑنا چاہا۔ میں نے جھکائی دے کر ایک خطرناک ریئر کک اس کی ٹھوڑی پر جڑ دی۔ وہ اپنے حلق سے ایک اذیت ناک آواز خارج کرتے ہوئے پیچھے کو الٹ گیا۔

مجھ سے مار کھانے والا راہ داری کے سنگلاخ فرش پر چت گرا تھا۔ میں نے ایک نیچی جمپ لگائی اور دونوں پاؤں سے اس کے سینے پر آرہا۔ یہ ایک جھٹکے دار ٹھوکر تھی۔ میرے نشانے پر آنے والے نے عجیب المعنی آواز نکالی اور ساکت ہوگیا۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا' اس کا سکوت عارضی تھا یا دائمی!

میں اپنے پاؤں کے نیچے دبے شخص سے فارغ ہوا ہی تھا کہ مجھے چونک جانا پڑا۔ راہ داری کا منظر کہ آرا حصہ اچانک بہت زیادہ روشن ہوگیا تھا۔ میں نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا تو حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔ چار بائی چار فٹ والا شگاف پھیل کر دس بائی پندرہ فٹ میں بدل گیا تھا.....اور اس عظیم شگاف میں سے فوجی ٹرک غار کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ یہ روشنی اسی ٹرک کی ہیڈ لائٹس سے خارج ہو رہی تھی۔

بے اختیار میری نگاہ ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ کی جانب اٹھ گئی.....اور مذکورہ سیٹ پر راکیل کو مستعد دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی۔ میں ابھی ان پے در پے حیرتوں سے سنبھل نہیں پایا تھا کہ میری کمر پر ٹھوکر لگی — میری لحاتی غفلت نے باقی ماندہ دو بیدار دشمنوں میں سے کسی کو حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کردیا تھا۔

میں ٹھوکر کھا کر تھوڑا سا لڑکھڑایا پھر اسی لڑکھڑاہٹ کے دوران میں' میں نے ایک لیفٹ کریسنٹ کک چلادی۔ دوسرے ہی لمحے وہ حملہ آور بلبلا اٹھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک زوردار سائیڈ کک سے نوازا۔ وہ راہ داری کی پتھریلی دیوار سے جاٹکرایا اور وہیں زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ شاید اس کے سر میں کوئی چوٹ آگئی تھی۔ میں اس کے اٹھنے کا انتظار کیے بغیر آخری دشمن کی طرف متوجہ ہوگیا۔

لاسٹ مین اسٹینڈنگ بہت بودا ثابت ہوا۔ اپنے تین ساتھیوں کے حشر نے اس کی ہمت کی کمر توڑ دی تھی۔ وہ بڑے ڈھیلے ڈھالے اور سہمے ہوئے انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے لحاتی کوشش سے اسے بھی لمبا لٹادیا۔ جب انسان حوصلہ ہی ہار جائے تو پھر اسے شکست دینے میں اہل بیل نہیں لگتے!

میں اپنے دشمنوں سے فارغ ہو کر دوست کی طرف متوجہ ہوگیا۔ راکیل نے اب تک ایک ہمدرد اور مخلص دوست

کردار ادا کیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل اس کی جانب سے بدگمان ہوا تھا جب میں نے اسے داخلی دروازے کی طرف بے دریغ بھاگتے دیکھا تھا۔ اس لمحے میرے ذہن میں خدشاتی خیال ابھرا تھا کہ کہیں وہ اپنی پوزیشن بچانے کے لیے وہاں سے فرار تو نہیں ہو رہی۔ راکیل نے ابھی نیا نیا' دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اندھا اعتماد قائم ہونے میں تھوڑا وقت تو لگتا ہے نا!

راکیل اب ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود نہیں تھی۔ میں ٹرک کی سمت بڑھ گیا۔ اسی وقت وہ مجھے ٹرک کے عقب سے نکل کر اپنی جانب آتی دکھائی دی۔ ٹرک کے پیچھے وہ عظیم شگاف اب نظر نہیں آ رہا تھا۔ راکیل نے داخلے کے اس ذریعے کو بند کر دیا تھا۔

مجھ سے نگاہ ملتے ہی وہ مسکرائی ''وجدان! اب فکر والی کوئی بات نہیں۔ میں نے یہاں تک رسائی کا راستہ لاک کر دیا ہے۔''

''لاک؟'' میں نے الجھن زدہ نظر سے اسے دیکھا۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''ہاں لاک!'' پھر وہ مجھے لاک اور بند کا فرق بتانے لگی ''اس راستے کی اندرونی جانب ایسا نادیدہ میکانزم موجود ہے کہ جس کی مدد سے اس راستے کو لاک بھی کیا جا سکتا ہے۔ اب یہ راستہ باہر سے نہیں کھولا جا سکتا۔ ہم اندر' ہر قسم کی بیرونی مداخلت سے محفوظ ہیں۔''

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا ''پہلے تم نے اس راستے کو لاک کیوں نہیں کیا تھا۔ خواہ مخواہ اتنا وقت ضائع ہو گیا اور مار ماری الگ ہوئی۔ ان چار فوجیوں اور ٹرک کی گشتدگی زیادہ عرصے تک راز نہیں رہے گی۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو وجدان۔'' وہ تائیدی انداز میں بولی ''ویسے تو تمہاری اور ساحل کی روپوشی بھی زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہے گی۔ تمہارے غیاب کا راز کھلتے ہی ربی کے آدمی تم دونوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ وہ شکاری کتوں کی طرح تمہاری بو سونگھتے پھریں گے مگر مجھے اطمینان ہے' وہ اس بارودی غار میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔''

''تمہاری وضاحت اپنی جگہ مگر یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔''

وہ میرے چہرے کو ٹٹولتی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوئے بولی ''تمہارے سوال کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ پہلے میں تمہیں یہاں پہنچا کر واپس جانے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن اب حالات بدل گئے ہیں مائیکل کی موت' بہت سے بند راز کھول دے گی۔ میں کسی قسم کا رسک لینے کو تیار نہیں لہٰذا تم میری واپسی کے امکانات معدوم ہی سمجھو۔ میں تمہارا ہم راہی میں آگے ہی آگے بڑھوں گی۔''

میں ایک طویل اور گہری سانس لے کر رہ گیا۔ راکیل نے جس حقیقت کا اظہار کیا تھا وہ کوئی مجھ سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ واقعی اس کی واپسی میں خطرات کے سوا کچھ نہیں رکھا تھا۔

''تم تو سچے جادوگر ہو۔'' راکیل نے حیرت بھری آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ زمین بوس چار پہیا۔ ایس سولجرز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی ''تم نے جادو کی چھڑی گھما کر انہیں وہم و گمان سے بہت دور پہنچا دیا ہے۔''

میں نے اس کی نیلی اور گہری آنکھوں میں بہت دور تک جھانکا اور نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تم بھی کچھ کم جادوگر نی نہیں ہو۔ ایک تنگ سے راستے کو ضرورت کے وقت الاسٹک کی طرح کھینچ کر پھیلا لیتی ہو۔ وہ راستہ جہاں سے اب کسی چیونٹی کے نکلنے کے امکانات بھی صفر کے برابر ہیں، تم اپنی مہارت کے بل بوتے پر وہاں سے ایک گراں ڈیل' بدمست ہاتھی کو گزار لائی ہو۔'' میں نے فوجی ٹرک کی جانب انگلی اٹھائی اور اضافہ کرتے ہوئے کہا ''اس کے سوئڈن نہیں تو کیا ہوا۔ یہ کسی عظیم الجثہ ہاتھی سے کم تو نہیں!''

''اوہ!'' وہ شرارت آمیز نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''یہ سب تکنیک کا کمال ہے۔''

''اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں' تم بڑی ماہر کاریگر ہو!'' میں نے بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

جواب میں وہ مجھے اس راستے کی تکنیکی خوبیاں بتانے لگی۔ راکیل کے مطابق، وہ راستہ تین مختلف سائز میں کھولا جا سکتا تھا۔ چار بائی چار فٹ' آٹھ بائی دس فٹ اور دس بائی پندرہ فٹ۔ ان تینوں سائز کو کھولنے کا حساب کتاب اور تکنیک جدا جدا تھی۔ میں راکیل کے ساتھ چار بائی چار فٹ کے درے سے گزرا تھا اور راکیل نے وہ فوجی ٹرک دس بائی پندرہ فٹ کے شگاف سے گزارا تھا۔ بہرحال اب وہ شگاف نابود ہو کر ایک سنگلاخ اور سرد موٹی دیوار کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

فوجی ٹرک کی ہیڈ لائٹس اس غار کو بہت دور تک روشن کر رہی تھیں۔ ہم زیادہ دیر تک ٹرک کا انجن اسٹارٹ حالت میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس انجن سے اچھا خاصا شور پیدا ہو رہا تھا۔ میں ان چار پہیا۔ ایس سولجرز پر لعنت بھیج کر مائیکل کی طرف بڑھ گیا۔

مائیکل کی موت کو کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں تھی۔ ں بڑی سرعت سے اس دراز زلف شخص کی جانب بڑھ گیا' ندھیرے میں راکیل جس سے ٹھوکر کھا کر گر گئی تھی۔ راکیل بھی ے پیچھے لپک آئی۔ پھر ریشمی زلفوں والے اس شخص کے دیک پہنچ کر وہ ٹھٹکی۔ اس کے لبوں سے تھرتھراتی ہوئی آواز ارج ہوئی۔

''وجدان..... یہ تو نیلسن ہے.....''

میں چونک اٹھا۔ نیلسن ان دو افراد میں سے ایک تھا جو ے اور ساحل کو اپنے بڑوں تک پہنچانے والے تھے۔ نیلسن شبہ موت سے ہم کنار ہو چکا تھا۔ اس کے سینے میں ایک فناک خنجر دستے تک پیوست تھا۔ نیلسن کا ساتھی ریمنڈ کہیں ر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا ''نیلسن اور مائیکل تو رگی سے روٹھ کر موت کو گلے لگا چکے ہیں۔ ریمنڈ کہیں دکھائی ں دے رہا۔ کہیں وہ بھی تو ختم نہیں کیا جا چکا؟''

''ڈرانے والی باتیں نہ کرو وجدان!'' وہ میرے پہلو ے لگتے ہوئے بولی۔

میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا ''میں ڈر اور خوف ے بہت آگے نکل آیا ہوں۔ ریمنڈ کے ساتھ ساتھ میری ی ساحل بھی غائب ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک' ساحل اس مقام پر پہنچی ہی نہیں۔ نمبر دو! اگر وہ پہنچی تو پھر ریمنڈ اسے ساتھ لے گیا ہے کہاں.....؟ یہ ہمیں لانا ہوگا اور.....!''

میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ جلدی سے ''اور..... کیا؟''

''اور..... دوسری صورت ایک سنسنی خیز تیسری صورت ارے میں سوچنے پر مجبور کر رہی ہے۔'' میں نے خیالات ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا ''اگر واقعی ریمنڈ' ساحل کو اپنے کہیں لے گیا ہے تو پھر مائیکل اور نیلسن کو اسی نے قتل کیا ہے!''

وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''یہ تم ا باتیں کر رہے ہو؟''

میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''اس اندھے غار میں ابھی ہمیں ریمنڈ اور ساحل دکھائی نہیں دیے تمہارے دعوے طابق' مائیکل نے ساحل کو اور تم نے مجھے یہاں پہنچانا تھا۔ ا اور ریمنڈ ہمیں اپنے ساتھ کہیں لے جاتے۔ تمہارے ے کے مطابق مائیکل' ساحل کو یہاں پہنچانے میں ب رہا ہے' جیسا کہ تم مجھے یہاں پہنچا چکی ہو۔ مائیکل اور نیلسن کی لاشیں ہم دریافت کر چکے ہیں۔ تم اور میں زندہ حالت میں اس وقت گفتگو کر رہے ہیں۔ باقی بچتے ہیں ساحل اور ریمنڈ۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں ساحل اس تاریک غار میں دو شاطر افراد کے خون میں ہاتھ رنگنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ پھر آ کر ریمنڈ ہی باقی بچتا ہے!''

وہ چند لمحات تک ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے استفسار کیا ''تم ساحل کے بارے میں اتنے پُروثوق کیوں ہو؟''

''اس لیے کہ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ ریمنڈ اپنے ہی دو ساتھیوں کو قتل کیوں کرے گا؟''

''یہ تو تم سمجھ رہی ہو نا' وہ تمہارا ساتھی ہے!''

''کیا مطلب؟'' وہ اچھل کر رہ گئی ''تم کیا کہنا چاہتے ہو وجدان!''

میں نے کہا ''ربی موشے ہائمن، اس کا دست راست برنارڈ لیو اور یہاں کا دیگر اسٹاف بھی تو تمہیں اور مائیکل کو اپنا ساتھی' اپنا وفادار سمجھتے ہیں مگر کیا یہ حقیقت ہے؟''

اس کے چہرے پر ہیجانی کیفیت نمودار ہوئی۔ حسین مکھڑے پر ہیجان کا ابھار بڑا عجیب تاثر پیدا کرتا ہے۔ تشویش ناک لہجے میں اس نے مجھ سے پوچھا ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو' ریمنڈ ہمارے دشمنوں سے ملا ہوا ہے؟''

''یہ بعید القیاس تو نہیں۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا ''ریمنڈ کو دشمنوں سے ملنے کی کیا ضرورت ہے' یہ بھی عین ممکن ہے وہ دشمنوں ہی کا پلانٹیڈ ہو..... جیسا کہ تم اور مائیکل اپنے دشمنوں کے اندر رہتے ہوئے کسی اور کے لیے کام کرتے ہو اسی طرح ریمنڈ تم لوگوں کے اندر رہتے ہوئے ربی وغیرہ کے لیے کام کر رہا ہو۔''

وہ ایک جھرجھری لیتے ہوئے بولی ''اس کا مطلب ہے' ریمنڈ نے بلیک شیپ کا رول ادا کیا ہے!''

میں نے اسے یہ جتلانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ اور مائیکل بھی کالی بھیڑوں (بلیک شیپ) ہی کا کردار ادا کر رہے تھے۔ دراصل یہ سمجھ اور زاویے کا الٹ پھیر ہے۔ ایک ملک کا ہیرو' دشمن ملک کے لیے بدترین دہشت گرد کی حیثیت رکھتا ہے۔ راکیل اور مائیکل ربی کے خفیہ ٹھکانے پر رہتے ہوئے اپنے بڑوں سے وفاداریاں نبھا رہے تھے۔ اسی طرح عین ممکن تھا' ریمنڈ نے ان کے دھڑے کے اندر رہتے ہوئے ربی کے لیے کوئی کارروائی کی ہو۔ زاویہ بدل جانے

سے الفاظ اور افعال کے معنی بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ زمین پر کھڑے ہو کر دیکھو تو چاند آسمان پر نظر آتا ہے اور اگر چاند پر جا کر نگاہ اوپر اٹھاؤ تو یہی زمین آسمان پر دکھائی دے گی!

میں نے راکیل کی تشویش کے جواب میں گول مول جملہ کہہ دیا ''تم بلیک شیپ کی بات کرتی ہو، وہ کم بخت ریمنڈ تو مجھے پورا بابا بلیک شیپ لگتا ہے۔''

''اسی لیے وہ بابا تمہاری بے بی کو اپنے ساتھ لے گیا ہے!'' وہ بے ساختہ بولی۔

میں اس کا اشارہ سمجھ گیا۔ وہ میری ساحل کا ذکر کر رہی تھی۔ میں یک دم سنجیدہ ہو گیا اور جذبات سے عاری لہجے میں کہا ''راکیل! تم اس ٹرک کو ڈرائیو کرتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے لاؤ..... جہاں تک بھی ممکن ہو۔''

''تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''میں ٹرک کی ہیڈ لائٹس میں دور تک، اس اندھے غار کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا ''ممکن ہے کچھ اور تیرتیں ہمارے انتظار میں بیٹھی ہوں۔''

راکیل نے بتایا ''یہ غار لگ بھگ ڈھائی سو میٹر طویل ہے یو۔ ایس سولجرز کو تم نے جس مقام پر گھیرنے کی کوشش کی تھی وہ داخلی دروازے سے ایک سو میٹر کی دوری پر ہے۔ اس سے آگے یہ دس فٹ کا راستہ پھیل کر پچاس فٹ پر محیط ہو جاتا ہے۔ اس طرح مزید ڈیڑھ سو میٹر طے کرنے کے بعد ہم اس مقام پر پہنچ سکتے ہیں جہاں پہاڑی سے باہر نکلنے کا راستہ ہے۔ یہ کل ڈھائی سو میٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے ہم زمین کی سطح سے اور قریب ہو جائیں گے۔ جب ہم پہاڑی سے باہر نکلیں گے تو دیوانی نیشنل پارک کی زمین سے محض سو فٹ کی بلندی پر ہوں گے جب کہ اس غار میں داخلے کے وقت یہ بلندی دو سو فٹ تھی مگر میں ایک بات واضح کر دوں کہ جہاں دس فٹ والا راستہ ختم ہو گا اس سے آگے ٹرک کو نہیں لے جایا جا سکتا۔''

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوئی تو میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''یہ تم عجیب بات کر رہی ہو۔ ابھی تم ہی نے بتایا ہے آگے جا کر یہ راستہ پچاس فٹ کا ہو جائے گا پھر ٹرک کے مزید آگے بڑھنے میں قباحت ہے؟''

''میں نے تم سے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا'' وہ رسانیت سے بولی ''سو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد راستہ واقعی پچاس فٹ چوڑا اور ڈیڑھ سو میٹر طویل ہو جائے گا مگر یہ سارا علاقہ انتہائی خطرناک زون ہے۔ یو ایس آرمی کا ایمونیشن ڈپو ادھر ہی واقع ہے..... یا پھر ان پتھریلی دیواروں کے عقب میں، وافر مقدار اور تعداد میں اسلحہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' اس نے دو طرفہ سنگلاخ دیواروں کی جانب یکے بعد دیگرے اشارہ بھی کر دیا۔

اس کی بات بلکہ سنگین انکشاف سن کر میں گہری تشویش میں گھر گیا۔ راکیل بڑی گہری لڑکی تھی۔ اس کی معلومات خطرناک حد تک حیرت انگیز اور سنسنی خیز تھیں۔ میں نے چند لمحات کے توقف کے بعد اس سے پوچھا۔

''کیا ریمنڈ اور نیلسن ہمیں اسی راستے سے باہر لے جانے والے تھے؟''

''میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔'' وہ سادگی سے بولی۔

وہیں کھڑے کھڑے وقت برباد کرنا عقل مندی نہیں تھی۔ میں نے راکیل سے کہا ''چلو تم ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالو۔ میں تمہارے آگے آگے چلتا ہوں۔ اس دس فٹ کے راستے کو تو طے کر لو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔''

راکیل کوئی سوال کیے بغیر ٹرک کی جانب بڑھ گئی۔ جب ٹرک حرکت میں آیا تو روشن راہ داری میں اس کے آگے چلنے لگا۔ میں جلد ہی اس مقام پر پہنچ گیا جہاں ان چار یو۔ ایس سولجرز سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ راہ داری کے فرش پر مجھے رائفل کی ٹارچ پڑی ملی۔ فائرنگ کے دوران میں نے وہ ٹارچ ایک جگہ ڈال دی تھی۔ پھر اس بیگ پر میری نگاہ گئی جو راکیل نے کوٹھری سے نکالتے وقت میرے حوالے کیا تھا۔ میں نے وہ دونوں چیزیں اٹھالیں۔ اسی لمحے میرے ذہن میں ایک خیال چمکا۔

راہ داری کے فرش پر دو گنز بھی پڑی نظر آ رہی تھیں۔ ان جن حالات سے گزر رہے تھے اُن میں کسی بھی وقت آتشیں اسلحے کی ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ حفظِ ماتقدم کے طور پر میں نے وہ دونوں گنز بھی اٹھالیں۔ میں سیدھا کھڑا ہوا ہی تھا کہ راکیل بھی ٹرک کے ڈرائیونگ کیبن سے باہر آ گئی۔

''ان چیزوں کی قطعاً ضرورت نہیں۔'' وہ میرے ہاتھ میں موجود گنز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی ''اس بیگ کے اندر ہماری ضرورت کا تمام سامان موجود ہے۔'' بات کرتے ہی اس نے سیاہ بھاری بھرکم بیگ کی طرف اٹھادی۔

اب مجھے اس پُراسرار ہیوی بیگ کی اہمیت کا اندازہ معنوں میں ہوا تھا۔ راکیل کو یا پوری تیاری کے ساتھ نکلی تھی میں نے اس کے حسب منشا گنز اور ٹارچ کو راہ داری کے فرش پر پھینک دیا۔

راکیل نے میرے ہاتھ سے بیگ لے لیا اور ایک جا

اشارہ کرتے ہوئے بولی ''آؤ چلیں۔''

''اس ٹرک کا انجن تو بند کردو۔'' میں نے الجھن زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''بے چارہ بیدار ہے' اسے بیدار ہی رہنے دو۔ زبردستی سلانے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ بے پروائی سے بولی ''ہمارا کیا لے رہا ہے۔ اس کی روشنی میں ہم زیادہ سے زیادہ سے فاصلہ طے کرلیں گے۔ جب اس کی بیٹری ڈاؤن ہوگی تو خود ہی بند ہوجائے گا۔''

''مگر اس کا شور کسی کو بھی ادھر متوجہ کرسکتا ہے!''

''تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر ہوجاؤ۔'' وہ تسلی آمیز لہجے میں بولی ''اس وقت ہم ماؤنٹ مکنلے کے جس حصے میں ہیں' وہاں سے کوئی آواز باہر نہیں جائے گی۔''

میں اس کی ارضیاتی معلومات کو چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا تاہم آگے بڑھنے سے پہلے میں نے زمین سے ٹارچ اٹھالی۔ راکیل نے کوئی اعتراض نہ کیا اور خاموشی سے آگے بڑھنے لگی۔

میں نے کہا ''لاؤ یہ بیگ مجھے دے دو۔ کافی وزنی ہے۔ کہاں اٹھائے اٹھائے پھرو گی۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' وہ مسلسل آگے بڑھتے ہوئے بولی ''یہ بیگ اس لیے وزنی ہے کہ اس میں' میں نے اچھا خاصا وزن بھر رکھا ہے۔ تم کافی دیر سے اسے اٹھائے ہوئے ہو۔ اب میری باری ہے۔''

امریکی معاشرے میں مرد اور عورت کو زندگی کے ہر شعبے میں برابری کا درجہ حاصل ہے۔ وہ دکھ اور سکھ بانٹ کر اٹھاتے ہیں۔ اس بات سے بحث نہیں کہ یہ برابری کس حد تک درست ہے تاہم بعض اوقات برابری کا یہ رویہ بڑا مضحکہ خیز ہوجاتا ہے۔ کسی ہوٹل میں کھانا کھانے بیٹھ جائیں تو مرد اور عورت اپنا اپنا بل خود ادا کرتے ہیں۔ سینما جانے کا اتفاق ہو تو دونوں کو اپنا ٹکٹ اپنی جیب سے لینا پڑتا ہے۔ اس معاشرے کے باسی کہتے ہیں..... آخر اس میں برائی کیا ہے؟ بظاہر کوئی برائی نظر نہیں آتی مگر صنفِ کرخت کا' صنفِ نازک کے ساتھ یہ سلوک خاصا غیر مہذب اور ناشائستہ سا لگتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ امریکی قوم کی اپنی کوئی تہذیب' اپنا کوئی تمدن نہیں اس لیے وہ ان نزاکتوں کا خیال نہ رکھتے ہوں۔ پوری امریکی قوم اس وقت ''لیٹس گو ایہیڈ'' اور ''آئی ڈونٹ کیئر'' کے اصولوں پر بہ زعم خود کامیابی کی جانب رواں دواں ہے۔ ماضی اور اقدار کا پاس وہی اقوام کرتی ہیں جن کا اپنا کوئی ماضی..... اپنی کوئی قدریں ہوتی ہیں!

راکیل بھی اسی معاشرے کی پروردہ تھی لہٰذا میرے ہاتھ سے بیگ لے کر گویا وہ میرا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ میں خاموشی سے اس کے پیچھے ہولیا۔ جلد ہی ہم ہلاکت خیز آتشیں اسلحے کے ذخیرے کے درمیان سے گزرنے لگے۔ ٹرک کی ہیڈ لائٹس کافی حد تک اندر کے منظر کو واضح کررہی تھیں چنانچہ میں نے ٹارچ جلانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

میں بتا نہیں سکتا' اس وقت ہمارے احساسات کیا تھے۔ ایک ذرا سی چنگاری بھی اس بارود کے عظیم ذخیرے کو نمونۂ جہنم بنا سکتی تھی۔ ہم بے حد محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے اس طویل ہال نما زمین دوز کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ یہ ڈیڑھ سو میٹر کا فاصلہ ہم نے خاموشی سے طے کیا تھا۔

راکیل نے اپنے کندھے سے بیگ اتارا اور میری جانب دیکھتے ہوئے بولی ''اب ہم چینج کریں گے۔'' پھر وہ بیگ کو کھول کر کچھ کھسوڑنے لگی۔

میں نے پوچھا ''کیا چینج سے تمہاری مراد لباس تبدیل کرنے سے ہے؟''

''ہاں' کسی حد تک۔'' وہ بیگ میں سے مختلف گرم کپڑے نکالتے ہوئے بولی۔

''تمہارا..... کسی حد تک میری سمجھ میں نہیں آیا؟''

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی ''ابھی تھوڑی دیر بعد ہم ماؤنٹ مکنلے سے باہر نکل جائیں گے۔ یہ اندر والی فرحت اور معتدل درجۂ حرارت باہر نہیں ملے گا۔ پہاڑی کے باہر اس وقت درجۂ حرارت کم از کم منفی پندرہ ڈگری سنٹی گریڈ ہوگا۔ اب تم خود اندازہ لگالو' اگر ہم اس لباس میں باہر نکلے تو ہمارا کیا حشر ہوگا!'' وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکی پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''کسی حد تک لباس تبدیل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ہم اپنے اس لباس کے نیچے اور اوپر بھی چند مخصوص کپڑے پہنیں گے تاکہ موسم کی شدت بری طرح ہم پر اثر انداز نہ ہوسکے۔''

بات ختم کرتے ہی اس نے چند کپڑے میری جانب بڑھا دیے اور مختلف رنگ و نسل کے چند لبادے خود سمیت کر ایک طرف ہوگئی۔ میں الجھن زدہ نظر سے اسے تکنے لگا۔

اس نے جلد ہی میری مشکل کو بھانپ لیا اور سوالیہ انداز میں بولی ''کوئی پرابلم ہے جدان؟''

''ہاں۔'' میں نے جز بز ہوتے ہوئے کہا ''اوپر سے کپڑے پہننے والی بات تو ٹھیک ہے لیکن موجودہ لباس کے اندر کچھ پہننے کے لیے اس لباس کو اتارنا ہوگا۔''

''سو ہاٹ؟'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں متذبذب لہجے میں کہا ''کیا ہم اپنا لباس ایک دوسرے کے سامنے یہیں اتاریں گے؟''

''اس میں ہچکچاہٹ والی کون سی بات ہے؟'' اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

راکیل جو کچھ بھی کہہ رہی تھی' اپنے تئیں بالکل درست کہہ رہی تھی۔ میرے سامنے لباس تبدیل کرنے میں اس کے لیے کوئی ہچکچاہٹ نہ ہو مگر میں حد درجہ متامل تھا۔ اگرچہ لباس کی یہ تبدیلی انڈر گارمنٹس کی موجودگی میں ہوتی تاہم پھر بھی میں اسے اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ بس اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ راکیل جس بات کو بہت ایزی لے رہی تھی' وہ میرے لیے نہایت ہی کٹھن تھی۔

میں اسی شش و پنج میں کھڑا متاملانہ نظر سے راکیل کو دیکھ رہا تھا کہ وہ شوخی سے بولی ''تم پتا نہیں کن سوچوں میں گم ہو۔ میں تو لباس تبدیل کرنے لگی ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی اس نے فل سلیو ہائی نیک اتارنا شروع کردیا۔ وہ میری طرف سے مکمل غفلت برتتے ہوئے اپنے کام میں جت گئی۔ ان لمحات میں' میری سمجھ میں یہی آیا کہ رخ پھیر کر میں بھی لباس تبدیل کرنا شروع کردوں۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنے لباس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میری مشکل آسان ہوگئی۔

فوجی ٹرک کی ہیڈ لائٹس اچانک بجھ گئی تھیں اور انجن کا شور بھی ناپید ہوگیا تھا۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا' اس کی بیٹری بیٹھ گئی تھی یا پھر کوئی اور تکنیکی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ بہرحال' جو کچھ بھی ہوا تھا' میرے حق میں بہتر ہی ہوا تھا!

پندرہ منٹ کے بعد ہم پوری طرح ڈریس اپ ہوچکے تھے۔ اب ہمارے اجسام پر اتنا لباس موجود تھا جو یہاں کے شدید موسم میں ہمیں ایک محفوظ ڈھال پیش کرتا۔ ہمارے پاؤں کے جوتے بھی بدل گئے تھے۔ سروں پر مخصوص قسم کی گرم ٹوپیاں سج گئی تھیں اور آنکھوں پر بھی خاص نوعیت کے چشمے نظر آرہے تھے۔ ہمارے ہاتھ بھی حرارت بخش دستانوں کی لپیٹ میں تھے۔ اپنی تیاری کے آخری مراحل ہم نے ٹارچ جلا کر طے کیے تھے۔ اب ہم اپنے حلیے اور وضع قطع سے دو مہم جو دکھائی دیتے تھے اور دیکھنے والا یہ اندازہ قائم نہیں کرسکتا تھا کہ ہم میں سے ایک مرد اور دوسری کوئی عورت ہے۔ راکیل نے اپنے بال سمیٹ کر گرم کوٹ کے اندر چھپا لیے تھے۔ ہم اس گیٹ اپ اور سیٹ اپ میں دوسروں کی نظروں میں آئے بغیر کسی محفوظ مقام پر پہنچ سکتے تھے۔

راکیل نے اس سیاہ بیگ کے اندر سے ایک زرد بیگ نکالا اور سامان کو تقسیم کرکے دونوں بیگز میں رکھنے لگی۔ وہ ضروریاتِ زندگی کا عام اور خاص سامان تھا۔ اس میں سب سے اہم دو چیزیں تھیں..... ڈالرز کے بنڈل اور پسٹل۔ ڈالرز کی شکل میں وہ ایک مجموعی رقم تھی جو راکیل نے تقسیم کرکے دونوں بیگز میں ڈال دی۔ ایک خوب صورت اور خطرناک لیڈی پسٹل اس نے اپنی جیب میں ٹھونس لیا اور دوسرا میری جانب بڑھا دیا۔

میں نے پسٹل ہاتھ میں لے کر اس کا کلپ چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ میں نے راکیل کو تین چار بھرے ہوئے کلپس بیگ میں رکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بڑی خطرناک تیاری سے آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ وہ اپنی مصروفیت سے فارغ ہوئی تو زرد بیگ میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

''وجدان! یہ تمہارا ہے۔ یہاں سے آگے بڑھتے ہوئے ہم اپنا اپنا بوجھ خود اٹھائیں گے۔''

میں نے پوچھا ''میرے ساتھ آگے بڑھنے کا تمہارا یہ فیصلہ ہنگامی بنیادوں پر کیا گیا ہے' ورنہ تم تو مجھے یہاں پہنچا کر واپس جانے والی تھیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں' ہم کہاں جارہے ہیں؟''

''یہ پوچھنا تمہارا حق ہے۔'' وہ تفہیمی انداز میں بولی ''فی الحال تو ہمیں دینالی نیشنل پارک سے نکلنا ہے۔ آگے کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔''

میں نے کہا ''دینالی ایک نیشنل پارک ہے۔ لوگ یہاں سیر و تفریح کے لیے آتے ہیں۔ مجھے امید ہے ہمیں کوئی لفٹ وغیرہ مل جائے گی۔''

''ایسی امید کو اپنے ذہن میں پھٹکنے بھی نہ دینا۔'' وہ تنبیہ کرنے والے انداز میں بولی ''تمہیں اس وسیع و عریض پارک میں شاید ہی کوئی متنفس نظر آئے۔ سیر و تفریح کے شائق افراد صرف مئی سے اگست تک ادھر کا رخ کرتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ ستمبر کے وسط تک۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد شدید..... موسم اس طرح منہ دینے کی اجازت نہیں دیتا اور..... آج کل جنوری چل رہا ہے..... سردی کی پیک۔ تم کسی قسم کی لفٹ یا امداد کے وہم و گمان میں نہ رہنا وجدان۔''

میں اس کی معلومات افزا باتیں سن کر سناٹے میں آگیا۔ وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی ''ہمیں اپنی مدد آپ کے تحت میلوں پیدل چل کر اس پارک سے نکلنا ہوگا۔ اس موسم میں یہ پارک عموماً ویران اور سناٹے دار ہی رہتا ہے' البتہ نیشنل لیول کے مونیٹرز اور گلیشیئر پائلٹس کو ادھر آنے کی اجازت

ہے اور یہ اجازت بھی اسٹیٹ گورنر ہی دیتا ہے۔ یہ تماشا کے ں کی بات نہیں۔''

وہ ایک لمحے کو سانس ہموار کرنے کی خاطر رکی پھر سلسلۂ لام کو جاری رکھتے ہوئے بتانے لگی ''مئی سے اگست تک اس رک میں اچھی خاصی رونق ہوتی ہے۔ پرائیویٹ گاڑیوں کو ں پارک میں داخلے کی اجازت نہیں۔ پارک کے مین گیٹ کے اندر ایک مخصوص مقام پر اپنی گاڑیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ ہاں سے پارک انتظامیہ نے اپنی شٹل بسیں چلا رکھی ہیں۔ یلے رنگ کی یہ لمبی لمبی بسیں سیر و تفریح کی غرض سے پارک میں نے والوں کو اپنے اندر سوار کر کے خوب گھماتی ہیں۔ یہ سافروں کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جہاں چاہیں بس روک کر ز جائیں۔ واپسی میں کوئی مسئلہ پیش نہیں آتا۔ مذکورہ پیلی لمبی یں آتے جاتے ہر وقت مل جاتی ہیں۔ ازیں علاوہ 'ہنکر یج۔ فیئر ہینکس ایکسپریس' نامی ایک ٹرین بھی دینالی شنل پارک کے ایک مخصوص حصے سے گزرتی ہے۔ یہ ٹرین ہنکر یج سے فیئر ہینکس تک جاتی ہے۔ اس کے مسافر ٹرین کے ندر رہتے ہوئے دینالی پارک کے نظارے سے محظوظ ہوتے یں۔''

''تمہاری فراہم کردہ معلومات نہایت ہی دلچسپ اور رحت بخش ہیں لیکن افسوس کہ ہم جن حالات سے گزر رہے یں ان میں دینالی پارک کے روح پرور نظاروں کو انجوائے یں کر سکتے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تم مجھے بتاؤ ہم پہاڑی سے نکل کر کدھر کا رخ کریں گے۔ میرا طلب ہے دینالی نیشنل پارک کو چھوڑنے کے بعد ہم کہاں پہنچ ائیں گے؟''

''یہاں سے قریب ترین مقام اولڈ کریل ہے۔ ہم ڈنٹ مکنلے سے باہر نکلنے کے بعد جنوب مشرق کی سمت سفر لریں گے اور شام سے پہلے 'اولڈ کریل' پہنچ جائیں گے۔'' راکیل نے بتایا۔

میں چونک اٹھا ''شام سے پہلے کیا مطلب؟ ابھی تو صبح ی نہیں ہوئی۔ کیا اولڈ کریل تک پہنچنے کے لیے ہمیں کوئی لمبا وڑا فاصلہ طے کرنا ہوگا؟''

''فاصلہ بہت زیادہ نہیں اور اسے کم بھی نہیں لہا جا سکتا۔'' وہ پُرسوچ انداز میں بولی ''اگر راستہ میدانی ہوتا ور موسم بھی خوشگوار ہو تو یہ فاصلہ چار پانچ گھنٹے کی مار تھا لیکن میں نے احتیاطاً موسم کی بے ہودگی کو دیکھتے ہوئے تمہیں زیادہ وقت بتایا ہے۔ ممکن ہے اس سے پہلے ہی ہم اولڈ کریل میں وں۔''

''تم نے جنوری کی مناسبت سے دینالی پارک کے جو حالات بتائے ہیں ان کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے ہم دونوں ہی اس پارک میں محوِ سفر نظر آئیں گے۔'' میں نے ایک ممکنہ خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''کیا اس صورت میں ہم دشمنوں کی توجہ کا مرکز نہیں بن جائیں گے؟''

''اس بات کے تھوڑے بہت امکانات تو ہیں۔'' وہ اپنے سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے بولی۔ ''اسی اندیشے کے پیشِ نظر ہمیں نے یہ حلیے بنائے ہیں۔ ہمیں دور سے دیکھنے والا کوئی بھی شخص یہی سوچے گا ہم مہم جوئی کے شائق دو ایسے افراد ہیں جنہیں زندگی سے زیادہ اپنے شوق سے پیار ہے۔ ایسے سرپھروں کی دنیا میں کوئی کمی نہیں وجدان!''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر اپنی بات پوری کرتے ہوئے بولی ''ہمیں تھوڑا بہت رسک تو لینا ہی پڑے گا وجدان۔ راستے میں اگر کوئی افتاد آن پڑی تو آن دی اسپاٹ اس سے بھی نمٹ ہی لیں گے۔''

میں شک زدہ نظر سے اسے گھورنے لگا۔ وہ بے چین ہوگئی اور جلدی سے بولی۔

''تم مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟''

واضح رہے کہ اس منصوبہ بندانہ باہمی گفتگو کے دوران میں ہم نے چشمے اتار رکھے تھے اور ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بات کر رہے تھے۔ میں نے بہ دستور راکیل کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے کہا۔

''تم جس ترتیب اور تفصیل کے ساتھ اپنے عزائم کا اظہار فرما رہی ہو اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے پہلے ہی میرے ساتھ جانے کے بارے میں سوچ رکھا تھا۔ یہ تیاری اور تام جھام تمہارے ارادے کی چغلی کھاتے ہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

اس نے اقرار کیا اور نہ ہی انکار' گہری سنجیدگی سے بولی ''وجدان! میری نیت پر شک نہ کرو۔ یہ سب کچھ ایک سنگین اتفاق کے تحت ہو رہا ہے۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے' تمہاری بہتری اور فائدے کے لیے کیا ہے۔ پلیز' اس سلسلے میں سوال کر کے میرے ذہن کو ڈسٹرب نہ کرو۔ میں انتہائی سکون کے ساتھ بہت کچھ سوچنا چاہتی ہوں۔''

''تمہیں ان لمحات میں کون سا ریاضی کا مسئلہ درپیش ہے؟'' میں نے قدرے تیز آواز میں پوچھا۔

وہ منت ریز لہجے میں بولی ''میں نے کہا نا وجدان! مجھے توجہ سے آگے کے بارے میں سوچنے دو۔ میں تمہیں صحیح سلامت اپنے بڑوں کے سپرد کرنا چاہتی ہوں۔ ہم اس پارک

سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں' پھر میں کسی طرح اپنے سینئرز سے رابطہ کروں گی۔ وجدان! تم فکر نہ کرو' میں تمہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

"مگر کیسے نہ کروں راکیل!" بالآخر دل کی بات میری زبان پر آ ہی گئی۔ میں بڑی دیر سے ضبط کیے بیٹھا تھا "میں یہاں سے اکیلا روانہ ہو رہا ہوں۔ میری ساتھی ساحل کا کچھ پتا نہیں' وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔"

وہ تسلی آمیز لہجے میں بولی "ساحل کا بھی سراغ مل جائے گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری ساتھی کو تم تک پہنچانے میں' میں تم سے بھرپور تعاون کروں گی۔ مجھے پوری امید ہے' میرے بڑے ساحل کی موجودہ پوزیشن سے ضرور آگاہ ہوں گے۔ مجھے ذرا ان تک رسائی حاصل کر لینے دو۔ پھر ریسنڈ اور ساحل کی مسٹری پر سے پردہ اٹھ جائے گا۔"

راکیل کا ایک ایک لفظ خلوص اور اپنائیت سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے دوستی سے لب ریز لہجے نے مجھے کوئی اور سوال نہ کرنے دیا اور میں خاموش نظر سے اسے تکنے لگا۔ یہ ایک طرح سے اس کا ساتھ دینے کے لیے میری رضامندی تھی۔

اس نے کہا "اولڈ کریل مین روڈ یعنی ہائی وے تھری پر واقع ہے۔ اگر ہم اینکریج سے فیئر بینکس کی طرف جائیں تو یہ مقام کریی کے بعد پڑتا ہے" کریی" وہ جگہ ہے جہاں سے ربی مونٹے ہائمن کے بندے پیٹرس ویل جانے کے لیے مڑتے ہیں۔ اگر ہم صحیح سلامت اولڈ کریل پہنچ جاتے ہیں تو پھر سمجھو ایک طرح سے ہم آزاد ہوں گے۔ ہم ہائی وے پر سفر کریں یا ٹرین پکڑیں' ہمیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہوگا۔"

راکیل بڑی عرق ریزی سے مجھے لائحہ عمل کی تفصیل بتا رہی تھی اور میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اپنی ساحل کے تصور میں کھویا ہوا تھا۔ وہ ساحل جس کے تصور میں' میں پُرشور سمندر کے طوفانی تھپیڑے کھا رہا تھا مگر ہزار کوشش کے باوجود بھی اس تک رسائی ممکن نہیں ہو رہی تھی۔

پتا نہیں میرے مقدر میں کوئی خرابی تھی یا قدرت کی طرف سے ایک سنگین آزمائش میں ڈال دیا گیا تھا۔ ساحل میرے اندر اس طور سمائی بیٹھی تھی کہ اس کی جدائی کے بارے میں سوچتے ہوئے دل کی نازک رگیں ٹوٹنے لگتی تھیں!

☆☆☆

جنوری کا مہینا الاسکا کے لیے بڑا قیامت خیز ثابت ہوتا ہے۔

عام سی بات ہے! جب ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے تصور میں ایک آگ سی جلنے لگتی ہے' ہمارا احساس پش کی لپیٹ میں آ جاتا ہے اور تاحد نگاہ تباہی و بربادی کے مناظر ابھرنے لگتے ہیں مگر یہ جنوری کا قیامت خیز مہینا الاسکا کی ٹھنڈک میں اضافہ کرنے کے سوا کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیتا۔ یہاں کی زندگی ویران اور اجاڑ ہو کر رہ جاتی ہے۔ سورج دیکھنے کو آنکھیں ترس جاتی ہیں اور رات دن کا شمار گھڑیوں کا مرہونِ منت ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہم محض گھڑی میں وقت دیکھ کر ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس لمحے دن ہے یا رات' صبح ہے یا شام؟ کیسی محتاجی اور بے بسی کی زندگی ہے۔

میں نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ شام کے پانچ بجنے والے تھے۔ دیگر ضروری اشیا کے ساتھ ہی یہ گھڑی بھی راکیل نے مجھے دی تھی۔ ہم خدا خدا کر کے دنیالی نیشنل پارک سے نکل آئے تھے۔ اس وقت ہم اولڈ کریل میں ہائی وے تھری کے کنارے کھڑے تھے۔ ماؤنٹ مکنلے سے اولڈ کریل تک جنوب مشرق میں ہم نے دنیالی نیشنل پارک کا جو حصہ پاٹا تھا اس کی کٹھنائیوں کی تفصیل میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کٹھنائی تو آخر کٹھنائی ہی ہوتی ہے۔ چھوٹی یا بڑی ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر تھا کہ کسی ناخوشگوار واقعے کے ظہور کے بغیر..... ہم بہ خیر و عافیت اپنی منزل پر پہنچ گئے تھے..... یعنی میرے تئیں ایک نامعلوم منزل کے پہلے زینے پر!

ہم ہائی وے کے کنارے جس مقام پر کھڑے تھے وہاں قریب ہی ایک گیس اسٹیشن نظر آ رہا تھا۔ امریکا والے پیٹرول پمپ کو گیس اسٹیشن کہتے ہیں۔ بہرحال مذکورہ گیس اسٹیشن کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا جنرل اسٹور بھی موجود تھا۔ راکیل میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"وجدان! تم دو منٹ یہاں رکو۔ میں ذرا اسٹور میں جا رہی ہوں۔"

"کیا کوئی کھانے پینے کا سامان خریدنے جا رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

ہمارے بیگز میں اشیائے خورونوش کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود تھا۔ سب سے زیادہ مقدار ڈرائی فروٹس کی تھی جو اس موسم میں زندگی کی حرارت قائم رکھنے کے لیے از حد ضروری تھے۔

راکیل نے میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "میں اسٹور میں سے اپنے بڑوں کو ایک فون کر کے موجودہ صورتِ حالات سے..... آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا اتنی اہم باتیں اسٹور کے فون پر کرنا ٹھیک ہے؟"

"اس برفیلے موسم میں یہ اسٹور ویران ہوگا۔" راکیل نے کہا "مجھے نہیں امید کہ ایک سیلز مین کے علاوہ بھی اندر کوئی

جود ہو۔ پھر میں نہایت ہی مختصر اور کام ہی کی بات کروں ا۔ ان لوگوں سے جلد از جلد رابطہ کرنا بہت ضروری ہے۔"

میں نے ایک فوری اور اچھوتے خیال کے تحت ا" راکیل! پہلے میں ایک فون کر کے آتا ہوں۔ اس کے رتم جانا۔" اس وقت میرا ذہن نہایت ہی برق رفتاری سے م کر رہا تھا۔

"تم کسے فون کرنا چاہتے ہو؟" وہ حیرت آمیز نظر سے یکھنے لگی۔

"ربی کو!" میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ربی مونٹے ہائمن؟" اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل ئیں۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ تشویش ناک لہجے میں بولی "یہ بہت ہی خطرناک ہوگا ان! ابھی تو ہم کسی محفوظ پناہ گاہ تک بھی نہیں پہنچے۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔ میں ربی سے "ہیلو ہائے" کر کے پس آ جاؤں گا۔" میرے ذہن میں ایک منفرد منصوبہ از خود تیب پاتا چلا جا رہا تھا۔

"تم مذاق تو نہیں کر رہے؟" وہ بے حد الجھی ہوئی تھی۔

"میں اس وقت انتہائی سنجیدہ ہوں۔"

اس نے پوچھا "تمہارے پاس ربی کا فون نمبر ہے؟"

"اس کا نمبر تم مجھے دو گی۔" میں نے قطعیت سے ا" ربی میرے سامنے اقرار کر چکا ہے کہ اس کے خفیہ کانے میں ٹیلی فون کا نظام موجود ہے جہاں سے دنیا کے کسی ی ملک..... اور ملک کے کسی بھی علاقے سے فون کیا جا سکتا ہے اور تم....." میں نے جملہ نامکمل چھوڑ کر تھوڑا توقف کیا پھر ا۔

"راکیل! تم ایک عرصے سے ربی کے سایے میں کام رہی ہو۔ وہاں کے فون نمبرز تو تمہیں ازبر ہوں گے۔ کیا ا غلط کہہ رہا ہوں؟" بات ختم کرتے ہی میں نے اس کی نیلی نکھوں میں جھانکا۔

"تم غلط نہیں کہہ رہے ہو۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتے ئے بولی "مجھے وہاں کا فون نمبر یاد ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہ اس نمبر پر براہِ راست تمہاری ربی سے بات بھی جائے۔"

"تم اس الجھن میں نہ پڑو کہ میں ربی کو کیسے آن لائن رتا ہوں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا "یہ میرا دردِ سر ہے۔ تم ہ وہاں کا نمبر بتاؤ؟"

"مسکس' ایٹ' تھری۔ ٹو' تھری' فور' فائیو!" اس نے نمبر دہرایا پھر عجیب سے لہجے میں بولی "پتا نہیں تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو!"

میں نے مذکورہ فون نمبر کو اپنے ذہن میں نقش کیا۔ اس نمبر میں "مجھے سوتر اسی" تو دنیالی اینکریج کا نمبر تھا یعنی وہاں کا ایریا کوڈ۔ باقی "دو ہزار تین سو پینتالیس" ربی کے ٹھکانے کا نمبر تھا۔ یہ بڑے کام کے فگر زمیرے ہاتھ آ گئے تھے!

میں نے راکیل سے کہا "میں جو بھی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں' وہ ابھی تمہارے سامنے آ جائے گا۔ تم تو جانتی ہو' میں ایک جادوگر ہوں۔ پھر خواہ مخواہ کے اندیشوں میں کیوں گھرتی ہو؟"

"جادوگر!" اس کے ہونٹوں پر ایک خوشگوار اور آسودہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

میں اسے وہیں چھوڑ کر اسٹور کی جانب بڑھ گیا۔

راکیل کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا۔ اس بھرے پرے چھوٹے سے اسٹور میں سیلز مین کے سوا مجھے کوئی اور بندہ بشر دکھائی نہ دیا۔ کوئی گاہک اور نہ ہی کوئی اسٹاف ممبر۔ اس اسٹور کا اکلوتا سیلز مین کسی تازہ ترین پورنوگرافک میگزین کے مطالعے بلکہ مشاہدے میں غرق تھا۔ میری آمد پر اس نے نگاہ اٹھا کر بڑے سرسری انداز میں مجھے دیکھا اور میرا مدعا جاننے کے بعد دوبارہ اس ہوش ربا میگزین کی رنگین و سنگین فضاؤں میں سانس لینے لگا۔ باہر کی بہ نسبت اسٹور کے اندر کا ماحول درجۂ حرارت کے اعتبار سے خاصا فرحت بخش تھا۔ میں پہلی فرصت میں اپنے کام سے لگ گیا۔

ڈائلنگ کی تکمیل کے بعد تیسری گھنٹی پر دوسری جانب فون اٹینڈ کر لیا گیا۔ اڑتیس میں مجھے ایک سنجیدہ نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو!"

"میں راجر بات کر رہا ہوں۔" میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کہنا شروع کیا "ربی سے میری بات کروا دو۔"

"ربی؟" اس عورت نے اپنی سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا "یہاں کوئی ربی نہیں ہوتا۔"

"میں ربی مونٹے ہائمن کی بات کر رہا ہوں۔"

"مسٹر راجر! یہ ایک انٹیکس ہاؤس ہے۔" اس نے کہا "سوری' رانگ نمبر۔"

اس بات کا مجھے پہلے سے خدشہ تھا کہ وہ فون نمبر ربی مونٹے ہائمن کے نام سے یا اس کی تنظیم کے نام سے نہیں ہوگا۔ سلسلہ جو بھی ہو لیکن کسی انٹیکس ہاؤس کی توقع ہرگز ہرگز نہیں کر رہا تھا۔ میں نے قدرے برہمی سے کہا۔

''یہ اسٹیکس بار ہے یا تم اسنیک چار مرو' اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر فوری طور پر تم نے ربی موشے ہائمن سے میرا رابطہ نہ کرایا تو ربی اور اس کے مشن میں بہت بڑا رخنہ پڑ جائے گا۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا؟''

''مسٹر راجر! اگر تمہیں کسی ربی سے ملنا ہے تو سیدھے سائناگاگ چلے جاؤ۔'' اس نے پہلے والی سنجیدگی کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے کہا۔

سائناگاگ (SYNAGOGUE) یہودیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ اس مخصوص طرز کی عمارت میں ہر قسم کی مذہبی اور سیاسی پیغامات بازیاں ترتیب دی جاتی ہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں کی بعض مسجدوں میں بھی مذہب کے ساتھ ساتھ سیاست کا عمل دخل دیکھنے میں آتا ہے۔ کاش ہم آپس میں نفرتوں اور لسانی و فرقہ واریت سیاست کو فراموش کر کے ایک ہو جائیں۔ ایک ہو جائیں اور نیک ہو جائیں..... پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس دنیا کے آخری حکمراں ہم مسلمان ہی ہوں مگر اے کاش.....!

اس سے پہلے کہ میں جواب میں کچھ کہتا' دوسری طرف پس منظر میں مجھے ایک بھاری بھرکم مردانہ آواز سنائی دی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس آواز کو میں نے پہلے بھی کہیں سنا ہے اور اس ساعت کو زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا۔ وہ ممکنہ شناسا شخص ٹیلی فون والی سے پوچھ رہا تھا ''سوزن! کس سے الجھ رہی ہو؟''

''کوئی مسٹر راجر ہے۔ میں کہہ چکی ہوں' رانگ نمبر لیکن وہ بہ ضد ہے کہ.....''

''لاؤ' ریسیور مجھے دو۔'' سوزن کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی اس شخص نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ دوسرے ہی لمحے ائرپیس میں مجھے اس کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''ہیلو مسٹر راجر؟''

وہ پورے کھٹراق سے براہِ راست مجھ سے مخاطب ہوا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ربی موشے ہائمن کا دستِ راست برنارڈ لیو تھا۔ میں نے اپنی پالیسی کے مطابق کہا۔

''تم کون ہو؟ مجھے فوری طور پر ربی سے بات کرنا ہے۔ پلیز' دیر نہ کرو ورنہ بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔''

برنارڈ نے مجھے پہچاننے سے انکار کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ربی کا چلایا ہوا جادو ابھی تک پوری طرح مجھ پر اثر انداز ہے۔ دوسری جانب سناٹا چھا گیا۔ مجھے ایک سو ایک فی صد یقین تھا' برنارڈ لیو بھی میری آواز کو پہچان گیا ہوگا۔

چند لمحات کی خاموشی کے بعد اس نے گمبھیر آواز میں کہا ''پلیز ہولڈ آن مسٹر..... راجر!''

تیس سیکنڈ بعد ربی موشے ہائمن کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''میرے بچے! تم کہاں ہو؟'' اس کی آواز میں تشویش سے زیادہ تجسس بھرا ہوا تھا۔

میں نے سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت کہا ''میرے محترم ربی مربی! میں نہیں جانتا کہ اس وقت کہاں ہوں۔ بس احساس ہے آپ سے مجھے دور کر دیا گیا ہے۔''

''تم فکر نہ کرو میرے بچے۔'' وہ تسلی دیتے ہوئے بولا ''میں تمہیں دوبارہ بہت جلد خود سے قریب کر لوں گا۔ مجھے بتاؤ تمہیں مجھ سے جدا کرنے والے کون لوگ ہیں؟''

''جناب! میں آپ کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔'' میں نے ربی کو فریبِ مسلسل میں مبتلا رکھتے ہوئے کہا ''یا پھر یہ جانتا ہوں کہ میرا نام راجر ہے اور میں صرف آپ سے متعلق ہوں۔''

''اوہ میرے بچے!''

ربی موشے ہائمن نے یہ مختصر سا جملہ ایسے جذباتی انداز میں ادا کیا جیسے وہ میری جدائی میں اپنی آنکھوں کے سوتے خشک کر چکا ہو۔ اس کے اظہار میں مامتا کی جھلک تھی لیکن چونکہ اس کی بدنیتی اور مکار ذہنیت سے پوری طرح آگاہ ہو چکا تھا اس لیے اس کے جذباتی ڈائیلاگ کے پیچھے میں دبے ہوئے جوش کو میں نے فوراً بھانپ لیا۔ وہ اس امر پر دلی مسرت سے نہال تھا کہ اس نے مجھ پر ہپناٹزم کا جو عمل کیا تھا وہ صد فی صد کامیاب رہا تھا۔ یہ چی اور یوگا کی نوازش تھی کہ میرا مضبوط اعصابی کا مظاہرہ کر کے ایک سپر سائنک گیم کھیل رہا تھا۔ ربی موشے ہائمن جیسے جید عالم کو چکر دینا کوئی آسان بات نہیں تھی۔

میں نے اپنی آواز میں اس گم شدہ بچے کی غمگینی اور یاسیت بھری جو بھرے پُرے میلے میں اپنی ماں کی انگلی چھوٹ جانے سے بچھڑ جاتا ہے ''میرے ربی! میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے پاس بلا لیں۔''

''میں ابھی بلاتا ہوں۔'' وہ منافقت آمیز رقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا ''جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہوا' تمہیں کیسے اور کن لوگوں نے مجھ سے جدا کیا ہے میں تمہیں بُلا نہیں کر سکوں گا۔ پریشانی سے نکلو اور ذرا غور کر کے بتاؤ' تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے ہیں؟''

میں نے اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے بے بسی سے کہا ''میں ان لوگوں سے واقف نہیں ہوں۔ انہوں

مجھے بے ہوش کرنے کے بعد وہاں سے نکالا تھا۔"

"اس وقت تم کہاں سے فون کر رہے ہو؟"

"میں ان مقامات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا "میں ایک اسٹور سے آپ کو فون کر رہا ہوں۔ ادھر روڈ پر میں نے ہائی وے ٹو کا ایک بورڈ نصب دیکھا ہے اور اس کے نیچے بڑے جلی حروف میں "ڈیل کم ٹو فیئر بینکس" لکھا ہوا ہے۔" تھوڑا متوقف ہو کر میں نے اضافہ کرنا ضروری جانا "اس کے بعد "پانچ کے ایم" درج ہے۔"

جب چکر ہی دینا ٹھہرا تو پھر دروغ گوئی میں کوئی کمی کیوں چھوڑی جائے۔ میں نے یہ بات انکل بچو سے کہی تھی۔ جواب میں ربی کی تشویش بھری آواز میری سماعت تک پہنچی۔

"اوہ! میرے بچے! تم تو فیئر بینکس سے بہت آگے نکل گئے ہو۔ ہائی وے ٹو مشرقی سمت سے فیئر بینکس کی طرف آتی ہے تم ہائی وے ٹو پر فیئر بینکس سے محض پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر کھڑے ہو اگر تم فیئر بینکس سے پیچھے ہوتے تو ہائی وے تمہری پر کہیں کھڑے پائے جاتے۔ بہرحال" وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر پکارنے والے انداز میں بولا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری موجودہ لوکیشن کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ تم اسی اسٹور میں انتظار کرو۔ میں اپنے چند بندوں کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔"

"بس' اب میری ساری پریشانیاں دور ہو گئیں۔" میں نے جی اٹھنے والے انداز میں کہا۔

وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولا "چلو اچھا ہوا' تمہارا سراغ مل گیا۔ اب ساحل کا مسئلہ باقی ہے۔"

ساحل کے ذکر پر میرے رگ و پے میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ ربی کی بات سے واضح تھا' وہ ساحل تک رسائی حاصل نہیں کر سکا تھا جس کا ایک ہی مطلب تھا' ساحل اس کے پاس نہیں رہی تھی۔ میں نے انجانے پن کی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ساحل کون ہے میرے ربی؟"

یہ جملہ پورے تاثر کے ساتھ ادا کرنے کے لیے مجھے اپنے دلی جذبات کو اوکھلی میں ڈال کر موسلوں کے حوالے کرنا پڑا تھا۔ میرا سوال سن کر ربی گڑبڑا گیا۔ میں نے فوراً اندازہ لگایا' اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا' معاملے کو سنبھالتے ہوئے اپنی مخصوص گونج دار آواز میں بولا۔

"ساحل ایک لڑکی ہے۔ اسے بھی تمہارے ساتھ ہی یہاں سے اغوا کیا گیا ہے۔"

میں نے اس کے دکھتے ہوئے پہلو پر ایک خطرناک ضرب لگائی "محترم! کیا اس لڑکی کا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔ اسے میرے ساتھ کیوں اغوا کیا گیا۔ میں تو کسی ساحل کو نہیں جانتا۔"

"تم واقعی اس لڑکی سے واقف نہیں ہو۔" وہ اپنی غلطی کو چھپانے کے لیے لیپا پوتی کرتے ہوئے بولا "اور نہ ہی اس کا تم سے کوئی تعلق ہے۔ ابھی تم اپنے ذہن کو مت تھکاؤ۔ جب میں تمہیں واپس بلالوں گا تو اس بارے میں ہم تفصیلی بات کریں گے۔ اوکے؟"

وہ اپنی لغزش پر قابو پا چکا تھا۔ میں نے تشکر آمیز لہجے میں کہا "تھینک یو مائی ریسپکٹیڈ ربی!"

اس نے چونکے ہوئے لہجے میں سوال کیا "تمہیں اغوا کرنے والے اب کہاں ہیں۔ انہوں نے تمہیں آزاد کیوں چھوڑ رکھا ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا میرے ربی!" میں نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا "جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو اس ہائی وے کے کنارے کھڑے پایا ہے اور پہلی ہی فرصت میں آپ کو فون کر رہا ہوں۔"

"بڑی عجیب سی صورت حال ہے۔" وہ جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولا پھر تشویش ناک انداز میں پوچھا "تمہیں یہاں کا ٹیلیفون نمبر کس نے دیا؟"

میں نے حاضر دماغی کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "آپ نے محترم ربی!"

"وج..... راجر! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

ربی کے لہجے میں موجود تعجب نے مجھے باور کرا دیا کہ وہ میری بات سن کر ایسے اچھلا ہوگا جیسے اس نے ہائی ٹینشن وائر کو ننگے ہاتھوں سے چھو لیا ہو۔ بوکھلاہٹ میں وہ مجھے "وجدان" کہہ کر پکارنے والا تھا لیکن "وج" کی ادائی کے بعد ہی سنبھل گیا۔

میں نے اس کی حالت اور کیفیت سے پوری طرح محظوظ ہوتے ہوئے گمبھیر مگر سعادت مندانہ لہجے میں کہا "میرے عظیم ربی مربی! جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے ذہن میں آپ کو بولتے ہوئے سنا۔ آپ اپنی مخصوص آواز میں مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں آپ کو فون کروں۔ میں آپ کی ہدایت سن کر الجھ گیا ہوں کیونکہ آپ کا ٹیلی فون نمبر مجھے معلوم نہیں تھا۔"

میں نے لمحاتی توقف کے بعد اداکاری..... صوتی

اری کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "اسی ..... میرے محترم اسی لمحے آپ نے اپنے رابطے کا فون نمبر یا۔ میں نے یوں محسوس کیا جیسے آپ میرے روبہ رو "

افسوس کہ اس وقت میں ربی موشے ہائمن سے بہت دور س لیے اس کے چہرے پر بے یقینی کے ہیجان آمیز ات کو ابھرتے ہوئے دیکھنے سے محروم رہا۔ میں نے بات گے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پھر میں فوراً اس اسٹور میں آیا اور اب آپ سے فون پر کر رہا ہوں۔ یہ..... یہ مجھے کیا..... ہو رہا ہے....." میں ا چانک اپنی آواز اور الفاظ میں ہائی کو الٹی ڈارے کو شامل یا "یہ کون میرا گلا دبا....." میرے حلق سے پھنسی پھنسی سی ز خارج ہوئی جو رفتہ رفتہ معدوم ہوتی چلی "..... میرا..... گلا.....!" پھر میں خاموش ہو گیا۔

میں نے دانستہ فون بند نہیں کیا تھا۔ دوسری طرف سے ی گھبراہٹ آواز ابھر رہی تھی۔ وہ مجھے پکار رہا تھا..... اور پکار میں احتیاط کا دامن اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

"راجر! کیا تم میری آواز سن رہے ہو.....؟ تم میری کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو راجر؟..... تم ٹھیک تو ہو ان؟ راجر..... وجدان..... تمہیں کیا ہو گیا ہے.....؟"

میں نے دھیرے سے ریسیور کریڈل کر کے ٹیلی فونک لہ موقوف کر دیا۔

میں نے اگرچہ ربی سے کلام کرتے ہوئے اپنی آواز کو عاد ہموار رکھا تھا پھر بھی ہمارے درمیان جس قسم کی گفتگو ہوئی ں اس سے سلیز مین کا چونک جانا لازمی تھا مگر وہ اللہ کا بندہ ہوں کا غلام اسی طرح نیوڈیگیزین پر سر جھکائے خاموش لاتعلق بیٹھا تھا۔ میں نے اسے اور اس کے شوق کو دل ہی میں "شاباشی" دی اور اسٹور سے باہر نکلنے کے لیے پلٹا تو یلی پر نگاہ پڑ گئی۔ شاید وہ باہر کے شدید موسم سے اکتا کر ر آ گئی تھی۔ بہرحال اس کا یہ فیصلہ درست تھا۔

میری نظر سے اس کی نظر ملی تو وہ معنی خیز انداز میں رادی۔ اس کی آنکھوں میں جھلکنے والے رنگوں نے مجھے یا کہ سلیز مین نے نہ سہی لیکن راکیل نے بڑے کو خوش وع سے میری باتیں سنی تھیں۔ جواباً میں بھی زیرلب رادیا۔

وہ فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دھیرے سے "تم صرف جادوگر ہی نہیں بلکہ بازی گر بھی ہو..... ایک ٹھاک چکر باز!"

میں نے اس کے اظہار خیال پر کوئی تبصرہ کرنا ضروری نہ سمجھا۔ وہ خاموشی سے فون کے ساتھ مصروف ہو گئی۔ لگ بھگ مزید پانچ منٹ بعد ہم اپنی ضرورت پوری کر کے اس اسٹور سے باہر نکل رہے تھے۔

ربی اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو راکیل نے بھی سنی تھی۔ اسی طرح راکیل اور اس کے کسی سینئر کے مابین جو باتیں ہوئیں وہ میں نے سنی تھیں تاہم ہم دونوں یک طرفہ باتوں کے سامع تھے۔ یعنی میں نہیں جانتا تھا' راکیل کے سینئر نے اس سے کیا کہا اور راکیل کو معلوم نہیں تھا' دوسری طرف ربی مجھ سے کیا کہہ رہا تھا البتہ ہم نے اپنے طور پر کچھ اندازے قائم کر لیے تھے۔

میں نے آئندہ کا پروگرام جاننے کے لیے راکیل سے استفسار کیا "اب کیا کرنا ہے؟"

اس نے مختصر الفاظ میں مجھے بتایا کہ اہنکر تیج میں اس کی ایک سینئر سے بات ہو گئی ہے "اس کا نام وانگ شو ہے۔ وانگ شو نے کہا ہے کہ ہمیں فوری طور پر دینالی کے ایک ہوٹل "ہارپر لاج" پہنچنا ہے۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ ہمارے لیے ایک گاڑی بھیج رہا ہے جو ہمیں بحفاظت دینالی کے مذکورہ ہوٹل پہنچا دے گی۔ اس ہوٹل کے ریسپشن پر بی یانگ نامی ایک لڑکی سے ہمیں ملنا ہوگا۔ باقی کا ایکجوئل وہ لڑکی ہی ہمیں بتائے گی۔"

راکیل خاموش ہوئی تو میں نے پوچھا "کیا تم نے اہنکر تیج میں اپنے کسی بڑے سے بات کی ہے؟"

"بڑے کے اسسٹنٹ سے" اس نے بتایا "اہنکر تیج میں ڈاکٹر مونگ ریوشے اس مشن کو کنٹرول کر رہا ہے۔ وانگ شو ڈاکٹر کا اسسٹنٹ ہے۔ اس نے بتایا ہے فی الحال اہنکر تیج میں ہمارا داخلہ بہت خطرناک ہوگا۔ یہودیوں کی جی ڈی پی نامی تنظیم پوری طرح سرگرم ہو چکی اور وہ بڑی شدومد سے ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

"کیا وانگ شو نے ریمنڈ یا ساحل کے بارے میں کچھ بتایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں" وہ نفی میں گردن جھٹکتے ہوئے بولی "اس سے تمہارے سامنے ہی تو بات ہوئی ہے۔ ہوٹل پہنچ کر میں ڈاکٹر مونگ سے تفصیلی بات کروں گی۔ مجھے اپنی پوزیشن بھی کلیئر کرنا اور آئندہ کے لیے ہدایات بھی لینا ہیں۔ ربی اور اس کی تنظیم میں واپسی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

حالات اس طور پیش آئے تھے کہ واقعی راکیل اب یہودیوں کی نظر میں معتوب ٹھہر چکی تھی۔ ہم اندھے غار میں

جن چار فوجیوں کو لمبا لٹا آئے تھے انہیں کبھی نہ کبھی بیدار بھی ہونا تھا' پھر ہمارا کارنامہ زیادہ دیر تک چھپا نہ رہتا۔ میں جانتا تھا' ربی موشے ہائمن بہت جلد اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کہ مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا بلکہ میں راکیل کے ساتھ اپنی مرضی سے فرار ہوں۔ راکیل کی حیثیت غدار کی اور میں مفرور تھا مگر میں نے وقتی طور پر ربی کو جس طرح الو بنایا تھا وہ خاصا محفوظ کن تھا۔

راکیل نے پتا نہیں میری سوچ پڑھ لی تھی' جلدی سے بولی" تم نے ربی موشے ہائمن کو بری طرح بے وقوف بنایا ہے۔"

میں نے کہا" جو لوگ حد سے زیادہ شاطر اور چال باز ہوتے ہیں انہیں چکر دینا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ بس اس سلسلے میں تھوڑی ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔"

وہ معنی خیز نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی" یہ تم ہائی وے ٹو پر کھڑے کیا کر رہے تھے؟"

" کچھ بھی نہیں۔" میں نے کہا" میں نے تو ایسے ہی ایک ہائی وے کا نام لے دیا تھا۔ جب ہائی وے تھری ہو سکتی ہے تو ہائی وے ٹو بھی کہیں نہ کہیں ہونا چاہیے البتہ' ویلکم ٹو فیئر ہیلنگس" اور" فائیو کلومیٹر" کے سلسلے میں' میں نے سراسر تکا لگایا تھا۔"

" پتا نہیں' یہ تمہارا تکا کس قسم اور کس مزاج کا ہے!" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

" کیوں' کیا ہو گیا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ بولی" یہ اپنی سمت اور رخ کو ایک لمحے کے لیے نہیں بھولتا۔ سید ھانشانے پر جا کر لگتا ہے۔" بات ختم کر کے وہ مجھے ٹٹولنے والی نظر سے تکنے لگی۔

" تم کہنا کیا چاہتی ہو!" میں الجھ گیا" کیا میں نے اس تکے کے پردے میں کوئی حقیقت کھول دی ہے؟ تمہارے انداز سے تو محسوس ہو رہا ہے' ویلکم ہائی وے اور فائیو کلومیٹر میں بڑا دم ہے!"

وہ سنجیدہ لہجے میں بولی" کوئی ایسا ویسا دم!" پھر ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کرتے ہوئے بتایا" ہائی وے تھری کی طرح الاسکا میں ہائی وے ٹو بھی موجود ہے اور واقعی یہ روڈ فیئر ہیلنگس سے نکلتی ہے۔ ہائی وے ٹو جنوب مشرق میں ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد سیدھی کینیڈا کی سرحد سے جا ملتی ہے۔ راستے میں ڈیلٹا جنکشن پر اس ہائی وے سے ہائی وے فور نکلتی ہے جو انتہائی جنوب میں' کاناکا کی طرف جاتی ہے۔ کینیڈا سے تھوڑا پہلے ہائی وے ٹو میں سے ٹوک کے مقام پر ہائی وے ون نکلتی ہے جو جنوب مغرب میں چلتے چلتے بالآخر گلکانا سے جا ملتی ہے۔ ہائی وے ون" ٹوک" اور" گلکانا" ملا کر وہی کام سرانجام دیتی ہے جو ہائی وے فور' ڈیلٹا جنکشن اور گلکانا کو آپس میں ملانے پر انجام دیتی ہے اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ....."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر تھوڑا متوقف ہوئی پھر ٹھہر ٹھہر کر ہوئے لہجے میں بولی" ہائی وے ٹو پر فیئر ہیلنگس سے پانچ کلومیٹر پہلے واقعی" ویل کم ٹو فیئر ہیلنگس" کا بورڈ نصب ہے۔"

" اوہ! میں نے اس کے انکشاف پر چونک کر اسے دیکھا پھر اپنے چہرے کے تاثرات کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا" یہ محض ایک اتفاق ہے۔"

" محض نہیں بلکہ..... خاصا جان دار اتفاق ہے۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے موضوع کو ٹوئسٹ کرتے ہوئے کہا" کیا تم جیوگرافی اور جیالوجی میں کچھ کر رکھا ہے۔ لگتا ہے تم نے الاسکا کا چپا چپا دیکھ رکھا ہے؟"

" مجھ سے زیادہ تم نے!" وہ ذومعنی لہجے میں بولی اور دستور کھوجتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی نگاہ میں بے یقینی پائی جاتی تھی" مجھے نہیں لگتا تم پہلی مرتبہ الاسکا آئے ہو!"

اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا' وائنگ شو کی بھیجی ہوئی گاڑی آ گئی۔ وہ تھرفٹی کار رینٹل کمپنی کی ایک چاق و چوبند گاڑی تھی جس کی سائیڈ میں تھرفٹی (THRIFTY) کمپنی کا مخصوص مونوگرام بنا ہوا تھا۔ مذکورہ گاڑی لش پش تھی تاہم الاسکا کے موسم اور فضا میں موجود دھند و کہر نے اس کی چم چماہٹ کو ماند کر دیا تھا۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک بھاری تن و توش کا مالک شخص براجمان تھا۔

ڈرائیور نے گاڑی کے اندر ہی رہتے ہوئے راکیل کو ایک مخصوص اشارہ کیا۔ راکیل نے اثبات میں سر ہلایا اور سرگوشیانہ لہجے میں مجھ سے کہا" وہ جدان میں اسے جانتی ہوں۔ یہ ہمارا ہی بندہ ہے لیکن بظاہر کار رینٹل کمپنی میں ملازم ہے۔ اس کا نام گاچی ہے۔ چلو گاڑی میں بیٹھتے ہیں۔"

میں نے راکیل کی تقلید کی اور اگلے ہی لمحے ہم دونوں گاڑی کی عقبی نشست پر پہنچ چکے تھے۔ گاچی نے مطلوبہ انداز میں گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑی اسے باتیں کرنے لگی۔ یہ ہوا سے باتیں کرنا دھیمی سرگوشیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ غیر برفانی علاقوں کی نسبت سے یہ رفتار کچھ بھی نہیں تھی البتہ الاسکا میں خصوصاً جنوری میں اتنی رفتار کا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ ہمارا رخ" اولڈ کریک

سے ''دینالی'' کی جانب تھا' گویا ہم انتہائی شمال کی سمت بڑھ رہے تھے۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد راکیل نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ میں نے بھی نشست کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ گاڑی کے اندر مخصوص حرارت کے سبب بڑا خوشگوار موسم تھا۔ پتا نہیں' اس وقت راکیل کے ذہن میں کیا چل رہا تھا' میں ربی اور ساحل کے بارے میں سوچنے لگا۔

ربی موشے ہائمن میرے بچھائے ہوئے ٹریپ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے گھنگلو کے آخری مرحلے میں، ہیجان خیز بوکھلاہٹ کے زیر اثر مجھے راجر کے بجائے دیدان کہہ کر مخاطب کیا تھا' گویا احتیاط کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ ربی کی اس مضطرب سوچ کا تصور کرکے مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی۔ وہ یہودیوں کا ایک جید عالم تھا۔ ہر مذہب کے عالم واجب الاحترام ہوتے ہیں لیکن ربی موشے ہائمن کی اصلیت مجھ پر کھل چکی تھی۔ میں نے اپنی مضبوط قوتِ ارادی سے کام لے کر اس کی خطرناک سازش کو بے نقاب کردیا تھا اس لیے..... میرے دل میں اس کے لیے احترام کا جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔

ربی کے مطابق ساحل بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور ابھی تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ میں مائیکل اور نیلسن کی لاشوں کو تاریک غار میں چھوڑ آیا تھا۔ ریمنڈ اور ساحل کی پُراسرار گمشدگی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ غار کے حالات سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا' مائیکل اور نیلسن کو ریمنڈ ہی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ کس مقصد کی خاطر؟

اس سوال کا سیدھا سیدھا جواب ذہن میں یہ آتا تھا..... ساحل کے حصول کی خاطر! مگر اس جواب کے بعد الجھنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلتا تھا۔ ریمنڈ نے اپنے دو ساتھیوں کو ہلاک کیوں کیا؟ وہ ساحل کو کیوں حاصل کرنا چاہتا تھا؟ میں ابھی تک ریمنڈ کو راکیل کے کیمپ کی کالی بھیڑ ہی سمجھ رہا تھا اور توقع یہی تھی وہ ساحل کو ربی موشے ہائمن کی خدمت میں پیش کرے گا لیکن ربی کی جھنجلاہٹ نے یہ راز کھول دیا تھا کہ ساحل اس کے پاس نہیں پہنچائی گئی تھی..... پھر ریمنڈ ساحل کو لے کر کہاں چلا گیا؟ ایک توجہ طلب سوال یہ بھی تھا کہ ریمنڈ اس اندھے ہار ودی غار سے نکلا کیسے تھا؟

فی الحال میرا ذہن ایسے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے قاصر تھا۔ میری سوچ ایک مخصوص دائرے میں گردش کررہی تھی۔ وہ ان سوالات سے نمٹتے ہوئے لاجواب ہوجاتی اور ایک مرتبہ پھر زیرو پوائنٹ سے اپنا کام آغاز کردیتی۔ پتا نہیں یہ کیسا دائرہ تھا جس کے اندر میں مقید ہوکر رہ گیا تھا۔

مجھے صرف یہ نظر آرہا تھا' مذکورہ دائرہ ساحل کے گرد گھومتا تھا' گویا وہ ان لاجواب سوالات کے حلقے میں بند تھی۔ ایک نادیدہ حصار کے نرغے میں تھی۔ کاش..... وہ میری بانہوں کے حصار میں بند ہوجاتی!

☆☆☆

''ہارپر لاج'' ہوٹل کی عظیم الشان عمارت دینالی نیشنل پارک کے داخلی گیٹ کے نزدیک دریائے نینانا کے قریب واقع ہے۔ دریائے نینانا (NENANA RIVER) ہائی وے تھری کے متوازی بہتا ہے۔ ہوٹل کے زیادہ تر کمروں سے اس برفانی دریا کا دل کش نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں ہارلاج کا کمرا نمبر تین سوتین ملا تھا جہاں سے دریائے نینانا کا حد نگاہ دکھائی دیتا تھا۔

ہارپر لاج کے بارے میں مجھے پتا چلا کہ اس کا افتتاح ہوئے ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے۔ اس ہوٹل میں عموماً صاحب حیثیت لوگ ہی ٹھہرتے تھے۔ یہ دینالی کا سب سے مہنگا ہوٹل تھا۔ ڈبل روم کا ایک دن کا کرایہ ایک سو بیس یو۔ ایس (امریکی ڈالرز) اور ڈی لکس سوئٹ کا ایک دن کا کرایہ دو سو بیس یو۔ ایس تھا۔ یہ ریٹس سیزن (مئی تا ستمبر) کے تھے البتہ آؤٹ سیزن میں بہ نسبت کم کرائے پر اور بہ آسانی بھی کمرا حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ہارپر لاج میں محدود ریسٹورنٹس' ریکریشن ہال' جمنازیم اور سوئمنگ پولز کی سہولت بھی موجود ہے۔ پارکنگ کا دہرا بندوبست ہے۔ گراؤنڈ فلور پر ہوٹل سے متعلق ہر خاص و عام اپنی گاڑی پارک کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک وسیع پارکنگ ایریا ہوٹل کے بیس منٹ میں بھی موجود ہے جو صرف ''ممبرز'' کے لیے مخصوص ہے۔ اس ایریا میں ''شیئر دی پارٹنرز'' اور ''چینج دی پارٹنرز'' جیسے ڈرامے ہوتے ہیں۔ اس کمیل کو آن دی ریکارڈ ''شیئر دی بیجک'' ایک ''ڈرائیو ان کی کلب'' کی حیثیت کا حامل ہے!

ریسپشن پر پی یانگ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پیشہ ورانہ دل کش مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا۔ راکیل نے وانگ شو کا حوالہ دیا تو وہ فوراً سمجھ گئی کہ ہم کون ہیں اور کس مقصد سے وہاں پہنچے ہیں۔ اتفاق سے پی یانگ اس وقت ریسپشن پر اکیلی ہی تھی۔ اس نے باری باری ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ مسٹر ڈسلوا ہیں۔'' اس کا اشارہ میری جانب تھا۔ پھر وہ راکیل کی جانب تکنے لگی ''آپ گارشیا ہو۔ آپ دونوں

دوست ہیں اور اس قیامت خیز موسم میں آپ کے ذہن میں مہم جوئی کا سودا سمایا ہے۔ آپ ایک دن کے لیے اس ہوٹل میں ٹھہریں گے۔ کل کسی وقت آپ کو چیک آؤٹ کرنا ہوگا۔''

اتنا کہہ کر وہ مڑی اور اپنے عقب میں دیوار پر نصب کی بورڈ سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی پھر ایک کمرے کی چابی ریسپشن پر میرے جانب بڑھاتے ہوئے بولی ''آپ کو اس ہوٹل کا کمرا نمبر تین سو تین دیا جارہا ہے۔ یہ ریزرویشن آپ لوگوں نے فون پر کرائی ہے۔ کیا میں صحیح کہہ رہی ہوں!''

پی یانگ بڑی صاف انگریزی بول رہی تھی تاہم اس کا ایکسنٹ غیر امریکی تھا۔ راکیل نے قرب و جوار میں نگاہ دوڑائی اور مطمئن ہونے کے بعد سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

''مسٹر وانگ شو نے بتایا تھا کہ تم ہمیں آئندہ کے لائحۂ عمل کے بارے میں.....''

وہ راکیل کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول اٹھی ''مجھے سب یاد ہے۔ آؤٹ سیزن ہونے کے باعث میں ریسپشن پر اکیلی ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد میرا آف ہوجائے گا۔ پھر میں آپ لوگوں کے کمرے میں آکر تفصیلی بات کروں گی۔ ازاٹ اوکے!''

''اٹس اوکے۔'' میں نے کہا ''جب تک ہم فریش بھی ہو جائیں گے۔''

ہم اپنے سامان کے نام پر ایک ایک بیگ کے ساتھ ہوٹل کے روم نمبر تین سوتین میں پہنچ گئے۔ بدن تھکن سے چور تھا۔ ہم ایک طویل تھکا دینے والی مہم سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے اور حالات ہمیں آگے کہاں تک لے جانا چاہتے تھے' اس کے بارے میں' میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

روم نمبر تھری ناٹ تھری ایک ڈبل روم تھا اور ہماری ضرورت کے عین مطابق بھی۔ ایک بڑی سی سلائیڈنگ ونڈو دریائے نینانا کے رخ پر کھلتی تھی تاہم ان دنوں حد سے زیادہ گرے ہوئے درجۂ حرارت کے باعث دریا میں کوئی جولانی' روانی اور بہاؤ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کمرا مکمل طور پر ائرکنڈیشن تھا جہاں رہنے کے لیے کسی اضافی گرم کپڑے کی ضرورت نہیں تھی۔

میرے مشورے پر پہلے راکیل نے باتھ لیا پھر میری باری آئی۔ وہ واش روم میں سے جتنی تھکی تھکی برآمد ہوئی تھی اس سے لگتا تھا' یہ تھکن کش باتھ مجھے بھی روئی کے مانند ہلکا پھلکا کردے گا۔ میں شاور کے نیچے کھڑے ہوکر وانگ شو اور ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے بارے میں سوچنے لگا۔

وانگ شو خاصا سمجھ دار تھا۔ اس نے میرے فرضی نام ڈسلوا سے یہاں بکنگ کرائی تھی۔ یہ نام مشرق اور مغرب میں یکساں چلتا ہے۔ راکیل کا گارشیا ہوجانا ایک عام سی بات تھی۔ سب سے اہم پوائنٹ یہ تھا کہ ڈاکٹر مونگ ریفوشے نے ہمارے بارے میں کیا سوچ رکھا تھا۔ اگرچہ ابھی تک میری اس ڈاکٹر سے بات ہوئی تھی اور نہ ہی ملاقات تاہم اس کے نام کے حوالے سے میرے ذہن میں اس کی شخصیت کا جو تصور اور تاثر ابھر رہا تھا وہ بہت ہی تجربہ کار' بردبار اور ہمہ جہت شخص کا تھا۔ راکیل نے بتایا تھا' ڈاکٹر اینکریج میں رہتے ہوئے اس آپریشن کو کنٹرول کررہا تھا۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا وہ راکیل کے بڑوں کے لیے نہایت ہی اہم شخص تھا۔ ابھی تک یہ بھی واضح نہیں ہوسکا تھا' راکیل کے بڑے درحقیقت کون لوگ تھے؟ میرے اندازے کے مطابق ان کا تعلق بدھ بھکشوؤں ہی سے ہوسکتا تھا۔ کس سطح پر؟ اس کا علم آگے چل کر ہی ہوسکتا تھا!

الاسکا کے نہایت ہی واہیات موسم میں شاور کا پانی کسی غیر مترقبہ نعمت سے کم نہیں تھا۔ میں گرم شاور کے نیچے کھڑا ہوا تو پھر وہاں سے ہٹنا ہی بھول گیا۔ اس فرحت بخش غسل نے وقت گزرنے کا احساس مٹا دیا تھا حتیٰ کہ جب میں فارغ ہونے کے بعد باتھ روم سے باہر آیا تو پی یانگ راکیل سے ملاقات کرکے جاچکی تھی۔

''کیا تم واش روم میں سوگئے تھے؟'' راکیل نے پوچھا۔

میں نے کہا ''اگر سوگیا ہوتا تو پھر صبح سے پہلے باہر نہ آتا۔''

راکیل نے مجھے بتایا کہ پی یانگ سے اس کی بات ہوگئی ہے ''اس کے مطابق ہمیں کل صبح کے بعد یہاں سے روانہ ہونا ہے الاسکا کی معروف ریل روڈ ''اینکریج۔ فیئر بینکس ایکسپریس'' میں ڈسلوا اور گارشیا کے نام سے ہماری ریزرویشن ہوچکی ہے۔ یہ ٹرین دینالی میں رکنے کے بعد آگے بڑھتی ہے۔''

''بس یا اور کچھ؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔

''فی الحال بس!''

''اتنی سی بات کے لیے پی یانگ کو استعمال کیا گیا ہے۔'' میں نے بیزار کن انداز میں کہا ''یہ اطلاع تو وانگ شو بھی تمہیں فراہم کرسکتا تھا۔''

وہ سمجھانے والے انداز میں بولی ''وہ لوگ بے حد احتیاط سے کام لے رہے ہیں وجدان.....''

''وجدان نہیں ڈسلوا!'' میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی ٹوک دیا۔

''اوہ سوری!'' وہ ندامت آمیز لہجے میں بولی پھر

بتایا۔ ''پی بدھ کہہ رہی تھی' یہ ٹرین بہ سہولت ہمیں دینالی سے اینکر تیج پہنچادے گی پھر رات دس بجے ''ٹی ڈبلیوائے'' کا ایک طیارہ ہمیں لے کر اینکر تیج سے سیٹل روانہ ہوجائے گا۔ ٹرانس ورلڈ ائرلائنز کے پاس طیارے میں ڈاکٹر مونگ ریفوشے بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔''

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا پھر الجھن زدہ انداز میں دریافت کیا ''ہم سیٹل کیوں جائیں گے..... اور کیا یہ سیٹل بھی الاسکا ہی کا کوئی علاقہ ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں گردن ہلائی اور میری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے بولی ''سیٹل دراصل امریکن اسٹیٹ واشنگٹن کا کیپٹل ہے۔''

''یعنی کیپٹل کا بھی کیپٹل؟'' میں نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

وہ ایک لمحہ مجھے سوچتی ہوئی نظر سے دیکھتی رہی پھر بولی ''شاید تم واشنگٹن کے ذکر سے ڈی سی کی طرف چلے گئے ہو!''

''تو!'' میری الجھن ابھی تک دور نہیں ہوئی تھی۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی ''ڈی سی (ڈسٹرکٹ آف کولمبیا) کو امریکی ریاستوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ درحقیقت ورجینیا اور میری لینڈ نامی دو ریاستوں سے حاصل کیے گئے تھوڑے تھوڑے علاقے کے مجموعے کا نام ہے۔ امریکی صدر جارج واشنگٹن کا پایۂ تخت یہاں قائم کیا گیا تھا اور اب یو ایس اے کے لیے ڈی سی کی حیثیت ایک دارالحکومت ایسی ہے۔'' وہ چند لمحات کے متوقف ہوئی پھر اپنے بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے بتانے لگی۔

''سیٹل کے حوالے سے میں نے جس امریکی ریاست واشنگٹن کا ذکر کیا ہے' وہ ''یو ایس کینیڈا'' کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ ریاست یو ایس اے کے انتہائی شمال مغرب میں واقع ہے اور..... اس کی باؤنڈری مونٹانا' اور یگان' آئڈا ہو نامی ریاستوں سے ملتی ہے۔''

میں نے اس کی تفصیل سے مستفید ہوتے ہوئے سوال کیا ''ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارا وہ ڈاکٹر مونگ ریفوشے ہمارے ساتھ سیٹل کیوں جارہا ہے؟''

''ڈاکٹر مونگ رات دس بجے اسی کمرے میں فون پر ہم سے بات کرے گا۔'' اس نے بتایا ''باقی کی تفصیل وہی بتائے گا۔ میں اتنا جانتی ہوں سیٹل، میں ہمارے بہت سے اہم آدمی موجود ہیں۔''

''ساحل کے بارے میں کوئی خیر خبر؟'' میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

''پی یانگ کو ساحل والے معاملے سے دور رکھا گیا ہے۔'' راکیل نے بتایا ''اس سلسلے میں ڈاکٹر مونگ سے پوچھیں گے۔''

میں نے ایک طویل انگڑائی لی پھر اس میں کچھ اضافہ کرتے ہوئے کہا ''گارشیا! مجھے تو زبردست بھوک محسوس ہورہی ہے..... اور نیند بھی آرہی ہے۔''

''میرا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے۔'' میری دیکھا دیکھی اس نے بھی منہ کھول کر ایک طویل جماہی لے ڈالی ''چلو ڈائننگ ہال میں چلتے ہیں۔ کھانا کھا کر واپس آئیں گے تو دس بجنے ہی والے ہوں گے۔ پھر ڈاکٹر مونگ سے بات کرنے کے بعد لمبی تان کر سو جائیں گے۔''

بات ختم کرتے ہی وہ خواب ناک نظروں سے ڈبل بیڈ کو دیکھنے لگی۔ وہ کنگ سائز بیڈ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ بہ یک وقت چار افراد بہ سہولت اس پر ایک گہری اور پُرسکون نیند لے سکتے تھے۔ آج کی رات مجھے راکیل کے ساتھ اس بیڈ پر سونا تھا۔ یہ تصور میرے لیے بڑا کنفیوژنگ تھا!

ہم تھری ناٹ تھری کو لاک کر کے زینے کی جانب بڑھ گئے۔ راکیل نے پوچھا ''اوپر جانا ہے یا نیچے؟''

''اوپر نیچے کیا مطلب؟'' میں نے متذبذب نظر سے اسے دیکھا ''ہمیں ڈائننگ ہال میں جانا ہے۔''

وہ بولی ''اس ہوٹل میں دو ڈائننگ ہالز ہیں۔ ایک گراؤنڈ فلور اور دوسرا سکستھ فلور پر۔'' بات ختم کر کے وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور کہا ''ہم تیسرے فلور پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ نیچے ہی چلتے ہیں۔ میرا خیال ہے گراؤنڈ فلور زیادہ مناسب رہے گا۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اور میرے ساتھ چل پڑی۔

ہار پر لاج میں ملنے والا کھانا بلاشبہ بہت لذیذ تھا۔ وہاں بوفے اور مینیو دونوں قسم کے ڈنرز کا بندوبست تھا۔ میں نے مینیو والے پورشن کو ترجیح دی اور چند منتخب چیزیں منگوالیں جو انتہائی ''محفوظ'' تھیں۔

کھانے کے دوران میں' میں نے محسوس کیا کہ ایک شخص تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ہم سے چند میزیں چھوڑ کر ایک لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہال میں چونکہ برائے نام رش تھا اس لیے بھی میں نے اس کے تاڑنے کو نوٹ کرلیا۔ اس کا انداز خاصا مشکوک تھا۔ میں نے بھی نظر بچا

چپکے چپکے ا... دیکھنا شروع کر دیا۔

... عمر چالیس سے متجاوز تھی۔ نیلی آنکھیں، ہلکی سنہری مونچھیں، سر اس کے بال بھی گولڈن ہی تھے۔ اس نے بڑی بڑی قمیص چھوڑ رکھی تھیں اور دائیں گال پر گہرے بھورے رنگ کا ایک مسّا تھا جو سور کے دانے کے برابر ہوگا۔ وہ ایک مضبوط کاٹھی کا مالک تھا تاہم اس کے ساتھ موجود لڑکی کی صحت کو دیکھ کر کہا جا سکتا تھا وہ کافی دنوں کے فاقے سے یا پھر کسی پیچیدہ و پوشیدہ نسوانی مرض میں مبتلا ہے۔ وہ پندرہ سے زیادہ کی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شخص وقفے وقفے سے خاص طور پر ہمیں ہی دیکھ رہا ہے تو میں نے راکیل کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ''پتا نہیں یہ شخص ہمیں کیوں واچ کر رہا ہے!'' میں نے کہا۔

مذکورہ شخص راکیل کی عقبی سمت میں تھا۔ اس نے گردن موڑ کے پیچھے دیکھا پھر میری طرف منہ پھیرتے ہوئے بولی ''اوہ! یہ تو ڈوگ گیٹنگ ہے!''

''کیا تم اس شخص کو جانتی ہو؟'' میں نے کھانے کا عمل جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بتانے لگی ''ایک میں کیا اسے تو سارا الاسکا جانتا ہے۔ ڈوگ گیٹنگ (DOUG GEETING) یہاں کا معروف مونٹینئر اور کلیشئر پائلٹ ہے۔''

''مگر یہ کوہ پیما ہمیں کیوں تاک رہا ہے؟''

''دیکھنے دو، ہمارا کیا جاتا ہے۔'' وہ بے پروائی سے بولی ''یہ تو ہمارے لیے آنر کی بات ہے کہ ایک جینئل ہیرو بڑی دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہا ہے ورنہ لوگ تو اس کے آٹوگراف کے لیے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ اس کے ساتھ وقت گزارنا تو اور بھی اعزاز کی بات ہے۔''

''کیا یہ جینئل ہیرو اسی قسم کی لڑکیوں کو اعزاز بخشتا ہے؟'' میں نے راکیل کے عقب میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ چونکی ''کیا مطلب۔ میں سمجھ نہیں سکی تم کہنا کیا چاہ رہے ہو۔''

میں نے کہا ''تمہارا یہ ہیرو کوہ پیما جس لڑکی کے ساتھ ڈنر فرما رہا ہے وہ مجھے تو برسوں کی بیمار نظر آتی ہے یا پھر لگتا ہے اس نے کافی عرصہ صومالیہ کے قحط زدہ علاقے میں گزارا ہو۔ دیکھو اس کی آنکھیں اور گال کس طرح اندر کو دھنسے ہوئے ہیں۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''مجھے تو یہ خاصی نوعمر بھی لگتی ہے۔ میرے خیال میں پندرہ سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔''

''میں تمہارے اس خیال سے اتفاق نہیں کر سکتی۔'' پُرجوش لہجے میں بولی ''میرا اندازہ ہے یہ لڑکی انیس سے کم نہیں ہوگی البتہ اس کی صحت واقعی قابلِ غور اور تشویش ناک ہے!''

''پتا نہیں، تم کس بنا پر اتنا بڑا اندازہ قائم کر رہی ہو!'' میں نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

وہ بولی ''امریکا کی ہر اسٹیٹ میں بلوغت کی عمر الگ الگ ہے جو سولہ پلس سے انیس تک جاتی ہے۔ گرم اسٹیٹ میں جلدی اور سرد میں دیر سے بلوغت کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے اس لڑکی کو انیس سے کم کا نہیں ہونا چاہیے۔ سن بلوغت کو پہنچے بغیر قانوناً ڈیٹنگ کی اجازت نہیں۔''

وہ پتا نہیں، مجھے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا اس کوہ پیما کی تاکا جھانکی اس دوران میں مسلسل جاری رہی تھی۔ میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں راکیل سے کہا۔

''بہرحال، تمہارا یہ مونٹینئر ذوق کے معاملے میں بہت ہی بدذوق واقع ہوا ہے۔''

راکیل نے میری رائے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور ہم ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد واپس تھری ناٹ تھری یعنی کمرا نمبر تین سو تین میں آ گئے۔

ہم نے دروازہ بند کیا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ٹیلی فون سیٹ بیڈ کے کنارے کے ایک چھوٹی سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں راکیل کو اشارہ کیا وہ میرے اشارے کی تائید میں ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اس وقت الاسکا کے وقت کے مطابق رات کے ٹھیک دس بج رہے تھے۔ قوی امکان اس بات کا تھا کہ وہ کال ڈاکٹر مونگ کی ہوگی۔

میں نے اندازہ لگایا راکیل نے پہلے ہوٹل کی ٹیلی فون آپریٹر سے بات کی تھی اس کے بعد ہی آپریٹر نے کال تھرو کر دی۔ راکیل نے اشارے سے مجھے بتایا کہ دوسری جانب ڈاکٹر مونگ ہے پھر وہ فون سیٹ کے مختلف بٹنز کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے لگی۔

اس فون سیٹ میں مائیک اور اسپیکر کی سہولت موجود تھی۔ راکیل نے اس سہولت سے فائدہ اٹھایا اور ہم تینوں صوتی اعتبار سے ایک دوسرے کے روبرو ہو گئے۔ راکیل نے ڈاکٹر مونگ کو اس بارے میں بتا دیا تھا۔ رسمی علیک سلیک کے بعد

ڈاکٹر مونگ راکیل سے باتیں کرنے لگا۔

... محسوس کیا وہ راکیل سے کوئی خاص یا اہم باتیں نہیں کر رہا تھا۔ اس گفتگو کا لبِ لباب یہ تھا کہ راکیل میرے ساتھ بہ ذریعہ ریل روڈ اینکریج پہنچے گی۔ پھر وہ ہم دونوں کو اپنے ساتھ لے کر اینکریج سے سیٹل کی جانب پرواز کر جائے گا۔ راکیل کی آئندہ سرگرمیوں اور مصروفیات کے بارے میں ادھر سیٹل ہی میں فیصلہ کیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

راکیل کے بعد ڈاکٹر مونگ ریفوشے براہ راست مجھ سے مخاطب ہوا۔ میں نے صرف اس کا نام سن کر اپنے دل میں اس کے لیے جو احترام محسوس کیا تھا وہ تاثر غلط نہیں تھا۔ وہ اپنی آواز اور بات چیت سے بھی بہت منجھا ہوا ایک تجربہ کار اور دردمند انڈین شخص لگتا تھا..... ایک سرد و گرم چشیدہ انسان!

رسمی ''ہیلو ہائے'' کے بعد میں فوراً اپنے مقصد کی طرف آ گیا ''ڈاکٹر مونگ! یہ تو مجھے معلوم ہو چکا مجھے دینالی سے اینکریج اور اینکریج سے سیٹل پہنچایا جانے والا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آپ لوگ مجھ پر اس قدر مہربان کیوں ہیں؟ اور سب سے اہم پوائنٹ یہ کہ آخر آپ لوگ ہیں کون؟''

''فی الحال تم اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ دو اور یقین کر لو کہ ہم تمہارے دوست ہیں۔'' وہ ٹھہرے ہوئے تاثر انگیز لہجے میں بولا ''تمہاری خیر خواہی اور تم پر مہربانی کا سبب یہ ہے کہ ہمارا دشمن..... بلکہ ہمارے دشمن مشترک ہیں۔ چالاک اور عیار یہودیوں کا ایک شاطر ٹولا جو بدھ ٹیل کنڈ کی عبادت گاہ کو تہ و بالا کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ لوگ ان پانچ نایاب پتھروں تک پہنچنے کا خواب دیکھ رہے ہیں جنہیں حاصل کرنے کے بعد وہ پوری دنیا پر حکمرانی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ربی موشے ہائمن ان پتھروں کی افادیت اور روحانی قدر و قیمت سے پوری طرح آگاہ ہے اور.....''

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ذرا متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''اور ہم سب نے مل کر یہودیوں کی اس ناپاک سازش کو کامیاب نہیں ہونے دینا۔ زمین کا راز اسی کے سینے میں دفن رہنا چاہیے۔''

''کیا تمہارا تعلق بدھ مت سے ہے؟'' میں نے احترام بھرے لہجے میں دریافت کیا۔

اس نے اثبات میں جواب دیا اور بتایا ''میں بھی تمہاری طرح شاؤلن ٹیمپل کا فارغ التحصیل ہوں لیکن یہ پچیس چھبیس سال پہلے کی بات ہے۔ اب تو عملی زندگی گزار رہا ہوں۔''

اس کی بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے ہیجان خیز لہجے میں پوچھا ''تمہیں یہ کس نے بتایا کہ میں نے شاؤلن ٹیمپل ایسی عظیم الشان تربیت گاہ سے ٹریننگ حاصل کی ہے؟''

''میرے بڑوں نے۔'' وہ معنی خیز لہجے میں بولا ''میں اس کے علاوہ بھی تمہارے بارے میں بہت سی باتیں جانتا ہوں۔''

''کیا بڑوں سے تمہاری مراد..... اس دور کا دلائی لاما ہے؟'' میں نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

''دلائی لاما کے بارے میں زبان کھولنے کی مجھے اجازت ہے اور نہ ہی میں اپنے انداز اس گفتار کی سکت رکھتا ہوں۔'' ڈاکٹر مونگ ریفوشے احترام سے بھرپور لہجے میں بولا ''میرے بڑے ادھر سیٹل میں ہیں۔ میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔ باقی کی باتیں تمہیں میرے بڑے بتائیں گے۔''

''تو پھر تمہارے سیٹل والے بڑے دلائی لاما سے رابطے میں ہوں گے!''

بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ میں دھنو (ساحل) کے باپ نے مجھے دلائی لاما کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ تھوچی نے یہاں تک کہا تھا کہ دلائی لاما نے مجھ پر اتنا اعتماد ظاہر کیا تھا..... اور اب یہ لوگ میرے تعاون سے ایک صیہونی سازش کو ناکام بنانا چاہتے تھے اور وہ سازش بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ سے متعلق تھی لہٰذا لامحالہ بار بار میرا دھیان دلائی لاما کی طرف چلا جاتا تھا۔

ڈاکٹر مونگ ریفوشے نے ایک مرتبہ پھر معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا اور بولا ''اس بارے میں میں کچھ نہیں جانتا کہ میرے بڑوں کا کوئی تعلق دلائی لاما سے یا نہیں!''

میں نے اس سلسلے میں زیادہ کرید مناسب نہ سمجھی اور موضوع بدلتے ہوئے کہا ''ڈاکٹر مونگ! کیا ٹیلی فون پر اتنی اہم گفتگو کرنا مناسب ہے؟''

''عام حالات میں تو قطعاً مناسب نہیں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''لیکن میں نے اپنی حکمتِ عملی سے عام حالات کو اس وقت خاص بنایا ہوا ہے۔ پی ایا نگ کی طرح جولی بھی میری وفادار ہے لہٰذا فکر اور پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ہمارے علاوہ کوئی بھی غیر متعلق شخص یہ گفتگو نہیں سن رہا۔'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''جولی سے میری مراد اس ہوٹل کی ٹیلی فون آپریٹر ہے۔''

میں نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کی اور کہا۔ ''ڈاکٹر مونگ! اب تک آپ لوگوں کا جو رویہ سامنے آیا ہے وہ انتہائی دوستانہ اور مخلصانہ ہے۔'' میں نے نظر اٹھا کر معنی خیز نگاہ

سے اپنے سامنے بیٹھی راکیل کو دیکھا اور کہا ''لیکن کیا ضروری ہے کہ میں آپ لوگوں کی انگلی پکڑ کر آگے بڑھوں؟ مجھے جو کچھ کرنا ہوگا میں اپنے طور پر کروں..... اور آپ لوگ اپنا کام کریں!''

راکیل نے خفگی آمیز نظر سے مجھے دیکھا۔ اسے میری بات پسند نہیں آئی تھی۔ اسی لمحے ڈاکٹر مونگ کی مخصوص تاثر بھری آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''مسٹر ڈسلوا! مجھے اوپر سے خصوصی ہدایت ہے کہ میں تمہارے ساتھ کسی قسم کی زور زبردستی نہ کروں۔'' وہ احتیاط کے پیش نظر مجھے وجدان کے بجائے ڈسلوا کہہ کر ہی مخاطب کر رہا تھا ''تم اپنی مرضی اور عمل کے لیے بالکل آزاد ہو لیکن یہ بات تمہیں بھی معلوم ہوگی کہ جب مقصد ایک ہو تو پھر مل جل کر کام کرنے سے جلدی کامیابی ہو جاتی ہے۔ اتفاق میں بڑی برکت ہوتی ہے۔''

''ٹھیک ہے' بالفرض میں تن تنہا اس مشن کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''ایسی صورت میں تم کیا کہو گے..... مجھے فوری طور پر کیا کرنا ہوگا؟ اس کے بعد تم کیا کرو گے؟'' میں نے اسے ٹٹولنے کی غرض سے متعدد سوالات کر ڈالے۔

''ایسی صورت میں' میں تمہیں تمہاری مرضی پر آزاد چھوڑ دوں گا۔'' وہ ترتیب وار میرے سوالات کے جواب دیتے ہوئے بولا ''تم اس وقت جہاں بھی جانا چاہو جا سکتے ہو۔ کوئی تمہیں روکے ٹوکے گا اور نہ ہی کسی قسم کی نگرانی کی جائے گی..... اور جہاں میرے کچھ کرنے کا سوال ہے تو میں اپنے حصے کے کام کو پروگرام کے مطابق آگے بڑھاؤں گا۔ ڈھنوز یرمنڈ کے ساتھ بہ حفاظت فیئر بینکس پہنچ چکی ہے۔ اسے فیئر بینکس سے ڈیلٹا ائر لائنز کے ذریعے کل شام میرے پاس اینکریج پہنچا دیا جائے گا۔ میں تمہارے ساتھ ساتھ اسے بھی سیٹل لے جانے والا تھا لیکن اب.....!''

اس کے انکشاف نے میرے اندر ایسا ہیجان جگا دیا تھا کہ میں اس کی بات مکمل ہونے کا بھی انتظار نہ کر سکا اور اضطراری لہجے میں کہا ''تم میری ساحل کی بات کر رہے ہو نا؟''

''میں ہماری دھنو کی بات کر رہا ہوں۔ وہ تیتی لڑکی جو تھوپی اور بھیر جانی کی اکلوتی بیٹی ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے گمبھیر لہجے میں کہا ''یہ ایک اتفاق ہے کہ وہ تمہاری ساحل بھی ہے۔ بہرحال میں اسی لڑکی کا ذکر کر رہا ہوں۔''

ڈاکٹر مونگ کی اس وضاحت نے میرے اندر حسد کا جذبہ ابھارا۔ مجھے یہ قطعاً اچھا نہیں لگا تھا کہ وہ میری ساحل کے لیے ''ہماری دھنو'' جیسے لفظ استعمال کرے۔ میں نے ترش آمیز لہجے میں کہا۔

''تم میری ساتھی کو میری مرضی کے بغیر کیسے کہیں لے جا سکتے ہو؟''

''اس لیے لے جا سکتا ہوں کہ وہ تمہاری ساتھی تو بہت بعد میں بنی ہے..... ہماری تو وہ شروع ہی سے ہے۔'' اس کا انداز اچانک سرد مہری میں ایسا ہو گیا تھا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اپنے پھڈے باز سسر سے مخاطب ہوں یا پھر کوئی فتنہ پرور سالا مجھے میری اوقات یاد دلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ والا معاملہ نہایت ہی اہم ہے۔ ہم دھنو کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنی نگاہ سے اوجھل نہیں کر سکتے۔ ربی موشے ہائمن کسی بھی طرح اسے دوبارہ حاصل کر سکتا ہے اور اس کے اندر سے وہ راز باہر لا سکتا ہے جس کے حصول کے لیے وہ کافی عرصے سے بے چین ہے..... پانچ مجوبڈ روزگار اور عقا پتھروں کا حصول..... ڈائمنڈ' ایمرالڈ' روبی' سیفائر' ٹوپاز۔''

یہ سن کر مجھے دلی اطمینان ہوا تھا کہ میری ساحل بہ خیر و عافیت تھی ورنہ ابھی تک تو اس کا کوئی سراغ ہی ہاتھ نہیں آ رہا تھا مگر ڈاکٹر مونگ ریفوشے جس طرح ساحل پر اپنا حق جتلا رہا تھا وہ دل جلانے والی باتیں تھیں۔ اس کے کلام کی قطعیت بتاتی تھی وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کر بھی گزرے گا۔ اس وقت ساحل ان لوگوں کے قبضے میں تھی۔ میری ذرا سی جذباتیت بنے بنائے کھیل کو بگاڑ سکتی تھی۔ ڈاکٹر واضح طور پر بتا چکا تھا کہ ڈیلٹا آئر لائنز کا طیارہ کل شام میں ساحل کو فیئر بینکس سے اینکریج پہنچانے والا تھا۔ ہم بھی ریل روڈ (ٹرین) کے ذریعے دیتالی سے اینکریج پہنچائے جانے والے تھے پھر پروگرام کے مطابق' ڈاکٹر مونگ ہمیں اپنے ساتھ سیٹل لے جانے والا تھا۔ ڈاکٹر مونگ سے ''اتفاق'' میں ایک فائدہ تو بہرحال تھا اور وہ یہ کہ کل شام اینکریج میں' میں ساحل کے ساتھ ہوتا۔

میں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ کے بارے میں ساحل سے ملنے کے بعد ہی سوچوں گا۔ فی الحال ڈاکٹر مونگ کے ساتھ دینے میں مجھے اپنا بھلا نظر آ رہا تھا۔ ایک حتمی فیصلے پر پہنچنے کے بعد میں نے ڈاکٹر مونگ کو گھیرنے کی کوشش کی۔ میرا انداز ایسا تھا کہ وہ میرے ارادے تک نہ پہنچ سکے۔

''اگر میں آپ لوگوں سے مطالبہ کروں کہ ساحل کو

میرے حوالے کردیں۔ ہم خود اپنے لیے لائحہ عمل بنائیں گے تو؟'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''یہ ممکن نہیں..... اور میں اس کی وضاحت کر چکا ہوں۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

''اگر ساحل خود میرے حق میں فیصلہ سنا دے تو؟''

''تو بھی سیٹل تک یہ ممکن نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولا ''یہاں پہنچنے کے بعد تم بڑوں سے بات کر سکتے ہو۔ ممکن ہے وہ لوگ تمہاری تجویز کو مان لیں۔ دھنو سے تعلق کے سبب تم ہمارے لیے بڑے محترم ہو بہرحال میں اپنی ذمے داری پوری کر کے چھوڑوں گا۔ اگر تم ساتھ چلتے ہو تو اچھی بات ہے ورنہ دھنو کو تو میں ضرور سیٹل پہنچا دوں گا۔''

اس کے ارادے سے لگتا تھا' وہ اسنکر بیج میں بھی مجھے ساحل کے قریب نہیں ہونے دے گا۔ میں نے دل میں سوچا ایک مرتبہ میں اس کے نزدیک پہنچ جاؤں' پھر دیکھوں گا کہ کون مجھے ساحل سے ملنے سے روک سکتا ہے۔ مصلحت کا تقاضا اور حالات کی نزاکت یہی درس دیتی تھی کہ سردست مجھے ڈاکٹر مونگ اور اس کے بڑوں سے کوئی اختلاف نہیں کرنا چاہیے ''اتفاق میں برکت ہے'' ہی کو آزمانا چاہیے۔

میں نے اپنے لہجے میں اس داماد کی بے بسی شامل کی جو بچوں والی بیوی کی وجہ سے سسرال والوں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے ''ڈاکٹر مونگ! تمہارا ساتھ دینے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے۔ میں اپنی ساحل کو کھونے کا تصور [illegible]''

وہ دوستانہ لہجے میں بولا ''تم اس میں اپنی سبکی محسوس نہ کرو۔ عین ممکن ہے سیٹل میں بڑے تم دونوں کی مرضی کے مطابق کوئی سیٹ اپ بنا دیں۔ مجھے پتا چلا ہے تم دونوں کو نہایت ہی رازداری کے ساتھ سیٹل سے وینکوور اور وینکوور سے سیدھا تائے پی (تائیوان) روانہ کیا جائے گا۔ تائے پی سے تم لوگ نیپال پہنچو گے۔''

''تم تو بہت دور تک معلومات رکھتے ہو؟'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

وہ بولا ''رکھنا پڑتی ہیں۔ وینکوور سے تم لوگ ملائشیا ائرلائنز میں بیٹھو گے اور تائے پی سے کیتھے پیسیفک کا طیارہ تمہیں نیپال پہنچائے گا۔'' ایک لمحے کا توقف دے کر اس نے خوشگوار لہجے میں اضافہ کیا ''یہ ساری باتیں ایک دوست سمجھ کر بتا رہا ہوں۔ مجھے یقین تھا..... کیونکہ بڑوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ تم اپنی جانب بڑھے ہوئے دوستی کے ہمارے ہاتھ کو بڑی مضبوطی سے تھام لو گے۔ تم ہماری دوستی پر ہمیشہ فخر کرو گے۔''

''بھئی ڈاکٹر مونگ! یہ تمہارے بڑے تو بڑے پہنچے ہوئے لگ رہے ہیں۔ بڑی کمال کی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔'' میں نے بھی دوستانہ رنگ میں کہا۔

''تم ان سے ملنے کے بعد اور زیادہ حیرت زدہ رہ جاؤ گے۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

''ضرور!'' اب میرے لہجے میں دوستی کا بھرپور تاثر ابھر آیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر مونگ ریفوشے سے کہا ''یہ نہیں بتاؤ گے کہ ساحل اور ریمنڈ کس طرح فیئر بینکس تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ میں نے ادھر ماؤنٹ مکنلے کے تاریک غار میں تمہارے ہی دو بندوں کی لاشیں پڑی دیکھی تھیں۔ میں مائیکل اور نیلسن کی بات کر رہا ہوں۔''

''میں سمجھ رہا ہوں۔'' وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولا ''اس واقعے کی خبر ہو گئی ہے۔ دراصل ساری گڑبڑ نیلسن کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ عین موقع پر اس کی اصلیت سامنے آ گئی۔ وہ بظاہر ہمارا وفادار تھا لیکن ہمارے اندر رہتے ہوئے وہ ربی موشے ہائمن کے لیے کام کر رہا تھا۔ خیر' یہ تو ہوتا ہے۔'' اس نے سرسری انداز میں کہا اور تھوڑے توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''مائیکل نے بہ حفاظت دھنو کو اس مقررہ مقام تک پہنچا دیا تھا جہاں تمہیں راکیل اینڈرسن پہنچانے والی تھی مگر تمہاری آمد سے قبل ہی نیلسن کھل کر سامنے آ گیا۔ اس نے مائیکل اور ریمنڈ کو ختم کرنے کی کوشش کی تاکہ ساحل کو وہ دوبارہ ربی کے پاس پہنچا سکے۔ مائیکل پر تو اس کا وار چل گیا تاہم ریمنڈ نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔'' وہ ایک لمحے کو رکا پھر اپنی بات کو اختتام دیتے ہوئے بولا۔

''نیلسن نے غداری کی..... اور تم جانتے ہو غدار کی سزا موت کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی!''

''مجھے یہ سن کر واقعی حیرت ہو رہی ہے۔'' میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''میں تو یہ اندازہ لگائے بیٹھا تھا کہ ریمنڈ نے غداری کی ہوگی۔ وہ مائیکل اور نیلسن کو قتل کر کے ساحل کو لے اڑا..... مگر یہاں تو بالکل مختلف حالات سامنے آ رہے ہیں۔''

ڈاکٹر مونگ ریفوشے نے کہا ''ٹرین کی بکنگ کے بارے میں تمہیں بتایا جا چکا ہے۔ ریلوے اسٹیشن پر تمہیں ریسیو کر لیا جائے گا۔ تمہارے ٹکٹ نمبرز اور سیٹ نمبرز میرے پاس پہنچ چکے ہیں تاہم تمہیں ہوٹل چھوڑنے سے پہلے ایک کام کرنا ہوگا۔''

''کیسا کام؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے بتایا ''تم دونوں اپنے حلیوں اور ہیئر اسٹائلز میں تھوڑی بہت تبدیلی کر لینا۔ صبح پی یانگ ریڈی میڈ میک اپ کا سامان تمہارے کمرے میں پہنچا دے گی۔ راکیل اینڈرسن ایک بہت اچھی میک اپ آرٹسٹ بھی ہے۔''

میں نے ستائشی نظر سے راکیل کو دیکھا' اسی لمحے ڈاکٹر مونگ کی آواز میری سماعت تک پہنچی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''یہ سارا محل احتیاط کے پیش نظر کیا جا رہا ہے۔ تم لوگوں کو دیکھنے میں بھی ڈسلوا اور گارشیا ہی نظر آنا چاہیے۔ میری بات سمجھ رہے ہو؟''

''بالکل سمجھ رہا ہوں۔'' میں نے تائیدی انداز میں کہا۔

''او کے گڈ نائٹ۔ کل ملاقات ہوگی۔''

میں نے بھی ''گڈ نائٹ'' کہا اور ریسیور کریڈل کر دیا۔

☆☆☆

دماغ کو مخصوص ہدایات دے کر سونے میں بڑا فائدہ ہے اور میں یہ کام کبھی نہیں بھولتا ہوں۔ اس رات بھی سونے سے قبل میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھے بجے تک میں نہایت ہی پُرسکون' میٹھی اور گہری نیند سوؤں گا لیکن اگر ہوٹل کے اس کمرے میں کوئی غیر معمولی خلاف توقع واقعہ پیش آنے کے آثار پیدا ہوئے تو وقت مقررہ سے پہلے ہی میری آنکھ کھل جائے گی..... اور حیرت انگیز طور پر میری آنکھ صبح چھے کے بجائے رات دو بجے کھل گئی تھی!

بیدار ہونے کے بعد میرے ذہن نے جو پہلا تاثر قبول کیا۔ وہ یہ تھا کہ کوئی اور وجود بھی مجھ سے جڑ ہوا تھا۔ مجھے یہ اندازہ قائم کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ لگی کہ وہ وجود راکیل کے سوا کسی اور کا نہیں تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

آنکھ کھلنا' کسی کو اپنے انتہائی قریب محسوس کرنا اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھنا جیسے اعمال نے مجموعی طور پر بہ مشکل پانچ سیکنڈ لیے ہوں گے۔ میں نے راکیل کا سر اپنے پیٹ پر محسوس کیا تھا اور ایک جھٹکے سے اٹھ جانے کے سبب اس کا سر میرے پیٹ پر سے لڑھک کر رانوں پر آ گیا اور..... اسی لمحے مجھے راکیل کی مجبوری کا احساس ہوا۔ ہمارا کمرا خاصا ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

راکیل کی آنکھیں بند تھیں اور سانس کی آمد و رفت سے محسوس ہوتا تھا وہ اس وقت گہری نیند میں تھی۔ رات کو سوتے وقت ہم نے اس جہازی سائز بیڈ کے دو کنارے پکڑ لیے تھے۔ لیٹنے کے بعد ہمارے درمیان کم از کم چھے فٹ کا فاصلہ حائل رہا ہوگا۔ بیڈ پر ایک ڈبل کمبل بھی تھا جو میں نے راکیل کے حوالے کر دیا تھا۔ میں کچھ اوڑھے بغیر سونا چاہتا تھا کیونکہ کمرے میں خاصا خوشگوار درجۂ حرارت تھا۔ ائرکنڈیشنر آن تھا جو کمرے کے اندر اسکا کی سردی کو پچھاڑنے میں خاطر خواہ کامیاب تھا لیکن..... اب میں محسوس کر رہا تھا کہ کمرے کی وہ مخصوص خوشگوار حرارت غائب ہو چکی تھی۔ شاید ائرکنڈیشنر میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تھی۔

میں نے بہ آہستگی راکیل کے سر کو اپنی رانوں پر سے اٹھایا اور بیڈ پر ڈال دیا۔ وہ تھوڑا سا کسمسائی پھر کروٹ بدل لی۔ ایک مرتبہ پھر ہمارے درمیان ایک معقول فاصلہ قائم ہو گیا۔ میں بیڈ سے نیچے اتر آیا اور دوسری طرف سے گھوم کر کمبل اٹھا لیا۔ موسم کی شدت سے بچانے کے لیے راکیل کو اوڑھانا ضروری تھا۔ اس کمبل کی ہیئت سے لگتا تھا' اس کی تیاری میں برفانی ریچھ کی اون استعمال کی گئی ہوگی۔ خود اسے نہ اوڑھنے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ برفانی ریچھ کی اون کے تصور نے جی متلا دیا تھا۔

اصلی انگریز یعنی برٹشرز بڑے وضع دار اور روایت پسند ہوتے ہیں۔ مختلف اوقات اور مواقع کے لیے شراب کی طرح ان کے لباس بھی مخصوص ہوتے ہیں' دن میں کیا پہننا ہے' شام میں کیا اور رات میں کیا' یہ ان سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔ سلیپنگ سوٹ' نائٹی' نائٹ گاؤن وغیرہ انہی کے چونچلے ہیں۔ بعض امریکی بھی ایسی روایات کا پاس کرتے ہیں لیکن امریکی بڑے لاابالی اور بے پروا واقع ہوئے ہیں۔ رات کو بستر میں جاتے وقت ان کی کوشش ہوتی ہے کہ لباس سے بے نیاز ہو جائیں یا پھر بدن پر کم سے کم لباس رکھیں۔ راکیل بھی اس وقت اسی طور کی تفسیر نظر آ رہی تھی۔ میں نے کمبل کو پھیلا کر اس پر ڈال دیا اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے ائرکنڈیشنر کی جانب بڑھ گیا۔

مجھے الیکٹرک یا الیکٹرونک سے زیادہ دلچسپی نہیں رہی اور نہ ہی اس شعبے میں کوئی قابل ذکر تجربہ ہے لہٰذا میں نے ائرکنڈیشنر کے کسی بٹن یا نوب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور صرف دیکھ کر ہی اس کا نقص پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

ظاہر ہے یہ ممکن نہیں تھا اس لیے مجبوراً مجھے روم سروس سے رابطہ کرنا پڑا۔ کمبل پر راکیل کا کامل قبضہ تھا اور کمرے کا درجہ حرارت صفر ڈگری سنٹی گریڈ کے آس پاس ہی کہیں ٹہل رہا تھا۔ اس ٹمپریچر پر نیند آنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

رابطہ ہونے پر میں نے اپنا مسئلہ بیان کیا ''روم نمبر تھری ناٹ تھری کا ائرکنڈیشنر کام نہیں کر رہا۔ پلیز اسے چیک

کرلیں۔"

"ٹھیک ہے' میں دکھواتی ہوں۔" متعلقہ شعبے سے مجھے جواب موصول ہوا۔

میں ریسیور رکھ کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گیا اور کسی ماہر مکینک کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ پانچ منٹ بعد دروازے پر بڑی تسلیطی دستک ہوئی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

میں کسی میل مکینک کی توقع کررہا تھا لیکن اس وقت میری نگاہ کے سامنے ایک باوردی دل کش حسینہ کھڑی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ہینڈی کٹ تھی جس میں بظاہر مختلف نوعیت کے تیکنی کے اوزار ہوں گے۔

مجھ سے نگاہ ملتے ہی وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی اور بولی "آپ کے ائرکنڈیشنر میں کوئی پرابلم ہے؟"

میں نے اثبات میں سرہلایا اور اس کے دخول کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ کمرے کے اندر پہنچی' ایک کھوجتی ہوئی نظر' سوتی ہوئی راکیل پر ڈالی اور بڑبڑانے والے انداز میں یہ جملہ ادا کرتے ہوئے تیزی سے ائرکنڈیشنر کی جانب بڑھ گئی..... "ائرکنڈیشنر تو واقعی کام نہیں کررہا!"

میں اس حسین مکینک کے پیچھے ائرکنڈیشنر کے پاس پہنچ گیا۔ اس دوران میں وہ ائرکنڈیشنر پر تھوڑی طبع آزمائی کرچکی تھی۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اس نے ایک ناب کو گھمایا اور بڑے فخریہ لہجے میں بولی۔

"لو یہ آن ہوگیا!"

واقعی اب ائرکنڈیشنر کام کرنے لگا تھا۔ میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا "لگتا ہے تمہاری انگلیوں میں کوئی جادو ہے۔ تم نے تو چٹکی بجاتے میں مسئلہ حل کردیا۔" ایک لمحے کے توقف سے میں نے پوچھا "ویسے اسے کیا ہوگیا تھا؟"

وہ اپنی ٹول کٹ کو اٹھانے کے بعد بڑی کھوجتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہ میں بڑا پُراسرار اور معنی خیز سوال تھا۔ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ الٹا مجھے ہی استفساریہ نظر سے گھوررہی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا' اس نے کہا۔

"ویری سمپل..... اسے کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔"

"کیا مطلب۔" میں چونک اٹھا "اگر کچھ نہیں ہوا تھا تو پھر بند کیسے ہوگیا؟"

اس نے ایک مرتبہ پھر جواب دینے کے بجائے الٹا مجھ سے سوال کرڈالا "یہ کس وقت بند ہوا تھا؟"

"میں صحیح وقت تو نہیں بتا سکتا۔ رات ہم سوئے تھے تو یہ آن ہی تھا۔" میں نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے میری آنکھ کھلی تو یہ بند پڑا تھا۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔ بیٹھے بٹھائے اس میں کون سی خرابی پیدا ہوگئی تھی؟"

وہ چند لمحے سنجیدہ اور ٹٹولنے والے انداز میں مجھے تکتی رہی۔ اس کی نگاہ میں بے یقینی کا تاثر پایا جاتا تھا۔ جیسے اسے میرے بتائے کا اعتبار نہ ہو۔ میں اس کے اس رویے کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بڑی سادگی سے بولی "اس میں آن آف کی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ آپ کا ائرکنڈیشنر آف تھا' میں نے صرف اسے آن کیا ہے..... اور دیکھ لو یہ آن ہوگیا ہے۔ سمپل از دیٹ!"

لیڈی مکینک کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ ائرکنڈیشنر کو کس نے آف کیا تھا۔ اس کمرے میں صرف میں اور راکیل ہی تھے۔ میں اپنے بارے میں تو دعوے سے کہہ سکتا تھا' ائرکنڈیشنر میں نے آف نہیں کیا تھا..... اور اگر راکیل نے آف کیا تھا تو پھر یہ سوال اٹھتا تھا..... کیوں؟

اب کمرے کا درجۂ حرارت بڑی حد تک معتدل ہوچکا تھا۔ میں ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف ٹہلتے ہوئے راکیل اور ائرکنڈیشنر کے بارے میں سوچنے لگا۔ ائرکنڈیشنر بڑی سبک خرامی سے چل رہا تھا اور راکیل بڑی بے خبری کی نیند سورہی تھی۔ اس حالت میں وہ بڑی معصوم دکھائی دیتی تھی..... کیا وہ واقعی ایسی ہی معصوم اور بے خبر تھی۔

اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ ائرکنڈیشنر راکیل نے آف کیا تھا۔ اس کی خطرناک شرارت کی تہ میں پہنچ جانے کے بعد مجھے یقین ہوچلا کہ وہ اس وقت سو نہیں رہی تھی بلکہ سونے کی بھرپور اداکاری کررہی تھی۔

میں اس کے پاس رک کر چند لمحے اسے گہری نظر سے دیکھتا رہا پھر ایک ٹیسٹ کے طور پر میں نے نہایت ہی دھیمی آواز میں اسے پکارا "راکیل..... گارشیا....."

یہ عمل میں نے دو تین مرتبہ دہرایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی' گویا اپنی اداکاری سے مجھے یقین دلانے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ میں نے اس کا "یقین" کرلیا۔ اس یقین کرنے میں میرا کیا جاتا تھا۔ پردہ داری اور پردہ دری میں فرق تو قائم رہنا چاہیے نا!

میں خاموشی سے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ اس ٹیبل کے ایک کونے میں ایک خوبصورت مستطیل کلاک رکھا تھا۔ مذکورہ کلاک کے دو خانے تھے یا حصے تھے۔ اوپر والا حصہ گول تھا اور اس حصے کے اندر ایک نہایت ہی [illegible] گھڑی نصب تھی جب کہ نیچے والا خانہ مستطیل تھا اور اس

خانے میں ایک مخصوص میکنیک فیلڈ قائم کیا گیا تھا جس کے اندر تین میٹلک رنگز تین مختلف ایکسیز (AXIS) میں مسلسل گھوم رہی تھیں۔ کہنے کو یہ ایک ڈیکوریشن پیس تھا لیکن ایکس ایکسیز' وائی ایکسیز' زیڈ ایکسیز میں لگاتار گھومتی ہوئی وہ رنگز بڑا مبہوتی تاثر پیدا کررہی تھیں۔ دیکھنے والی آنکھ اس منظر پر جم کر رہ جاتی تھی۔ یہ فریم آف ریفرنس کی بڑی عمدہ جادوگری تھی۔

میں چند لمحات تک اس کلاک کی چمتکاری دیکھتا رہا پھر کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے دبیز پردہ ہٹایا تو سامنے سلائیڈنگ ونڈو موجود تھی۔ اس کھڑکی کے اس پار دریائے نیاگرا سویا ہوا تھا۔ منفی پندرہ ڈگری سنٹی گریڈ کے آس پاس درجہ حرارت ہو تو کسی دریا کا بہنا سمجھ میں نہیں آتا لہٰذا ''نیاگرا'' کا ''سویا ہونا'' ہی مناسب الفاظ ہیں۔ برف کی موٹی تہ کے نیچے اگر پانی کی کوئی لکیر رینگ رہی ہو تو یہ بات دوسری ہے۔ میں نے گرین لینڈ اور انٹارکٹیکا میں بنائی جانے والی دستاویزی فلموں میں ایسے مناظر دیکھے تھے جب پینگوئن اور برفانی ریچھ شکار کی تلاش میں برف کی دبیز تہ کو توڑ کر نیچے اتر جاتے ہیں۔ رزق کا حصول بڑا ہی نازک مسئلہ ہے اور ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دیتا ہے۔

میں کچھ دیر بعد اس سلائیڈنگ ونڈو سے ہٹا تو ذہن میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھل چکی تھی۔ یہ کھڑکی مجھے ساحل تک پہنچا سکتی تھی۔ مجھے حیرت اور افسوس ہوا کہ ابھی تک اس طرف میرا دھیان کیوں نہیں گیا تھا۔ ربی موشے ہائمن کی قید میں' میں نے بڑے خشوع وخضوع سے ساحل کا تصور کیا تھا اور میرے خیال کی قوت نے چند سیکنڈ کے لیے مجھے ساحل تک پہنچا دیا تھا۔ یہ درحقیقت پینل گلینڈ (PINEAL GLAND) کی کارفرمائی تھی جو انسانی کھوپڑی کے سامنے والے حصے میں پیشانی کے بالکل عقب میں واقع ہوتا ہے۔ بعض ماہر روحیات اسے تیسری آنکھ یا باطنی آنکھ بھی کہتے ہیں۔ اگر یہ گلینڈ انسان کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگے تو پھر اس کی آنکھ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں رہتا۔ یہ آپ کے خیالات آپ کی سوچ اور آپ کی خواہش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتا ہے۔ بس پینل گلینڈ کو بیدار کرنے کے بعد کام میں لانے کی بات ہے جس کے لیے ارتکازِ توجہ پر مبنی کڑی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

میں ایک طویل عرصے سے یوگا اور چی کی ایڈوانس مشقیں کررہا تھا۔ پتا نہیں کس وقت میرا پینل گلینڈ متحرک ہوگیا تھا۔ اس کا پہلا تجربہ تو مجھے اسی سنگلاخ کوٹھری میں ہوا تھا..... اور اس نے یہ بھی ثابت کیا تھا کہ میرا یہ تجربہ ابھی کچا تھا کیونکہ تصور ٹوٹتے ہی میں نے ساحل تک رسائی حاصل کرنے کی دوبارہ کوشش کی تھی اور مجھے ناکامی ہوئی تھی۔

کسی کام کو بار بار کرنے سے اس میں مہارت حاصل ہوجاتی ہے۔ اگر میں پینل گلینڈ کی کارکردگی کو بار بار آزماتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں اس کے استعمال پر قدرت حاصل کرلیتا۔ یہ بیدار تو ہو چکا تھا۔ اب مسلسل پریکٹس کی ضرورت تھی اور..... اس سلسلے میں یوگا و چی کی ایڈوانس مشقیں بہت مفید اور مددگار ثابت ہوسکتی تھیں۔

اس وقت میرے دل میں شدید خواہش مچلی کہ ابھی ساحل کا تصور قائم کروں اور دیکھوں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ انسان اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ ڈاکٹر مونگ ربیغوشے مجھے بتا چکا تھا کہ ساحل فیئر ہینکس میں تھی اور بالکل خیر وعافیت سے تھی لیکن میں اپنے سینے میں ساحل کے لیے جو جذبات رکھتا تھا وہ سالا ڈاکٹر تو نہیں رکھ سکتا تھا۔

میں نے مصنوعی نیند کی اداکاری میں مصروف راکیل اینڈرسن عرف ''وٹی'' پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور کمرے کے ایک کونے میں پہنچ گیا۔ عشق کے خم دار مسائل سے دو چار انسان روزی کا رہتا ہے اور نہ ہی روٹی کا..... اور روٹی بھی ایسی کہ جو اپنے ریپر میں رہنا پسند نہ کرتی ہو!

بہرحال' برفانی ریچھ کی گرم مزاج اون سے تیار شدہ موٹے کمبل نے اس مختصر اللباس حسینہ کو ایک ریپر میں محفوظ کردیا تھا۔ یہ تو وہی بتا سکتی تھی کہ اب اسے مزید کسی حرارت کی ضرورت تھی یا نہیں؟

میں کمرے کے کونے میں لوٹس پوسچر بنا کر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر مونگ کے مطابق ساحل اس وقت فیئر ہینکس میں تھی جو دینالی کے عین شمال میں واقع ہے اور میرا رخ اس وقت شمال ہی کی طرف تھا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور چند گہری ہموار سانسیں لینے کے بعد اپنے تصور کو ساحل پر مرکوز کردیا۔

میرے ذہن کے اسکرین پر اس وقت ساحل کا سراپا روشن تھا۔ اس کا ایک ایک نقش میرے دل پر نقش تھا' میری روح میں پیوست تھا۔ میں اس صورت کو کس صورت بھلا سکتا تھا! اس وقت میری تمام تر توجہ اپنی باطنی آنکھ یعنی پینل گلینڈ پر مرتکز تھی۔ چند لمحات کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ساحل کا سراپا بگڑ رہا ہو۔ میں قدرے پریشان ہوگیا لیکن دوسرے ہی لمحے میری پریشانی دور ہوگئی۔

درحقیقت میرے تصور میں ساحل کا سراپا بگڑا نہیں تھا بلکہ سنور گیا تھا۔ یہ سب کچھ پانی کی سطح پر بننے والے عکس کے مانند ہوا تھا۔ اگر پانی میں ارتعاش پیدا ہوجائے تو سطح پر

ابھرنے والا عکس بھی لہرانے اور ڈگمگانے لگتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی ٹھہر جاتا ہے۔ ساحل کا سراپا بھی میرے تصور میں لمحاتی طور پر زیر وزبر ہوا پھر ٹھہر گیا..... اور یہ ٹھہراؤ ایک لمحے سے زیادہ کا نہیں تھا کیونکہ ٹھہراؤ کے فوراً بعد ہی اس تصوراتی منظر میں تحریک پیدا ہوگئی تھی..... میں ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا تھا۔

وہ کسی آرام دہ نشست کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ اس کا ماحول بڑا پُرسکون اور روشن روشن سا تھا۔ میں اس ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ یہ جائزہ تصور کی نگاہ کا کمال تھا۔ وہ تصور جس کی پرواز نے مجھے ساحل تک پہنچنے کا راستہ دکھایا تھا۔ میں اسی تصور کی چھتگلی تھامے ساحل کے ارد گرد دیکھنے لگا اور اسی وقت مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔

ساحل کے آس پاس موجود خواتین وحضرات بھی اسی کی طرح اپنی آرام دہ نشستوں پر بیٹھے تھے۔ مجھے یہ سمجھنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ لگی کہ وہ کسی ہوائی جہاز کا اندرونی ماحول تھا..... تو کیا ساحل اس وقت کسی طیارے میں سفر کررہی تھی؟

یہ سوال اتنا سنسنی خیز اور تہلکہ انگیز تھا کہ اس نے میرے شعور کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ مجھے یہ بھی خیال نہ رہا کہ میں اس وقت گہرے مراقبے کی کیفیت میں ہوں۔ ساحل کا کسی ہوائی جہاز میں سفر کرنا اتنا بڑا انکشاف تھا کہ میں اپنی حرکات و سکنات پر قابو نہ رکھ سکا اور میں نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں۔

آنکھ کھلتے ہی میں ہارپر لاج کے کمرا نمبر تھری ناٹ تھری میں حاضر ہوگیا۔ میں نے محسوس کیا' میرا پورا وجود پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ میں نے اپنی کیفیت پر غور وفکر کرنے کے بجائے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں اور ساحل کو کھوجنے کی کوشش کرنے لگا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا' اب اس کوشش کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے تھک ہار کر آنکھیں کھول دیں۔

میرے اندر یہ جو نئی صلاحیت اجاگر ہوئی تھی اس میں کوئی کمی یا کمزوری موجود تھی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ مجھے اس صلاحیت سے بھرپور استفادہ کرنا نہ آتا ہو..... میں اس کے استعمال کا مناسب طریقہ کار نہ جانتا ہوں۔ بہرحال یہ ایک نئی چیز اور کسی بھی نئی چیز کو سمجھنے اور اسے استعمال کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے کسی ماہر روحیت سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔

ساحل کے حالیہ تصور نے میرے اندرون کو بری طرح متلاطم کردیا تھا۔ وہ اگر کسی ہوائی جہاز پر سوار تھی تو پھر یہ معاملہ پیدا ہوتا تھا' وہ کہاں جارہی تھی یا کہاں سے آرہی تھی؟

ڈاکٹر مونگ ربیغوشے کے مطابق' وہ اس وقت فیئر ہینکس میں تھی اور کل شام کو اسے اینکریج پہنچنا تھا۔ ڈاکٹر مونگ یہ بھی بتا چکا تھا' وہ ڈیلٹا ائرلائنز کے طیارے سے سفر کرے گی لیکن کل شام میں تو ابھی پندرہ سولہ گھنٹے باقی تھے جب کہ فیئر ہینکس سے اینکریج آنے کے لیے کسی بھی طور ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ وقت درکار نہیں تھا۔

ساحل والے معاملے نے نہ صرف یہ کہ مجھے ذہنی طور پر بری طرح الجھا دیا بلکہ میں گہری تشویش میں بھی مبتلا ہوگیا۔ اگر ساحل رات کے اس آخری پہر فیئر ہینکس سے اینکریج جارہی تھی تو پھر ڈاکٹر مونگ نے مجھ سے جھوٹ بولا؟ اور اگر مونگ نے دروغ گوئی سے کام نہیں لیا اور واقعی ساحل کل شام ہی کو اینکریج پہنچنے والی تھی تو پھر اس وقت وہ کسی طیارے میں سوار ہوکر کہاں جارہی تھی؟ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میرے تصور نے مجھے دھوکا دیا ہو۔

میری ذہنی الجھن کو صرف ایک ہی شخص دور کرسکتا تھا اور وہ شخص تھا' ڈاکٹر مونگ ربیغوشے! یہ بھی ہوسکتا تھا' پروگرام میں کچھ تبدیلی ہوگئی ہو اور ساحل کو واقعی اسی وقت اینکریج پہنچایا جارہا ہو۔ میں ڈاکٹر مونگ کو فون کرکے اس بارے میں معلوم کرسکتا تھا۔

میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور جیسے ہی پلٹا' راکیل سے آنکھیں چار ہوئیں۔ بے ساختہ میرے لبوں سے نکلا ''تم کب اٹھی ہو؟''

وہ بڑی معنی خیز نظر سے سرتاپا میرا جائزہ لیتے ہوئے بولی ''تھوڑی دیر پہلے واش روم جانے کے لیے اٹھی تھی۔ تمہیں اس کونے میں خاموش بیٹھے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ شاید تم کوئی عبادت وغیرہ کررہے تھے۔ میں نے سن رکھا ہے' مسلمان نمازیں بہت زیادہ پڑھتے ہیں اور اکثر رات گئے عبادت بھی کرتے ہیں!''

وہ لباس کے خلاصے میں ملبوس میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بڑے دھڑلے سے بات کررہی تھی۔ اس بے خوف حسینہ کا حوصلہ قابل دید اور قابل داد تھا۔ اگر میں اس کے حسن اور بہادری کی تعریف کرنے بیٹھ گیا تو اپنے مقصد سے دور ہوجاؤں گا۔ میرے پاس ان گنت سوال تھے جو اس موقع پر راکیل سے پوچھے جاسکتے تھے۔ سب سے اہم اور نازک سوال تو یہی تھا کہ اس نے ائرکنڈیشنر کو کیوں بند کیا تھا' اس حرکت سے اس کا مطلب کیا تھا لیکن میرا ذہن اس وقت ساحل والے معاملے میں الجھا ہوا تھا اس لیے میں راکیل کو چھیڑ کر کوئی نیا محاذ نہیں کھولنا چاہتا تھا لہٰذا اس کے جواب میں

نہایت ہی سادگی سے کہا۔

''تم نے مسلمانوں کے بارے میں جو کچھ سن اور دیکھ رکھا ہے اسے فی الحال اپنے ذہن سے نکال دو۔ تمہاری آسانی کے لیے اتنا بتا دیتا ہوں کہ میں ادھر کونے میں بیٹھا کوئی عبادت نہیں بلکہ یوگا کی ایک مشق کر رہا تھا۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''رات ابھی باقی ہے۔ خاموشی سے بستر پر جا کر سو جاؤ۔ اگر تم اس حالت میں زیادہ دیر تک کمبل سے دور رہیں تو تمہیں ٹھنڈ لگ جائے گی۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے اس کے وجود پر چسپاں لباس کے ٹریلر کی جانب اشارہ کیا۔

اس نے عجیب سی نظر سے ائرکنڈیشنر کو دیکھا پھر میری جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولی ''کیا تمہیں ٹھنڈ نہیں لگتی؟''

''میرے سینے میں جو آتش فشاں دہک رہا ہے اس کی تپش ہر ٹھنڈ کا احساس مٹا دیتی ہے۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا ''تم اس سلسلے میں فکرمند نہ ہو۔''

''بعض اوقات تم بڑی مشکل باتیں کرنے لگتے ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کے لیے ذہن کو تھکانا نہیں چاہیے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ سوالیہ انداز میں مجھے گھورنے لگی۔

میں نے کہا ''مطلب بہت واضح ہے۔ ایسی باتوں پر سوچنے سے ذہن الجھتا ہے اور الجھے ہوئے ذہن سے نیند کوسوں دور بھاگتی ہے جب کہ تمہیں اس وقت برفانی ریچھ کی اون سے تیار کردہ کمبل میں دبک کر سونا ہے۔''

وہ ایک آنکھ دبا کر بولی ''اور تمہیں تو کمبل میں نہیں دبکنا نا؟''

''مجھے کمبل سے بہت ڈر لگتا ہے!'' میں نے یک لخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''کمبل سے ڈر..... وہ کیوں؟''

''کیا تم نے کمبل اور انسان کی کہانی نہیں سن رکھی؟''

''نہیں تو۔ سناؤ' کیا کہانی ہے؟'' وہ اچانک مچل گئی۔

میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے وہ کہانی سنا دی جس میں ایک انسان شدید سردی سے بچاؤ کی خاطر ایک سیاہ ریچھ کو کمبل سمجھ کر اوڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر نتیجے کے طور پر نوبت یہاں پہنچ جاتی ہے کہ وہ تو کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہے لیکن کمبل اسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا!

کہانی سن کر راکیل کی ہنسی نکل گئی' بڑے کھلے دل سے ہنستے ہوئے بولی ''میں نہیں جانتی کہانی والے سیاہ ریچھ کا تعلق دنیا کے کس خطے سے تھا' البتہ الاسکا کا برفانی سفید ریچھ ذرا مختلف مزاج کا واقع ہوا ہے۔ اگر کوئی اسے اوڑھنے کی کوشش کرے تو یہ بڑی شرافت کا مظاہرہ کرتا ہے اور تھوڑی دیر بعد خود ہی الگ ہو جاتا ہے۔ بغیر کسی شکوہ شکایت کے!'' اس کے ایک ایک لفظ سے معنی آفرینی ٹپکتی تھی۔

''ہاں' اس کا ایک ثبوت تو میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ لگتا ہے تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو!''

''کون سا ثبوت؟'' وہ ٹٹولنے والی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے کہا ''رات تم اس کمبل کو اچھی طرح اوڑھ کر سوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد یہ خود ہی تم سے الگ ہو گیا' بغیر کسی شکوہ شکایت کے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی ''میں سفید ریچھ کی بات کر رہی تھی!''

''بھئی یہ کمبل بھی تو اسی ریچھ کی اون سے بنا ہے نا!'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''سفید برفانی ریچھ کے اچھے خاصے خصائل اس میں بھی آ گئے ہوں گے؟''

''کیا یہ کوئی سنجیدہ مذاق ہے؟''

''نہیں تمہاری بیان کی ہوئی ایک حقیقت ہے۔''

وہ سٹ پٹائے ہوئے تیوروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ یہ لاجوابی کے اثرات تھے!

میں نے کہا ''تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی۔ چہرے پر خاصی کشیدگی پائی جاتی ہے۔ اسے کشادگی میں بدلنے کے لیے تمہیں بھرپور نیند کی ضرورت ہے۔ میرا مشورہ ہے تم کمبل اوڑھ کر..... میرا مطلب ہے اس شریف النفس برفانی سفید ریچھ کو اوڑھ کر اطمینان سے سو جاؤ۔'' بات کے اختتام پر میں نے بیڈ پر پڑے مذکورہ کمبل کی جانب اشارہ بھی کر دیا۔

راکیل نے پوچھا ''کیا تمہارا سونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے؟''

''مجھے ایک ضروری فون کرنا ہے۔'' میں نے کہا ''اس کے بعد ہی سوؤں گا۔''

''فون..... اس وقت!'' اس نے دیوار گیر کلاک پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا ''پونے تین بج رہے ہیں۔ اتنی رات گئے تم کس سے بات کرو گے؟''

میں اس وقت ہر صورت میں ڈاکٹر سونگ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا اور راکیل کے علم میں لائے بغیر ڈاکٹر کو زحمت دینا نہیں چاہتا تھا لہٰذا میں نے اس سے چھپانا مناسب نہ سمجھا اور کہا۔

''میں ڈاکٹر سونگ کو فون کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ ہونقانہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس نظر میں حیرت کے ساتھ ساتھ بے یقینی بھی شامل تھی ''وجدان! تم اس وقت ڈاکٹر مونگ کو جگاؤ گے۔ کیا کوئی بہت ہی ایمرجینسی میٹر ہے؟''

''ہاں' اسے ایمرجینسی ہی سمجھو۔'' میں نے ٹکول مول جواب دیا۔

کچھ مجھے بھی بتاؤ'' وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔

مجھے یقین ہوگیا' وہ آسانی سے ٹلنے والی نہیں تھی۔ اسے بستر تک پہنچانے کے لیے خود بھی وہاں جانا ضروری تھا ورنہ وہ رات کا باقی حصہ یونہی کھڑے کھڑے سوال وجواب میں گزار دیتی۔ میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹرس مونگ سے جو بھی بات ہوگی' تمہارے سامنے ہی ہوگی لہٰذا اچھے بچوں کی طرح کمبل میں پہنچ جاؤ۔ میں ڈاکٹر مونگ کا نمبر ملوا رہا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی میں بیڈ کے اس کنارے کی جانب بڑھ گیا جدھر چھوٹی سی سائیڈ ٹیبل پر ٹیلی فون سیٹ رکھا تھا۔ جب تک میں آپریٹر سے ڈاکٹر مونگ کو ملوانے کے لیے کہتا' راکیل بیڈ کے دوسرے کنارے پر سوار ہوکر کمبل اوڑھ چکی تھی۔

مجھے امید تھی' آپریٹر رات کے آخری پہر ڈاکٹر مونگ کو ڈسٹرب کرنے پر چیں بہ جبیں ہوگی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ ٹیلی فون پر آپریٹر کی جبیں تو دکھائی نہیں دے رہی تھی تاہم الفاظ اور آواز میں بھی کہیں مجھ چیں یا چوں محسوس نہ ہوئی۔ ڈاکٹر مونگ' آپریٹر کے لیے ایک باس کی طرح تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا' ڈاکٹر مونگ نے ہمارے سلسلے میں جو لی نامی اس ٹیلی فون آپریٹر کو خصوصی ہدایات دے رکھی تھیں۔ کوئی سوال کیے بغیر آپریٹر نے فوراً ڈاکٹر کو ملوا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد انٹرپیس میں مجھے ڈاکٹر ریفوشے کی ''ہیلو'' سنائی دی۔ اس کی آواز سے لگتا تھا وہ گہری نیند سے بیدار ہوا تھا۔

''ہیلو ڈاکٹر!'' میں نے کہا'' میں ڈسلوا بول رہا ہوں۔ پہچانا مجھے؟''

''پہچان گیا'' اس کی گمبھیر آواز میری سماعت سے ٹکرائی'' خیریت تو ہے۔ اس وقت فون کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟''

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے پوچھا'' ڈاکٹر! تم نے بتایا تھا' میری ساتھی اس وقت فیئر پینکس میں ہے۔ کیا وہ واقعی فیئر پینکس میں ہے؟''

''ہاں ہاں' مگر کیا تم نے یہی سوال کرنے کے لیے مجھے اس وقت فون کیا ہے؟'' ڈاکٹر مونگ کی آواز سے الجھن جھلکتی تھی۔

میں نے ایک مرتبہ پھر اس کا جواب دیے بغیر سوال داغ دیا'' اور اس پروگرام میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی کہ میری ساتھی کل شام میں تمہارے پاس پہنچے گی؟''

''فی الحال تو کوئی تبدیلی نہیں آئی۔'' ڈاکٹر مونگ نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا'' لیکن تمہاری آواز اور انداز سے لگتا ہے کوئی بڑی گڑبڑ ہوچکی ہے یا پھر ہونے والی ہے۔'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کرتے ہوئے پوچھا'' مسٹر ڈسلوا! آخر بات کیا ہے؟ تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟''

میں نے کہا'' میرے خیال میں میری ساتھی اس وقت کسی ہوائی جہاز میں سفر کر رہی ہے!''

''کیا..... یہ کیا کہہ رہے ہو ڈسلوا؟'' ڈاکٹر مونگ کے لہجے کی بوکھلاہٹ مخفی نہ رہ سکی۔

''میری ساتھی کسی طیارے پر سوار ہے!'' میں نے زور دے کر اپنے الفاظ دہرائے۔

دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی پھر ڈاکٹر مونگ کی گمبھیر آواز ابھری'' تم کس بنا پر اتنے وثوق سے یہ بات کہہ رہے ہو؟''

''فی الحال میں اس بنا کی وضاحت نہیں کرسکتا۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا'' تم فیئر پینکس کو فوراً چیک کرو۔''

''تم اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو تو چیک کرنا ہی پڑے گا ڈسلوا!'' وہ تشویش ناک لہجے میں بولا'' تم فون رکھ دو میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کرتا ہوں۔''

میں نے ریسیور رکھا تو راکیل نیچے جھانک کر میرے پیچھے پڑ گئی۔ وہ اس ٹیلی فونک گفتگو کو بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ گئی تھی۔ اس نے ٹٹولنے والی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے متعدد سوالات کر ڈالے لیکن میں نے اس کے کسی بھی اہم یا غیر اہم سوال کا جواب نہیں دیا اور بڑے حتمی لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر کا فون آنے کے بعد اس معاملے پر بات کریں گے!''

وہ کچھ نہیں بولی اور خاموشی کے ساتھ بیڈ سے اتر کر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ راکیل کی اس ادا پر مجھے قدرے تعجب بھی ہوا لیکن اس وقت میرا ذہن ساحل کی تلاش سے نبرد آزما تھا لہٰذا میں نے راکیل کی اس حرکت کا نوٹس نہیں لیا۔

ڈاکٹر مونگ نے تھوڑی دیر بعد فون کرنے کو کہا لیکن جب دس منٹ سے زیادہ ہوگئے تو میری فکر میں اضافہ ہوگیا۔

اس فکر میں ایک حیرت اس وقت شامل ہوگئی جب راکیل واش روم سے برآمد ہوئی۔ پوری طرح ڈریس اپ ہوچکی تھی۔ یوں نظر آرہا تھا جیسے وہ اسی وقت کہیں باہر جانے کا ارادہ رکھتی ہو!

میں نے چونک کر اسے دیکھا اور اس سے پہلے کہ اس غیر متوقع تیاری کے بارے میں اس سے کوئی سوال کرتا' فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے فوراً فون اٹینڈ کیا۔ دوسری طرف ڈاکٹر مونگ ریفوشے تھا۔ اس نے بڑے تشویش ناک انداز میں کہا۔

''فیئر پینکس میں واقعی کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔''

''کیسی گڑبڑ..... اس کا بھی کچھ پتا چلا؟''

''کسی سے رابطہ ہو تو پتا چلے نا!'' ڈاکٹر کی تھکی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی'' فیئر پینکس میں میرے جن لوگوں کے پاس دھنو کو رکھا گیا تھا وہ سب خاموش ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ وہ زندہ ہوں اور فون اٹینڈ نہ کریں۔ لگتا ہے انہیں خاموش کرا دیا گیا ہے..... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔''

''اس سے یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ یہ ساری مار ماری ساحل کے حصول کے لیے کی گئی ہے۔ جواب کسی طیارے میں سفر کر رہی ہے۔''

''تم دوپہر کی ٹرین پر لعنت بھیجو اور صبح میرے پاس چلے آؤ۔'' وہ اضطراری لہجے میں بولا'' میں اسی ڈرائیور کور ٹیکل کار کے ساتھ تمہارے ہوٹل بھیج دوں گا جس نے تم دونوں کو اولڈ کرپل سے دینالی پہنچایا تھا۔ وہی موٹا گاچی!''

''میں ایمرجنسی آنے کے بجائے سیدھا فیئر پینکس کیوں نہ چلا جاؤں!'' میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

''فیئر پینکس کی طرف رخ کرنا فی الحال ممکن نہیں ہے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا'' ورنہ میں اسی وقت تمہارے پاس آجاتا اور پھر ہم دونوں ایک ساتھ فیئر پینکس روانہ ہوجاتے۔''

''فی الحال ناممکن کیوں ہے؟'' میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

''رات شدید برف باری ہوئی ہے اور سڑک والا راستہ قابلِ استعمال ہوکر رہ گیا ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے اطلاع بہم کرنے والے انداز میں کہا'' میں یہ ساری معلومات حاصل کرچکا ہوں۔ دینالی سے فیئر پینکس تک ہائی وے تھری ویسے بھی برفانی موسم میں خاصی خطرناک ہوجاتی ہے۔''

''کیا کسی خطرناک کی خاطر ہم کمروں میں بند بیٹھے رہ جائیں گے؟'' میرے لہجے میں خود بہ خود کڑواہٹ گھل گئی'' تمہارا تو کچھ پتا نہیں لیکن میں اس موقع پر خاموش نہیں رہ سکتا۔''

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا'' تم اس وقت بہت جذباتی ہو رہے ہو۔ دھنو جتنی تمہارے لیے اہم ہے اس سے کہیں زیادہ وہ ہمارے لیے اہم ہے۔ میں ایک اور سبب بھی فیئر پینکس کا رخ کرنے سے منع کر رہا ہوں۔ اب ادھر جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ تھوڑی وضاحت کرو؟''

وہ بولا'' اگر چہ تم نے اپنے ذرائع سے پردہ نہیں اٹھایا تاہم میں پھر بھی تمہاری بات کی روشنی میں کہوں گا کہ دھنو کے حصول کے لیے فیئر پینکس کی طرف جانا بے سود ہے۔ تمہارے دعوے کے مطابق تو وہ اس وقت کسی ہوائی جہاز میں سفر کر رہی ہے!''

میں ایک بوجھل اور گہری سانس لے کر رہ گیا۔

ڈاکٹر مونگ ریفوشے خاصی معقولیت کی بات کر رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے غور کیا تو پتا چلا' میں واقعی اس وقت جذباتی ہو رہا تھا۔ میں نے نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس سے کہا۔

''ڈاکٹر مونگ! ٹھیک ہے میں کل صبح تمہاری طرف سے بھیجی گئی گاڑی کا انتظار کروں گا۔''

''ویٹس گڈ!'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

میں ریسیور رکھ کر راکیل کی جانب مڑا۔ اس وقت وہ جوتے پہن رہی تھی۔ اس کی یہ حرکت میری سمجھ سے باہر تھی۔ رات کے سوا تین بجے وہ پتا نہیں کہاں جانے کی ٹھانے بیٹھی تھی۔ مجھ سے نظر ملی تو میں نے پوچھ لیا۔

''راکیل! کہاں جانے کی تیاری ہے؟''

اس نے ایک بھرپور نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولی'' نہیں جاؤں؟''

''یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں!''

''اچھا ٹھیک ہے تم کہتے ہو تو نہیں جاتی ہوں۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے شوز اتارنا شروع کردیے۔

میں ہکا بکا اس امریکی حسینہ کو تکنے لگا۔ اس نے میرے ایک بھی سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے میری بات ہی نہ سنی ہو۔ اپنی ہی طرف سے بولتی جارہی ہو۔ اس کی خود کار حرکات وسکنات تو کوئی دیسی عامل کامل دیکھ لیتا تو یہ فتویٰ صادر کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتا کہ اس خوبصورت لڑکی پر کوئی جن آگیا ہے! اس فتوے کے ساتھ ہی وہ یہ پیش کش بھی کردیتا کہ وہ اس خطرناک جن کو بھگانے کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کو تیار ہے!

راکیل نے صرف شوز اتارنے پر اکتفا نہیں کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنے پہلے والی حالت میں آگئی پھر اس نے کنگ سائز بیڈ پر سوار ہو کر سفید برفانی ریچھ کو اوڑھ لیا۔

میں نے کہا ''اب چپ چاپ اس کمبل میں دبکی رہنا۔ مجھے ایک ضروری فون کرنا ہے۔''

''پھر ایک ضروری فون؟'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔

''میں نے کہا..... چپ چاپ.....'' میں نے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا۔

وہ خاموش ہوگئی۔ ان لمحات میں وہ بڑی فرمانبرداری کا ثبوت دے رہی تھی۔ میں نے ہوٹل کی آپریٹر کا کال کیا اور پوچھا۔

''جولی! کیا مجھے اوور سیز نمبر مل سکتا ہے؟''

''آف کورس..... آپ نمبر بتائیں۔''

آپریٹر کے لہجے میں ایک مخصوص احترام شامل تھا اور یہ سب ڈاکٹر مونگ کی مہربانی سے تھا۔ ویسے بھی یورپ اور امریکا کے مہنگے ہوٹلز کا اسٹاف بہت تعلیم یافتہ اور مہذب ہوتا ہے۔ میں نے جولی کو صدف کا نمبر لوٹ کروایا۔

صدف کی طرف سے میرا دل بہت بے چین تھا۔ جب سے ربی موشے ہائمن نے مجھے بتایا تھا کہ آج کل نقلی وجدان صدف کے ساتھ ہے اور وہ اسے اصلی وجدان سمجھ رہی ہے' میں پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔ پتا نہیں وہ فتنہ پرور کیا کیا گل افشانیاں کر رہا ہوگا۔ پہلے وہ میرا مددگار بنا ہوا تھا لیکن اب بدک گیا تھا اور اگر وہ کسی بدی کی قوت کے ہتھے چڑھ گیا تھا تو پھر صدف کو اس سے دور رہنا چاہیے تھا۔ اگر ربی موشے ہائمن نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ بہت جلد صدف کو میرے پاس پہنچا دے گا اور اس کے ساتھ ہی وہ نقلی وجدان کا بھی کوئی بندوبست کر دے گا لیکن میں اپنے طور پر بھی صدف کو اس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

آپریٹر نے لائن تھروکی تو انٹرپس میں مجھے اگنس کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا ''صدف کو بلاؤ۔ میں وجدان بات کر رہا ہوں۔''

''اچھا جی' ابھی بلاتی ہوں۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں بولی اور مجھے ہولڈ پر ڈال دیا۔

اگنس صدف کی گھریلو ملازمہ تھی۔ میں اس سے ایک مرتبہ مل چکا تھا۔ سالونی سلونی اس کرسچن لڑکی کے خطوط میں بے پناہ کشش تھی۔ اس کے باتونی پن نے اس صلاحیت کو اور بھی صیقل کر دیا تھا۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جس سے خواہ مخواہ بات کرنے کو جی چاہتا تھا۔

صدف لائن پر آئی اور الجھن زدہ لہجے میں بولی ''ہیلو وجدان! تم نے تو کہا تھا آج فون نہیں کرو گے۔ خیریت تو ہے۔''

اس کی بات سن کر مجھے ایک جھٹکا لگا۔ وہ یقیناً نقلی وجدان کا حوالہ دے رہی تھی۔ میں نے گمبھیر انداز میں کہا ''صدف خیریت نہیں ہے۔ میری بات غور سے سنو۔ میں اس وقت کوئی لمبی چوڑی گفتگو نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ایک لانگ ڈسٹینس اوور سیز کال ہے۔ سننے اور یاد رکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ تم نقلی وجدان کے فریب میں آگئی ہو۔ اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ میں اس وقت تم سے ہزاروں میل کے فاصلے پر اپنے دشمنوں سے نمٹ رہا ہوں۔''

اس کے لہجے میں ہیجان اتر آیا ''وجدان!'' وہ لرزیدہ آواز میں بولی ''کیا تم کوئی مذاق کر رہے ہو؟''

''مذاق نہیں بلکہ میں ایک حقیقت تم پر کھول رہا ہوں۔ نقلی وجدان کے چکر میں نہ آنا۔ وہ اب ہمارا کھلا دشمن ہے۔ میں اس کی چال کو سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے کمزور بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر کہا ''وہ بہروپیا نقلی وجدان اس وقت بدی کی قوتوں کے چنگل میں ہے۔ تم نے اس کی فتنہ انگیزیاں تو دیکھی ہیں۔ میں ایک مرتبہ پھر تمہیں وارن کرتا ہوں کہ اس بدمعاش کے کسی چھل فریب میں نہ آنا۔''

''لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ تم اصلی وجدان ہو؟'' وہ متذبذب لہجے میں بولی۔

اس کے سوال سے میرے دل پر ایک گھونسا لگا۔ وہ جس قسم کی صورت حالات سے دوچار تھی اس میں یہ سوال کرنا اس کا حق بنتا تھا۔ وہ اصلی اور نقلی کے چکر میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ میں نے کہا۔

''میں تمہیں یقین دلانے کے لیے فی الحال اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہیں یہاں کا فون نمبر دے دوں تم رنگ بیک کر کے میری بات کی تصدیق کر سکتی ہو۔'' میں نے مزید کہا ''مجھے ساحل کو بڑی مجبوری کی حالت میں پاکستان سے بہت دور سات سمندر پار پہنچا دیا گیا ہے۔''

''تم اس وقت کہاں سے بات کر رہے ہو؟'' صدف نے پوچھا۔

''الاسکا سے۔'' میں نے کہا۔

''او مائی گاڈ!'' وہ استعجابیہ لہجے میں بولی ''اس برف خانے میں تو اس وقت ہر طرف برف

برف نظر آرہی ہوگی۔ انسان سانس لے تو اس کی سانس بھی جم جائے۔''

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو صدف۔'' میں نے تائیدی انداز میں کہا ''لیکن میں اس وقت ایک لگژری ہوٹل کے حرارت بخش کمرے میں ہوں جہاں رات کا آخری پہر گزر رہا ہے۔ میرے کمرے کا وال کلاک ساڑھے تین کا وقت بتا رہا ہے۔''

''یہاں شام کے ساڑھے چھ بج رہے ہیں۔'' صدف نے کہا۔

پاکستان اور الاسکا کے معیاری وقت میں پندرہ گھنٹے کا تفاوت ہے۔ پاکستان کا وقت الاسکا کے وقت سے پندرہ گھنٹے آگے ہے۔ میں نے صدف سے کہا ''کیسا عجیب جغرافیائی حساب کتاب ہے کہ جو دن یہاں ابھی شروع ہی نہیں ہوا 'وہاں پاکستان میں اسی دن کی شام ہو چکی ہے۔ بہرحال تم میرا نمبر نوٹ کرو'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے ہارپر لاج ہوٹل کا نمبر دہرا دیا ''ڈبل زیرو اور کنٹری کوڈ کے مسائل سے نمٹنے کے بعد تم اس نمبر پر مجھ سے رابطہ بلکہ میری بات کی تصدیق کر سکتی ہو..... نائن زیرو سیون۔ سکس ایٹ تھری۔ ڈبل ٹو' ایٹ ٹو۔'' اس میں نائن زیرو سیون الاسکا کا اور سکس ایٹ تھری دینالی کا مخصوص کوڈ تھا۔

پھر میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''اس نمبر پر میں پانچ چھے گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔ اس نقلی وجدان سے دور رہنے کی کوشش کرو ورنہ بہت پچھتاؤ گی۔ وش یو گڈ لک۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ راکیل اس دوران میں یک ٹک مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں فارغ ہوا تو وہ بول اٹھی ''یہ کیا نیا چکر ہے..... نقلی وجدان اور اصلی وجدان کا؟''

''یہ چکر نیا نہیں بلکہ خاصا پرانا ہو چکا ہے۔'' میں نے کہا ''میرے ساتھ رہو گی تو آہستہ آہستہ سمجھ میں آ جائے گا۔''

ٹھیک پانچ منٹ بعد صدف کی کال آ گئی۔ مجھ سے بات ہوئی تو اس نے ہیجانی لہجے میں کہا ''وجدان! تم بہت گریٹ ہو۔ بروقت مجھے ایک بڑے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ یقین جانو میں اس بہروپیے ہی کو اصلی وجدان سمجھ رہی تھی۔''

''تمہاری باتوں سے لگتا ہے تمہیں میری بات کی سچائی کا یقین آ گیا ہے؟'' میں نے کہا۔

''اللہ کا شکر ہے' تم نے بالکل درست وقت پر مجھے خبردار کر دیا۔'' وہ ممنونیت بھرے لہجے میں بولی ''پتا نہیں وہ منحوس مجھے کیا کیا چکر دیتا۔ اب میں اس کی طرف سے بہت محتاط رہوں گی اور بڑی حکمتِ عملی سے آہستہ آہستہ اس سے پیچھا چھڑا لوں گی۔''

''اس سے بہ آسانی پیچھا چھڑانے کا ایک گر بھی ہے۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں بتاؤ' میں تمہاری بات پر عمل کروں گی۔''

میں نے بتایا ''تمہارے ایم بی بی ایس کے فائنل امتحانات ہونے والے ہیں۔ نقلی وجدان سے کہو وہ تمہیں پیپر آؤٹ کر کے دے دے۔ تم اس سے یہ بات فرمائش کے انداز میں کہنا اور زور دینا کہ وہ اپنے تعلقات کو استعمال کر کے تمہارا یہ چھوٹا سا کام کر دے۔ دیکھ لینا وہ چند گھنٹوں کے اندر تمہارا یہ کام کر کے دکھلائے گا۔ اس بہروپے کے اس عمل سے تم پر واضح ہو جائے گا کہ وہ میں نہیں ہوں کیونکہ میں نے ہمیشہ تمہیں محنت' سخت محنت کی تلقین کی ہے۔ میں پرچہ جات کو آؤٹ کرنے والی حماقت کبھی نہیں کر سکتا!'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اور جیسے ہی وہ شیطان پرچہ جات تمہارے حوالے کرے تم بڑے کھلے الفاظ میں اس سے کہہ سکتی ہو کہ وہ تمہارا وجدان نہیں..... بلکہ وجدان کی کھال میں چھپا ہوا وہ بہروپیا ہے جسے چند روز پہلے وجدان نے بری طرح جھٹک کر بھگا دیا تھا۔ اپنی اصلیت کا انکشاف ہوتے ہی وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے گا۔ یہ بالکل ایسا ہوگا جیسے لاحول پڑھنے سے شیطان نو دو گیارہ ہو جاتا ہے۔''

''یہ ہوئی نا بات..... ایک تیر سے دو شکار کرنے والی۔'' صدف نے خوش ہو کر کہا پھر قدرے گمبھیر لہجے میں بولی ''وجدان! اپنا راز کھل جانے کے بعد وہ کہیں کوئی انتقامی کارروائی تو نہیں کرے گا؟''

میں نے پُرسوچ انداز میں کہا ''بظاہر تو اس کا امکان نظر نہیں آتا اور بالفرض اگر وہ کوئی پرزے نکالنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو کیا تم اس سے ڈرتی ہو؟''

''میری ڈرتی ہے جوتی۔'' وہ بے ساختہ بولی۔

میں نے کہا ''بس تو پھر ٹھیک ہے۔ تم آنکھیں اور دماغ کھلا رکھ کر حالات کے سامنے ڈٹی رہو۔ مجھے امید ہے وہ اپنا بھانڈا پھوٹ جانے کے بعد خود ہی تم سے کنی کاٹنے لگے گا۔ ویسے اسے کیلنے کے لیے یہودیوں کا ایک جید ربی بھی ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ مجھے امید ہے' بہت جلد اس نقلی وجدان سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔''

''تم امریکا پہنچ کر یہ کس قسم کی مصروفیات میں پڑ گئے ہو؟'' وہ الجھ کر بولی۔

''فرصت میں تفصیل سے بتاؤں گا۔'' میں نے گول مول جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے' ابھی فرصت نہیں۔'' وہ معنی خیز لہجے میں بولی ''کیا اس ہوٹل میں تم اکیلے ہی ٹھہرے ہوئے ہو؟''

''نہیں میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اس ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔''

''میں پورے ہوٹل کی نہیں صرف تمہارے کمرے کی بات کر رہی ہوں!'' وہ ایک ایک لفظ پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولی۔

''میں نے کہا ''ہارپر لاج کے کمرا نمبر تھری ناٹ تھری میں اس وقت میرے ساتھ ایک امریکی حسینہ راکیل بھی موجود ہے اور..... وہ گہری نیند میں ہے۔'' میں نے دانستہ تھوڑا سا جھوٹ بولا۔ یہ مصلحت اندیشی کا تقاضا بھی تھا ''راکیل کا شمار دشمنوں میں نہیں ہوتا۔ بس یا اور کچھ؟''

اس نے چونک کر پوچھا ''ساحل کیسی ہے؟''

یہ ایک فطری سوال تھا جو اس نے خاصی دیر کے بعد کیا تھا۔ میں اور صدف نے مل کر خاصے دنوں تک ساحل کی تلاش میں سر کھپایا تھا۔ میں نے کہا ''وہ خیریت سے ہے۔''

''کیا تمہاری اس سے ملاقات ہوئی؟''

''ہونے والی ہے..... تم دعا کرنا!'' میں نے بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا۔

''ان شاء اللہ ضرور!'' وہ قدرے دل سے بولی پھر کہا ''وجدان ہم اپنے درمیان کوئی کوڈ ورڈز مقرر کر لیتے ہیں تاکہ نقلی وجدان سے دھوکے کا اندیشہ نہ رہے!''

''اچھا آئیڈیا ہے۔'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا پھر کچھ سوچتے ہوئے اضافہ کیا ''صدف! ہمارا جب بھی سامنا ہوگا تم کہنا..... ہاسنگھ پارک۔ اس کے جواب میں' میں کہوں گا..... پائپ میں پناہ! کہو یہ کوڈ ورڈز ٹھیک ہیں یا.....؟''

یا کے بعد میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا' وہ جلدی سے بولی ''ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ اس کوڈ ورڈز میں بڑا رومانس ہے۔''

صدف کی آواز میں موجود ایک خاص قسم کی جوشیلی ترنگ کو میں نے فوراً محسوس کر لیا۔ ہاسنگھ پارک اور پائپ میں پناہ کے ذکر پر اس کے ذہن میں وہ واقعہ تازہ ہو گیا جب ہم دونوں اپنے دشمن کے آدمیوں سے چھپتے چھپاتے مذکورہ پارک میں داخل ہوئے تھے اور ایک ادھورے سلائیڈنگ پائپ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی قربت میں وہ چند لمحات بڑے رومان پرور انداز میں گزارے تھے۔

دو چار رسمی باتوں کے بعد ہمارے درمیان ٹیلی فونک رابطہ موقوف ہو گیا۔ میں نے ریسیور کریڈل کیا تو راکیل سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ میرے صدف کے درمیان زیادہ تر بات چیت اردو میں ہوئی تھی لیکن نقلی وجدان اور اصلی وجدان کا کیڑا راکیل کے ذہن میں کلبلا رہا تھا اس لیے اس نے بہت سی باتوں کا مفہوم کنسیو کر لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھ بیٹھتی' میں نے انگوائری والے انداز میں کہا۔

''تم ابھی تک سوئی نہیں ہو؟''

''یہ صدف کون ہے..... تم نے پاکستان میں کسی کو فون کیا ہے نا؟''

''ہاں' صدف پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں رہتی ہے۔'' میں نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا ''اور یہ میری کزن ہے۔''

راکیل نے پوچھا ''کیا تمہارے علاوہ کوئی اور وجدان بھی ہے جو تمہاری اس کزن کو پریشان کر رہا ہے؟''

''تم ان چکروں میں نہ پڑو آرام سے سو جاؤ۔'' میں نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے نیند نہیں آ رہی۔ تم ہی کسی طرح سلا دو۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی ''بڑے جادوگر بنتے ہو نا!''

''ٹھیک ہے' میں تمہیں سلاتا ہوں۔'' میں نے بھی اسی سنجیدگی سے کہا ''لیکن ایک شرط ہے!''

''کیسی شرط؟'' اس کی خمار آلود نیلی آنکھوں میں ایک چمک سی ابھر آئی۔

میں چند لمحے خاموشی سے ان گہری آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ راکیل کی اس بات میں ذرہ برابر حقیقت نہیں تھی کہ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیند کے امڈتے ہوئے بادل واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ وہ محض مجھے تنگ کرنے کے لیے اس قسم کی اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے کہا ''شرط صرف اتنی سی ہے کہ سونے کے بعد تم ائر کنڈیشنر کو آف نہیں کرو گی!''

''ائر کنڈیشنر کو آف!'' اس نے شرارت سے مجھے دیکھا ''کیا مطلب.....؟''

''جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی میں نے اس کی گویائی کو لاک کر دیا۔ شاید وہ یہ پوچھنا چاہتی تھی' کیا مطلب ہے تمہارا؟ لیکن مطلب' مط سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ اس کا مطلب پورا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

ات دیر سے سوئے تھے اس لیے دوسری صبح دیر سے آنکھ گ ا۔

ں نے بیدار ہونے کے بعد ایک طویل سکون بخش انگڑا لی اور گردن موڑ کر راکیل کی جانب دیکھا۔ وہ آسودگی بھری بندسو رہی تھی۔ میں نے اسے سوتا چھوڑا اور واش روم میں گ گیا۔

شتے سے پہلے پی یانگ ہمارے کمرے میں چلی آئی۔ اس ران میں راکیل بھی فریش ہو چکی تھی۔ وہ بڑی نکھری نکھر ائظر آرہی تھی۔ پی یانگ نے ایک بیوٹی بکس ٹائپ شے، یل کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

'اس میں میک اپ کی مکمل رینج موجود ہے جو تم دونوں کی ع وریات کے لیے کافی ہوگی۔ ناشتے کے بعد تم واقعتاً ڈسلو ورگار شیا بن جانا۔''

ں نے پی یانگ سے کہا ''تمہیں ہمارے پروگرام کی تبدی کے بارے میں تو معلوم ہو گیا ہوگا؟''

''ہاں!'' اس نے اثبات میں سر ہلایا ''ڈاکٹر مونگ سے تھوڑ دیر پہلے میری بات ہوئی ہے۔ تم دونوں کو لے جانے والی ڑی جیسے ہی یہاں پہنچتی ہے' میں تمہیں بتا دوں گی۔''

راکیل نے کہا ''ناشتا ہم اپنے کمرے ہی میں کریں گے۔

''ٹھیک ہے' میں روم سروس سے کہہ دیتی ہوں۔'' اس نے پھر پوچھا ''آرڈر کے بارے میں کچھ بتا دو؟''

راکیل کھٹا کھٹ اسے ناشتے کا آرڈر لکھوانے لگی۔ میرے حساب سے وہ کم از کم چار افراد کا ناشتا تھا۔ میں نے راکیل کو ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔ جب پی یانگ ہمارے کمرے سے رخصت ہو گئی تو میں نے کہا۔

''کیا تم نے کسی اور کو بھی ناشتے پر مدعو کر لیا ہے؟''

''کیوں' کیا ہو گیا!'' وہ چہک کر بولی۔ اس کے چہکنے میں ب خاص قسم کی اٹھلاہٹ تھی۔

میں نے کہا ''ہم صرف دو افراد ہیں اور تم نے ہماری ضرو ت سے دگنا ناشتا منگوا لیا ہے!''

اس کی چہکار میں قدرے اضافہ ہو گیا۔ بڑے دلولہ انگیز انداز میں بولی ''دجدان! سچی بات یہ ہے کہ مجھے شدید قسم کی بھوک لگ رہی ہے۔ معدے میں کچھ اس طرح کی لہریں پیدا ہو رہی ہیں جیسے پچھلے دو تین دن سے میں نے کچھ کھایا نہ ہو!''

''حیرت کی بات ہے۔'' میں نے کہا ''حالانکہ رات تم نے کچھ خاصا ڈٹ کر ڈنر کیا تھا!''

''شاید میں نے تمہیں اپنی اس عادت کے بارے میں نہیں بتایا کہ عام لوگوں کی بہ نسبت مجھے زیادہ بھوک لگتی ہے۔'' وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

''شاید نہیں بلکہ یقیناً تم نے مجھے اپنی اس عادت کے بارے میں پہلے نہیں بتایا تھا۔'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا ''میں تو تمہاری اس عادت کا سن کر گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔''

میری سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ گھمانا بند کر دیا اور پوچھا ''تمہیں کیا تشویش ہو رہی ہے؟''

''بھئی! میں نے اپنی پوری زندگی میں کہیں دیکھا اور سنا نہیں کہ کسی روٹی کو بھی شدید قسم کی بھوک لگتی ہے۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اچانک اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ بڑے فراخ دلانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی پھر رک کر گہری سنجیدگی سے بولی ''دجدان! میں بڑی عجیب و غریب روٹی ہوں۔ بھوک مجھ سے برداشت نہیں ہوتی لہٰذا۔'' وہ ایک لمحے کو رکی پھر فیصلہ کن انداز میں بولی ''لہٰذا ناشتے کے آرڈر میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ میں تمہیں ساری پلیٹیں صاف کر کے دکھاؤں گی۔''

''دیکھوں گا!'' اس کے دعوے کے جواب میں' میں صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

تھرفٹی کار رینٹل کا ڈرائیور موٹا گاچی لگ بھگ گیارہ بجے ہمیں لینے آ گیا۔ لگتا تھا اس نے کار رینٹل کمپنی میں نوکری محض دنیا دکھاوے کے لیے کر رکھی ہے۔ ورنہ درحقیقت وہ ڈاکٹر مونگ کے لیے کسی جرائی جن ایسی حیثیت رکھتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کے لیے اِدھر اُدھر ناچتا پھرتا ہے۔

ہم ہوٹل سے روانہ ہوئے تو ہائی وے سے تھری پر آتے ہی اندازہ ہو گیا کہ رات اچھی خاصی برف باری ہوئی تھی چنانچہ جس رفتار سے گاچی نے ہمیں اولڈ کریل سے دینالی پہنچایا تھا' اسے برقرار رکھنا ممکنات میں سے نہیں تھا۔ گاڑی کا انجن طاقتور تھا تاہم گاچی بیس سے زیادہ رفتار بڑھانے کا رسک نہیں لے رہا تھا۔ خدا خدا کر کے ہم شام سے تھوڑی دیر پہلے اینکریج پہنچ گئے۔ کری اور چیز کے بعد راستہ قدرے آسان ہو گیا تھا اس لیے بھی ڈرائیونگ کی مشکلات میں کمی آ گئی اور گاچی نے چیز سے اینکریج کے درمیانی ٹکڑے میں رفتار کو بیس سے تیس تک پہنچا دیا تھا۔

ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی رہائش گاہ ائرپورٹ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ اینکریج' الاسکا کا سب سے زیادہ آباد شہر ہے پھر بھی خاصا سویا سویا محسوس ہوتا ہے۔ اس میں دنیا کے دوسرے

شہروں والی مخصوص گہما گہمی اور شور شرابا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ایک ہزار بیٹھے سو ستانوے مربع میل پر پھیلے ہوئے اس شہر کی کل آبادی لگ بھگ ڈھائی لاکھ ہے۔ کراچی اور لاہور کے بعض بڑے محلوں میں اتنی آبادی ہوتی ہے پھر تناسب بھی تو دیکھیں' ڈیڑھ ہزار مربع میل سے بھی زیادہ رقبہ اور اس قدر کم آبادی! اس نسبت تناسب کے علاوہ موسم کی شدت نے بھی لوگوں کو گھروں کے اندر بند کر رکھا تھا۔

ڈاکٹر مونگ نے بڑی گرم جوشی سے معانقہ کیا اور فوراً مجھے اپنی رہائش گاہ کے ایک مخصوص کمرے میں لے گیا۔ ڈاکٹر مونگ بڑی تاثر انگیز شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے سامنے سے اپنا آدھا سر منڈا رکھا تھا۔ پچھلے نصف حصے پر بال موجود تھے اور بڑی شان سے موجود تھے۔ بالوں کی طوالت کے پیش نظر ڈاکٹر مونگ نے عورتوں کی طرح باقاعدہ انہیں ایک چوٹی کی شکل دے رکھی تھی۔ لباس کے نام پر اس نے ٹخنوں تک پائنچوں والا پاجامہ پہن رکھا تھا جس کے اوپر کرتہ نما کوئی شے تھی۔ اس کرتے کی آستینیں حد سے زیادہ کشادہ تھیں۔ اس کھلے ڈلے کرتے کے نیچے ڈاکٹر مونگ نے اور کیا کچھ پہن رکھا تھا' میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ بہرحال اس کا لبادہ جس بھی تراش خراش اور ڈیزائن کا ہو' وہ ایک عمدہ اور قیمتی کپڑے سے تیار کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر مونگ کے چہرے پر ایک مستقل سنجیدگی پائی جاتی تھی جس میں خفیف مسکراہٹ کی جھلک بھی نظر آتی تھی۔ وہ بولتا تھا تو لگتا تھا جیسے تاثر کا کوئی دریا بہہ رہا ہو۔ بے ساختہ اس کے لیے دل میں ادب و احترام کے جذبات ابھرنے لگتے تھے۔ میں نے اس کے بارے میں جو تصور قائم کیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ اس کی شخصیت میں تسخیر کی خاصیت موجود تھی۔

ہم اس وقت جس کمرے میں بیٹھے تھے وہ نہایت ہی مختصر تھا یعنی اتنا مختصر کہ اس میں ایک چھوٹی سی میز کے گرد صرف دو کرسیاں ہی رکھی ہوئی تھیں جن میں سے ایک پر میں اور دوسری پر ڈاکٹر مونگ براجمان تھا۔ میز پر دو ننھی منی پیالیوں کے ساتھ ایک کیتلی رکھی تھی۔ مذکورہ کیتلی میں خوش بودار قہوہ بھرا ہوا تھا۔ ڈاکٹر مونگ اس بے حد لذیذ قہوے سے میری ابتدائی تواضع کر رہا تھا۔ راکیل کو وہاں پہنچتے ہی مجھ سے الگ کر دیا گیا تھا۔

ساحل کے حوالے سے اس وقت میرے دل میں ایک طوفان سا مچل رہا تھا۔ میں توقع کر رہا تھا کہ ڈاکٹر مونگ ملاقات پر سب سے پہلے اسی کا ذکر کرے گا لیکن وہ شاؤلن ٹیمپل اور وہاں کی تربیت کا موضوع لے بیٹھا۔ ڈاکٹر مونگ نے پچیس چھبیس سال پہلے اس عظیم تربیت گاہ میں ٹریننگ حاصل کی تھی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اب عملی زندگی گزار رہا تھا۔ اس نے اپنے بعض ایسے اساتذہ کے نام بھی لیے جن سے مجھے بھی کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع ملا تھا۔ اگرچہ بیتے دنوں کو یاد کرنا ایک دلچسپ مصروفیت ہے لیکن اس وقت مجھے یہ تذکرہ کھل رہا تھا' چنانچہ میں نے کہہ ہی دیا۔

''ڈاکٹر مونگ! شاؤلن ٹیمپل پر ہم بعد میں بھی باتیں کر سکتے ہیں۔ تم مجھے ساحل کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ اس کا کچھ سراغ ملا یا نہیں؟''

وہ اپنے ہونٹوں پر بڑی سنجیدہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولا ''وجدان! میں کافی دیر سے تمہاری بے چینی کو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور تمہاری کیفیت کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم دھنو کے لیے خاصے سنجیدہ ہو!''

اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے کوئی دوسرا ہی موضوع نکال لیا تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ڈاکٹر مونگ! تم جتنا محسوس کر رہے ہو' میں اس سے بھی کہیں زیادہ سنجیدہ ہوں لیکن تم سے میری ایک درخواست ہے۔''

وہ اسی مسکراہٹ بھری سنجیدگی کے ساتھ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا ''تم کیا درخواست کرنے والے ہو؟''

میں نے کہا ''تم اس بیتی لڑکی کے لیے دھنو کے بجائے ساحل کا لفظ استعمال کرو تو مجھے خوشی ہوگی..... کم از کم میرے سامنے یا مجھ سے گفتگو کرتے وقت تم اسے ساحل کے نام ہی سے پکارا کرو۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ بڑی فراخ دلی سے بولا ''تمہیں دوست بنایا ہے تو تمہارے جذبات کا احترام بھی ضروری ہے۔ میں تمہاری یہ فرمائش ضرور پوری کروں گا۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر میرا شانہ تھپتھپایا اور کہا ''اور کچھ؟''

میں نے کہا ''اب ساحل کے بارے میں تازہ ترین حالات سے بھی مجھے آگاہ کر دو۔''

وہ چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد گمبھیر آواز میں بولا۔ ''وجدان! تمہارا خیال بالکل درست تھا کہ وہ اس وقت کسی طیارے میں سفر کر رہی تھی اور حالات و واقعات سے ثابت ہو رہا ہے' اسے ربی ہی کے آدمیوں نے فیئر بینکس سے اغوا کیا ہے اس طرح اغوا کیا ہے کہ وہاں میرے ٹھکانے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے۔ خیر ربی کو یہ قرض سود در سود واپس کرنا ہوگا۔''

وہ بولتے بولتے رک گیا تو میں نے کہا ''یہ تو تمام وہی باتیں ہیں جن کی میں بھی توقع کر رہا ہوں۔ کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تم نے ساحل کے کسی طیارے میں سفر کرنے کی تصدیق کیسے کی؟''

''میں نے ہنگامی حالات میں اپنے بڑوں سے رابطہ کیا تھا۔'' ڈاکٹر مونگ نے اپنے مخصوص لہجے میں بتایا ''سیٹل میں موجود میرے سینئرز نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ فیئر بینکس سے اغوا کرنے کے بعد تمہاری ساتھی کو کسی طیارے میں سوار کرایا گیا ہے۔''

''پھر تو تمہیں یہ بھی بتایا جا چکا ہوگا کہ وہ طیارہ ساحل کو کہاں پہنچانے والا ہے؟''

''نہیں' اس بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا گیا۔''

''اور تم نے پوچھا بھی نہیں؟''

''میں اپنے بڑوں سے سوالات کی جرأت نہیں رکھتا۔'' وہ خلوص اور سنجیدہ لہجے میں بولا ''میں نے انہیں تمہارے خیال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا' ہم وجدان کے خیال کو ضرور چیک کریں گے۔ اس کے خیال اور اندازے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارا یعنی وجدان کا خیال ٹھیک ہے۔'' وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''سیٹل والے بڑوں نے مجھے یقین دلایا کہ ساحل بالکل خیریت سے ہے اور یہ کہ وہ بہت جلد اسے ربی موشے ہائمن کے قبضے سے نکال لیں گے۔''

میں ٹٹولتی ہوئی نظر سے ڈاکٹر مونگ ریفوشے کو دیکھنے لگا۔ اس کی باتوں میں بہت گہرائی اور گیرائی پائی جاتی تھی۔ اس کی باتوں پر یقین کرنے کو دل چاہتا تھا۔ مجھے خاموش اور سوچتا ہوا پا کر اس نے کہا۔

''مجھ سے تو سب کچھ پوچھ لیا۔ میرے ایک سوال کا جواب بھی دے دو!''

''کون سا سوال؟'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ بولا ''تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا' ساحل کس طیارے میں سفر کر رہی ہے؟''

وہ دوستی نبھانے یا مجھے خوش کرنے کے لیے اب دھنو کے بجائے ساحل کا لفظ استعمال کر رہا تھا۔ میں نے کہا ''تمہارے سوال کا سن کر میرے ذہن میں ایک فوری جواب آیا ہے جو تمہاری طرف سے ہر سوال کا دروازہ بند کر دے گا لیکن میں تمہیں وہ جواب نہیں دوں گا بلکہ سیدھا اور معقول جواب دوں گا۔''

وہ گہری دلچسپی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا ''معقول اور سیدھا جواب تم بعد میں دینا پہلے بتاؤ وہ کون سا جواب ہے جو میرے سوالات کی راہ میں کوئی بڑی رکاوٹ کھڑی کر دے گا؟''

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تمہارے اس سوال کے جواب میں' میں تمہاری طرح یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ساحل کے کسی ہوائی جہاز میں سفر کرنے کے بارے میں مجھے میرے بڑوں نے بتایا تھا اور یہ کہ میں اپنے بڑوں سے کراس قوئسچن کی جرات نہیں رکھتا۔ وغیرہ وغیرہ۔''

''تم ذہین ہی نہیں' بلکہ خاصے عیار بھی ہو۔'' وہ بے ساختہ بولا۔

میں نے بھی اسی انداز میں کہا ''ڈاکٹر مونگ! میں گزشتہ دو دن اور دو رات سے ایک یہودن کے ساتھ ہوں۔ تھوڑا بہت اثر تو ہوگا نا۔ ممکن ہے اس رفاقت نے میرے اندر بھی کچھ عیاری بھر دی ہو!''

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ''راکیل بڑی زبردست لڑکی ہے۔''

اس کے اس مختصر سے تبصرے سے اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ راکیل کے بارے میں وہ اپنا تجربہ بیان کر رہا تھا یا مشاہدہ۔ بہرحال میں نے اس کے سوال کا معقول جواب دیتے ہوئے بتایا کہ مجھے ساحل کے بارے میں کیسے پتا چلا تھا۔

وہ بڑے انہماک سے میری بات سنتا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوگیا۔ اس کی تقلید میں' میں بھی کھڑا ہوگیا۔ اس نے بڑے والہانہ انداز میں مجھ سے ایک پُرجوش مصافحہ کیا پھر دوبارہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

ایک اچھوتی سرگزشت

چھلاوا

بیسویں صدی کی ایک نہایت پُراسرار خاتون

صبیحہ بانو کی آپ بیتی

صفحات 1120 | قیمت 300 روپے | ڈاک خرچ 29 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

''مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ اس کائنات کی سب چیز سب کے لیے نہیں ہوتیں۔ بعض معاملات کے لیے بعض لوگ مخصوص ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی سی کی صلاحیت کو اس مد تک بڑھانے کی پوری کوشش کرڈالی لیکن مجھے اس میں کام یابی نہیں ہوئی حالانکہ میں نے مارشل آرٹس کے دیگر شعبوں میں جو کچھ حاصل کیا ہے اسے سنو گے تو حیرت زدہ رہ جاؤ گے!''

میں نے کہا ''تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ڈاکٹر مونگ! میں نے تمہیں دوست جان کر اپنا یہ راز بتادیا ہے۔ اسے خود تک ہی محدود رکھنا۔ ویسے ابھی میری اس صلاحیت میں کچا پن ہے۔''

''پکا پن بھی آجائے گا۔ مشق جاری رکھو۔'' وہ دوستانہ انداز میں بولا ''جس حد تک ممکن ہوسکا میں بھی تمہاری مدد کروں گا اور جہاں تک راز کو راز رکھنے کا تعلق ہے تو تم اس سلسلے میں بے فکر ہوجاؤ۔ میرا سینہ بہت وسیع اور گہرا ہے۔''

ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے ایک ایک لفظ سے ہمدردی خلوص اور سچائی ٹپکتی تھی۔ اس کی باتوں پر یقین اور اس کی ذات پر اعتماد کرنے کو جی چاہتا تھا اور اب تو ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ استوار ہو چکا تھا جو منہ بولے رشتوں میں دنیا کا سب سے مضبوط رشتہ سمجھا جاتا ہے۔

ہمارے درمیان کافی دیر تک باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ مجھے ڈاکٹر کی ایک حیرت انگیز صلاحیت کا پتا چلا کہ وہ فلائٹ فائٹنگ کا بھی ماہر تھا۔ یہ خاصیت بہت کم فائٹرز میں پائی جاتی ہے۔ ہوا میں پرواز کرتے ہوئے لڑائی کرنا آسان کھیل نہیں۔ میں نے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا۔ یہ سوال کافی دیر سے میری سوچ میں گردش کررہا تھا۔

''تم نے کس شے میں ڈاکٹریٹ کررکھا ہے؟''

''چینی طب میں!'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

یہ ایک اور حیرت انگیز صلاحیت تھی۔ چینی طب کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ ویسے بھی ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ علم حاصل کرو چاہے اس حصول کے لیے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اس سے یہ تو مسلم ہوجاتا ہے کہ چین علم و ہنر کا گہوارہ ہے۔ میں چینی طب کے بعض عجوبہ روزگار واقعات سے بھی آگاہ تھا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ ڈاکٹر مونگ نے اس موقع پر ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے اپنی چوٹی کو گردن پر سے کاٹ ڈالا۔ ان سات انچ لمبے بالوں میں سے آگے اس نے سر کے اگلے حصے پر گرالیے، یعنی منڈا ہوا حصہ بالوں سے ڈھک گیا۔ کچھ بال سائیڈز پر اور باقی پیچھے ڈال دیے۔ صرف اس چھوٹی سی حرکت سے اس کے حلیے میں نمایاں تبدیلی رونما ہوگئی تھی۔

میں نے جب حیرت سے اسے دیکھا تو وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''جس طرح تمہارے مذہب میں مخصوص حالات میں جان بچانے کے لیے بعض اوقات حرام شے بھی حلال ہوجاتی ہے بالکل اسی طرح کسی نہایت ہی خاص الخاص موقع پر ہم بھی چوٹی کٹوا دیتے ہیں۔ اس عمل سے تم اس مشن کی اہمیت کا اندازہ لگالو۔''

میں خاموشی سے اس کی مفکرانہ باتیں سنتا رہا۔ میرے اور راکیل کے حلیوں میں بھی کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ جب ساری تیاری ہوچکی تو ہم ائرپورٹ کے لیے روانہ ہوگئے۔

ائرپورٹ ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی رہائش گاہ سے قریب ہی تھا۔ ہم ٹھیک نو بجے گھر سے نکلے۔ فلائٹ دس بجے کی تھی۔ ہمارا یہ سفر ریشل کار میں شروع ہوجو تھرفٹی نامی کمپنی نے اپنے ایک ڈرائیور گاچی کے حوالے کررکھی تھی۔ وہ بے چارے یہ نہیں جانتے تھے' وہ موٹا گاچی کس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔

گھر سے ائرپورٹ اور پھر ائرپورٹ پر کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ ہم بہ خیر و عافیت جہاز میں سوار ہوگئے۔ مقررہ وقت پر جہاز نے ٹیک آف کیا تو میں نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر میں نے نشست سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔

پرواز متوازن ہوکر اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوگئی۔ ڈاکٹر مونگ اور راکیل بھی میرے ساتھ محوِ پرواز تھے۔ ہم سب کی منزل ریاست واشنگٹن کا شہر سیٹل تھا جہاں ڈاکٹر مونگ کے بڑے موجود تھے۔ مجھے نانلو سے قوی امید یہی تھی کہ ان لوگوں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ دلائی لاما سے ضرور تعلق ہوگا۔ بہرحال، جو کچھ بھی تھا، چند گھنٹوں بعد سامنے آنے والا تھا۔

میں نے تمام اِدھر اُدھر کے خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور ساحل کا تصور قائم کرنے لگا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ اگر میں اپنے ارتکازی عمل سے اس تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا تو مجھے ساحل کی تازہ ترین پوزیشن کا علم ہوسکتا تھا۔

میری ایک دو منٹ کی کوشش رنگ لے آئی۔ میں ساحل کے تصور کو چھونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کا سراپا میری تیسری آنکھ کے سامنے روشن ہوگیا۔ پنیل گلینڈ بڑی فرماں برداری سے کام کررہا تھا۔

میں نے دیکھا..... اور بڑی توجہ سے دیکھا کہ ساحل

ایک جہاز سے باہر آرہی تھی۔ وہ کسی ہوائی جہاز کے جسم کو خیر باد کہنے کے بعد ائر پورٹ کی عمارت میں داخل ہورہی تھی۔ میں نے اضطراری انداز میں چاروں جانب نگاہ دوڑائی تاکہ مجھے یہ معلوم ہوسکے کہ وہ کس ائر پورٹ پر اتر رہی ہے۔ یہ بہت اہم تھا..... میں ساحل کی منزل کا سراغ پانے والا تھا لیکن.....

اس لیکن کے بعد ایک افراتفری تھی اور اس افراتفری نے میرے انہماک، میرے ارتکاز کا بیڑا غرق کردیا تھا۔ ہم جس جہاز میں سوار تھے وہاں مسافروں کے لیے کوئی خاص اعلان ہورہا تھا۔ میں راکیل کی کہنی کی اس نسوانی ضرب سے منتشر ہوا تھا جو اس نے میری توجہ مبذول کرانے کے لیے میری پسلیوں پر رسید کی تھی۔ وہ جہاز میں ہونے والی اناؤنس منٹ سے مجھے باخبر کرنا چاہتی تھی۔ میری آنکھیں بند دیکھ کر شاید اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ میں سو چکا ہوں۔

راکیل کی اس حرکت پر مجھے غصہ تو بہت آیا کہ میں اپنی ساحل کا سراغ کھو بیٹھا تھا مگر وہ غصہ دکھانے کا موقع نہیں تھا۔ اس حرکت میں راکیل کی کوئی دانستہ کوتاہی شامل نہیں تھی۔ جہاز میں واقعی ایک سنسنی خیز اعلان کیا جارہا تھا۔ میں پوری توجہ سے اس آواز کو سننے لگا۔

وہ اس لڑکی کی آواز نہیں تھی جو اب تک میں نے دو تین مرتبہ سنی تھی بلکہ میرا تو یہ خیال تھا کہ وہ جہاز کے عملے میں سے کسی کی بھی آواز نہیں تھی۔ الفاظ اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے لگتا تھا، وہ کوئی غیر متعلق شخص ہے جو جہاز کے مسافروں کو کوئی سنگین وارننگ دے رہا ہے۔ وہ شخص کہہ رہا تھا۔

''کتنی عجیب بات ہے، بلکہ اتفاق ہے کہ ٹی ڈبلیو اے (ٹرانس ورلڈ ائرلائنز) کا یہ طیارہ آپ لوگوں کے دم قدم سے آباد ہے۔ اسی ائر لائنز کا ایک بوئنگ جیٹ لائنر سیون فور سیون پچھلے سال آپ ہی جیسے لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ نیویارک سے پیرس جانے والے تھے۔ ''میں ٹی ڈبلیو اے'' کی فلائٹ نمبر آٹھ سو کی بات کررہا ہوں۔ آپ میں سے بہت سارے لوگ اس فلائٹ کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں گے۔''

اتنا کہہ کر وہ رکا۔ میری چھٹی حس پکار اٹھی، کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ میں ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اعلان کرنے والا دوبارہ مسافروں سے مخاطب ہوا۔

''بہرحال، آپ لوگوں میں سے جو اس فلائٹ کے بارے میں نہیں جانتے' میں ان کی معلومات کے لیے بتادیتا ہوں کہ ''ٹی ڈبلیو اے'' کی فلائٹ نمبر آٹھ سو، سترہ جولائی کو، رات آٹھ بج کر انیس منٹ پر نیویارک کے جے ایف کینیڈی ائر پورٹ سے اڑا۔ اسے سیدھا پیرس جانا تھا۔ اس بوئنگ سیون فور سیون میں کل دو سو تیس افراد سوار تھے جن میں دو سو بارہ مسافر اور اٹھارہ جہاز کے عملے کے لوگ تھے۔ مذکورہ بوئنگ رات آٹھ بج کر اڑتالیس منٹ پر یعنی ٹیک آف کے ٹھیک انتیس منٹ بعد ریڈار سے غائب ہوگیا۔ ائر پورٹ کے عملے میں کھلبلی مچ گئی۔ ریڈار اسکرین سے کسی جہاز کا غائب ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں۔''

بولنے والا تھوڑی دیر کے لیے متوقف ہوا۔ میں نے جہاز کے مسافروں پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی۔ بیش تر افراد کے چہرے خوف و ہراس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ جس جہاز کے بارے میں بتایا جارہا تھا اس کے ساتھ خیریت نہیں گزری تھی۔

مخصوص آواز دوبارہ نشر ہونے لگی ''میں جس جہاز کا ذکر کررہا ہوں، وہ تھوڑی دیر بعد، لانگ آئی لینڈ سے تھوڑے فاصلے پر فضا میں پھٹ گیا تھا۔ اس حادثے کے وقت وہ جہاز تیرہ ہزار سات سو فٹ کی بلندی پر، ائر پورٹ سے پچاس میل مشرق کی سمت تھا۔ بہرحال اس حادثے میں کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکا تھا۔ جہاز کا ملبا اور دو سو تیس افراد کی لاشیں اٹلانٹک اوشین کی تہ میں چلی گئیں۔''

عورتوں نے باقاعدہ چیخنا چلانا شروع کردیا، ان میں سے بعض اعلان کرنے والے کو بے نقط بھی سنا رہی تھیں۔ مردوں میں بھی بے پناہ اشتعال پایا جاتا تھا۔ اس غم و غصے کے ساتھ ہی سارے مسافر خوف و ہراس میں بھی مبتلا تھے۔

''چیخنے چلانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اعلان کرنے والے نے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''اگرچہ اس وقت یہ جہاز بھی کم و بیش اتنی ہی بلندی پر ہے ہم اس وقت گلف آف الاسکا پر سے گزر رہے ہیں لیکن میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس جہاز کو کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔ بشرطیکہ آپ تمام مسافروں کو ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرنا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا اعلان کیا جائے گا۔''

میں نے گردن گھما کر ڈاکٹر مونگ ریفوشے کو دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے پتھر کا بت بنے بیٹھا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے اس اعلان کا ایک لفظ نہ سنا ہو۔

لیکن یہ کیسے ہوسکتا تھا..... ایسا ہونا ناممکن تھا!

زندگی بڑی پیاری شے ہے اس لیے سب کو پیاری ہے۔ یہ صرف ایک بار ملتی ہے اور انسان اس ایک بار کی میں ہزار بار جینا چاہتا ہے' اس پیاری شے کو پیار کرنا ہے' اسے گلے سے لگا کر رکھنا چاہتا ہے۔ گلے کے ہار کر اچانک کانٹے اگ آئیں تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ اسی طرح زندگی کسی بڑے خطرے سے دوچار ہوجائے تو انسان گرہ جاتا ہے' خوف و ہراس اسے اپنے حلقے میں جکڑ لیتا

طیارے کی اندرونی فضا میں اس وقت ایک کھلبلی مچی تھی۔ تمام مسافر خصوصاً لیڈیز کی حالت دیدنی تھی۔ اس خیز اعلان نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اگرچہ اعلان نے والے نے دعوہ کیا تھا کہ اگر مسافروں نے ان لوگوں خاون کیا تو انہیں اور اس طیارے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے ن اس دعوے پر کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ گزشتہ فضائی حادثے کی نذر ہونے والے جس طیارے کا حوالہ ا تھا' وہ مسافروں کے ذہنوں میں سراسیمگی پھیلانے کے انی تھا..... اور ہم تینوں بھی ٹی ڈبلیو اے کے اسی بوئنگ یو رسیون کے مسافروں میں شامل تھے!

اس مبہم اور سنسنی پھیلانے والے اعلان کو پہلے راکیل نا تھا۔ میں اس وقت اپنے تصور کے ساتھ ساحل کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ساحل کسی ہوائی جہاز سے اتر رہی تھی راکیل کی مداخلت نے مجھے جاننے نہ دیا کہ ساحل کس کس شہر کے کس ائر پورٹ پر پہنچی تھی۔ راکیل نے اپنی کی ضرب' میری پسلیوں پر لگا کر میرے تصور کا شیرازہ ر دیا تھا۔ بہرحال اس کا یہ عمل عین فطری تھا۔

میں نے ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی جانب ۔ اس کی آنکھیں ہنوز بند تھیں اور وہ بڑے صبر و سکون یٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کی یہ لاتعلقی بے خبری مجھے عجیب سی لگی۔ طیارے کو فضا میں پرواز کیے آدھا گھنٹا گزر اتھا۔ یہ ممکن نہیں تھا' کوئی شخص اتنی قلیل میں گہری نیند میں اتر جائے..... اور شخص بھی ڈاکٹر ریفوشے جیسا محتاط اور دوربین!

میں ڈاکٹر مونگ کے اس رویے کو کسی خانے میں فٹ نے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ راکیل نے مجھے بازو ڑ کر اپنی جانب کھینچا اور سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

''میرا خیال ہے' یہ جہاز اغوا کرلیا گیا ہے۔'' اس کی ا بڑاہٹ سے مشابہ تھی۔

''تمہارا خیال خاصا تقویت بخش ہے۔'' میں نے کہا۔

''تمہیں ان لمحات میں بھی مذاق سوجھ رہا ہے؟''

''میں بالکل سنجیدہ ہوں۔'' میں نے اسی انداز میں کہا۔ ''طیارے کے تباہ ہوجانے سے اس کا اغوا ہوجانا خاصا اطمینان بخش ہوگا۔ کیا تم نے ٹی ڈبلیو اے کی فلائٹ نمبر آٹھ سو کا احوال نہیں سنا؟''

''وہ حادثہ میرے ذہن میں نقش ہے۔'' وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''اس فلائٹ سے میری ایک دوست بھی نیویارک سے پیرس جارہی تھی۔ اوہ مائی گاڈ!'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر جھرجھری لیتے ہوئے بولی۔

''لانگ آئی لینڈ کے باسیوں نے فضا میں ایک خوف ناک دھماکے کی آواز سنی تھی اور پھر ان کی نگاہوں میں آگ کا ایک عظیم الشان گولا گھوم گیا تھا۔ بعد کی تحقیق نے اس فضائی حادثے کو دہشت گردی کی ایک واردات قرار دیا تھا۔''

میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''اسی لیے تو کہہ رہا ہوں' اللہ کا شکر ادا کرو' یہ طیارہ تباہ و برباد ہونے نہیں جارہا' صرف اغوا ہوا ہے۔''

ہمارے درمیان وہ گفتگو سرگوشیانہ انداز میں ہورہی تھی۔ ویسے اگر ہم بہ آواز بلند بھی بات کرتے تو کوئی ہماری جانب دھیان دینے والا نہیں تھا۔ اس خوف ناک اعلان نے مسافروں کے ذہنوں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ سب اپنے بارے میں اپنے تحفظ کے لیے سوچ اور بول رہے تھے..... اور بہت بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے۔ طیارے کے ماحول میں ایک افراتفری کا عالم تھا۔

راکیل کی جھنجلائی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''تم اپنے اعصاب کو کیا کھلاتے پلاتے ہو۔ اس سنگین صورتِ حال میں بھی تمہیں خود پر بڑا کنٹرول حاصل ہے؟''

میں نے اس کے سوال کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا اور ڈاکٹر مونگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا ''اسے کیا ہوا ہے؟'' میرے استفسار میں ڈاکٹر کے لیے ایک احترام شامل تھا۔

اس سے پہلے کہ راکیل کچھ بولتی' جہاز کے اندر ایک مرتبہ پھر وہی مخصوص آواز سنائی دینے لگی جس نے مسافروں سے مخاطب ہوتے ہوئے وہ سنسنی خیز اعلان کیا تھا۔ اب وہ کہہ رہا تھا۔

''ٹی ڈبلیو اے کی فلائٹ نمبر آٹھ سو کا حوالہ اس لیے دینا پڑا کہ اتفاق سے یہ بھی اسی ائر لائنز کا بوئنگ سیون فور سیون ہے۔ عام مسافروں کو چاہیے کہ وہ ہم سے تعاون کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے امن و امان سے اپنی سیٹوں پر بیٹھے

رہیں۔ آپ لوگوں سے ہماری کوئی دشمنی نہیں۔ ہم نے یہ زحمت صرف ایک خاص مسافر اور اس کے دو ساتھیوں کی خاطر اٹھائی ہے۔''

اسپیکر سے ابھرنے والی اس آواز میں تھوڑا توقف ہوا۔ تین خاص آدمیوں کے ذکر پر میرا چونکنا لازمی تھا۔ ہم بھی تین تھے اور ہمارے دشمن پورے اسکاڈ میں ہمیں کھوجتے پھر رہے تھے۔ تین خاص افراد کے انکشاف کے بعد راکیل فوراً مجھ پر تقریباً جھک سی گئی۔ اسی وقت اعلان کرنے والے کی آواز دوبارہ ابھرنے لگی۔

''آپ لوگوں کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے جن تین خاص افراد کا ذکر کیا ہے، وہ اس وقت ہمارے قابو میں ہیں اور اس جہاز کے عملے پر بھی ہمیں مکمل اختیار حاصل ہے۔ اب یہ جہاز ہماری مرضی کے مطابق پرواز کرے اور جہاں ہم چاہیں گے، لینڈ کرے گا۔ آپ لوگ اطمینان سے سفر کریں۔ آپ کی زندگیوں کو کوئی خطرہ نہیں۔ اپنی منزل پر پہنچ کر ہم آپ لوگوں کو آزاد کر دیں گے..... اور اپنے شکار کو ساتھ لے جائیں گے۔''

میں ایک طویل سانس خارج کر کے رہ گیا۔ اعلان کرنے والے کے الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا، ہم تینوں ان کے نشانے پر نہیں تھے۔ راکیل بھی خاصی مطمئن دکھائی دینے لگی لیکن ڈاکٹر مونگ کی ''کیفیت'' میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میں اسے جگانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اسپیکر میں ایک مرتبہ پھر جان آ گئی۔

''اگرچہ مجھے امید ہے، آپ لوگ کسی قسم کی بدامنی پھیلانے کی کوشش نہیں کرو گے لیکن انسان بڑی عجیب و غریب چیز ہے اور ہر شخص کی کیمسٹری دوسرے سے مختلف ہے۔ عین ممکن ہے آپ لوگوں میں سے کسی کے ذہن میں مہم جوئی کا خیال پیدا ہو جائے اور کوئی الٹی سیدھی حرکت کر بیٹھے اس لیے ہم تم لوگوں پر دو نگران مقرر کر رہے ہیں..... مسلح نگران! مجھے یقین ہے آپ لوگ اپنی سلامتی کی خاطر ان مسلح نگرانوں کو اسلحہ استعمال کرنے کا موقع نہیں دو گے۔ وش یو گڈ لک!''

اسپیکر خاموش ہوا تو میں نے یہاں سے وہاں تک پسرد عذاب مسافروں کا جائزہ لیا۔ ان کی سراسیمگی میں قدرے کمی آ گئی تھی۔ موت کا خطرہ ٹل جانے سے بڑی راحت کا احساس ہوتا ہے۔ اکثر مسافر خاموش ہو گئے تھے تاہم بیشتر کے چہروں پر بے یقینی بھی تھی۔ انسان منزل سے بے منزل ہو جائے تو ایک نامعلوم اضطراب ذہن و دل کو اپنے جالے میں جکڑ لیتا ہے۔ ہم سب اپنی منزل کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ اس وقت ہم اغوا کنندگان کے رحم و کرم پر تھے..... اور ان کے وعدے پر بھروسا کرنا ہماری مجبوری!

ایک مرتبہ پھر راکیل نے میری پسلیوں پر طبع آزمائی کی اور مجھے چونک کر اس کی طرف دیکھنا پڑا۔ ہم تینوں مڈل رو میں بیٹھے تھے۔ میں راکیل اور ڈاکٹر مونگ کے درمیان وال سیٹ پر براجمان تھا۔ راکیل میری دائیں جانب اور ڈاکٹر مونگ بائیں طرف والی سیٹوں پر تھے۔ میں نے راکیل کی سمت توجہ کی تو وہ نظر سے دائیں طرف اشارہ کرنے لگی۔

میں نے اس کے اشارے کا تعاقب کیا اور میری نگاہ ونڈو سائیڈ والی ایک سیٹ پر جم کر رہ گئی۔ مذکورہ سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر کو میں نے ایک غیر معمولی حرکت کرتے دیکھا تھا۔ اس نے اپنے گھٹنوں پر ایک سیاہ بریف کیس کھول رکھا تھا اور ایک معنی خیز کام میں مصروف تھا۔ میری نظر اس کے کام پر جم گئی۔ اس کے ہاتھ نپی تلی جنبشوں میں مصروف تھے۔

اس شخص نے بریف کیس کے اندر موجود ایک بلسٹر پیک تھیلی کو کھولنا شروع کیا۔ اس تھیلی کے اندر سے ایک چھوٹا پیکٹ برآمد ہوا۔ میں نے بہ غور دیکھا وہ پیکٹ ایکسرے شیٹ سے مشابہ کسی میٹریل سے تیار کیا گیا تھا۔ اس شخص نے بڑے انہماک سے اس پیکٹ کو کھول ڈالا پھر اس کے اندر سے جو شے نمودار ہوئی، اسے دیکھ کر میں چونک اٹھا۔

وہ ایک خوف ناک جدید طرز کا پسٹل تھا۔ مذکورہ شخص بڑے اطمینان سے پسٹل کے ساتھ ایک سائلنسر منسلک کرنے لگا۔ مجھے یہ سمجھنے میں ایک لمحے کی دیر نہ لگی کہ اس شخص نے چیکنگ کے نظام کو دھوکا دینے کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ شاطر شخص اس سیاہ بریف کیس کو بہ آسانی ویپن اینڈ ڈیٹیکٹنگ آلات سے گزار لایا تھا۔ ایکسرے شیٹ یا اس سے ملتے جلتے کسی میٹریل سے تیار کردہ وہ پیکٹ اپنے اندر موجود پسٹل کو حساس مشین کی ''نظر'' سے بچا کر طیارے تک پہنچانے میں بڑا معاون اور مددگار ثابت ہوا تھا۔

میرے ذہن میں کسی فوری ایکشن کا خیال ابھرا۔ وہ شخص مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں ایک جست بھر کر اسے دبوچ نہیں ڈال سکتا تھا مگر اس سے قبل کہ میں اپنی جگہ سے حرکت کرتا، ایک تیز نسوانی چیخ طیارے کی اندرونی فضا میں گونجی۔

میں نے بے ساختہ طیارے کے اگلے حصے کی جانب دوڑائی۔ وہ نسوانی چیخ اسی سمت سے ابھری تھی۔ دوسرے لمحے ایک گن بردار میری نظر میں آ گیا۔ اس گن پر بھی سائلنسر لگا ہوا تھا۔ مذکورہ گن کی جھلک ہی نے اس عورت کو چیخنے کی دعوت دی تھی۔ اس دوران میں میرے پہلو والا مسلح شخص

اٹھ کر گزرگاہ میں کھڑا ہو چکا تھا۔ میں سمجھ گیا یہ دونوں گن بردار اغوا کنندگان کے ساتھی ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے اعلان کرنے والے نے انہی دو نگرانوں کا ذکر کیا تھا۔ اس جہاز کو بڑے طریقے سلیقے سے اغوا کیا گیا تھا۔ جلد ہی ان دونوں نگرانوں نے بڑی مہارت سے مسافروں کو اپنے کور میں لے لیا۔

گن کو دیکھ کر جس عورت کی چیخ نکل گئی تھی، وہ تو سہم کر دبک گئی تھی تاہم اس کے ساتھی کو جلال آ گیا۔ وہ میکانکی انداز میں اپنی سیٹ سے اٹھا اور گن بردار کو الٹی سیدھی سنانے لگا۔ اس کے انداز میں اچھا خاصا اشتعال پایا جاتا تھا۔

''تم لوگ بہت بے حس اور سفاک ہو۔''

''کیپ سائلنٹ!'' گن بردار غرایا۔

مخاطب کا جوش و خروش بڑھ گیا ''تم لوگوں نے یہ جہاز اغوا کر لیا۔ اتنا کافی نہیں کیا؟ ہم سب مکمل طور پر تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔ اب اسلحے کی نمائش کر کے عورتوں اور بچوں کو کیوں ڈراتے ہو؟''

گن بردار اس شخص کے قریب ہی تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے مڑا پھر اس کا گن والا ہاتھ بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اگلے ہی لمحے بولنے والا اپنی پیشانی تھام کر رہ گیا۔ گن کا فولادی دستہ اس کے ماتھے پر لگا تھا۔ یہ ایک جچی تلی ضرب تھی جو بجلی کی سی سرعت سے لگائی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی گن بردار کی غراہٹ بھری آواز ابھری۔

''یہ فرسٹ وارننگ ہے۔ آئندہ تقریر کرنے کی کوشش کی تو گن سے بے آواز گولی نکلے گی جو تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے آواز کر دے گی!''

گن بردار کی دھمکی میں بڑی قطعیت تھی۔ چیخنے والی عورت نے اپنے ساتھی کو بڑی مضبوطی سے تھام لیا جیسے خدشہ ہو، وہ دوبارہ اٹھ کر گن بردار سے الجھ جائے گا۔ اپنی پیشانی پر گن کا دستہ کھانے والا شخص چپ سادھ کر بیٹھ گیا اور وہاں سے رسنے والے خون کو صاف کرنے لگا۔

اسی وقت ہمارے عقب سے ایک آواز ابھری۔ کوئی بڑی رعب سے اغوا کنندگان سے مخاطب تھا ''تم لوگوں کا جھوٹ تو پہلے قدم پر ہی کھل گیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا تھا، جہاز کے مسافروں سے تمہاری کوئی دشمنی نہیں۔ تم اپنے مطلوبہ افراد کو قابو کر چکے ہو پھر یہ کیسی درندگی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ تمہارا وعدہ کیا ہوا کہ ہماری سلامتی محفوظ رہے گی؟''

میں نے گردن گھما کر اس جیالے کا دیدار کرنا ضروری سمجھا اور پھر اس بولنے والے شخص کو دیکھتے ہی میں ٹھٹک اٹھا۔ وہ الاسکا کا نیشنل ہیرو ڈوگ گینگ تھا۔ وہی مونٹینئر اور گلیشئر پائلٹ جسے میں نے ہارپر لاج کے ڈائننگ ہال میں ایک مریل سی لڑکی کے ساتھ ڈنر کرتے دیکھا تھا۔ اب وہ قطعاً وہ لڑکی اس کے ہمراہ نہیں تھی۔

میں ڈوگ گینگ کو جہاز کے اندر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پتا نہیں وہ اب تک میری نظر سے کیسے بچا ہوا تھا۔ میری حیرت کا سبب یہ نہیں تھا کہ وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا بلکہ میں اس کی طرف سے ایک بے نام سی تشویش میں مبتلا تھا۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں وہ بڑے مشکوک انداز میں مجھے اور راکیل کو تاڑتا رہا تھا چنانچہ اس طیارے میں ڈوگ گینگ کی موجودگی لامحالہ مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔ مجھے اس بات کا اطمینان تو تھا، اس وقت ہم تبدیل شدہ حلیوں میں تھے لہٰذا وہ ہمیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ ہارپر لاج میں وہ ہمیں اصلی صورت شکل میں دیکھ چکا تھا۔

ڈوگ گینگ کے نزدیک ہی وہ گن بردار کھڑا تھا جسے میں نے سیاہ بریف کیس میں سے گن برآمد کرتے دیکھا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے بھی یقیناً اسی طریقے پر عمل کر کے ہتھیار کو جہاز کے اندر پہنچایا ہوگا۔ ان کا طریقۂ کار بڑا ایونیق تھا!

گن بردار شخص نے ڈوگ گینگ کے سینے کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا ''میں مانتا ہوں تم الاسکا کے نیشنل ہیرو ہو لیکن اس وقت تم الاسکا میں ہو اور نہ ہی یہاں جہاز کے اندر کوئی مونٹین اور گلیشئر ہے لہٰذا ہیرو شپ کی کوئی گنجائش نہیں۔ چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھے رہو ورنہ.....؟''

''ورنہ'' کے بعد گن بردار نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا تھا اور اس ادھورے جملے میں ایک سنگین دھمکی پوشیدہ تھی۔ الفاظ کی قطعیت بتاتی تھی، دھمکی دینے والا کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ شاید انہیں اس سلسلے میں خصوصی ہدایات دی گئی تھیں۔

میری تقلید میں راکیل بھی نیشنل ہیرو کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا ''ہیرو واقعی ہیرو ہوتا ہے!''

''اور زیرو واقعی زیرو ہوتا ہے۔'' یہ ڈاکٹر مونگ کی آواز تھی۔

میں نے جلدی سے پلٹ کر اپنے بائیں پہلو میں دیکھا۔ ڈاکٹر مونگ ''بیدار'' ہو چکا تھا اور خاصا سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ مجھ سے نگاہ ملی تو گہری سنجیدگی سے بولا۔

''ہیرو بننا اتنا مشکل نہیں جتنا ہیرو شپ کو برقرار رکھنا۔ حالات و واقعات دشمنی پر اتر آئیں تو ہیرو کو زیرو بنتے میں ایک لمحہ نہیں لگتا۔'' تھوڑے توقف کے بعد اس نے اضافہ

کیا ''گن بردار کچھ غلط نہیں کہہ رہا۔ واقعی یہاں جہاز میں کوئی پہاڑ نظر آ رہا ہے اور نہ ہی کوئی برفانی تودہ دکھائی دیتا ہے!''

ڈاکٹر مونگ کے جملے کی معنی آفرینی پر میں غور کر ہی رہا تھا کہ اسپیکر آن ہو گیا۔ اعلان کرنے والا نیشنل ہیرو سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''ڈوگ گینگ! ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ آپ لوگوں کی سلامتی کو اس بات سے مشروط کیا گیا تھا کہ آپ کسی قسم کی بدامنی پھیلانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اگر آپ لوگ اپنے جذبات کو قابو میں رکھو گے تو تم لوگوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جائے گی۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ مسلح نگرانوں سے الجھنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر آپ لوگ شرافت کا ثبوت دیں گے تو محفوظ رہیں گے۔''

بولنے والے کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا وہ کسی بھی وسیلے سے ہمیں دیکھ رہا تھا اور جہاز کی اندرونی صورت حال اس کے علم میں تھی۔ وہ خاموش ہوا تو ڈوگ گینگ نے کہا۔

''اپنے دعوے کے مطابق تم لوگ مطلوبہ افراد کو اپنے قابو میں کر چکے ہو لیکن ہم نے جہاز کے اندر کسی قسم کی سرگرمی ڈٹ نہیں کی۔ یہ خفیہ آپریشن کب کیا گیا؟''

طیارے کے اندر اس وقت پن ڈراپ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ڈوگ گینگ گویا تمام مسافروں کا ترجمان بن گیا تھا۔ سب نہایت انہماک سے اسے بولتے ہوئے سن رہے تھے۔

اسپیکر کے توسط سے ہم کلام شخص نے کہا ''جب تم نے سے خفیہ آپریشن کا نام دے ہی دیا ہے تو یہ بھی ذہن میں رکھو کہ خفیہ کام علی الاعلان نہیں کیے جاتے۔ ہم نے بھی نہایت چابکدستی سے اپنے مطلوبہ افراد کو اپنی دسترس میں کیا ہے۔ جہاز میں داخل ہونے کے بعد وہ اپنی کلاس میں تو پہنچے لیکن نہیں سیٹوں پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوا، ہم نے بڑی صفائی سے نہیں بیچ ہی میں اچک لیا۔''

''اگر ایک منٹ کے لیے تمہاری بات کا یقین کر لیا جائے ر پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے، اس وقت وہ تینوں افراد کہاں یں؟'' ڈوگ گینگ واقعی بڑی جرأت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

اسے جواب دیا گیا..... گویا طیارے کے مسافروں کو تایا گیا ''اس وقت ہمارے تینوں مطلوبہ افراد جہاں بھی ہیں وہ ہماری گرفت میں ہیں۔ پائلٹ ہمارے اشاروں پر ناچنے کے لیے مجبور ہے کیونکہ سیکڑوں افراد کی سلامتی کا سوال ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ کو پائلٹ ہمارا اپنا آدمی ہے۔ اس لیے بھی ہمیں کافی آسانیاں حاصل ہو گئیں۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''یہ تفصیل بتانے کا ایک خاص مقصد ہے کہ آپ لوگوں کے ذہن صاف ہو جائیں تاکہ چند گھنٹوں کے اس سفر میں آپ ہمارے لیے مشکلات کھڑی کرنے کے بارے میں نہ سوچیں۔ ایک بات کا یقین کر لیں کہ یہ جہاز اپنے تمام تر عملے کے ساتھ اس وقت مکمل طور پر ہمارے قبضے میں ہے لہٰذا کسی بھی قسم کی مہم جوئی آپ لوگوں کو کسی بھی بھیانک انجام سے دوچار کر سکتی ہے۔''

ڈوگ گینگ سوال کرنے سے باز نہ آیا۔ اس نے پوچھا ''اس جہاز کے اغوا اور ان تین افراد کو یرغمالی بنانے سے آپ لوگ اپنا کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟''

یہ ایک نہایت ہی حساس اور اہم سوال تھا۔ مجھے امید تھی ڈوگ کو ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کرا دیا جائے گا۔ میں پوری توجہ سے اسپیکر سے ابھرنے والے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ میری توقع کے برعکس ڈوگ کو بتایا گیا۔

''ہمارا ایک بہت ہی خاص الخاص آدمی نیویارک کی جیل میں بند ہے۔ ہمیں اس کی رہائی چاہیے..... نہایت ہی محفوظ اور یقینی رہائی!'' وہ ایک لمحے کے توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''جب ہمارا آدمی صحیح سلامت ہماری بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جائے گا تو ہم ان تین یرغمالیوں کو آزاد کر دیں گے۔''

''اور جہاز کے باقی مسافر؟'' ڈوگ نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے استفسار کیا۔

''میں نے بتایا نا، آپ لوگوں سے ہماری کوئی دشمنی ہے اور نہ ہی دوستی۔'' اس شخص نے دوٹوک انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ''آپ لوگوں کی حیثیت اس وقت گھن کی سی ہے جو گیہوں کے ساتھ ساتھ ہے۔ ہم اپنی منزل پر پہنچ کر دستے دار افراد سے بات کریں گے۔ اگر ہمارا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا تو ہم اپنے مطلوبہ افراد کو جہاز سے اتار کر اس جہاز کو پرواز کی اجازت دے دیں گے۔ اس جہاز میں اتنا ایندھن موجود ہے کہ تم لوگ اس مقام سے بہ آسانی اپنی منزل یعنی سیٹل تک جا سکو گے۔''

اس شخص کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کی منزل زیادہ دور نہیں تھی اور ہم چند گھنٹوں میں کہیں لینڈ کرنے والے تھے۔ اعلان کرنے والے شخص نے ابتدا میں بتایا تھا ''ہم گلف آف الاسکا'' کے اوپر سے گزر رہے ہیں۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا۔ اس فلائٹ کی سمت شمال سے جنوب کی جانب تھی..... اور اس جنوبی سمت میں سیکڑوں میلوں تک پیسیفک اوشین (بحرالکاہل) پھیلا ہوا تھا۔ اس بحر بے کراں

میں خال خال چھوٹے بڑے جزیرے واقع تھے۔ پتا نہیں اخوا کنندگان نے اپنی منزل کے طور پر کس جزیرے کو چن رکھا تھا!

الاسکا کا ہیرو اپنے سوالات کے خاطر خواہ جواب پا کر کچھ زیادہ ہی ہمت پکڑ بیٹھا۔ اس نے اسپیکر سے بولنے والے سے پوچھا ''ان تین افراد کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے جنہیں تم نے اس وقت یرغمال بنا رکھا ہے؟''

''تمہیں جاننے کا مرض ہے تو سنو۔'' جھنجلاہٹ آمیز انداز میں کہا گیا ''وہ تینوں افراد یہ ہیں..... بروس نولز' فران یونیل اور ٹونی وولمر!''

''اوہ!'' ڈوگ گینگ نے ایک تشویش بھری سانس خارج کی ''یہ تو یہاں کی ہائی اتھارٹیز ہیں۔ خاص طور پر بروس نولز تو الاسکا کے لیے بہت اہم ہے۔''

''بے شک ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ''لیکن میں نے اپنے جس آدمی کا ذکر کیا ہے' وہ ہمارے لیے ان سب سے زیادہ اہم ہے۔ ہم جیف ہولڈنگ کی رہائی کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارا ٹارگٹ بروس نولز ہے۔ اس کے دو ساتھی تو بونس میں ہیں۔''

جیف ہولڈنگ یقیناً اس شخص کا نام تھا جو نیویارک کی جیل میں بند تھا۔ یہ کوئی لیڈر یا سرغنہ ٹائپ شخصیت معلوم ہوتا تھا۔ ڈوگ گینگ نے بڑے محتاط الفاظ میں سوال کیا۔

''اگر اعلیٰ احکام تمہارے ساتھی جیف ہولڈنگ کی رہائی پر تیار نہ ہوئے تو؟''

''تو ہم بھی اپنی مرضی کے لیے آزاد ہوں گے۔'' بڑی سفاکی سے کہا گیا۔

''یہ تو سراسر زیادتی ہوگی؟'' ڈوگ کے لہجے میں احتجاج تھا۔

''یہ سوچنا اعلیٰ حکام کا کام ہے۔''

''تم وعدہ کر چکے ہو کہ طیارے کے مسافروں سے تمہاری کوئی دشمنی نہیں اور.....''

''اور اب تمہاری کسی بکواس کی گنجائش نہیں!'' ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپیکر خاموش ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی دونوں مسلح افراد نے بڑی کام کی پوزیشنز سنبھال لیں۔ وہ ایک دم ہائی الرٹ ہو گئے تھے جیسے فوری طور پر کسی بدامنی کا اندیشہ ہو مگر ایسا کچھ نہیں ہوا حتیٰ کہ ڈوگ گینگ بھی بڑے مایوسانہ انداز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس گفتگو کے بعد صورت حالات سب پر واضح ہو چکی تھی۔ کوئی مسافر بھی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ اس لیے طیارے کی اندرونی فضا پر ایک سکوت نما بوجھل پن طاری ہو گیا۔

اخوا کنندگان کے عزائم کھل کر سامنے آئے تو تشویش ہوئی۔ کوئی نہیں جانتا تھا' کسی نامعلوم منزل پر ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اخوا کنندگان کے اعلان کرنے نمائندے کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا' اگر ان کا مطالبہ تو وہ ان ہائی اتھارٹیز کے ساتھ ساتھ جہاز کے مسافر بدترین سلوک سے گزاریں گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوا یونہی بے بسی کی حالت میں شکار کر لیے جائیں!

اس خیال نے میرے تن بدن میں ایک سنسنی دوڑائی۔ میرے دل میں شدت سے یہ خواہش ابھری کرنا چاہیے..... کچھ بھی! کوئی ایسا داؤ' کوئی ایسا پانسہ چاہیے کہ بازی الٹ کر رہ جائے۔ زیر' زبر اور زبر' زیر جائے۔ میرے ذہن میں یہ ترنگ اٹھی تو میں نے مشورہ والے انداز میں ڈاکٹر مونگ سے کہا۔ میں نے اپنی آواز الامکان دھیما رکھنے کی کوشش کی تھی۔

''کیا ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں گے؟''

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور سرگوشیا میں بولا ''تم کچھ کرنا چاہتے ہو؟''

''ہم جہاز کے عام مسافر نہیں ہیں۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا ''جو حالات سے سمجھوتا کر کے خاموشی کر لیں۔ مجھے خود پر بہت غصہ آ رہا ہے..... بلکہ ایک شرمندگی سی محسوس ہو رہی ہے۔'' میں اس وقت قدرے جھنجلایا ہو

''کبھی میں بھی تمہاری طرح بہت جوشیلا ہوا کرتا تھا'' وہ بدستور نیچی اور ٹھہری ہوئی آواز میں بولا ''خیر کچھ ہیں!''

ڈاکٹر مونگ ریفوشے نے آخری جملہ اس انداز کیا تھا کہ میں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے پر مجبور ہو لمحے سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

''گارشیا آج تک کسی ہوائی جہاز کے کاک پ نہیں گئی۔ مجھے تمہی کسی فلائنگ کلب میں ٹریننگ حاصل کا اتفاق نہیں ہوا۔ کیا تم جہاز اڑانا جانتے ہو؟''

ڈاکٹر مونگ کے سوال نے مجھے گڑبڑا دیا۔ میں میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ''نن..... نہیں!''

''ا.....'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو مسافروں کی جانب منہ کر کے بہ آواز بلند پوچھنے لگا خواتین و حضرات میں سے کسی کو جہاز اڑانا آتا ہے؟''

مسافروں کے بولنے سے پہلے ہی گن بردار لہجے میں کہا ''او مسٹر! امن سے بیٹھو۔ ورنہ بھیجا اڑا کر گا۔''

ڈاکٹر مونگ کسی فرماں بردار بچے کے مانند خاموشی سے بیٹھ گیا۔

دیگر مسافر ڈاکٹر مونگ کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ گویا ان کی دانست میں ڈاکٹر نے ایک ایسی جرأت کی تھی جو ان سب کی زندگیوں کے لیے انتہائی مہلک ثابت ہوسکتی تھی۔ اس سے مسافروں کا مجموعی رویہ واضح ہوگیا۔ ان بے چاروں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر مصالحتی خاموشی اختیار کرلی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی اخوا کنندگان سے الجھنے کو تیار نہیں تھا..... یہ شمول ڈوگ گینگ!

میں نے ڈاکٹر مونگ کی جانب جھکتے ہوئے بڑے احترام بھرے انداز میں سرگوشی کی ''یہ کیا حرکت تھی؟''

وہ میری جانب دیکھے بغیر بولا ''مسٹر ڈسلوا! یہ طیارہ اس وقت ہزاروں فٹ کی بلندی پر نارتھ پیسیفک اوشین کے اوپر پرواز کررہا ہے' اس طیارے کا پائلٹ اخوا کنندگان کا آدمی ہے۔ پائلٹ ان کے اشاروں پر حرکت کرنے پر مجبور ہے۔ ہم میں سے کوئی جہاز اڑانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو کیا.....؟'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑا اور بدستور میری طرف دیکھے بنا بولا۔

''ایسی صورت میں کسی قسم کی مہم جوئی مناسب ہوگی؟ بحرالکاہل بہت ہی ظالم سمندر ہے ڈسلوا۔ اگر ہماری کسی سرگرمی کے نتیجے میں جہاز کو کوئی خطرناک صورتِ حال پیش آگئی تو دنیا کی کوئی لیبارٹری یہ نہیں بتا سکے گی کہ کون سی شارک کے پیٹ میں کون سا مسافر ابدی نیند سو رہا ہے لہٰذا۔'' وہ ایک لمحے کے لیے متوقف ہوا پھر اپنی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے بولا۔

''صبر کرو..... اور انتظار کرو۔ ذرا اس جہاز کو کسی زمین پر قدم رکھتے دو پھر دیکھتے ہیں کیا ہوسکتا ہے۔ ہم کیا کرسکتے ہیں!''

میں نے ایک طویل سانس لی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ ڈاکٹر مونگ کا کہنا بالکل درست تھا۔ کسی بھی مؤثر کارروائی کے لیے ہمیں جہاز کی لینڈنگ کا انتظار کرنا تھا۔

☆☆☆

رات کے آخری پہر ٹی ڈبلیو اے کے بوئنگ سیون فور سیون نے کسی بحرالکاہلی جزیرے کی سرزمین کو چھولیا۔ تھوڑی دیر پہلے اس بات پر ہمارا یعنی مسافروں کا شکریہ ادا کیا گیا تھا کہ ہم نے امن و امان کی صورتِ حال میں کوئی رخنہ نہیں ڈالا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں سیفٹی بیلٹس باندھنے کی ہدایت بھی کی گئی تھی۔ سیفٹی بیلٹس باندھنے کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ ہم لینڈ کرنے والے تھے۔ اس اعلان نے مسافروں میں خو کی ایک لہر سی دوڑا دی تھی تاہم اس خوشی میں بھی ایک خا توجیہ کی تشویش شامل تھی۔ بے منزل ہونے کی تشویش آئندہ پیش آنے والے غیر یقینی حالات کا اندیشہ!

مجھے کئی مرتبہ ہائی ائرسفر کرنے کا اتفاق ہوا تھا لیکن لینڈنگ مجھے بڑی عجیب محسوس ہوئی۔ بے ترتیب اور معمولی جھٹکوں سے اندازہ ہوا کہ ہمارا جہاز کسی باقاعدہ وے پر نہیں دوڑ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا وہ کسی ائرپورٹ رن وے نہ ہو بلکہ لینڈنگ کے لیے کوئی ہنگامی ٹریک تیار کر گیا ہو۔ یہ صورتِ حال خاصی خدوش اور فکر انگیز تھی۔ معلو نہیں ہمیں کس گمنام اور ویران جزیرے پر اتارا جارہا تھا۔

جہاز رکا تو سب کی جان میں جان آئی۔ جیسے تیسے ج ایک محفوظ لینڈنگ میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اس بحفاظ لینڈنگ میں پائلٹ کی حاضر دماغی اور مہارت بھی شامل تھی جب کہ وہ گزشتہ چند گھنٹوں سے گن پوائنٹ پر اپنے فرائض انجام دے رہا تھا..... اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی! جہاز رکتے ہی نگران افراد کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ جہاز مسافروں کو کنٹرول کرنے کے لیے یہ تعداد بڑھ کر تین ہوگئی تیسرے نگران کے ہاتھوں میں ایک آٹو میٹک گن نظر آرہی تھی۔

میں نے سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر مونگ ریفوشے دیکھا۔ اسی وقت وہ مخصوص اسپیکر جاگ اٹھا۔ ہم سے مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جارہا تھا۔

''اس جزیرے کی صبح میں ابھی تھوڑی دیر باقی ہے طیارہ چونکہ بہ خیر و عافیت لینڈ کرچکا ہے اس لیے کسی غم و فکر ضرورت نہیں۔ آپ لوگ بڑے سکون سے ایک مختصر سی نیند لے سکتے ہیں۔ اس دوران میں ہم متعلقہ اعلیٰ حکام سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

وہ منحوس شخص جہاز کے ڈرے سہمے مسافروں کو بول سونے کا مشورہ دے رہا تھا جیسے وہ اس وقت اپنے بیڈروم میں ہوں اور نیند نے ان کا برا حال کررکھا ہو۔ شاید اس کا پیغا نما اعلان پورا نہیں ہوا تھا کہ وہ دوبارہ بولنے لگا۔

''ہمیں امید ہے' مذکورہ متعلقہ حکام عقل مندی سے کا لیں گے اور ہمارے مطالبے کو بلاچون و چرا مان جائیں گے آپ لوگ بھی دعا کریں کہ وہ آپ کے اور ہمارے حق میں فیصلہ کریں تاکہ سورج طلوع ہوتے ہی یہ طیارہ آپ سب لے کر سیٹل (SEATTLE) کی جانب پرواز کرجائے

تھوڑی تاخیر ہی سے سہی مگر آپ لوگ اپنی منزل پر تو پہنچ جائیں۔'' وہ ذرا رکا اور پھر خاموش ہوا پھر بولا۔

''اب اعلیٰ حکام سے مذاکرات کے بعد آپ لوگوں سے بات ہوگی۔ آپ لوگ اپنی نیند پوری کریں۔ گڈ نائٹ!''

جہاز کے مسافروں میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ اس وقت ہر شخص یقیناً یہی سوچ رہا ہوگا کہ اگر اعلیٰ حکام نے ہائی جیکرز کا مطالبہ نہ مانا تو اس کا کیا انجام ہوگا! ان غیر یقینی حالات میں نیند کے آسکتی تھی تاہم اس بات سے قدرے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ طیارہ کسی جزیرے کی زمین پر کھڑا تھا۔

مسلح نگرانوں میں جس تیسرے شخص کا اضافہ ہوا وہ خاصا تیز و طرار اور ان دونوں میں سینئر نظر آتا تھا۔ اس نے باری باری دونوں کے پاس جاکر کچھ کانا پھوسی کی پھر اس گزرگاہ کی جانب سے ایک محفوظ پوزیشن سنبھال کر کھڑا ہوگیا جو مسافروں والے حصے کو اس گول سیڑھی تک لے جاتی تھی جہاں سے پائلٹ روم تک پہنچا جاسکتا تھا۔ وہاں سے گزرے بغیر کاک پٹ تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔

نو وارد نگران کی ہدایت پاکر پسٹل والا مسلح شخص ایک دم مستعد ہوگیا پھر اس کی مستعدی کا رخ ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی جانب مڑ گیا۔ یہ وہی شخص تھا جسے میں نے سیاہ بریف کیس میں سے وہ خطرناک پسٹل برآمد کرتے دیکھا تھا۔ سیٹوں کے درمیان گزرگاہوں میں نگرانی کے دوران میں اس نے اپنی پوزیشن تبدیل کرلی تھی۔ جب میں نے پسٹل بردار کو ڈاکٹر مونگ کی طرف بڑھتے دیکھا تو میرے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

اس شخص کے تیور خاصے جارحانہ اور سفاک دکھائی دے رہے تھے۔ میری چھٹی حس نے مجھے مطلع کیا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ میں ہر قسم کی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوگیا۔ پسٹول بردار ڈاکٹر مونگ سے تین فٹ کے فاصلے پر آکر رک گیا پھر پسٹل سے ڈاکٹر مونگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''مسٹر! یو..... گیٹ اپ۔''

ڈاکٹر مونگ نے خاموش نظر سے باری باری مجھے اور راکیل کو دیکھا اور بڑے رسان سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے ڈاکٹر کی اس خاموش نظر میں ایک خاص قسم کا پیغام واضح طور پر پڑھ لیا۔ ڈاکٹر مونگ نے تاثراتی زبان میں مجھے تاکید کی تھی کہ میں اس موقع پر کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ کروں۔ ڈاکٹر مونگ نے کھڑے ہوکر پسٹول بردار کی جانب سوالیہ نظر سے دیکھا۔

اس شخص نے ڈاکٹر مونگ کو سیٹ سے باہر آنے کا اشارہ کیا اور بے رحمی سے بولا ''تمہیں جہاز اڑانے کا بہت شوق ہے نا۔ چلو میرے ساتھ ہم تمہارا جہاز اڑاتے ہیں!''

ڈاکٹر مونگ نے بڑی شرافت کا مظاہرہ کیا اور اپنی سیٹ سے نکل کر گزرگاہ میں پہنچ گیا۔ یہ ایسا موقع تھا کہ مجھے شدید قسم کا احتجاج بلکہ ردِعمل ظاہر کرنا چاہیے تھا۔ اگر میں حرکت میں آجاتا تو اس پسٹول بردار کی مجال نہیں تھی' وہ ڈاکٹر مونگ کو یوں حکم دیتا مگر ڈاکٹر مونگ کی نگاہ میں موجود وہ خاص تاکید میرے پیشِ نظر رہی اور میں برداشت کی آخری ڈگری پر ثابت قدمی سے جما رہا۔ ڈاکٹر مونگ نے ایک مرتبہ بھی پلٹ کر ہماری سمت نہیں دیکھا۔

پسٹول بردار' ڈاکٹر مونگ کو گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کاک پٹ تک پہنچانے والی گول سیڑھی کی طرف لے جانے لگا تو میرے سینے سے ایک گہری اور اطمینان بخش سانس خارج ہوئی۔ ڈاکٹر مونگ کوئی عام مسافر نہیں تھا۔ وہ ایک مرتبہ پائلٹ روم میں پہنچ جاتا تو پھر بازی پلٹنا چنداں مشکل نہ رہتا۔

ڈاکٹر مونگ نظر سے اوجھل ہوا ہی تھا کہ راکیل نے فکر مندی سے پوچھا ''وہ ڈاکٹر مونگ کو کہاں لے گیا ہے؟''

''اس نے کچھ بتایا ہی نہیں۔'' میں نے سادگی سے کہا۔

''وج..... ڈسلوا! میں بہت پریشان ہوں۔'' وہ بکھری ہوئی آواز میں بولی ''تم تھوڑی دیر کے لیے اس گھماؤ پھراؤ سے باز آجاؤ۔''

''ٹھیک ہے میں باز آگیا۔'' میں نے اپنے لہجے میں سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا ''میں ایک اندازہ لگا سکتا ہوں۔'' وہ پوری طرح میری جانب متوجہ ہوگئی۔

دراصل اس وقت میرا ذہن کسی اور ہی محاذ پر نبرد آزما تھا۔ راکیل کو محض ٹالنے کے لیے میں وہ چھیڑ چھاڑ کررہا تھا۔ اس تسلسل میں' میں نے کہہ دیا ''میرا خیال ہے' وہاں کاک پٹ میں کوئی کرکٹ میچ ہونے والا ہے۔ اخوا کنندگان نے جہاز کے عملے کو تو پہلے ہی قابو کررکھا ہے۔ ممکن ہے کسی ایک آدھ کھلاڑی کی کمی واقع ہوگئی ہو اس لیے ہنگامی حالات نے انہیں ڈاکٹر مونگ کو بلانے پر مجبور کردیا۔ اب الاسکا کی ہائی اتھارٹیز کو تو وہ کھیلنے کی زحمت نہیں دے سکتے نا!''

''تم نے کہا' میں باز آگیا لیکن تم خاک باز نہیں آئے!'' اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

اسی وقت وہ پسٹول بردار مجھے نظر آگیا جو ڈاکٹر مونگ کو اپنے ساتھ کاک پٹ کی جانب لے گیا تھا۔ وہ اکیلا تھا اس کا مطلب یہی تھا وہ ڈاکٹر مونگ کو کاک پٹ میں چھوڑ آیا تھا۔

''لو دیکھو وہ آرہا ہے۔'' میں نے راکیل کے بائیں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ سے دباتے ہوئے کہا ''اگر تمہیں میری ...کا یقین نہیں آرہا تو تم خود اس سے پوچھ لو۔''

وہ سرزنش آمیز نظر سے مجھے گھور کر رہ گئی۔ میں نے ...ل بردار پر نگاہ جمادی۔

وہ بڑے چاق و چوبند انداز میں ہمارے پاس سے گزر ...عقب میں چلا گیا۔ میرے ذہن نے اعلان کردیا کہ وہ ...ل گینگ کی طرف جارہا تھا۔ بے اختیار میں نے پلٹ کر ...یکھا تو ذہن کی فراہم کردہ اطلاع بالکل درست نکلی۔ وہ ...ل گینگ کے پاس کھڑا اس سے کہہ رہا تھا۔

''الاسکا کے نیشنل ہیرو! آپ بھی آجاؤ۔ ہم نے آپ ...لیے بھی تھوڑی بہت شوٹنگ نکالی ہے۔ ادھر آپ کا انتظار ...رہا ہے۔''

ڈوگ نے برہمی سے کہا ''میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں ...وں گا۔ جو کہنا ہے یہاں سب کے سامنے کہو۔''

پستول بردار کو توقع نہیں تھی' ڈوگ ازخود پر اتر آئے گا۔ ...خاصے جارحانہ انداز میں بولا ''ہم تم سے کچھ خاص باتیں ...رنا چاہتے ہیں' جو سب کے سامنے نہیں ہوسکتیں!''

''اور میں تمہارے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں جاؤں گا!'' ...وگ حتمی لہجے میں بولا۔

''تم الاسکا کے نیشنل ہیرو ہو۔ یہاں عام مسافروں کے ...رمیان بیٹھے اچھے نہیں لگتے۔'' پستول بردار نے طنزیہ لہجے ...ں کہا ''یہ تمہاری کلاس نہیں تمہیں تو ہائی اتھارٹیز کے ساتھ ہونا ...یہیے۔''

جہاز کے مسافروں میں سے صرف دو افراد نے جرأتِ ...ختیار کی تھی یعنی ڈاکٹر مونگ اور ڈوگ گینگ۔ انہوں نے گن برداران کو ...دی شدت سے اس بات کا احساس ہوگا کہ یہی دو افراد ان ...کے لیے کوئی بڑی مشکل کھڑی کرسکتے ہیں لہٰذا انہیں بڑی ...صفائی سے وہ کارنر کرنے کے موڈ میں تھے۔ ڈاکٹر مونگ کو ...ہاں سے لے جایا جاچکا تھا' اب ڈوگ کی باری تھی۔

ڈوگ کسی بھی طور پستول بردار کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ...تھا۔ اسے اپنے ساتھی سے الجھتے دیکھ کر دوسرا گن بردار بھی اس ...کی مدد کو آگیا۔ میں بے ساختہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ...یہ میرے لیے ایک غیر محسوس اشارہ تھا کہ اب مجھے حرکت میں آجانا چاہیے کیونکہ کاک پٹ کی جانب سے ایک دھماکے کی آواز ابھری تھی۔

تمام مسافروں کی نگاہیں غیر ارادی طور پر چکردار سیڑھی کی سمت اٹھ گئیں۔ وہ آواز اس نوعیت کی تھی جیسے ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو اٹھا کر دیوار پر دے مارا ہو۔ میرے دل نے پکار کر کہا..... ڈاکٹر مونگ از اِن ایکشن!

میں تقریباً اچھل کر اپنی سیٹ سے باہر نکلا اور تیزی سے ڈوگ گینگ کی جانب بڑھ گیا۔ جب ڈاکٹر مونگ نے ادھر کا محاذ سنبھال لیا تھا تو میں ادھر کیوں کر خاموش بیٹھ سکتا تھا! میں جیسے ہی ان دونوں مسلح افراد کے قریب پہنچا' جہاز کے اندر فائرنگ کی آواز گونج اٹھی۔ آواز کی سمت تلاش کرنے میں مجھے بہ مشکل سیکنڈ کا دس واں حصہ لگا ہوگا۔ وہ فائرنگ یقینی طور پر بالائی حصے کے اندر ہوئی تھی۔

اس فائرنگ نے دونوں مسلح نگرانوں کو بوکھلا دیا اور وہ ڈوگ گینگ کو فراموش کر کے بڑی سرعت سے پیچھے پلٹے۔ ان کے عقب میں' میں موجود تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے مجھے وہاں پاکر چونکے اور میں نے اسی لمحے کے دوران میں ان کی آؤ بھگت شروع کردی۔ وہ دو مختلف راہ داریوں میں تھے۔

اس گزرگاہ میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ کوئی باقاعدہ فائٹ کی جاتی اور نہ ہی اس کا موقع تھا۔ میں نے قریبی گن بردار کے ہاتھ پر ایک فرنٹ جرک کک رسید کی اور جھکائی دینے والے انداز میں نیچے بیٹھ گیا کیونکہ اسی لمحے دوسرے مسلح نگران نے ردِعمل کے طور پر اپنی گن کا رخ میری جانب کردیا تھا۔

گن چلی اور گولی کی مخصوص ''ٹھک'' نے جہاز کے مسافروں کو چیخنے پر مجبور کردیا۔ میرا بروقت بیٹھ جانا کام آگیا ورنہ وہ بے آواز گولی میرے بھیجے کے پار ہوجاتی۔ میں نے جس مسلح نگران کے ہاتھ پر کک ماری تھی وہ بڑے بے ڈھنگے انداز میں پیچھے کو الٹا تھا اور گن اس کے ہاتھ سے نکل کر کہیں ادھر ادھر ہوگئی تھی۔ میں نے اپنی توجہ فائر کرنے والے شخص کی جانب مبذول کردی کیونکہ وہ دوبارہ مجھے نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ میری مخالف سمت والی گزرگاہ میں تھا۔

اس کا گن والا ہاتھ جیسے ہی سیدھا ہوا' میں نے اپنی جگہ سے ڈائیو کیا اور سیٹوں کی مڈل رو کے اوپر سے گزرتے ہوئے دوسری گزرگاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے بوکھلا کر اپنے ہاتھ کا زاویہ تبدیل کیا۔ مگر میں اسے کسی فائر کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے اس کے گن والے ہاتھ پر ایک جھپٹا مارا اور اس کے ساتھ ہی ٹریگر پر اس کی انگلی دب گئی۔ گن سے ایک اور بے آواز گولی برآمد ہوئی اور ایک مرتبہ پھر جہاز مسافروں کی تیز چیخوں سے گونج اٹھا مگر خیریت گزری کہ سابق فائر کی طرح اس گولی نے بھی کسی مسافر کو کوئی جانی نقصان نہ پہنچایا۔ پہلی

گولی دنڈوگلاس میں لگی تھی جب کہ دوسری گولی نے جہاز کی چھت کا مزاج پوچھ لیا تھا۔

وہ مسلح نگران میری گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ اس کے اسی ہاتھ میں گن دبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی کلائی کو ایک تیکنیکی مروڑ دیا اور یک جھٹکے سے اپنی گرفت ڈھیلی کردی۔

ہڈی ٹوٹنے کی مخصوص آواز ابھری اور گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر جہاز کے فرش پر جا گری۔ اس کے بعد مضروب شخص کے حلق سے بڑی دردناک آواز خارج ہوئی۔ میں نے اس کے جھکے ہوئے سر پر گھٹنے کی ایک خوفناک ٹھوکر رسید کی اور وہ بری طرح بلبلاتے ہوئے پیچھے کو الٹ گیا۔ میں نے فوراً اس کی گن فرش سے اٹھا کر اپنے قبضے میں کرلی۔

اس بدلتی ہوئی صورت حالات نے مسافروں میں حوصلہ پیدا کردیا اور پانچ چھے افراد اپنی سیٹوں سے نکل کر اس مضروب شخص پر ٹوٹ پڑے جو فرش پر پڑا بری طرح کراہ رہا تھا۔ میرے گھٹنے کی ٹھوکر نے اس کی ناک اور ہونٹوں کا کباڑا کردیا تھا۔ مسافروں نے جس انداز میں اسے دبوچا تھا اس نے مجھے اس شخص کی جانب سے بے فکر کردیا۔ میں تیزی سے دوسرے نگران کی طرف پلٹا جو میری کک کھا کر چند لمحے پہلے غیر مسلح ہوا تھا۔

میں نے ڈوگ گینگ کو مذکورہ شخص سے دو دو ہاتھ کرتے دیکھا۔ ڈوگ ایک تندرست و توانا کوہ پیما تھا اور اس وقت انجانے کنڈگان کی جانب سے اس کا دل و دماغ غم و غصے سے بھی بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنے شکار کو بری طرح رگیدتے ہوئے ہاتھ پاؤں سے اس کی خاطر خواہ تواضع بھی کررہا تھا۔

میں نے اس کے ہاتھ سے نکل کر ادھر ادھر ہوجانے والی گن کی تلاش میں نگاہ دوڑائی تو اسی لمحے اپنے عقب میں مجھے راکیل کی آواز سنائی دی۔

''یہ میرے پاس ہے ڈسلوا!'' اس نے گن کو لہراتے ہوئے کہا۔

میں نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا اور اس کے ہاتھ میں گن موجود پاکر مجھے اطمینان ہوگیا۔ اس مارا ماری کے دوران میں راکیل بھی کسی وقت اپنی سیٹ سے اٹھ کر سرگرم ہوگئی تھی۔ میں نے بڑے ہنگامی انداز میں اس سے کہا۔

''تم ادھر کے معاملات پر نظر رکھو میں ادھر اوپر کاک پٹ کی طرف جارہا ہوں۔ پتا نہیں ہمارے ساتھی کے ساتھ کیا گزر رہی ہے؟''

بات ختم کرتے ہی میں نے کاک پٹ تک جانے والی گول سیڑھی کی جانب دیکھا۔ میری بے قرار نگاہ کو نگرانوں کے تیسرے ساتھی کی تلاش تھی۔ وہ مجھے کہیں دکھائی نہیں دیا حالانکہ اسے اپنے دو ''مصیبت زدگان'' ساتھیوں کی مدد کے لیے فوراً لپکنا چاہیے تھا۔ اس کے غیاب کا ایک ہی مطلب تھا اور وہ یہ کہ آٹو میٹک گن بردار اپنے بالائی ساتھیوں کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں ہونے والی فائرنگ نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا ہوگا۔ اس نے مسافروں والے حصے کی جانب آنے کے بجائے ادھر جانا ضروری سمجھا ہوگا۔

راکیل مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے کچھ بولنے کو موقع نہ دیا اور کہا ''تم گن تھامے پوری طرح مستعد رہو۔ مجھے امید تو نہیں کہ مشتعل مسافران دو افراد میں اتنی بھی سکت باقی رہنے دیں کہ وہ اپنی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کو اڑا سکیں لیکن پھر بھی حفظ ماتقدم کے طور پر کہہ رہا ہوں اگر ان میں سے کوئی اسمارٹ بننے کی کوشش کرے تو بے دریغ اس کے سینے میں شگاف ڈال دینا!''

راکیل نے اثبات میں گردن ہلائی اور میں اپنی منزل کی سمت لپک گیا۔

گول سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے میں نے عقب میں نگاہ دوڑا کر مسافروں والے حصے کا جائزہ لیا اور وہاں کی صورتِ حالات کو ''تسلی بخش'' پایا۔ مسافروں نے امداد باہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں نگرانوں کی ایسی کم تیسی کردی تھی۔ میں مطمئن انداز میں پلٹ گیا..... اور اسی وقت مجھے ایک زوردار دھکا لگا۔

سیڑھی والے حصے میں سے انسانوں کا ایک ریلا بہہ نکلا۔ وہ کل بارہ یا کم و بیش اتنے ہی افراد تھے۔ ان کے لباس دیکھ کر مجھے ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا کہ وہ لوگ جہاز کے عملے سے متعلق تھے۔ مجھے انہی لوگوں کا دھکا لگا تھا اور میں ان میں خلط ملط ہوکر رہ گیا تھا۔ میں جہاز کی ایک ''دیوار'' سے ٹکا اس ''انقلاب'' کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ بالائی حصے کی جانب سے حرکت کرنے ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی آواز ابھری۔

''بے فکر ہوکر جاؤ۔ وہاں کے حالات کو کنٹرول کرلیا گیا ہے۔'' وہ بھگدڑ کے انداز میں کاک پٹ سے نکلنے والے عملے کے افراد سے مخاطب تھا۔ اس کی آواز میں بڑا اعتماد اور تسلی پائی جاتی تھی ''وہاں کے مسافروں کو تم لوگوں کی اشد ضرورت ہے۔ انہیں اٹینڈ کرو۔ ہری اپ!''

ڈاکٹر مونگ کے اسٹائل نے مجھے بتادیا کہ وہ پائلٹ روم کے حالات پر قابو پاچکا تھا ورنہ وہ یوں کسی کمانڈر کے مانند احکام صادر نہ کررہا ہوتا۔ جب میں نے اس جانب فائرنگ کی آواز سنی تو ایک لمحے کے لیے ڈاکٹر کی طرف سے متفکر ہوگیا تھا پھر دوسرے لمحے میں مجھے اس کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہ مل سکا اور میں دونوں گن بردار نگرانوں سے نبرد آزما ہوگیا۔

جہاز کا عملہ مسافروں والے حصے میں پہنچ کر ادھر ادھر پھیل گیا تو میں بڑی سرعت سے اوپر پہنچ گیا۔ پھر وہاں کے نقشے نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا۔ ڈاکٹر مونگ مجھ سے نگاہ ملتے ہی بڑی سنجیدگی سے مسکرایا اور بولا۔

''ڈسلوا! یہاں کے حالات تو تمہارے سامنے ہیں۔ ادھر کیا پوزیشن ہے؟''

میں نے مسافروں کی ہائی کلاس اور کاک پٹ میں ادھر ادھر نظر گھماتے ہوئے جواب دیا ''ادھر سب خیریت ہے۔ دو مسلح نگرانوں پر قابو پالیا گیا ہے، تیسرا ادھر ہی آیا تھا مگر یہاں کا تو نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ یہ جہاز تو اب شاید پرواز کے قابل نہیں رہا!'' میں نے چھت تک نصب مختلف قسم کے ڈائلز کے خستہ حشر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہاں اچھی خاصی فائرنگ ہوئی تھی۔

''یہاں ہونے والی فائرنگ نے ان آلات کو وغیرہ کو نقصان پہنچایا ہے۔'' اس نے بتایا ''اگر میں فائرنگ کرنے والے کا زاویہ نہ بگاڑتا تو تینوں مغوی زندہ نہ بچتے۔''

میں نے چونک کر ڈاکٹر مونگ کو دیکھا اور پُرتجسس لہجے میں استفسار کیا ''الاسکا کی ہائی اتھارٹیز کہیں نظر نہیں آرہیں اور وہ اغوا کنندگان.....؟''

میرا سوالیہ جملہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے تسلی دی اور بولا ''بدھا کا شکر ہے، وہ تینوں زندہ اور محفوظ ہیں اور..... اغوا کنندگان کو میں نے دائمی نیند سلادیا ہے۔ یہاں ہونے والے معرکے کی تفصیل میں تمہیں بعد میں سناؤں گا۔ بس سمجھ لو، سب کچھ چشم زدن میں ہوگیا۔ لارڈ بدھا کا بڑا احسان ہے۔''

ڈاکٹر مونگ کے مطابق اسے صرف تین ہائی جیکرز سے نمٹنا پڑا تھا۔ ایک ان کا سرغنہ جو بار بار اعلان کرتا رہا تھا۔ دوسرا شخص کو پائلٹ تھا اور تیسرا وہ گن بردار تھا جو وہاں ہونے والی فائرنگ سے متاثر ہوکر اندر گھس آیا تھا۔ یہ تینوں افراد مردہ حالت میں اس خلا میں ٹھونس دیے گئے تھے جو دونوں پائلٹس کی سیٹوں کے سامنے، پاؤں رکھنے والی جگہ پر واقع ہوتا ہے۔ یہ کارنامہ ڈاکٹر مونگ کے سوا کسی اور کا نہیں ہوسکتا تھا۔

میرے بار بار کے سوالیہ انداز میں دیکھنے کے نتیجے میں ڈاکٹر مونگ نے جہاز کے پائلٹ سمیت مسٹر بروس نولز اور اس کے دو ساتھیوں فران بوئیل ڈوٹی و ولمر کو اس حصے سے ''برآمد'' کرلیا جہاں ائر ہوسٹس مسافروں کی خاطر تواضع کے لوازمات جمع رکھتی ہیں۔ مسافروں کی ہائی کلاس میں اتفاق سے الاسکا کی صرف یہی تین اتھارٹیز سفر کررہی تھیں اس لیے ڈاکٹر مونگ کو زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی ورنہ جانی نقصان کا اندیشہ بہرحال تھا! اب چونکہ جہاز کے کسی حصے میں کوئی ''خطرہ'' موجود نہیں تھا اس لیے وہ اہم افراد سامنے آگئے جن کی خاطر اس بونگ کو ہائی جیک کیا گیا تھا۔

جہاز کا عملہ معاملات سنبھال چکا تو مسافروں کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے۔ یہ جان کر سب میں زندگی دوڑ گئی تھی کہ وہ ہائی جیکرز کے چنگل سے نکل آئے ہیں۔ دو ہائی جیکرز کو حراست میں لے کر ان پر کڑی نگرانی مقرر کردی گئی۔ یہ وہی دو افراد تھے جو مسافروں کو کنٹرول کرنے کا فرض ادا کررہے تھے۔ میری بروقت مداخلت نے انہیں کہیں کا نہیں رہنے دیا تھا۔

مسٹر بروس نولز اور اس کے دونوں ساتھی بری طرح سہمے ہوئے تھے اور بار بار ڈاکٹر مونگ کا شکریہ ادا کررہے تھے۔ وہ ڈاکٹر مونگ کو یوآن ماؤ کے نام سے پکار رہے تھے کیونکہ ہماری طرح وہ بھی تبدیل شدہ نام سے سفر کررہا تھا۔ ہم تینوں کے حلیے بھی تبدیل تھے۔

جب حالات قابو میں آگئے تو جہاز کے پائلٹ گلفورڈ نے سب سے پہلے کاک پٹ میں نصف خلائی آلات اور مختلف ڈائلز کا تکنیکی جائزہ لیا۔ اس جائزے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ جہاز فوری طور پر پرواز کے قابل نہیں رہا تھا۔

مسٹر بروس نولز اور پائلٹ گلفورڈ کی ہاہی کوشش سے اینکریج اور سیٹل کے متعلقہ حکام کو اس واقعے سے آگاہ کردیا گیا۔ یہ بھی معلوم کرلیا گیا کہ ہائی جیکرز نے وہ طیارہ زونارا آئی لینڈ کے ایک زیرتکمیل ائر پورٹ پر اتارا تھا۔ زونارا آئی لینڈ میں صرف ایک باقاعدہ ائر پورٹ تھا جہاں ریگولر فلائٹس کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ یہ دوسرا ائر پورٹ جو اپنی تکمیل کے آخری مراحل میں تھا، ابھی فلائٹس کے لیے کھولا نہیں گیا تھا۔ اس کے رن وے کو بھی ابھی فائنل ٹچ نہیں دیا گیا تھا اس لیے میں نے لینڈنگ کی ناہمواری فوراً محسوس کرلی تھی۔

متعلقہ حکام نے فوری طور پر جہاز خالی کرنے کے احکام صادر کردیے۔ اس سلسلے میں زونارا آئی لینڈ کے ریگولر ائر

پورٹ سے رابطہ کر کے ماہرین کی ایک ٹیم کو وہاں سے طلب کرلیا گیا جو مسافروں کو بہ حفاظت یہاں سے وہاں لے جاتے۔ جب تک ان کا کوئی مناسب بندوبست ہوتا، انہیں کسی پُرسکون جگہ پر ٹھہرانا ضروری تھا۔ ان ماہرین کی ٹیم میں وہ انجینئرز بھی شامل تھے جو جہاز کا باقاعدہ ''چیک اپ'' بھی کرتے کہ اس کا، زیرِ تکمیل ائرپورٹ پر یونہی کھڑا رہنا کہیں خطرناک تو نہیں!

ٹی ڈبلیو اے کا وہ بوئنگ سیون فورسیون جس ائرپورٹ پر اتارا گیا اس کا نام ''کاشی ہارا'' تھا جبکہ ریگولر ائرپورٹ ''بورونارا'' کہلاتا تھا۔ آئندہ ایک گھنٹے میں ہمیں کاشی ہارا سے بورونارا پہنچادیا گیا۔ لگ بھگ دوسو مسافروں کو فوری طور پر کسی ایک ہوٹل میں ٹھہرانا تو ممکن نہیں تھا اس لیے ائرپورٹ کی گاڑیوں نے مسافروں کو مختلف ہوٹلوں تک پہنچادیا۔ مجھے، رائیل اور ڈاکٹر مونگ ریفوشے کو ان تین افراد کے ساتھ ''ہوٹل ائرپورٹ'' میں ٹھہرایا گیا جن کی خاطر وہ طیارہ اغوا کیا گیا تھا۔ مذکورہ ہوٹل ائرپورٹ سے واکنگ ڈسٹینس پر تھا۔ ہمیں اپنے قریب رکھنا مسٹر بروس نولز کی خواہش تھی کیونکہ اس پورے آپریشن کا کریڈٹ ہمارے کھاتے میں آرہا تھا..... اور یہ خاصا فکرانگیز نکتہ تھا۔

یہ ٹھیک ہے، میری اور ڈاکٹر مونگ کی کارروائی سے ہائی جیکرز پر قابو پالیا گیا تھا۔ زندہ ہاتھ آنے والے دونوں ہائی جیکرز کو فوراً ائرپورٹ پولیس کے حوالے کردیا گیا تھا لیکن ہمیں ہیرو بننے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ ہم نے جو کچھ بھی کیا، وہ حالات کا تقاضا تھا۔ اب اس کامیاب آپریشن کے بعد جو حالات سامنے آئے تھے، وہ اس بات کے متقاضی تھے کہ جلد از جلد الاسکا کی ہائی اتھارٹیز سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے ورنہ وہ ہماری جگہ جگہ نمائش کرتے پھریں گے۔ ہمیں اعلیٰ حکام کے علاوہ پریس اور مختلف ٹی وی چینلز کے عملے کا بھی سامنا کرنا ہوگا۔ مختلف اخبارات کے نمائندے انٹرویوز کے لیے ہماری جان کھائیں گے اور ہم یہ سارے بکھیڑے افورڈ نہیں کرسکتے تھے۔ ہمارا مشن بہت اہم تھا۔ اگر ہم ان چونچلوں میں گھر جاتے تو ہماری راہ کھوٹی ہونے کا اندیشہ تھا..... اور اس کے ساتھ ہی یہ خدشہ بھی موجود تھا کہ کہیں ہماری اصلیت کسی پر ظاہر نہ ہوجائے! امریکی پریس اور پولیس بہت طاقت ور اور بے انداز ذرائع کی مالک ہے لہٰذا کسی قسم کا رسک لینا عقل مندی کے منافی تھا۔ اگر بروس نولز ہمیں اپنے ساتھ گاٹھے رکھتا تو قدم قدم پر پولیس اور پریس سے سامنا ہونا لازمی بات تھی..... اور ''ہمیں'' بڑی سرگرمی سے تلاش بھی کیا جارہا تھا!

میں نے ہوٹل کی جانب جاتے ہوئے تہیہ کرلیا کہ مسٹر بروس نولز کا دم چھلا بننے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ہمیں پہلی فرصت میں کوشش کر کے الاسکا کی اس ہائی اتھارٹی سے جان چھڑانا ہوگی۔ کس طرح؟ اس کے بارے میں ڈاکٹر مونگ سے مشورہ کر کے ہی کوئی لائحہ عمل بنایا جاسکتا تھا۔

زونارا آئی لینڈ پر انتہائی مختصر قیام کے دوران میں مجھے اس جزیرے کے بارے میں جو چیدہ چیدہ معلومات حاصل ہوئیں ان کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں، میں بورونارا ائرپورٹ سے معلوماتی بالتصویر کتابچہ اٹھالایا تھا اور ہوٹل ائرپورٹ کے استقبالیہ سے بھی کافی مواد حاصل ہوگیا تھا۔

پہلی مرتبہ ایک ڈچ سیاح نے سولہ سو تیس عیسوی میں اس جزیرے پر قدم رکھا پھر اٹھارہ سو پینتالیس عیسوی میں مختلف جگہوں پر جب خانہ جنگیوں کا سلسلہ موقوف ہوا تو زونارا آئی لینڈ پر باقاعدہ حکومت قائم ہوگئی اور کنگ ژولا اول برسرِ اقتدار آیا۔ اٹھارہ سو نوے عیسوی میں کنگ ژولا دوئم نے تخت سنبھالا۔ انیس سو تیس عیسوی میں کنگ ژولا سوئم بادشاہ بنا اور انیس سو پچھتر عیسوی میں کنگ ژولا چہارم نے حکومت کی باگ ڈور تھام لی۔ اس وقت اسی بادشاہ کی بادشاہت تھی۔ کنگ ژولا چہارم کا نام تو ہارا ژولا تھا۔ تو ہارا ژولا انیس سو اٹھائیس عیسوی میں پیدا ہوا تھا۔ اب وہ خاصا معمر ہوچکا تھا۔

زونارا آئی لینڈ نارتھ پیسفک اوشین میں پینتالیس ڈگری نارتھ اور ایک سو پچپن ڈگری ویسٹ میں واقع ہے۔ یہ اتنا چھوٹا سا جزیرہ ہے کہ عام طور پر نقشہ جات میں اس کی نشاندہی مشکل سے ملتی ہے۔ زونارا آئی لینڈ میں بادشاہت قائم ہے۔ اس کی کل آبادی لگ بھگ پندرہ ہزار ہے اور رقبہ صرف ایک سو تیس مربع میل۔ اس کا کیپیٹل بورونارا ہے، دوسرا بڑا ''شہر'' کاشی ہارا ہے جہاں نیا ائرپورٹ زیرِ تعمیر ہے۔ مقامی زبان زونارین اور انگلش برابر کی اہمیت کی حامل ہیں اور انہیں سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ آبادی میں اکثریت پولی نیشیائی اور یورپی افراد کی ہے۔ یہاں کی کرنسی ڈرم کہلاتی ہے۔ تین ڈرم ایک امریکی ڈالر کے برابر ہوتے ہیں۔ یہاں کی پیداوار میں کیلا، بانس، کوکونٹ اور وینیلا وغیرہ شامل ہیں۔ معیشت کا دارومدار ماہی گیری اور سیاحوں کی آمدورفت پر ہے۔ یہاں کے باسیوں میں ہر دوسرے آدمی کے پاس ایک ریڈیو موجود ہے اور ہر بیس افراد میں ایک کو ٹیلی فون کی سہولت میسر ہے۔ پڑھے لکھے افراد کا تناسب اکانوے فیصد ہے۔

ویسے تو اریب قریب میں زونارا آئی لینڈ کا کوئی پڑوسی دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر دور دراز نگاہ دوڑائی جائے تو جنوب مشرق میں ''ٹڈوے آئی لینڈ'' اور انتہائی جنوب میں مشہور ''جزیرہ ہوائی'' نظر آجاتا ہے۔ یہی اس کے دو ممکنہ ہمسائے ہیں۔

ہم ہوٹل ائرپورٹ میں پہنچ کر تھوڑے ریلیکس ہوئے ہی تھے کہ مسٹر بروس نولز ہمارے کمرے میں آگیا۔ الاسکا کی اس ہائی اتھارٹی کو ہم روک نہیں سکتے تھے لہٰذا اس کی جانب متوجہ ہوگئے۔

اب وہ خاصا ہشاش بشاش دکھائی دیتا تھا۔ جہاز کے اندر جس سراسیمگی نے اسے گھیرا ہوا تھا۔ اب وہ دور دور نظر نہیں آرہی تھی۔ جہاز کے زمین سے لگنے اور متعلقہ حکام سے رابطہ ہوجانے کے بعد اس کی خود اعتمادی لوٹ آئی تھی اور اس وقت وہ پوری شان و شوکت کے ساتھ واقعی الاسکا کی ہائی اتھارٹی لگ رہا تھا۔

''مسٹر یوآن ماؤ!'' اس نے ڈاکٹر مونگ ریفوشے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''آپ لوگوں نے آج جو کارنامہ انجام دیا ہے، وہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔''

اس گفتگو سے پہلے ہمارا مختصر تعارف کرادیا گیا تھا۔ میں، ڈسلوا اور راکیل گارشیا سیٹل سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر مونگ نے احتیاط کے تقاضے نبھاتے ہوئے ہمارے ضروری کاغذات بھی اسی مناسبت سے تیار کروالیے تھے۔ ہم دونوں دوست تھے اور مسٹر یوآن ماؤ سے ملنے اینکریج آئے تھے اور اب وہ ہمارے ساتھ سیٹل جارہا تھا۔

یہ بات میرے علم میں آچکی تھی کہ ڈاکٹر مونگ، اینکریج میں یوآن ماؤ کے نام سے رہائش پذیر تھا اور وہاں ایک مارشل آرٹس سینٹر چلاتا تھا۔ اس کے اصل نام اور کام سے قابل اعتماد اور قریبی لوگ ہی واقف تھے۔ ہم تینوں اس وقت تبدیل شدہ حلیوں میں تھے۔ میرا اور راکیل کا کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ڈاکٹر مونگ کی طرف سے مجھے ایک دھڑکا سا لگا ہوا تھا۔ اس نے تو اپنی چوٹی تک کاٹ ڈالی تھی، حلیے میں ردوبدل الگ تھا۔ بروس نولز اس کی طرف سے کسی بھی وقت کھٹک سکتا تھا۔

''ہم نے جو کچھ بھی کیا، وہ انسانیت کے ناتے ہمارا فرض بنتا تھا۔'' ڈاکٹر مونگ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''اس افسوس ناک واقعے کو ہم نے جس طرح نکیل کیا ہے، اس سے آپ کو مارشل آرٹس کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔''

''بالکل..... بالکل.....'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''یہ تمام تر فنون واقعی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔''

''مجھے امید ہے، آپ اینکریج میں میرے سینٹر کی سرپرستی کریں گے۔'' ڈاکٹر مونگ نے کہا۔

''بے شک!'' بروس نولز نے بڑے قطعی اور تعاون آمیز لہجے میں کہا ''میں تمہارے نام اور مارشل آرٹس سینٹر سے تو واقف ہوں لیکن روبرو آج پہلی مرتبہ ملاقات ہورہی ہے۔ تم فکر نہ کرو، مجھ سے جو بھی ہوسکا، میں تمہارے سینٹر کی ترقی کے لیے ضرور کروں گا۔''

''تھینک یو سو مچ!'' ڈاکٹر مونگ نے تشکرانہ انداز میں گردن کو جھکاتے ہوئے کہا۔

میرے سینے سے ایک اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔ یہ جان کر قدرے تسلی ہوئی کہ بروس نولز، ڈاکٹر مونگ کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ تاہم ایک کانٹا سا بدستور میری سوچ میں چبھ رہا تھا کہ جب بروس نولز اینکریج میں ڈاکٹر مونگ کو سینٹر چلاتے دیکھے گا تو اس کے تاثرات کیا ہوں گے۔ وہاں ڈاکٹر مونگ اپنے اصلی حلیے، بشمول چوٹی کے رہ رہا تھا۔ یہ ایک ایسا گمبھیر مسئلہ تھا کہ اس پر ڈاکٹر مونگ سے بات کیے بنا میری تشفی نہیں ہوسکتی تھی۔

بروس نولز نے بڑے سرسری انداز میں کہا ''میں دراصل اس وقت آپ لوگوں کو ایک اہم اطلاع دینے آیا تھا۔ میں نے اعلیٰ حکام اور متعلقہ تمام افراد سے بڑی تفصیلی بات چیت کرلی ہے۔ ہماری یہاں سے روانگی کل دن میں گیارہ بجے ممکن ہوسکے گی۔ یورونارا ائرپورٹ سے کل گیارہ بجے ایک فلائٹ ہونولولو (جزیرہ ہوائی) جانے والی تھی۔ اس فلائٹ کو ہنگامی بنیادوں پر کینسل کرکے ہمارے لیے مختص کردیا گیا ہے۔ ہم کل گیارہ بجے مذکورہ فلائٹ سے سیٹل روانہ ہوجائیں گے۔ آپ لوگ اطمینان سے لمبی تان کر سوجاؤ۔ صبح آرام سے اٹھو، پھر ملاقات ہوگی۔''

میں نے قدرے الجھے ہوئے انداز میں کہا ''مسٹر بروس نولز! جس فلائٹ کا آپ نے تذکرہ کیا ہے، اس کے ریگولر مسافروں کا کیا ہوگا۔ وہ تو اس سیٹ اپ سے سخت برہم ہوں گے!''

''ان کے لیے متبادل بندوبست کردیا گیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

وہ یہ بات ایسے کہہ رہا تھا جیسے کسی مرکزی سڑک کی تعمیر ہورہی ہو اور اس سڑک سے ریگولر گزرنے والوں کے لیے ''متبادل راستہ'' کا بورڈ نصب کردیا جائے۔ میں نے پوچھا ''کس قسم کا متبادل بندوبست کیا گیا ہے؟''

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''اسی ائرپورٹ سے دوپہر دو بجے ایک فلائٹ فجی جانے والی ہے۔ اس فلائٹ میں اچھی خاصی گنجائش تھی۔ ہوائی جانے والی فلائٹ کے مسافروں کو فجی (FIJI) جانے والی فلائٹ میں بٹھایا جائے گا۔ مذکورہ فلائٹ ہونولولو میں بریک جرنی کرے گی پھر اپنی منزل فجی کی طرف روانہ ہوجائے گی۔ ہونولولو (جزیرہ ہوائی) کے مسافر راستے میں اتر جائیں گے۔ بس اتنی سی بات ہے!''

''یہ جو بس اتنی سی بات ہے..... یہ خاصی بڑی بات ہے مسٹر بروس نولز۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ''ائرٹریفک کے اسکجوئل میں ایسی تبدیلیاں کرانا کوئی..... معمولی کام نہیں۔''

''تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔'' وہ معنی خیز انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''لیکن جب ہمارے اعلیٰ حکام اوپر سے ڈوریاں ہلاتے ہیں تو ہر ناممکن کام ممکن ہوجاتا ہے۔''

اس کے انداز میں ایک خاص قسم کا تفاخر سا ابھر آیا۔ یہ مخصوص احساس امریکا بہادر اور پوری یہودی قوم کا طرۂ امتیاز ہے۔ میں نے بروس نولز کے دعوے کے جواب میں کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور محض گردن کو اثباتی جنبش دے کر رہ گیا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور ہمیں ''گڈ نائٹ'' کہہ کر کمرے سے رخصت ہوگیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے ڈاکٹر مونگ سے کہا ''میرے خیال میں اچھی خاصی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ بروس نولز آج پہلی مرتبہ یوآن ماؤ سے بالمشافہ ملا ہے۔ تمہارا یہ بدلا ہوا حلیہ اس کے ذہن میں نقش ہوکر رہ جائے گا۔ اغوا کنندگان سے نمٹنے والا واقعہ اتنا بڑا اور اہم ہے کہ اینکریج میں یہ شخص تم سے ضرور ملے گا۔ وہ الاسکا کی ہائی اتھارٹی ہے۔ تمہارے لیے زیادہ مشکل ہوجائے گی ڈاکٹر مونگ۔ تم اس تبدیل شدہ حلیے کے ساتھ تو اپنا مارشل آرٹس سینٹر نہیں چلا سکتے۔''

''میرے حلیے اور چوٹی کے مسائل تو اس وقت درپیش ہوں گے جب میں اینکریج پہنچوں گا۔'' ڈاکٹر مونگ نے پُرسوچ انداز میں کہا ''فی الحال تو میں فوری طور پر اس شخص سے جان چھڑانے کے بارے میں ذہن دوڑا رہا ہوں۔ اگر یہ ہمارے ساتھ چپکا رہا تو سمجھ لو، سیٹل پہنچ کر ہمارا جلوس نکل جائے گا۔ ہم پریس اور پولیس کے جھمیلوں میں ایسے پھنسیں گے کہ ہمارا راز، راز نہیں رہ سکے گا..... اور یہ بہت برا ہوگا۔''

تشویش ناک انداز میں بات ختم کرکے ڈاکٹر مونگ خاموش ہوا تو میں نے کہا ''میں بھی اس جزیرے 'زونارا' پر اترنے سے لے کر اب تک اسی نکتے پر غور کررہا ہوں۔ اگر ہم نے خود کو ان ہائی اتھارٹیز سے الگ نہ کیا تو ہمارا مشن تو کھوٹا ہوگا ہی، اس کے ساتھ ہی یہ راز بھی فاش ہوجائے گا کہ راکیل اور وجدان، یوآن ماؤ کی پناہ میں ہیں پھر یہودی لابی یہ جاننے میں قطعی دیر نہیں لگائے گی کہ یوآن ماؤ کا تعلق بدھ ازم سے ہے اور پھر وہ لوگ کڑی سے کڑی ملاتے جائیں گے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

ڈاکٹر مونگ نے خلا میں گھورتے ہوئے بڑے پُرمعنی انداز میں گردن ہلائی۔

راکیل کافی دیر سے خاموش بیٹھی ہمارے مابین ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ میں نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی تھی اور وہ یہ کہ راکیل، ڈاکٹر مونگ کے سامنے بڑی باادب، باملاحظہ، ہوشیار رہتی تھی۔ اس معاملے پر اس نے لب کشائی کی اور مشورہ دینے والے انداز میں بولی۔

''میرا خیال ہے، ہمیں اس ہوٹل سے غائب ہوجانا چاہیے۔''

میں نے اور ڈاکٹر مونگ نے چونک کر اسے دیکھا۔ ڈاکٹر نے صرف ایک لفظ میں استفسار کیا ''کہاں؟''

''کہیں بھی۔'' وہ گڑبڑائے ہوئے انداز میں بولی۔

میں نے کہا ''اس وقت ہم ایک جزیرے پر ہیں یعنی ہمارے چاروں جانب تاحد نگاہ پانی ہی پانی ہے۔ اگر ہم اس ہوٹل سے سب کی نظریں بچا کر نکل جاتے ہیں تو اول آخر زونارا آئی لینڈ پر ہی رہیں گے۔'' ایک لمحے کا توقف دے کر میں نے اضافہ کیا ''کیا تمہارا مستقل طور پر اسی جزیرے پر رہنے کا ارادہ ہے؟''

وہ بوکھلا گئی پھر ذرا تامل کرتے ہوئے بولی ''میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اس وقت تک اس جزیرے میں کہیں روپوش ہوجاتے ہیں جب تک گیارہ بجے والی فلائٹ یورونارا ائرپورٹ سے ٹیک آف نہیں کرجاتی۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر اپنی تجویز کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''زیادہ سے زیادہ احتیاط برتتے ہوئے ہم یہ کرسکتے ہیں کہ فجی کی طرف جانے والی فلائٹ کے اڑنے کا انتظار کرلیں۔ اس کے بعد ہمارے لیے بروس نولز کی جانب سے کوئی ''خطرہ'' نہیں ہوگا۔ آئندہ کے بارے میں بعد میں سوچا جاسکتا ہے۔ اس جزیرے سے نکلنے کے لیے ہم یہ بہانہ کرسکتے ہیں کہ ہم سیر و تفریح کے لیے ذرا ہوٹل سے نکل گئے تھے پھر کسی ایسی مصیبت میں پھنس گئے کہ بروقت ہوٹل یا ائرپورٹ نہیں پہنچ سکے لہٰذا ہمیں آئندہ کسی ممکنہ فلائٹ سے سفر کی اجازت دی جائے۔ ہم ایک پائیدار لائحہ عمل تیار کرنے کے بعد یہاں سے

روانہ ہونے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔ کسی کو بھی ہمارے کہے پر شک نہیں ہوگا۔ ہمارے پاس ایسے تمام ثبوت موجود ہیں جو ظاہر کرتے ہیں' ہم ٹی ڈبلیو اے کے اس طیارے کے مسافر ہیں جو اسکرینج سے سینٹ لوئس جارہا تھا..... اور اب وہ طیارہ کاشی ہارا کے زیر تکمیل ائرپورٹ پر کھڑا ہے۔''

بات ختم کرکے راکیل نے داد طلب نظر سے ہاری ہاری ہم دونوں کو دیکھا۔ اس کے شیطانی دماغ میں واقعی ایک وزنی منصوبہ آیا تھا لیکن میں نے ایک خاص پہلو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''بے شک تمہاری تجویز بہت عمدہ اور پیش آنے والے حالات کے عین مطابق ہے مگر میرے خیال میں بروس نولز آسانی سے ہماری جان نہیں چھوڑے گا۔ ہماری حیثیت اس آپریشن کے سرجنوں جیسی ہے۔ وہ ہمیں ہر ممکن طریقے سے تلاش کروانے کی کوشش کرے گا اور اگر اسے اس کوشش میں ناکامی ہوئی تو پھر وہ کچھ ایسا بندوبست ضرور کر جائے گا کہ ہم جیسے ہی یہ جزیرہ چھوڑنے کے لیے ائرپورٹ پہنچیں' ہمیں بڑے تپاک سے ''خوش آمدید'' کہا جائے۔ سمجھ رہی ہو نا' میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور الجھن بھرے انداز میں بولی ''پھر کیا کریں؟''

''فی الحال کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے بڑے ٹھہرے ہوئے اور فیصلہ کن لہجے میں کہا ''صبح دیکھیں گے' کیا کیا جاسکتا ہے۔ تم دونوں آرام سے سوجاؤ۔'' وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کا سونے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

''اور تم؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔

وہ سرسری انداز میں بولا ''مجھے بالکل نیند نہیں آرہی۔ اس کمرے میں بند بیٹھنے سے بہتر ہے' میں ایک چکر نیچے کا لگا آؤں۔ میں کمرے کی چابی اپنے ساتھ لیے جارہا ہوں تاکہ جب واپس آؤں تو تمہاری نیند میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔'' وہ دروازے کے قریب جا کر رکا اور تاکیدی انداز میں بولا۔

اس رات کا جو تھوڑا بہت وقت باقی بچا ہے' اسے باتوں میں نہ گزار دینا۔ اچھے انسانوں کی طرح سکون سے سوجاؤ۔ کل کا سورج پتا نہیں' ہمارے لیے کون سے ہنگامے لے کر آنے والا ہے!''

بات ختم کرتے ہی اس نے دروازہ کھولا اور ایک لفظ مزید بولے بغیر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ ہماری نگاہیں بند دروازے سے ٹکرا کر واپس آئیں' پھر ایک دوسرے سے چار ہوگئیں۔

راکیل نے تشویش بھرے لہجے میں مجھ سے پو
''ڈاکٹر مونگ کہاں گیا ہوگا؟''

''اگر میں تمہارے سوال کا سیدھا سیدھا جواب دوں
تو تم کہو گی' میں تمہیں ادھر ادھر گھما رہا ہوں۔'' میں نے ایک طویل جماہی لیتے ہوئے کہا ''بہرحال' وہ تمہارے سامنے
گیا اور تم نے دیکھا ہے' وہ کچھ بھی بتا کر نہیں گیا۔''

''میں تمہارا اندازہ جاننا چاہتی تھی؟'' وہ قدرے کھسیا ہوگئی۔

''فی الحال میں اندازہ کاری کے موڈ میں نہیں۔'' میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا ''مجھے شدید نیند آرہی ہے..... پھر ڈاکٹر نے بھی ہدایت کی ہے' ہمیں اچھے انسانوں کی طرح چپ چاپ سوجانا چاہیے۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے ایک اور جماہی لے ڈالی ''ڈاکٹر کو فالو کرنا مفید ہوتا ہے۔''

راکیل باتوں کے موڈ میں دکھائی دیتی تھی۔ میں جا
تھا' اگر میں نے اس کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی کی تو پھر تھوڑ
ہی دیر بعد زوندارا کا سورج ہماری آنکھوں کے سامنے طلو
ہوگا۔ میں ڈاکٹر مونگ کی اس بات سے صد فیصد متفق تھا کہ
نہیں' آنے والا دن ہمارے لیے کون سے ہنگامے لانے وا
تھا۔

میں نے ایک اور طویل جماہی لی اور ڈاکٹر مونگ
ہدایت کے مطابق لمبی تان کر سوگیا۔ اس لمبی تان کی بھی ایک
حد تھی۔ سونے سے پہلے میں نے اپنے دماغ کو دو گھنٹے با
ہشاش بشاش بیداری کا حکم دے دیا تھا۔ ذیلی ہدایات ا
کے علاوہ تھیں۔

☆☆☆

ٹھیک سات بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے گھڑ
میں وقت دیکھا تو پتا چلا' میری نیند کے دوران میں کوئی
معمولی واقعہ پیش نہیں آیا تھا ورنہ مقررہ دو گھنٹے سے پہلے
میں بیدار ہوجاتا۔

میں نے راکیل پر نظر ڈالی تو وہ مجھے بے خبر سوتی ہو
ملی۔ میں نے اس کے قریب جا کر ماہرانہ جائزہ لیا۔ وہ
وقت گہری نیند میں تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اس کمر
میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ دو گھنٹے گزر جا
کے باوجود بھی ڈاکٹر مونگ ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔ ای
خیال ذہن میں یہ آیا کہ ممکن ہے' وہ واش روم میں ہو۔

میں نے بستر چھوڑ دیا اور واش روم میں ڈاکٹر مونگ
چیک کرنے کی کوشش کی۔ واش روم مجھے خالی ملا۔ اس کا ای

ہی مطلب تھا' اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی..... اس مطلب نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا۔

میں ڈاکٹر مونگ کے خیال کو ذہن میں بٹھا کر واش روم میں گھس گیا اور پندرہ منٹ بعد فریش اپ ہو کر باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن میں ساحل کا خیال رچ بس چکا تھا۔ راکیل ہنوز گہری نیند میں تھی۔ میں نے سوچا' کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں ساحل تک رسائی حاصل کرنے کی سعی کروں۔ ممکن ہے' میرا تصور اس کے محل وقوع تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔ اگر ایک مرتبہ مجھے اس کی درست لوکیشن کا اندازہ ہو جاتا تو میں اڑ کر اس تک پہنچ جاتا۔

میں نے سوئی ہوئی راکیل پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور ایک آرم چیئر پر نیم دراز ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے مذکورہ کرسی کو شمال رخ کر لیا تھا۔ شمال سے جنوب کی سمت بہنے والی مقناطیسی لہریں اس قسم کی ارتکازی مشقوں اور مراقبہ جات کے لیے بڑی معاون ثابت ہوتی ہیں۔

میں نے آنکھیں بند کر کے چار پانچ گہری سانسیں لیں۔ سانس لینے کا یہ مخصوص انداز یوگا کی لغت میں پرانایام (PRANAYAM) کہلاتا ہے۔ اس عمل کی تکمیل کے بعد میں نے ساحل کے سراپا کا تصور کیا۔ اس کے خال و خد کو اپنے تخیل میں ابھارنے کی کوشش کی۔ اس وقت میری پوری توجہ صرف اور صرف ایک نقطے پر مرکوز تھی اور وہ نقطہ تھا..... ساحل! میرے تصور کی بے قرار موجیں' میرے تخیل کی بے چین لہریں اس ساحل کی آغوش میں سر رکھنا چاہتی تھیں' اس مہربان سایے میں پناہ کی متلاشی تھیں۔

ٹی ڈبلیو اے کی پرواز ہموار ہوتے ہی میں نے ساحل کو کھوجنے کی کوشش کی تھی اور وہ مجھے کسی ائر پورٹ کی صورت میں نظر آ گئی تھی لیکن کس ائر پورٹ پر؟ یہ جاننے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ میں نے اس کھوج کے بارے میں ڈاکٹر مونگ یا راکیل کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے اینکر مین بڑے دوستانہ انداز میں مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں چی کی قوت سماعت کو بار بار آزماتا رہوں۔ میری باطنی آنکھ (THIRD EYE) کھل چکی ہے۔ پنیل گلینڈ نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اگر میں مشق کو جاری رکھوں گا تو کچا پن' پکے پن میں بدل جائے گا۔ مجھے پنیل گلینڈ کے استعمال میں مہارت حاصل ہو جائے گی..... اور ڈاکٹر مونگ نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔

مجھے ساحل کا تصور کیے بمشکل ایک منٹ گزرا ہو گا کہ اس پری وش کا سراپا میرے تصور کی نگاہ میں روشن ہو گیا۔ میں نے بڑی وضاحت سے اسے دیکھا۔ وہ ایک آرام دہ کاؤچ پر دراز تھی' ایک دم چت..... اور اس وقت اس کی آنکھیں بند تھیں۔ دونوں بازو پہلوؤں میں دراز تھے۔ وہ کچھ پوزیشن میں لیٹی تھی جیسے اس درازی میں اس کی مرضی شامل نہ ہو بلکہ کسی بھی ہدایت پر اسے یوں لیٹنا پڑا ہو۔ وہ جس کاؤچ پر چت پڑی تھی ایسے کاؤچز یا تو اسپتال میں ہوتے ہیں یا ماہرین نفسیات کے کلینک میں۔

کیا ساحل بیمار ہے؟ میرے ذہن نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور میں تڑپ کر رہ گیا۔ میں ساحل کے تصور میں رہتے ہوئے اس کمرے کا جائزہ لینے لگا جہاں ایک کاؤچ پر وہ موجود تھی اور دوسرے ہی لمحے مجھے اندازہ ہوا کہ ساحل کسی اسپتال میں تھی اور نہ ہی کسی نفسیاتی کلینک بلکہ وہ ایک بیڈ روم میں تھی!

کسی بیڈ روم میں ایک معالجاتی چرمی کاؤچ کا پایا جانا میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کمرے میں مجھے کسی اور شخص کی موجودگی کا احساس ہوا۔ کوئی بآہستگی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ میرے تصور کی نگاہ کسی حساس کیمرے کی طرح ریڈ الرٹ ہو گئی' پھر دوسرے ہی لمحے نو وارد میری نگاہ میں آ گیا۔ میرے تصور نے اسے فوکس کر لیا تھا اور اس فوکسنگ کے بعد مجھے ایک شدید ترین جھٹکا لگا..... وہ شخص موشے ہائمن تھا۔

میں اس دراز قامت اور طویل العمر ربی کو ایک نظر میں پہچان گیا اور اس پہچان نے میرے تصور کی نگاہ میں جلن بھر دی۔ میری ساحل ایک مرتبہ پھر اس عیار ربی کے چنگل میں جا پھنسی تھی۔ وہ بڑے بچے بچے قدموں سے اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ساحل کو کسی خاص عمل سے گزارنے والا ہو..... یا عمل سے گزار چکا ہو اور اب کارکردگی چیک کرنے آیا ہو۔ ساحل کا کسی چرمی کاؤچ پر حس و حرکت پڑے ہونا مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس مرتبہ میں نے کوئی جذباتی غلطی نہیں کی اور اپنی تمام توجہ ربی کی سرگرمی پر مرکوز کر دی۔ اس مستقل مزاجی اور ثابت قدمی نے میرے تصور میں کوئی رخنہ نہیں آنے دیا۔

ربی موشے ہائمن ساحل والے کاؤچ کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ چند لمحے وہ بڑے انہماک سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا پھر مطمئن انداز میں سر ہلانے لگا۔ اس کے عمل نے مجھے بتا دیا' وہ اپنی کوئی کارگزاری چیک کرنے آیا تھا۔ ساحل کی حالت اور پوزیشن چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہی تھی کہ اس پر تنویمی عمل سے گزارا گیا تھا۔ وہ پختہ نیند میں تھی۔

میں اس بیڈ روم کو دیکھ کر قطعاً یہ اندازہ نہیں لگا سکا

کہ وہ کمرا کس عمارت میں اور وہ عمارت کس شہر' کس ملک میں واقع ہے۔ اگر میرے تصور کی نگاہ کو اس بیڈ روم سے باہر نکلنے کا موقع مل جاتا تو میری مراد بر آ سکتی تھی۔ میں نے ربی موشے ہائمن کو اپنا ٹارگٹ بنا لیا۔ اگر وہ بیڈ روم سے نکلتا تو میں ساحل کو ٹریس اور ٹریک کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔

ایک منٹ کے تنقیدی جائزے کے بعد ربی مڑا اور کئی قدموں سے دروازے کی سمت بڑھا۔ میرے تصور کی آنکھ گویا اس کی پشت پر چپک کر رہ گئی۔ وہ بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر رکا' مڑ کر ساحل پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی اور جیسے ہی اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا' سب کچھ درہم برہم ہو کر رہ گیا۔

راکیل کی تیز آواز نے میرا تصور پاش پاش کر دیا۔ میرے وجود کو ایک جھٹکا لگا اور میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ آواز دینے کے ساتھ ہی کندھے سے پکڑ کر مجھے جھنجوڑ بھی رہی تھی۔ اس کے یہ الفاظ میری سماعت تک پہنچے.....

''دجدان! کیا تم بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ کھڑکی سے باہر دیکھو' اس جزیرے کی صبح کتنی سہانی ہے۔''

''جہنم میں گیا یہ جزیرہ اور اس کی صبح.....!'' میں خاصی اونچی آواز میں چلایا۔

راکیل کھڑکی سے ہٹ گئی اور میرے سامنے آ کر حیرت بھری نظر سے مجھے دیکھنے لگی ''تمہیں کیا ہوا ہے دجدان! اس قدر برہم کیوں ہو رہے ہو؟''

''کیا تم چند منٹ صبر کر لیتیں تو کوئی قیامت آ جاتی؟'' میں نے بدستور خفگی آمیز انداز میں کہا ''کیا اس جزیرے کی صبح کہیں بھاگی جا رہی تھی؟''

راکیل کی بے جا مداخلت نے میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا تھا۔ میری برہمی اور ناراضی اپنی جگہ درست تھی لیکن جب میں نے حقیقت پسندی سے سوچا تو وہ مجھے بے تصور نظر آئی۔ اس بے چاری کو کیا معلوم کہ میں اس وقت کتنے اہم کام میں مصروف تھا۔ وہ یہی سمجھی ہو گی' میں آنکھیں بند کیے آرام چیئر پر ریلیکس بیٹھا ہوں۔ راکیل کی ایسی ہی ایک فطری حرکت نے طیارے کے اندر بھی میرے تصور کا خانہ خراب کر دیا تھا۔

وہ بڑی گہری نظر سے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی ''تمہاری حالت ٹھیک نظر نہیں آ رہی دجدان! کیا پرابلم ہے؟''

''کچھ نہیں۔'' میں اس وقت تک خود پر قابو پا چکا تھا' نارمل انداز میں کہا ''دراصل' میں یہ دیکھنا چاہتا تھا' تم مجھے غصے میں دیکھ کر کیا ردعمل ظاہر کرتی ہو۔''

''پھر دیکھ لیا؟'' وہ بے یقینی سے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے کرسی چھوڑتے ہوئے کہا ''تم بڑی برداشت والی لڑکی ہو۔''

اس کی نگاہ میں میری وضاحت کے لیے بے اعتباری موجود رہی' شاکی لہجے میں بولی ''میں سمجھ رہی ہوں' تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ اگر تم خود ہی نہیں بتانا چاہتے تو میں اصرار نہیں کروں گی۔''

وہ وقتی پسپائی کا مظاہرہ کر کے بڑی عقلمندی کا ثبوت دے رہی تھی۔ میں نے موضوع کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا ''کیا ڈاکٹر مونگ ابھی تک واپس نہیں آیا؟''

اس سے پہلے کہ راکیل میرے سوال کے جواب میں کچھ کہتی' کمرے کا دروازہ کھلا اور متذکرہ بالا شخص اندر داخل ہوا۔ ہم دونوں نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر میں نے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا۔

''تم تو ذرا سی ٹہل قدمی کرنے گئے تھے۔ پورے تین گھنٹے بعد لوٹے ہو۔ خیریت تو تھی؟''

بات ختم کرتے ہی میں نے دیوار کلاک کی جانب اشارہ کیا۔ کلاک کی سوئیاں آٹھ بجے کا وقت بتا رہی تھیں۔ ڈاکٹر مونگ ایک کرسی سنبھالنے کے بعد بولا۔

''فکرمندی والی کوئی بات نہیں۔ میری چہل قدمی تھوڑی دراز ہو گئی تو میں نے سوچا' کچھ اپنا بندوبست بھی کر ہی لیا جائے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر گہری سنجیدگی سے بولا۔

''راکیل کی تجویز مجھے بھلی لگی ہے۔ ہمیں پہلی فرصت

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
جسے قارئین آج تک نہیں بھولے
طالوت
3 حصوں میں (مکمل)
قیمت فی حصہ 60 روپے۔ ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے
تینوں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ 25 روپے
کتابات پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
78000 کراچی

میں اس ''قافلے'' سے الگ ہوجانا چاہیے اور میں نے اپنی روپوشی کا بڑا معقول انتظام کرلیا ہے۔ تم دونوں چلنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔''

میں نے الجھن زدہ انداز میں کہا ''کچھ معلوم تو ہو تم کیسا انتظام کرکے آئے ہو؟''

''یہاں سے نکلنے کے بعد میں تمہیں تفصیل بتادوں گا۔'' وہ رسانیت سے بولا ''ابھی تک ہوٹل میں زیادہ چہل پہل نہیں ہوئی۔ یہ ہمارے ''فرار'' کے لیے اچھا موقع ہے۔ ہم کسی کی نگاہ میں آئے بغیر رفو چکر ہوسکتے ہیں۔ ٹھیک نو بجے ہمیں ہانگ چو کی لانچ میں پہنچنا ہے۔''

''ہانگ چو!'' میں نے حیرت بھری نظر سے ڈاکٹر مونگ کو دیکھا۔

وہ بولا ''کہا ہے نا' یہاں سے نکلو پھر تفصیل بتاتا ہوں۔ دس منٹ کے اندر ایک ایک کرکے ہمیں ہوٹل چھوڑنا ہوگا تاکہ کسی کو ہمارے ''فرار'' کا فوری طور پر احساس نہ ہو۔ میں پہلے جارہا ہوں۔ ہوٹل سے باہر دائیں جانب سو گز کے فاصلے پر ایک نیوز اسٹینڈ ہے۔ تم بھی کیے بعد دیگرے وہاں پہنچو اور..... ہوٹل چھوڑنے سے قبل ذرا اپنے حلیوں کی جانچ ضرور کرلینا۔''

ڈاکٹر مونگ اس وقت راکیل کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی اور اس کا حلیہ قدرے ''منتشر'' ہورہا تھا۔ میں نے فریش اپ ہوتے وقت اپنی کٹی نیوٹی کا خاص طور پر خیال رکھا تھا۔ نسیم جوہر نے کراچی میں مجھے میک اپ کے جو اسرار و رموز سکھائے اور بتائے تھے' وہ قدم قدم پر کام آرہے تھے۔ نسیم جوہر واقعی بڑے جواہر کا مالک تھا۔

ڈاکٹر مونگ بات ختم کرکے کمرے سے نکل گیا۔ اس دوران میں راکیل واش روم میں گھس چکی تھی۔ دینالی کے ہارپر لاج ہوٹل میں ٹیلی فونک گفتگو میں' ڈاکٹر مونگ نے راکیل کی ہیومینٹل مہارت کے بارے میں مجھے تفصیلاً آگاہ کیا تھا۔ ٹھیک دس منٹ بعد ہم دونوں مذکورہ نیوز اسٹینڈ پر ڈاکٹر مونگ کے پاس پہنچ گئے۔

ڈاکٹر مونگ نے ایک ٹیکسی روکی اور ہم اس کے اندر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر مونگ پسنجرز سیٹ پر تھا جبکہ راکیل میرے ساتھ ٹیکسی کی عقبی نشست پر براجمان تھی۔ اس مختصر سے سفر کے دوران میں' ٹیکسی میں کامل خاموشی چھائی رہی۔ ڈاکٹر مونگ نے کچھ کہا اور نہ ہی ہم میں سے کسی نے ایک لفظ بول کر دیا۔ میرے ذہن میں ڈاکٹر مونگ کے منصوبے کے حوالے سے اتھل پتھل مچی ہوئی تھی۔ پتا نہیں' اس خدا کے بندے نے کس قسم کا پلان بنایا تھا؟ اور یہ ہانگ چو کون تھا؟ کی لانچ میں وہ ہمیں سوار کرانا چاہتا تھا!

پندرہ منٹ بعد ہمارا یہ سفر ایک چھوٹے سے ریسٹور کے سامنے جاکر ختم ہوا۔ ڈاکٹر مونگ نے ٹیکسی والے کو کیا دیا اور ہمیں اپنے ساتھ ریسٹورنٹ کے اندر آنے کو کہا۔ چون و چرا اس کی تقلید میں آگے بڑھ گئے۔

ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہیں تھا بلکہ رش بالکل تھا۔ ہمارے علاوہ صرف دو میز یں آباد تھیں اور وہ بھی خا فاصلے پر۔ ڈاکٹر مونگ نے ویٹر کی آمد پر مختصر سے ناشے آرڈر دیا پھر ہماری جانب متوجہ ہوگیا۔ وہ اس وقت ہم دو سے بیک وقت مخاطب تھا۔

''انسان کی زبان کی اس دنیا میں بڑی اہمیت ہے۔ ہم زبان آپ کو جہاں بھی مل جائے' آپ اس کے لیے دل اور معمولات میں گنجائش نکال ہی لیتے ہیں۔ میں مینڈ زبان بڑے طریقے سلیقے سے بولتا اور سمجھتا ہوں۔ ہانگ ایک چینی ہے۔ اس کا تعلق چین کے علاقے شنگھائی سے۔ میں نے مختصر سے وقفے میں ہانگ چو سے اچھی خاصی راہ بنالی ہے۔ مجھے مینڈرن بولتے دیکھ کر وہ خوشی سے پھول جزیرہ زوناریا میں اکا ڈکا چینی بھی آباد ہیں۔ ہانگ چو نیا طور پر ایک ماہی گیر ہے۔ آج نو بجے اس کی لانچ سمندر روانہ ہوگی' پھر شام سے کچھ پہلے ہی وہ واپس لوٹے گا۔ آج کا دن اس کے ساتھ لانچ پر گزاریں گے۔'' وہ ایک کو سانس لینے کے لیے رکا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہو بولا۔

''اس دوران میں دونوں پروازیں اپنی منازل جانب روانہ ہوجائیں گی۔ رات کو واپس آکر سوچیں آئندہ کیا کرنا ہے۔ بروس نولز اور دیگر اہم افراد سے چھٹرانے کا اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ملے گا۔ تم میں نے اپنے ہمکنڈوں سے ہانگ چو کو گہرا دوست ہے۔''

میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور متفکر لہجے ''ساڑھے آٹھ تو بج رہے ہیں اور تم نے بتایا ہے' ٹھیک نو ہمیں ہانگ چو کی لانچ پر سوار ہونا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوگا ابھی تو ہم نے ناشتا شروع کیا ہے؟''

''سب ہوجائے گا۔'' وہ بڑے مطمئن انداز میں ''اس ریسٹورنٹ سے صرف تین منٹ میں پیدل چلنے ہم ہانگ چو کی لانچ تک پہنچ جائیں گے۔ وہ جگہ یہاں دور نہیں۔''

''آئیڈیا عمدہ ہے۔'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا۔

راکیل نے فخریہ نظر سے ہاری ہاری ہم دونوں کو دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ بولی۔ اس کی نگاہ کا فخر بجا تھا۔ بلاشبہ یہ اسی کی سجھائی ہوئی راہ تھی۔

ڈاکٹر مونگ نے کھانے پینے کی اشیا پر تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے کہا ''تم لوگ جلدی سے فارغ ہو جاؤ۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔''

راکیل سب سے پہلے فارغ ہوئی اور میز چھوڑ کر واش بیسن کی جانب بڑھ گئی۔ ڈاکٹر مونگ تیزی سے میری جانب مڑا اور سرگوشیانہ انداز میں بولا ''ڈسلوا.....! میں تم سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی سوال نہ کرنا کہ وقت بہت قلیل ہے۔ میں گارشیا کو اس گفتگو میں شامل نہیں کرنا چاہتا۔''

اس کا رازدارانہ اور پُراسرار انداز دیکھ کر میں چونک اٹھا پھر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ راکیل ایک طرح سے اس کی ماتحت تھی۔ اگر وہ اس کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا وہ ہائی ٹاپ سیکرٹ ہو گی۔

ڈاکٹر مونگ نے نپے تلے الفاظ میں بتایا ''میں نے ہانگ چو کو شیشے میں اتارنے کے علاوہ بھی ایک اہم کام کیا ہے۔ سیٹل میں اپنے بڑوں سے رابطہ کرنا ضروری تھا۔ میں نے انہیں تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ طیارے کا اغوا ان کے علم میں آ چکا ہے۔ وہ لوگ بھی اس بات کے حق میں نہیں ہیں کہ گورنمنٹ سے متعلق افراد ہمارے ساتھ نتھی ہو کر سیٹل پہنچیں۔ بروس نولز وغیرہ سے سیٹل میں جان چھڑانا ممکن نہیں ہو گا لہٰذا ہمیں پہلی فرصت میں الاسکا کی ہائی اتھارٹیز سے الگ ہو جانا چاہیے اور اس کے لیے مجھے ایک منصوبہ بھی دے دیا گیا ہے۔''

وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا تو میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے بڑوں کے کسی منصوبے کا سن کر میں الجھ گیا تھا۔ وہ اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''میرے بڑوں کا حکم ہے کہ ہم اس قافلے سے سلپ ہو جائیں اور حالات و واقعات میں سے ایک مناسب موقع نکال کر جاپان پہنچنے کی کوشش کریں۔''

''جاپان!'' میں تقریباً اچھل کر رہ گیا۔ تاہم آواز پر کنٹرول رکھا۔

وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''اس وقت ہم ایک سو پچپن ڈگری ویسٹ یعنی طول البلد پر ہیں۔ ایک سو اسی ڈگری پر انٹرنیشنل ڈیٹ لائن واقع ہے۔ اگر ہم مذکورہ لائن کو قبول کر لیں تو جاپان کے دارالحکومت ٹوکیو تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق انٹرنیشنل ڈیٹ لائن زونا را آئی لینڈز اور ٹوکیو کے وسط میں واقع ہے۔ میں نے ہانگ چو کو ایسا سیٹ کر دیا ہے کہ وہ ہمارے ٹوکیو تک جانے کا کوئی بھی معقول یا نامعقول یعنی قانونی یا غیر قانونی بندوبست کر دے گا پھر ٹوکیو سے تائے پی اور تائے پی سے نیپال تک پہنچنا ہمارے لیے چنداں مشکل نہیں ہو گا۔ مجھے سیٹل کی طرف جانے سے منع کر دیا گیا ہے اور ٹوکیو میں ایک ایسے بندے سے ملنے کو کہا گیا ہے جو ہمارے لیے آگے کے سفر کے انتظامات کرے گا۔''

ڈاکٹر مونگ کی باتیں انکشاف انگیز تھیں۔ ہمارے پروگرام میں یہ اچانک تبدیلی خاصی سنسنی خیز اور مہماتی تھی لیکن میرا ذہن اس وقت ساحل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے ابھی تک ڈاکٹر مونگ کو صبح والے تجربے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ شاید ڈاکٹر مونگ نے میری سوچ پڑھ لی۔ بڑے ڈرامائی انداز میں بولا۔

''دھن..... ساحل کے حوالے سے تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔''

''کیا؟'' میں نے اضطراری لہجے میں استفسار کیا۔

اس سے پہلے کہ ڈاکٹر مونگ میرے سوال کا جواب دیتا' راکیل واپس آتی ہوئی دکھائی دی۔ ڈاکٹر مونگ مخصوص انداز میں کھنکارتے ہوئے سیدھا ہو گیا۔ ہماری بات ادھوری رہ گئی۔

ادھورا علم ہو یا کوئی بیان' بڑا تہلکہ ڈالتا ہے۔ ڈاکٹر مونگ نے میرے نازک پہلو کو چھو کر میرے اندر کھلبلی مچا دی تھی۔ پتا نہیں' وہ ساحل کے حوالے سے مجھے کون سی خوش خبری سنانے والا تھا۔ وہ واضح طور پر بتا چکا تھا کہ اس موضوع کو راکیل کے سامنے ڈسکس نہیں کرے گا لہٰذا مجھے اس وقت کا انتظار کرنا تھا جب تنہائی میں اس سے بات کرنے کا موقع ملے۔ انتظار کے یہ لمحات میرے لیے قیامت خیز اور وحشت انگیز تھے۔

ناشتا ختم ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے بل ادا کیا اور ہم ریسٹورنٹ سے نکل آئے پھر واقعی ٹھیک نو بجے ہم ہانگ چو کی لانچ پر سوار ہو رہے تھے۔

ہانگ چو کی لانچ بڑی شان دار اور جدید سہولیات سے آراستہ تھی۔ ریڈیو اور اسپیڈ میٹر کے علاوہ اس میں نفاست دباؤ' درست سمت مع درجہ جات اور آبی تغیر و تبدل کے بارے میں بتانے کے لیے حساس آلات نصب تھے۔ ہانگ چو انہیں لانچ کو چونکہ فشنگ (ماہی گیری) کے لیے استعمال کر رہا تھا اس لیے اس کے اندر کولڈ اسٹوریج بھی موجود تھا جہاں پکڑی جانے والی مچھلیوں کو محفوظ کیا جاتا تھا۔ ہانگ چو کی عمر لگ بھگ پچاس سال رہی ہو گی۔ اس کی وضع قطع اور حلیہ عام چینیوں جیسا تھا۔ سر پر اس نے مخصوص چینی ٹوپی لگا رکھی تھی۔

ہانگ چو کے علاوہ اس لانچ میں دو اور افراد بھی موجود تھے۔ پندرہ سالہ ینگ لی اور پینتیس سالہ چی فان۔ یہ دونوں فشنگ وغیرہ میں ہانگ چو کی مدد کرتے تھے۔ ینگ لی اور چی فان کی حیثیت ہانگ چو کے ملازمین کی سی تھی۔ اس لانچ میں دیگر ضروریات کے ساتھ ساتھ آٹھ دس افراد کے کھانے پینے کا بھی بندوبست تھا۔ ہانگ چو نے اپنے ملازمین سے ہمارا تعارف مہمانوں کے طور پر کرایا تھا جنہیں وہ سیر و تفریح کی غرض سے کھلے سمندر میں لے آیا تھا۔ ہانگ چو کے انداز نے مجھے بتا دیا کہ ڈاکٹر مونگ کی متاثر کن شخصیت نے یہاں بھی بہت کام دکھایا تھا۔

ہم کھلے سمندر میں ایک مخصوص رفتار سے آگے بڑھتے گئے۔ تھوڑی دیر بعد زونا را آئی لینڈ کے آثار معدوم ہو گئے۔ اب ہمارے چاروں طرف تا حدِ نگاہ پانی ہی پانی تھا۔ ہانگ چو کے مطابق ابھی ہم سمندر کے اس حصے میں نہیں پہنچے تھے جو مچھلی پکڑنے کے لیے موزوں ترین تھا۔

اچانک راکیل کو انجن روم اور لانچ کے مختلف حصے دیکھنے کا شوق اٹھا۔ ہانگ چو اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ میں نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کی۔ ذرا سی تنہائی میسر آتے ہی میں نے ڈاکٹر مونگ سے استفسار کیا۔

''تم مجھے ساحل کے بارے میں کچھ بتانے والے تھے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور گہری سنجیدگی سے بولا ''مجھے اپنے بڑوں سے پتا چلا ہے کہ تمہاری ساتھی ساحل کو مین مین (نیویارک) پہنچا دیا گیا ہے۔ وہ اس وقت سخت پہرے اور حفاظت میں ہے۔ بہرحال.....!'' وہ ایک لمحے کو رکا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''میرے بڑے اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لارڈ بدھا ہمیں جلد کامیابی دے گا۔''

میں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''میری ساتھی ادھر مین مین میں ہے اور تم مجھے اپنے ساتھ جاپان لے جانا چاہتے ہو۔ یہ کیسی منطق ہے ڈاکٹر مونگ۔ میری زندگی کی یہ جنگ تو ساحل کے حصول کے لیے ہے اور تم مجھے محاذ سے کھدیڑ کر بیرک میں دھکیلنا چاہتے ہو۔ میں تمہارے اور تمہارے بڑوں کے منصوبے کو سمجھ نہیں پایا ہوں؟''

اس نے بڑی تسلی سے میری بات سنی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''میں تمہیں تمہارے مقصد سے نہیں ہٹا رہا بلکہ ایک چھوٹے سے بڑے محاذ پر پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جاپان ہماری منزل نہیں۔ میں نے تمہیں بتایا ہے نا' ہم ٹوکیو سے تائے پی اور تائے پی سے نیپال پہنچیں گے جہاں بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ میں یہودیوں سے ہمارا اصل معرکہ ہو گا۔''

''اور ساحل؟'' میں نے الجھن بھری نظر سے اسے دیکھا۔

وہ تامل کرتے ہوئے بولا ''ساحل کو بہت جلد یہودیوں کے چنگل سے نکال لیا جائے گا۔ تم بے فکر رہو' وہ سیٹل میں محفوظ رہے گی۔''

ڈاکٹر مونگ کی وضاحت سن کر میں تلملا اٹھا۔ وہ واضح طور پر مجھے ساحل سے الگ کرنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔ اس کا انداز بہت مبہم اور قابلِ غور تھا۔ ان لمحات میں وہ مجھے ایک سازشی سا لا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اسے اپنے صبح والے تجربے کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ میں بڑی اچھی طرح یہ جان چکا تھا کہ میری ساحل اس وقت ربی موشے ہائمن کے قبضے میں تھی۔ اب ڈاکٹر مونگ نے یہ بھی بتا دیا کہ وہ نیویارک کے علاقے مین ہیٹن میں تھی۔ اگر میں کسی طرح نیویارک پہنچ جاتا تو پھر ساحل تک رسائی حاصل کرنا میرے لیے کچھ مشکل نہ رہتا۔ میں نے اپنے تازہ ترین خیالات کو ڈاکٹر مونگ پر ظاہر نہیں کیا اور اسے گھستے ہوئے پوچھا۔

''تم جتنی شدومد سے مجھے نیپال لے کر جانا چاہتے ہو اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ربی موشے ہائمن نے ساحل کے اندر سے وہ راز نکال لیا ہے جو خفیہ تہ خانے تک پہنچا سکتا ہے..... اور اب ربی کے اشارے پر طاقت ور یہودیوں کی ایک منظم ٹیم کسی بھی وقت بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ پر دھاوا بولنے والی ہے؟''

''پہلی بات تو یہ کہ تمہیں اپنے ساتھ نیپال لے جانا میرا نہیں' بلکہ میرے بڑوں کا فیصلہ ہے۔'' وہ بڑے رسان سے بولا ''اور جہاں تک ساحل کے اندر سے کوئی راز اگلوانے کی بات ہے' میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ربی اپنی کوشش میں کامیاب ہو یا نہ ہو' بہرحال وہ لوگ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کو ٹارگٹ تو بنا چکے ہیں۔ وہ کسی بھی وقت اس پر چڑھائی کر سکتے ہیں۔ میرے بڑوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔''

گفتگو کے دوران میں وہ بندہ بار بار اپنے بڑوں کو لے آتا تھا اور اس آڑ میں اسے فرار کا موقع مل جاتا تھا۔ اس کے بڑوں کے ذکر سے مجھے چڑ سی ہونے لگی تھی۔ ساری دنیا کے بکھیڑے رہیں ایک طرف' مجھے سب سے پہلے اپنی ساحل سے مطلب تھا۔ سچی اور ایمان داری کی بات یہ ہے کہ میں ڈاکٹر مونگ اور اس کے بڑوں کا ساتھ دینے کے لیے محض اس لیے تیار ہو گیا تھا کہ ساحل ان کے قبضے میں تھی۔ ان لوگوں کے ایک آدمی نے ساحل کو ماؤنٹ مکنلے سے نکال کر بحفاظت فیئر بینکس پہنچا دیا تھا لیکن جب سے دوبارہ ربی کے آدمیوں نے اسے اڑا لیا تھا' میں ایک عجیب سے تذبذب میں تھا۔ ڈاکٹر مونگ کا ساتھ دینے کے سوا مجھے کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن اب صورت حال خاصی بدل گئی تھی۔ میں ساحل کا سراغ پانے میں کامیاب ہو گیا تھا لہٰذا میری ہر مجبوری اور بے بسی گرت کر رہ گئی تھی۔

میں نے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا "کیا تمہارے بڑوں نے یہ معلوم کر لیا کہ ساحل مین ہیٹن میں کس شخص کے قبضے میں ہے؟"

"نہیں' یہ بات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔" اس نے جواب دیا "مگر بہت جلد میرے بڑے اس کا کھوج لگا لیں گے۔"

میں نے واضح طور پر محسوس کیا' وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے کرید جاری رکھی "ڈاکٹر مونگ! اگر تم برا نہ مانو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں' تمہارے بڑوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری ساحل کو ریاست الاسکا کے شہر فیئر بینکس سے اغوا کر کے نیویارک کے پوش علاقے مین ہیٹن میں پہنچا دیا گیا ہے؟" میں نے ذرا توقف کے بعد اضافہ کرتے ہوئے کہا "اور وہ لوگ یہ جاننے میں ابھی تک ناکام کیوں ہیں کہ ساحل کی درست لوکیشن کیا ہے اور وہ کس دشمن کے قبضے میں ہے؟"

میں نے نہایت ہی چبھتے ہوئے اور اہم سوالات کیے تھے۔ وہ چند لمحے گہری سنجیدگی سے مجھے دیکھتا رہا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا "تمہارے اندر تجسس کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جب تک کسی معاملے میں تمہاری تسلی نہیں ہو جاتی' تمہاری روح کو سکون نہیں ملتا۔"

"لیکن راکیل کا تو میرے بارے میں یہ خیال ہے کہ میں بہت بے پروا ہوں!"

"راکیل کو فی الحال اس اہم گفتگو سے دور ہی رکھو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اپنے سر کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور پوچھا "کیا متجسس مزاج کا حامل ہونا کوئی بری بات ہے؟"

میں اس دوران میں مسلسل ڈاکٹر مونگ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ جب سے مجھے احساس ہوا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے' میں اس کی اور اس کے بڑوں کی طرف سے بے حد محتاط ہو گیا تھا۔ یہ حالات کا تقاضا اور وقت کی ضرورت تھی۔

وہ بولا "اس عادت کو برا تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کے سبب معاملات میں بگاڑ اور حالات میں خرابی و الجھن پیدا ہو سکتی۔ جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔"

"اس وقت ایسا کیا ہو رہا ہے؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

وہ ٹھوس لہجے میں بولا "میں محسوس کر رہا ہوں' تمہیں میرے کہے کا اعتبار نہیں!"

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں!" میں نے تردید کرتے ہوئے کہا۔

"بہر حال!" وہ بحث سے پہلو تہی کرتے ہوئے بولا "کسی چیز کا جاننا یا نہ جاننا صلاحیت پر منحصر ہوتا ہے۔ ہر انسان کی اپنی ایک محدود سی ہے اور کوئی شخص' کوئی قوت اور کوئی صلاحیت بھی مکمل نہیں ہوتی۔ ہر جگہ حدود اور قیود کا نظام لاگو ہے۔" وہ ایک لمحے کو رکا پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

"میرے بڑوں نے جہاں تک معلوم کیا اور جو فی الحال معلوم نہیں کر سکے' اس کے درمیان ایک بفرزون ہے..... اور یہ ضروری نہیں' وہ کبھی بھی اس کے آگے معلوم نہیں کر سکیں گے۔ کوشش جاری ہے' رکاوٹ ہٹا دی جائے گی۔ اگر یہ ممکن نہ ہو سکا تو کوشش کا دوسرا' تیسرا زاویہ آزمایا جائے گا۔ پراسرار علوم میں ان داؤ پیچ اور اونچ نیچ کا سامنا لازمی ہے۔ میٹافزکس کا شعبہ بڑا عجیب و غریب ہے!"

"میٹافزکس!" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں' میٹافزکس!" وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولا "جس عمل کو سادہ الفاظ میں وجدان یا گیان کہا جاتا ہے' سائنسی تحقیق اسے میڈیٹیشن اور میٹافزکس کے خانے میں فٹ کرتی ہے۔"

اس کے بعد ڈاکٹر مونگ نے مجھے میٹافزکس (مابعد الطبیعیات) پر ایک مختصر سا لیکچر دے ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میری "چی" کی صلاحیت کی مثال بھی دی جو رفتہ رفتہ اپنے سامنے حائل حدود اور رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے اپنا دائرۂ کار وسیع کرتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی باتیں پُرمعنی اور رنگ بر

تھیں لیکن میں یہ محسوس کیے بنا نہیں رہ سکا کہ وہ محض میری توجہ ہٹانے کے لیے ایسی عالمانہ موشگافیاں کر رہا تھا۔ فوری طور پر میری سمجھ میں یہی آیا کہ اس کے بڑے ساحل کا سراغ پا چکے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ میں ان کے مشن کو چھوڑ چھاڑ کر ساحل کے پیچھے دوڑ پڑوں۔ اسی لیے ربی والی حقیقت کو مجھ سے مخفی رکھا جا رہا تھا۔

وہ لوگ جو کچھ مجھ سے چھپا رہے تھے' میں اس تک رسائی حاصل کر چکا تھا لہٰذا ان کے لیے "استعمال" ہونے کا مجھے کوئی شوق نہیں تھا۔ میرے لیے دنیا بھر کے خزانے' ساحل کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے' چنانچہ میں نے ڈاکٹر مونگ سے دوٹوک انداز میں کہہ دیا۔

"دیکھو ڈاکٹر! تم نے مجھ سے دوستی کی ہے اور میں ایک دوست ہونے کے ناتے تم سے صاف صاف بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگا۔ میں نے گمبھیر انداز میں کہا "بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ میں کون کون سے انمول خزانے پوشیدہ ہیں' مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں سیدھا یہاں سے نیویارک جانا چاہتا ہوں۔"

"میرے بڑوں کا خیال ہے' بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ پر ہونے والی یہودیوں کی یلغار کو صرف اور صرف تم ہی روک سکتے ہو!" وہ گہری سنجیدگی سے بولا "اسی لیے ہم نے اپنے مشن میں تمہیں ہر قدم پر ساتھ رکھا ہے۔ تم گزشتہ چند روز کے واقعات پر نگاہ ڈالو۔"

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر سمجھانے والے انداز میں بولا "اگر ہم چاہتے تو ربی موشے ہائمن کی' ماؤنٹ مکنلے والی پناہ گاہ سے صرف ساحل کو نکال لاتے اور یہ ہمارے لیے قدرے آسان ہوتا۔ اس کے بعد بھی ہم نے تمہیں پوری اہمیت دی ہے' جس کے نتیجے میں تم میرے ساتھ اب نیپال جانے والے ہو۔"

"میں نیپال نہیں' نیویارک جانے والا ہوں!" میرے لہجے میں قطعیت تھی۔

وہ جلدی سے بولا "بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ سے متعلق مشن میں تمہاری جو اہمیت ہے' وہ میں تم پر واضح کر چکا ہوں اور....."

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی میں مستفسر ہوا "ڈاکٹر مونگ! تم بدھا کے پیروکار ہو نا؟"

اس نے متذبذب نظر سے مجھے دیکھا اور اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا "ہاں۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے لارڈ بدھا سے بھی اونچی چیز سمجھتے ہو؟"

"قطعی نہیں!" وہ اضطراری انداز میں پہلو بدل کر رہ گیا۔

"پھر تم حوصلہ رکھو اور ہر فکر اندیشے کو ذہن سے جھٹک دو۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا "ساحل کے باپ تھونچی نے مجھے بتایا تھا کہ جب بھی اس خزانے تک پہنچنے کی کوشش کی گئی' انسانی خون کی ندیاں سی بہہ نکلیں۔ اس خزانے کے طلبگار کتے بلی کی موت مارے گئے۔ آج تک کوئی شخص اس خزانے تک رسائی حاصل نہیں کر سکا کیونکہ ہر دور کا دلائی لاما اس بیش قیمت خزانے کا نگران ہوتا ہے۔ میرے خیال میں' دلائی لاما اور لارڈ بدھا ان معاملات کو بخوبی سنبھال لیں گے۔ میری شمولیت یا غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ گہری سنجیدگی سے بولا "لارڈ بدھا اور محترم دلائی لاما تم جیسے ہر فن مولا لوگوں ہی سے کام لیتے ہیں..... اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو!"

میں نے اٹل لہجے میں کہا "ڈاکٹر مونگ! میں صرف ایک ہی صورت میں تم لوگوں کا ساتھ دے سکتا ہوں کہ بدھ نیل کنڈ والے مشن میں ساحل بھی میرے ساتھ ہو!" ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا "تمہارے بڑوں کی اپروچ کے سامنے تو ایک بفرزون آن کھڑا ہوا ہے۔ اب میں ہی نیویارک پہنچ کر کوئی کوشش کرتا ہوں۔"

میں جانتا تھا' میرے یہ سخت الفاظ ڈاکٹر مونگ کو بہت چبھے ہوں گے۔ ان لمحات میں' میں خاصا تلخ ہو گیا تھا لیکن اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سے کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہ ہونے دی۔ چند لمحات تک بڑی کھوجتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے' ہم زونارا پہنچ کر اس موضوع پر بات کریں گے۔"

میں نے اس موقع پر اسے اس کا وعدہ یاد دلانا ضروری سمجھا اور کہا "ڈاکٹر مونگ! تم نے مجھے بتایا تھا' تمہارے بڑوں نے تمہیں تاکید کر رکھی ہے' مجھ پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔ میں جب اور جہاں جانا چاہوں' میرے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیا جائے۔"

"مجھے یہ وعدہ یاد ہے۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

میں نے کہا "میں تمہیں اپنے ارادے سے آگاہ کر چکا

ہوں۔ مجھے ہر صورت میں نیویارک پہنچنا ہے۔ تم اس سلسلے میں میری کیا۔ دکر سکتے ہو؟''

''میں نے کہا نا' واپس زونارا پہنچنے کے بعد اس معاملے پر بات کریں گے۔''

میں نے کریدا اور استفسار کا سلسلہ موقوف کردیا۔ ڈاکٹر مونگ ریفوشے زونارا پہنچنے کے بعد یقیناً اپنے بڑوں سے رابطہ کر کے نئی ہدایات لینا چاہتا تھا۔

دوپہر کا کھانا ہم سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ ہانگ چو اپنے مددگاروں کے تعاون سے ماہی گیری میں مصروف رہا۔ یہ کام دو مرحلوں میں کیا گیا۔ پہلا مرحلہ لنچ سے پہلے کا تھا اور دوسرا لنچ کے بعد کا۔ ہانگ چو نے ہمیں بتایا کہ کھانے کے بعد وہ صرف ایک گھنٹے تک فشنگ کریں گے پھر واپسی کی راہ لی جائے گی تاکہ سورج غروب ہونے سے پہلے زونارا آئی لینڈ پہنچ جائیں۔

دوسرا مرحلہ آغاز ہوئے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک سنسنی خیز واقعہ پیش آ گیا۔ اس وقت دن کے دو بجے تھے۔ ہمیں اپنے عقب میں' زونارا آئی لینڈ کی جانب ایک لانچ کے آثار نظر آئے۔ وہ لانچ بڑی تیز رفتاری سے ہماری سمت چلی آ رہی تھی۔ اس کی رفتار کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا جاسکتا تھا' وہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں ہمارے سر پر ہوگی۔

ہانگ چو بڑا تجربہ کار ماہی گیر تھا۔ اس کی پوری زندگی اسی سمندر میں ماہی گیری کرتے گزری تھی۔ اس لانچ کے تیور دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا اور اس نے تشویش ناک لہجے میں ڈاکٹر مونگ سے کہا۔

''مجھے کوئی گڑبڑ لگ رہی ہے۔''

''کیسی گڑبڑ؟'' ڈاکٹر مونگ کے بجائے میں نے پوچھا۔

وہ بدستور اس لانچ پر نگاہ جما کر بولا ''فی الحال میں واضح طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ بات طے ہے' وہ لوگ ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔''

اب ہم تینوں بھی تشویش میں مبتلا ہوگئے۔ ان کا آگے بڑھنے کا انداز تو یہی بتا رہا تھا' وہ دوست ہرگز نہیں ہوسکتے۔ اگر وہ دشمن تھے تو کس کے؟ ہانگ چو کے یا ہمارے!

یہ بڑے فکر انگیز سوالات تھے۔ اس دوران میں ہانگ چو نے ادھر ادھر گھوم پھر کر ایک ریوالور برآمد کرلیا اور بڑی عجلت میں بولا ''میں اپنی حفاظت کے خیال سے اسے اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ میرا خیال ہے' ہمیں اس کی ضرورت پڑسکتی ہے۔'' اس نے بڑے ماہرانہ انداز میں ریوالور کو جیب میں ٹھونسا اور ہماری جانب دیکھتے ہوئے فکرمندی سے بولا۔

''تم تینوں تھوڑی دیر کے لیے خود کو روپوش کرلو۔ اگر خیریت گزری تو میں تمہیں باہر نکال لوں گا۔''

پھر ہمارا جواب سنے بغیر اس نے ہمیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور لانچ کے ایک ڈھکے ہوئے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اگر ہم اس حصے میں پناہ لے لیتے تو دوسری لانچ والے ہمیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔

ہمیں محفوظ کرنے کے بعد ہانگ چو نے ناصحانہ انداز میں کہا ''جب تک میں آواز دے کر نہ بلاؤں' تم لوگ یہاں سے باہر نہیں آؤ گے۔ میں جا کر دیکھتا ہوں' وہ کون لوگ ہیں اور کیا ارادے باندھ کر ادھر آئے ہیں!''

ہم نے اثباتی جنبشوں سے اسے یقین دلایا کہ اس کی ہدایت پر سختی سے عمل کریں گے۔ ہانگ چو نے اس موقع پر ڈاکٹر مونگ کو مخاطب کرتے ہوئے مینڈرن میں کلام کیا تھا۔ میں مینڈرن زبان سے بہ خوبی واقف تھا۔ میں نے سنگاپور میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا جہاں کا ہر دوسرا باشندہ مینڈرن بولتا ہے۔

اب وہ لانچ ہماری لانچ کے انتہائی قریب پہنچ گئی تھی۔ اس قربت کا اندازہ ہمیں اس کے انجن کے شور اور سمندری موجوں کے تموج سے ہوا۔ وہ یقینی طور پر ہماری لانچ سے کافی بڑی تھی۔ ہمارے ماحول میں اس قدر شور موجود تھا کہ اگر ہم بہ آوازِ بلند بھی گفتگو کرتے تو ہماری آوازیں اس خفیہ پناہ سے باہر نہیں سنی جاسکتی تھیں۔

میں نے ڈاکٹر سے کہا ''مونگ ریفوشے! اگر وہ لوگ دشمن ہیں تو پھر ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہانگ چو کی بھرپور مدد کریں۔ اس بوڑھے چینی نے میزبانی کا حق ادا کر کے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔''

''صورتِ حال واضح ہوجانے دو۔'' ڈاکٹر مونگ سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولا ''اگر وہ لوگ واقعی دشمنی کرنے آئے ہیں تو انہیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ ہم ہانگ چو کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اس شریف انسان نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔''

ڈاکٹر مونگ کے لہجے سے چٹانی عزم جھلکتا تھا۔ اسی دوران میں مذکورہ لانچ ہماری لانچ کے قریب آ کر ٹھہر گئی تھی۔ ان کے ٹھہراؤ سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ وہ لوگ ہم ہی سے دشمنی نبھانے آئے تھے۔ ہانگ چو اور دوسری لانچ والوں کے درمیان کیا مذاکرات ہو رہے تھے' اس کی ہمیں خبر نہیں تھی۔

ہم نے باہر کی صورتِ حال جاننے کے لیے اپنی سماعتوں کو شور سے نبرد آزما کردیا۔

دو منٹ بعد ہمیں چونک جانا پڑا۔ ہم نے واضح طور پر محسوس کیا' چند افراد ہماری لانچ پر کود رہے تھے۔ اگر اپنی توجہ کسی خاص نقطے پر مرکوز کردی جائے تو انسان کے حواس خمسہ میں حیرت انگیز توانائی بھر جاتی ہے۔ ان سنسنی خیز لمحات میں ہم قوتِ شامہ کو آزما رہے تھے لہٰذا انتہائی شور کے باوجود بھی ہم نے اپنی لانچ پر کودنے والوں کی آواز سماعت کرلی تھی.....اور یہ بڑی تشویش ناک بات تھی۔ پتا نہیں' انہیں کس شے کی تلاش تھی؟

جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا' ہانگ چو اور اس کے ساتھیوں پر بڑا کڑا وقت آن پڑا ہے۔ ڈاکٹر مونگ نے بھی محسوس کرلیا کہ ہانگ چو وغیرہ سے سخت استفسار کیا جارہا ہے۔ اگلے ہی لمحے ایک دردناک چیخ ہوا کے دوش پر سفر کرتے ہوئے ہم تک پہنچی۔ میں نے اس آواز کو آن واحد میں شناخت کرلیا۔ وہ میرے میزبان' قدرواں اور مہربان ہانگ چو کی اذیت میں ڈوبی ہوئی فریاد تھی۔ یقینی طور پر اسے زدوکوب کیا جارہا تھا۔

میری نگاہ میں وہ منظر گھوم گیا جب کچھ عرصہ پہلے میں ساحل (دھنو) کے ساتھ بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے میں روپوش تھا اور میری تلاش میں سرگرداں' ناگ پال کے پالتو غنڈوں نے بھیرجانی اور تھونچی کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا۔ ساحل کے والدین نے میرے دشمنوں کا جبر سہا لیکن میرے خلاف زبان کھول کر نہیں دی۔ میرے دل سے ایک صدا اٹھی یا پتا نہیں' یہ میری چھٹی حس کی پکار تھی! مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس لانچ پر میرے خون کے پیاسوں نے دھاوا بولا ہو' اور مجھے پانے کے لیے وہ ہانگ چو کو دردناک عذاب سے گزارنا چاہتے ہوں۔

''یہ نہیں ہوسکتا.....!'' میں نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا اور ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر ایک جھٹکے سے اس پناہ گاہ کو خیرباد کہہ دیا۔

جلد ہی میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں ہانگ چو اور اس کے دونوں ساتھی' دوسری لانچ والوں کے نرغے میں زیادتی برداشت کررہے تھے۔

وہ کل تین افراد تھے اور تینوں ہی مسلح۔ ان کے ہاتھوں میں مجھے آٹو میٹک گنز دکھائی دیں۔ میری اچانک آمد نے حملہ آوروں کو چونکنے پر مجبور کردیا۔ وہ بڑی سرعت سے پلٹنے لمحے بھر کو ان کی نگاہوں میں شناسائی کی چمک ابھری اور انہوں نے اپنی گنز کو میری جانب سیدھا کیا لیکن میں انہیں کوئی موقع دینے کو تیار نہیں تھا۔

میں نے اپنی جگہ سے جمپ کی اور لانچ سے چھ فٹ ہوا میں بلند ہوگیا۔ اسی لمحے ان کی گنز کے دہانے کھل گئے۔ انہوں نے بے دریغ مجھے فائرنگ میں بھوننے کی کوشش کی تھی لیکن میں اپنی جگہ پر کھڑا رہتا تو ان کی گولیوں کا نشانہ بنتا نا۔

دار خالی جاتے دیکھ کر انہوں نے گنز کے بیرلز ہوا میں اٹھا دیئے مگر میں نے انہیں دوسری مرتبہ ٹریگرز دبانے کی مہلت نہ دی۔ میں ہوا میں اپنی باڈی کو رول کرتے ہوئے ان کے اوپر آن گرا تھا۔ میرا گرنا ایسا ہی تھا جیسے وہ جنگی جہاز میں سے گرائے گئے کسی مہلک بم کی زد میں آگئے ہوں۔

وہ تینوں اپنی گنز سمیت ایک دوسرے سے الجھ کر زمین بوس ہوگئے۔ یعنی لانچ کے فرش سے جا لگے پھر میں نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ فرش نشین ہوتے ہوئے ایک حملہ آور کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ اسے نہتا ہوتے دیکھا تو ہانگ چو' ینگ لی' چی فان نے اپنی ہزیمت کا بدلہ سود در سود چکانا شروع کردیا۔ وہ تینوں بھوکے چیتوں کے مانند اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسرے دونوں گن بردار اٹھ کر کھڑے ہوئے تو میں نے ہوا میں اچھل کر ایک ڈبل سائیڈ فلائنگ کک جڑ دی۔ میرے دونوں پاؤں نے فرداً فرداً ان کے چہروں کا مزاج پوچھا۔ وہ سائیڈز میں الٹ گئے۔ ہانگ چو کی لانچ میں اتنی گنجائش تھی کہ وہاں کسی رنگ فائٹ کا اہتمام ہوسکے۔ میرے لیے اتنی جگہ بہت کافی تھی۔ میں بڑی خوش دلی سے اپنے ''کام'' میں مصروف ہوگیا۔

میرے ذہن میں وہ لمحہ نقش ہو کر رہ گیا تھا جب مجھ پر نظر پڑتے ہی حملہ آوروں کی نگاہوں میں شناسائی چمکی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور میری ہی تلاش میں اس لانچ تک پہنچے ہیں۔ ان کا انداز کھلے دشمنوں ایسا تھا۔ میں اس وقت ڈسلوا کے بھیس میں تھا۔ گویا' وہ وجدان کے نہیں بلکہ ڈسلوا کے دشمن تھے۔ اس جزیرے میں وجدان یا ڈسلوا کی کسی سے دوستی یا دشمنی نہیں تھی۔ ان تین حملہ آوروں کی تازہ ترین دشمنی صرف ایک ہی جانب اشارہ کرتی تھی کہ ہو نہ ہو' ان کا تعلق ہائی جیکرز سے ہوسکتا تھا۔ ہمارے طیارے کو اغوا کرنے والے اگر زونارا آئی لینڈ پر اترے تھے تو یہ بات یقینی تھی' یہاں ان کے ساتھی' ان کے حمایتی ضرور موجود ہوں گے۔ ہم نے اغوا کنندگان کا منصوبہ سپردِ خاک کردیا تھا۔ ان کے حمایتیوں کی برہمی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ زیادہ امکانات اسی بات کے تھے کہ حملہ آور ہائی جیکرز

کے ساتھی تھے۔

یہ تمام تر خیالات سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن سے گزرے ہوں گے۔ ایسے ہنگامی حالات میں' میری کھوپڑی میں نصب ذہن نامی یہ مشین کسی حساس کمپیوٹر سے بھی زیادہ فعال ہوجاتی تھی اور ہاتھ پاؤں ایک نادیدہ جلال کے اشاروں پر حرکت کرنے لگتے تھے۔

میری ڈبل سائیڈ فلائنگ کھانے والے اٹھنے کے بعد اٹھے۔ اس دوران میں' میں اچک کر ایک کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ وہ جیسے ہی سیدھا ہوا' میں نے اس کی ٹھوڑی پر ایک سلانٹ کک ماری۔ وہ ایک اسٹیپ پیچھے سرکا۔ میں نے ہوا میں اچھل کر اس کے سینے پر ایک فرنٹ پش کک رسید کی۔ میرا ٹارگٹ اس کا مقام قلب تھا۔

اس کے حلق سے ''اوں'' سے مشابہ ایک بے معنی آواز خارج ہوئی اور وہ گن سمیت پیچھے الٹ گیا۔ اس کے دوبارہ اٹھنے کے امکانات صفر سے زیادہ نہیں تھے۔

اس دوران میں' میں دوسرے حملہ آور کی طرف سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہوا تھا۔ جب تک وہ سنبھل کر اپنی گن کو سیدھا کرتا' میں اس کے ساتھی کو نمٹا چکا تھا۔ پتا نہیں' اس کے ذہن میں کیا آئی کہ وہ فائرنگ کرنے کے بجائے اپنی گن کو لاٹھی کی طرح ہوا میں لہراتے ہوئے میری جانب دوڑا۔ فوری طور پر میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ اس کی آٹو میٹک گن میں راؤنڈز باقی نہیں بچے تھے۔ وہ اپنا ''اکاؤنٹ'' صاف کرچکا تھا۔

اس کا انداز ''اللہ دے اور بندہ لے'' والا تھا۔ میں کشاں کشاں آگے بڑھا اور اسی لمحے مجھے حملہ آور کے عقب میں ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی جھلک دکھائی دی۔ وہ ایک چوبی ستون سے ٹیک لگائے بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے عقب میں کچھ فاصلے پر راکیل بھی یہ تماشا ملاحظہ کررہی تھی۔

گن بردار نے مجھے غافل سمجھ کر اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور کلہاڑی کے وار کی طرح اپنی گن میری کھوپڑی پر برسانا چاہی۔ میں نے ڈاکٹر مونگ کا جائزہ لیتے ہوئے حملہ آور کی حرکات وسکنات کو اپنے دفاع میں ٹیون کر رکھا تھا لہٰذا اسے اپنی خوش فہمی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔

اس نے جیسے ہی میرے سر کو نشانہ بنانے کی کوشش کی' میں نے بڑی سرعت سے فرنٹ فٹ پر حرکت کی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے دونوں ہاتھوں کو سر سے بلند کرتے ہوئے ''سیزرز ہینڈ ڈیفنس'' کی ٹیکنیک کو آزمایا۔

میرے بازوؤں کے کراس نے حملہ آور کے گن بدست ہاتھ کی کلائی پر ایک دھواں دھار ''بوسہ'' دیا۔ گن میرے سر سے ایک' ڈیڑھ فٹ پیچھے ہوا میں معلق ہوگئی۔ اس روک کے ساتھ ہی میں نے برق رفتاری سے اپنے کراس بازوؤں میں اس کی کلائی کو جکڑ لیا۔ وہ ابھی یہ سمجھنے کی کوشش ہی کررہا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے' میں نے اپنی گرفت میں آئی ہوئی اس کی کلائی کو مروڑا دے کر ایک خوفناک جھٹکا دیا۔

ہڈی ٹوٹنے کی مخصوص آواز پیدا ہوئی اور وہ شخص اپنے حلق سے فلک شگاف چیخیں خارج کرنے لگا۔ میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے اس کے پیٹ میں ایک نپی تلی سائیڈ کک رسید کردی۔

وہ توپ میں سے نکلے ہوئے کسی خوفناک گولے کے مانند ہوا میں بلند ہوا اور نپی پرواز کرتے ہوئے ڈاکٹر مونگ کے قدموں میں جا گرا۔

اسی لمحے فضا فائرنگ کی تیز تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔

میں نہیں سمجھا اس حملہ آور کو ''ہوش'' آگیا ہے جو مجھ سے دل پر ''چوٹ'' کھا کر گن سمیت پیچھے الٹ گیا تھا۔ میں نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا اور مذکورہ شخص کو بے حس وحرکت پایا۔

اسی وقت میں نے اپنے اوپر سے کسی دیو قامت پرندے کو پرواز کرتے محسوس کیا۔ بے اختیار میری نگاہ اوپر کو اٹھ گئی اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ کوئی پرندہ نہیں بلکہ ڈاکٹر مونگ ریفوشے تھا جو ہماری لانچ سے فلائی کرکے حملہ آوروں والی لانچ کی طرف جارہا تھا۔ گویا اس نے اپنے خاص الخاص فن کا مظاہرہ کیا تھا۔

پلک جھپکتے میں' ڈاکٹر مونگ کی اڑان کا سبب میری سمجھ میں آگیا۔ دشمن لانچ میں مجھے ایک گن بردار کی جھلک دکھائی دی۔ تھوڑی دیر پہلے ہونے والی فائرنگ یقیناً اسی شخص نے کی تھی اور ڈاکٹر مونگ نے اس کی ''مزاج پرسی'' کے لیے ادھر کا رخ کیا تھا۔

آن واحد میں ڈاکٹر مونگ نے دشمن لانچ پر ''لینڈنگ'' کی پھر اس گن بردار کو دوسرا برسٹ مارنے کا موقع نہ دیا۔ میں ڈاکٹر مونگ کی جانب سے مطمئن ہونے کے بعد اپنی لانچ میں حاضر ہوگیا اور اسی وقت راکیل کی ایک تیز چیخ میری سماعت سے ٹکرائی۔

میں نے تیزی سے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ حواس باختہ سی ہینڈز اپ کھڑی تھی۔ اس حواس باختگی کا سبب وہ شخص تھا جسے میں نے کک مار کر ڈاکٹر مونگ کے قدموں میں پہنچایا تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں مجھے آٹو میٹک گن نظر آئی۔ اس نے مذکورہ گن راکیل پر تان رکھی تھی۔ یہ خاصی تشویش ناک صورت حال تھی۔

اس شخص نے چند لمحے پہلے اپنی گن کو لاٹھی کے سے انداز میں میری کھوپڑی پر آزمانے کی کوشش کی تھی اور میں نے اس کی دائیں کلائی کا جلوس نکال دیا تھا۔ ہڈی ٹوٹتے ہی گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اور وہ فضا میں پرواز کرتے ہوئے ادھر جا پہنچا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں جو گن نظر آرہی تھی وہ یقیناً اس حملہ آور کی تھی جو ہانگ چو وغیرہ کے رحم وکرم پر تھا۔ میں نے جس لمحے ڈاکٹر مونگ کی پرواز ملاحظہ کی، اس معذور شخص نے مذکورہ گن کو قابو میں لاکر راکیل کو نشانے پر رکھ لیا۔

گن بردار کی پشت میری جانب تھی اور وہ مجھ سے شخص بارہ فٹ کی دوری پر تھا۔ مجھ سے تو اضع کرانے والا اس کا ہاتھ کسی ترکی کے مانند کلائی پر لٹکا ہوا تھا۔ وہ اس وقت تکلیف کی جس شدت سے گزر رہا تھا وہ میں جانتا تھا یا پھر وہ۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اس حالت میں وہ فائرنگ کرکے راکیل کو کوئی نقصان پہنچا سکے گا۔ اگر اس کا ایسا کوئی ارادہ ہوتا تو ٹریگر دبانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتا۔ زندگی کے معاملات میں لمحاتی تاخیر موت کی پیامبر ثابت ہوتی ہے!

میں نے چشم زدن میں حساب جوڑا اور للکارنے والے انداز میں گن بردار سے مخاطب ہوا ''تم اس وقت میرے نشانے پر ہو۔ گن پھینک دو' ورنہ چھلنی کردوں گا۔''

اس نے گن تو نہیں پھینکی البتہ بڑی سرعت اور بے یقینی سے گردن گھما کر میری طرف دیکھا۔ میرے لیے یہ لمحاتی مہلت کافی تھی۔ اس کا دھیان جیسے ہی راکیل پر سے ہٹا، میں نے لانگ ڈائیو لگاتے ہوئے تیزی سے فرنٹ رول کیا۔ یہ ایک میکانکی عمل تھا۔

ردعمل کے طور پر گن بردار پوری طرح میری جانب مڑا اور گن مجھ پر سیدھی کرنے کی کوشش کی۔ ایک ہاتھ سے کسی وزنی آٹو میٹک گن کو کنٹرول کرنا آسان نہیں ہوتا اور وہ شخص بری طرح معذور بھی تھا۔ جیسے ہی اس کا گن بہ دست لرزتا ہوا ہاتھ میری طرف اٹھا' اس وقت تک میں رولنگ مکمل کرکے اس سے ایک فٹ کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔

میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر ایک قدم اندر آتے ہوئے اس کے گن والے ہاتھ کو لیفٹ آؤٹ بلاک کیا۔ گن کے ساتھ ہی اس کے وجود کو بھی ایک جھٹکا لگا۔ اسی لمحے میں نے اس کے پیٹ میں ایک زوردار گھٹنا مارا۔

وہ ذبح ہوتے ہوئے کسی جانور کی طرح ڈکرایا اور لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے کی سمت گیا۔ میں نے ایک لمبا اسٹیپ لے کر اس کے سینے میں سائیڈ کک رسید کردی۔

وہ ریورس گیئر میں اچھلا اور پشت کے بل [illegible] ستون سے جا ٹکرایا جہاں تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر مونگ [illegible] کھڑا بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر راکیل کے نزدیک جا گری۔

میں نے آگے بڑھ کر گن کو اٹھالیا اور اس کے ''اکاؤنٹ'' کو چیک کیا۔ دوسری گن کی طرح وہ بھی اپنے بیلنس سے محروم ہوچکی تھی۔ میرے سینے سے ایک اطمینان بخش گہری سانس خارج ہوئی اور میں نے گن کو راکیل کی جانب بڑھادیا۔ راکیل نے فوراً گن تھام لی۔

اسی لمحے مجھے اپنے پہلو میں حرکت محسوس ہوئی۔ میں برق رفتاری سے پلٹا اور اس کے ساتھ ہی فضا میں ہاتھ بھی گھما دیا۔ میرا ہاتھ اس شخص کے تھوبڑے پر پڑا جو چند لمحے پہلے چوبی ستون سے ٹکرا کر زمین بوس ہوا تھا۔ مجھے اس کی ہمت کی داد دینا پڑی کہ مجھ سے بری طرح پٹنے کے بعد بھی اس نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اس کی حالت پر رحم بھی آیا کہ وہ بری طرح لہولہان ہورہا تھا۔ چوبی ستون سے ٹکراؤ نے اس کے چہرے کے مختلف حصوں کو کھول دیا تھا اور وہاں سے خون جاری ہوگیا تھا۔ اس کی صورت خاصی خوفناک ہورہی تھی۔

وہ حملہ کرنے سے باز نہ آیا تو مجھے بھی جواباً ہاتھ پاؤں کو زحمت دینا پڑی۔ اب اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے اور وہ بازو پھیلا کر مجھے اپنی گرفت میں لینے کے لیے کوشاں نظر آیا۔ میں نے ٹائیگر اسٹانس بنایا اور دعوت دینے والے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

میرے اس دیکھنے نے اس کے رستے ہوئے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ وہ آپے سے باہر نکل آیا اور کسی برہم درندے کے مانند چنگھاڑتے ہوئے مجھ پر جھپٹا۔ میں نے پہلو میں سرکتے ہوئے بڑی صفائی سے وہیل کک چلادی۔ اس کے منہ سے ایک دردناک آواز خارج ہوئی۔

میرے پاؤں کی ایڑی اس کی ٹھوڑی پر لگی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دہانے سے خون ابلنے لگا۔ اغلب امکان یہی تھا کہ اس کی زبان دانتوں تلے دب کر بری طرح کچلی گئی تھی۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنے ہونٹ صاف کیے اور ایک رتبہ پھر مجھے دبوچنے کے لیے آگے بڑھا۔

میں نے اس کے ساتھ اٹکھیلیاں شروع کردیں۔ اس کے آگے بڑھے ہوئے ہاتھوں پر میں نے ایک نپی راؤنڈ

ہا س چلائی۔ وہ تھوڑا ڈگمگایا پھر غراتے ہوئے میری ب مڑا۔ میں جھکائی دے کر دوسری سمت نکل گیا۔ وہ میری ب پلٹا تو میں نے ہوا میں بلند ہوتے ہوئے اس کے منہ پر ئیڈ فلائنگ کک جڑ دی۔ وہ لڑکھڑایا۔ میں نے زمین پر تے ہی اس کے سولر پر پنچ مار دیا۔

وہ دوفٹ اچھلا اور پشت کے بل اپنے اس ساتھی پر گرا جو میری فرنٹ پش کک سینے پر کھا کر اتنا نقصان ہو گیا تھا۔ تے ہیں صحبت میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ مجھ سے پٹنے والا اپنے تھی کی صحبت میں پہنچتے ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کا جائزہ لیا۔ میں اس کے اندر رگی کو تلاش کرنے میں ناکامیاب رہا۔ اس کے نیچے دبے ئے شخص کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی انسان کے سینے میں یا فرام سے تھوڑا اوپر سولر ایک ایسا مقام ہے جس پر ٹھوکر لگتے ا سب سے پہلے دل "بے وفائی" کرتا ہے۔ ان دونوں نے ہ سے ایک ہی مقام پر چوٹیں کھائی تھیں..... لہٰذا وہ حالت شترک میں بے سدھ پڑے تھے زندگی سے دور..... بہت ور! میں نے افسوس ناک انداز میں گردن ہلائی اور ہانگ چو لیرہ کی طرف بڑھ گیا۔

وہ لوگ اپنے شکار کو بری طرح مار کوٹ کر رسی میں جکڑ چکے تھے۔ لانچ کے حالات قابو میں آ گئے تو مجھے ڈاکٹر مونگ یفوشے کی فکر ہوئی۔ اسی لمحے راکیل میرے قریب آ گئی۔

اس نے میرے بازو سے لگتے ہوئے کہا "ادھر تو سب ٹھیک ہو گیا۔ پتا نہیں ادھر ڈاکٹر مونگ کا کیا حال ہے۔ وہاں تو مجھے خاموشی نظر آ رہی ہے۔"

راکیل کی بات نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ واقعی حملہ آوروں والی لانچ کی طرف کامل سناٹے کا راج تھا۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر میں بھی تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ ڈاکٹر مونگ شدید فائرنگ کے جواب میں اس لانچ سے اس لانچ تک پہنچا تھا۔ میں نے اس لانچ میں فائرنگ کرنے والے کی جھلک دیکھی تھی لیکن اب وہاں کوئی صورت دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔

میں دوسری لانچ کی طرف جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہانگ چو میرے پاس آ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں وہ آٹو میٹک گن اٹھا رکھی تھی جو میری فرنٹ پش کک کھا کر اناللہ ہونے والے حملہ آور کے ہاتھ سے گری تھی۔ اس گن میں چند راؤنڈ ابھی باقی تھے۔

اس نے گمبھیر انداز میں کہا "ہمیں دوسری لانچ پر جا کر وہاں کی صورتِ حال کے بارے میں جاننا چاہیے۔ تمہارا ساتھی کافی دیر سے خاموش ہے۔"

وہ مجھ سے مینڈرن میں بات کر رہا تھا۔ پیش آنے والے واقعے نے اسے ہراساں یا پریشان نہیں کیا تھا۔ وہ خاصے مضبوط اعصاب کا مالک اور "مہمان نواز" چینی تھا۔ اس کے جذبے اور جرأت نے مجھے خاصا متاثر کیا۔ میں نے دشمن لانچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم اپنی لانچ کو ذرا اس کے قریب کر دو۔ مجھے اپنے ساتھی کی طرح اڑنا نہیں آتا۔ میں ادھر جا کر دیکھتا ہوں کیا حالات ہیں!"

اس معرکے کے دوران میں دونوں لانچوں میں اچھی خاصی دوری پیدا ہو گئی تھی حالانکہ جب تین مسلح حملہ آور ہماری لانچ پر کودے تھے تو یہ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا۔ ہانگ چو انجن روم کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

"تم میرے دونوں ملازمین کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ میں لانچ کو ادھر کرتا ہوں۔"

ہانگ چو کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ مجھے ڈاکٹر مونگ کی جھلک نظر آئی۔ وہ اس لانچ سے اس لانچ کی طرف پرواز کرتے ہوئے آ رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس کی "فلائٹ" نے "لینڈنگ" کر لی۔ میں نے اس کی زبانی سنا تھا کہ اسے فلائٹ فائٹنگ میں مہارت حاصل تھی۔ اس کی ارضی یا فضائی فائٹنگ دیکھنے کا تو ابھی مجھے موقع نہیں ملا تھا مگر اس کی فلائٹ کو میں نے ملاحظہ کر لیا تھا۔

اس نے لانچ میں پہنچتے ہی وہاں کے حالات کا ایک نظر میں جائزہ لے لیا پھر مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا "دونوں طرف امن و امان قائم ہو گیا ہے۔"

اس کا تبصرہ ہماری تسلی کے لیے کافی نہیں تھا۔ میں نے پوچھا "یہاں کے حالات کا تو تم نے جائزہ لے لیا۔ ادھر کی سناؤ؟"

"اس لانچ پر صرف دو افراد تھے۔" ڈاکٹر مونگ نے بتایا "ایک وہ جس کی فائرنگ نے مجھے ادھر جانے پر مجبور کر دیا اور دوسرا اس لانچ کا کیپٹن۔ بہر حال!" وہ ایک لمحے کو رکا پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولا "اب وہ دونوں مردہ حالت میں وہاں پڑے ہیں۔"

"تمہیں اتنی دیر کیوں لگ گئی؟" میری پوری طرح تشفی نہیں ہوئی تھی۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں ان سے ایک کا انٹرویو لینے کے لیے تھوڑی دیر وہاں رک گیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں مجھے بتایا کہ وہ لوگ ہماری تلاش

میں ہی ادھر آئے تھے۔ ان کا تعلق زدنارا آئی لینڈ کے ایک ایسے گروہ سے ہے جو ہائی جیکرز کا حمایتی ہے۔ ہم نے چونکہ ہائی جیکرز کا منصوبہ ناکام بنادیا ہے اس لیے وہ ہمیں ناپنے کی فکر میں تھے۔ ہائی جیکرز کے اس حمایتی میزبان گروہ نے اپنے ذرائع استعمال کرکے ہمارے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کرلیں اور ہماری خفیہ نگرانی کرنے لگے۔ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا' تم بہ خوبی اندازہ لگا سکتے ہو!''

بات ختم کرتے ہی اس نے مخصوص انداز میں کندھے اچکا دیے۔ میں نے اپنے حصے میں آئے ہوئے مخالفین سے نمٹتے ہوئے ان کے بارے میں جو اندازہ قائم کیا تھا' ڈاکٹر مونگ نے گویا اس کی تصدیق کردی۔ میں نے کہا ''اس خفیہ نگرانی کا آغاز ہونگ ائر پورٹ سے ہوا ہوگا۔ جب تم علی الصباح ہوٹل سے نکل کر ہانگ چو سے ملنے آئے تو تمہارا تعاقب کیا گیا' پھر ہم تینوں اس طرف آئے تو یقیناً تعاقب کے سلسلے میں کوئی تعطل نہیں آیا ہوگا۔ جب ہم ہانگ چو کی لانچ میں بیٹھ کر کھلے سمندر میں پہنچ گئے تو ہائی جیکرز کا حمایتی گروہ ہمیں چھاپنے آن پہنچا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔''

یہ گفتگو ہم چاروں یعنی ہانگ چو اور ہم تینوں کے درمیان ہورہی تھی۔ ہانگ چو نے اپنے دونوں ملازمین کو زیرِ حراست حملہ آوروں کے ساتھی کی نگرانی پر مامور کردیا تھا۔ وہ ہم سے اتنے فاصلے پر تھے کہ ہماری آواز ان کی سماعت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ ویسے ہم احتیاطاً خاصے دھیمے انداز میں بات کررہے تھے۔ ملازم آخر ملازم ہی ہوتا ہے اسے ملازمت تک ہی محدود رہنا چاہیے!

اس صورتِ حال نے ہانگ چو کو قدرے تشویش میں مبتلا کردیا۔ وہ ہمیں وقتی پناہ دے کر بیٹھے بٹھائے ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا تاہم اس نے ہم سے کوئی شکوہ شکایت کرنے کے بجائے ڈاکٹر مونگ سے استفسار کیا۔

''تم نے جس بندے سے پوچھ گچھ کی ہے کیا اس نے اپنے گروہ کے بارے میں کچھ بتایا ہے؟''

''وہ شنی مونگا کا نام لے رہا تھا!'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

ہانگ چو گہری تشویش میں گھر گیا اور زیرِ لب بڑبڑایا ''شنی مونگا!''

''کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

اس کے چہرے کے تیزی سے بدلتے ہوئے تاثرات نے مجھے ایک گمبھیرتا میں ڈال دیا۔ وہ میرے سوال کے جواب میں بولا ''شنی مونگا' کنگ تو ہارا ڈولا چہارم کا ہے!''

''اوہ!'' میں ایک پُرتفکر سانس خارج کرکے رہ گیا۔ کمان کا ایک بندہ ہائی جیکرز کی پشت پناہی کررہا ہے۔ کیا شاہی خاندان بھی اس سازش میں ملوث ہے؟''

وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''نہیں ایسی نہیں۔'' پھر ہانگ چو نے ہمیں تفصیلاً بتایا۔

''دراصل شنی مونگا کنگ کے مخالف گروپ سے تعلق ہے۔ یہ ایک طرح سے فتنہ پرور ٹولا ہے جن کا سرغنہ کا بھتیجا شنی مونگا ہے۔ کنگ ڈولا دلا دلا ڈنر ینہ سے محروم اس کی صرف ایک بیٹی ہے۔ رسنا نامی یہ لڑکی کنگ کی ترجیح کا مرکز ہے۔ وہ رسنا کو زدنارا آئی لینڈ کی ملکہ بنانا ہے اور اس کی شادی اپنے ایک معتمد خاص سے کرنا خواہش مند ہے۔ یہ بات شنی مونگا کو قطعاً پسند نہیں۔ شنی سے شادی کرکے زدنارا آئی لینڈ کا تخت سنبھالنے کا خواب دیکھ رہا تھا لیکن کنگ ڈولا اس سازشی شخص سے شدید نفرت کرتا ہے۔ وہ شنی کے مذموم عزائم سے بہ خوبی آگاہ ہے۔ بہرحال شنی مونگا اسی قسم کی شیطانی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔'' وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا پھر خوف زدہ لہجے میں بولا ''یہ جو کچھ بھی ہوا ہے' اچھا نہیں ہوا۔ شاید میں شنی کی دشمنی کا مقابلہ نہ کرسکوں۔'' اس کی فکرمندی بجا تھی۔

میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکراتے لہجے میں کہا ''اس طرف سے بے فکر ہوجاؤ ہانگ چو۔ تم نے ہم تینوں کو اپنی لانچ میں بٹھایا ہی نہیں تھا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے!'' وہ الجھن زدہ نظر سے مجھے تکنے لگا ''وقت پیچھے کو نہیں بہتا۔ شنی مونگا اور اس کے آدمی یہ جانتے ہیں کہ تم تینوں میری لانچ میں سوار ہوکر کھلے سمندر میں آئے ہو۔ اس حقیقت کو کیسے بدلا جاسکتا ہے؟''

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''انسان اگر اپنی عقل کو مناسب انداز میں استعمال کرے تو وقت بھی الٹا پھر سکتا ہے اور حقیقت کو بھی بدلا جاسکتا ہے۔'' میں ذرا دیر کو گفتگو روکا ہوا۔

ہانگ چو کے علاوہ ڈاکٹر مونگ اور راکیل بھی پوری انہماک سے مجھے سن رہے تھے۔ میں نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا ''دوسری لانچ میں ہم تک پہنچنے والے شنی کے آدمیوں میں سے چار ازلی ابدی خاموش ہوچکے ہیں۔ کسی کو اس واقعے اور ہمارے بارے میں کچھ بتانے کے لیے نہیں رہے اور..... جو شخص رسی کی جکڑ بندیوں میں قید ہے

کوئی نہ کوئی مناسب سا بندوبست کرلیں گے۔ تمہارے ملازم یہ نہیں جانتے کہ شنی مونگا کے آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ اگر تم انہیں کسی طرح ''سمجھا بجھا'' سکو تو پھر تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔''

ڈاکٹر مونگ نے میری پلاننگ میں حصہ لیتے ہوئے حملہ آوروں کے زندہ بچ جانے والے بندے کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔ میں اس لانچ میں پڑی ہوئی دیگر دو افراد کی لاشوں کو اس لانچ میں پہنچا دیتا ہوں۔ دو لاشیں وہاں پہلے ہی پڑی ہیں۔ تم لانچ کو ایک لمبا بیضوی چکر دے کر دوسرے رخ پر لے جاؤ تاکہ اس زاویے سے جزیرے میں داخل ہونا جیسے تم اس طرف سے آئے ہی نہیں تھے۔ جب دشمنوں کی لانچ میں چار لاشیں ملیں گی اور ان کا پانچواں ساتھی غائب ملے گا تو شنی مونگا یہ سوچنے پر مجبور ہوجائے گا کہ وہ پانچواں آدمی اپنے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر کہیں روپوش ہوگیا ہو۔ شنی مونگا اس شخص کو تلاش کرتا پھرے گا اور ہماری طرف سے اس کی توجہ ہٹ جائے گی۔''

ہانگ چو نے دو تین مرتبہ نفی میں گردن ہلائی پھر پریشان انداز میں بولا ''توجہ کیسے ہٹ جائے گی۔ لانچ والوں کے ساتھی وہاں جزیرے میں ان کا انتظار کررہے ہوں گے۔ وہ واپس نہیں پہنچیں گے لیکن جب ہماری لانچ جزیرے پر جا لگے گی تو شنی مونگا کے آدمی ہمیں گھیر لیں گے..... اور تینوں میری لانچ میں موجود ہوں گے۔ بتاؤ میں ان لوگوں کو کیسے جان چھڑاؤں گا؟''

ڈاکٹر مونگ نے میری جانب دیکھتے ہوئے بڑی سادگی سے کہا ''تم عقل کے استعمال کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے؟''

اس دوران میں راکیل خاموشی سے باری باری ہمارے چہرے دیکھ رہی تھی۔ وہ مینڈرن زبان سے واقف نہیں تھی اس لیے ہم تینوں مردوں کے درمیان وہ تمام تر گفتگو مذکورہ زبان میں ہورہی تھی۔

میں نے ہانگ چو کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے کہا ''تم نے جس انداز میں ہماری میزبانی کا حق ادا کیا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی جان کو داؤ پر لگا کر بھی تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔'' میں ایک لمحے کو رکا تو وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگا۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا ''ہمیں تھوڑی سی تنہائی اور سادہ صاف پانی کی ضرورت ہوگی۔ کیا تم یہ دونوں چیزیں ہمیں مہیا کرسکتے ہو؟''

''ہاں ہاں مہیا کرسکتا ہوں۔'' وہ استعجابیہ انداز میں بولا ''لیکن میں سمجھا نہیں آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

میں نے بہ دستور رازدارانہ انداز میں کہا ''میں میک اپ کرنے کا ماہر ہوں۔ اگر ہمیں تھوڑی سی مہلت اور تنہائی میسر آجائے تو میں اپنے سمیت ان دونوں کے حلیوں کو بھی اس طرح بدل کر رکھ دوں گا کہ کسی کا باپ بھی نہیں پہچان سکے گا' وہی تین افراد جو زدنارا آئی لینڈ کے کسی ہوٹل میں ٹھہرے تھے اور آج صبح نو بجے تمہاری لانچ میں سوار ہوئے ہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' وہ جز بز ہوتے ہوئے بولا ''لیکن اگر تم تینوں پر انہیں شک ہوگیا اور انہوں نے تم لوگوں کا میک اپ اتار کر دیکھا تو پھر کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی نہیں ہوگا۔'' میں بے پروائی سے بولا ''میں ایسا میک اپ کروں گا کہ جب تک میری مرضی شامل نہیں ہوگی' کوئی مائی کا لال اسے اتار نہیں سکے گا۔'' پھر میں نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا ''ہانگ چو! بے فکر ہوجاؤ۔ تم ان مہمانوں کو زندگی بھر فراموش نہیں کرسکو گے۔''

وہ چند لمحے بے یقینی سے مجھے دیکھتا رہا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے میری فرمائش پوری کردی اور ہمیں ایک محفوظ پناہ گاہ میں ہمارے سامان سمیت چھوڑ کر اپنے ملازمین کو ''سمجھانے'' چلا گیا۔

تنہائی میسر ہوتے ہی ڈاکٹر مونگ نے مجھ سے سوال کیا ''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''ہم اپنے اصلی حلیوں میں آرہے ہیں۔'' میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''کیا؟'' اس کے سوال میں گہری تشویش تھی۔

میں نے کہا ''شنی مونگا اور اس کے ساتھیوں کی نظر میں ہم ان کے کچے دشمن ہیں اس لیے پہلی فرصت میں ہمیں ان بدلے ہوئے حلیوں سے نجات حاصل کرنا ہے تاکہ زدنارا آئی لینڈ پر کوئی ہمیں ان افراد کی حیثیت سے شناخت نہ کرسکے جنہوں نے نہ صرف اپنی جان کی بازی لگا کر ایک جہاز کو ہائی جیکرز کے قبضے سے نکالا ہے بلکہ ان ہائی جیکرز کو گرفتار تک پہنچانے کا بھی بڑا معقول بندوبست کیا ہے۔'' میں ایک لمحے کو خاموش ہوا۔ پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اس طرح ہم نہ صرف شنی مونگا سے محفوظ ہوجائیں گے بلکہ الاسکا کی ہائی اتھارٹیز بھی اگر ہمارا سراغ لگانے کی کوشش کریں گی تو انہیں کامل ناکامی..... کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ کہو کیسا

آئیڈیا ہے؟''

رائیکل نے کہا ''اور بے چارہ ہانگ چو یہی سمجھتا رہے گا کہ ہم لوگ کسی حیرت انگیز میک اپ میں ہیں..... ایسا میک اپ جو ہمارے اشاروں کا غلام ہے!''

''اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں!'' میں نے سادگی سے کہا۔

ڈاکٹر مونگ گہری سنجیدگی سے بولا ''تمہارے آئیڈیا میں چند پیچیدگیاں تو ہیں مگر فی الحال ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں لہٰذا اس آئیڈیا پر عمل کیا جا سکتا ہے۔''

اس کے بعد ہم تینوں گہری سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

ہم اپنی اصلی شکل صورت میں آئے ہی تھے کہ ہانگ چو ہمارے پاس آ گیا۔ اس نے ہمیں دیکھا تو اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے۔ ہم نے اسٹریچ سے روانہ ہوتے وقت اپنے حلیوں میں چونکہ ہلکی پھلکی تبدیلیاں کی تھیں اس لیے اس مائنر میک اپ سے چھٹکارا پانے میں ہمیں کسی دقت کا سامنا نہیں ہوا۔

میں ہانگ چو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ''میرے فن کی تعریف نہیں کرو گے؟''

''لاجواب..... بے مثال.....!'' وہ جذباتی انداز میں بولا ''آپ لوگوں کی تبدیلی کو دیکھ کر میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے اپنے ملازمین کو آپ کے بارے میں جو کہانی سنائی ہے وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔''

ڈاکٹر مونگ نے اس سے پوچھا ''تم نے انہیں ایسی کیا کہانی سنادی ہے؟''

''میں نے انہیں بتایا ہے کہ تم ایک وچ ڈاکٹر ہو۔ ووڈو (جادو) جانتے ہو۔'' وہ ڈاکٹر مونگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا ''تم نے اپنے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے اپنے کسی عمل کے ذریعے خود کو اور دونوں ساتھیوں کو تبدیل کر لیا ہے۔ وہ تم لوگوں کے بارے میں زبان کھولتے ہوئے سو بار سوچیں۔ اگر تمہیں ان کی کوئی بات ناگوار لگ گئی تو ان کا خراباً شروع ہو جائے گا۔'' ہانگ چو ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکا پھر اپنا بیان آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''وہ دونوں تم لوگوں کی طرف سے بہت خوف زدہ ہیں اور بار بار یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ میری ہدایت پر عمل کریں گے۔ وہ میری مرضی کے بغیر کسی سے اس واقعے کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہیں گے۔''

میں نے کہا ''ان کا خوف زدہ ہو جانا عین فطری بات ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے تمہیں ہوا میں اڑتا دیکھ چکے اور..... اب جادو کے زور پر حلیوں کی تبدیلی!'' میں نے ڈاکٹر مونگ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ میں نے مزید رنگ میں کہا ''وچ ڈاکٹر اور طب ڈاکٹر بھی اچھا کام کر رہا ہے۔''

ڈاکٹر مونگ نے چینی طب میں ڈاکٹریٹ کر رکھی ہے۔ آخری جملہ میں نے اسی تناظر میں کہا تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے مسکرایا اور ہانگ چو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''آؤ ہم سب باہر چلتے ہیں۔ میں بھی ان دونوں کو چھوٹا سا لیکچر دینا چاہتا ہوں تاکہ وہ کسی مرحلے پر تمہارے لیے کوئی خطرہ پیدا نہ کر سکیں۔''

ہانگ چو نے اثبات میں گردن ہلائی اور پھر وہ، ہانگ چو کے ملازمین کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ڈھیلے ہوئے چہروں میں دیکھا تو ان کی پریشانی ختم ہو گئی۔ وہ سہمی ہوئی نظروں سے باری باری ہمیں دیکھنے لگے اس موقع پر ڈاکٹر مونگ نے ایک اور چمتکار دکھایا۔

وہ نپے تلے قدموں سے دو حملہ آوروں کی لاشوں کے پاس پہنچا۔ انہیں سیدھا کیا اور دو قدم کے فاصلے پر لمبا لیٹی لاشوں کے سروں کا رخ دشمن لانچ کی جانب تھا اور مخالف سمت میں۔ پاؤں کے بعد لانچ میں آٹھ فٹ کی خالی تھی۔ ڈاکٹر مونگ اسی جانب لانچ کے کنارے پر رک گیا۔ ہم سب سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے تھے فلپائی اور ینگ لی کی نگاہوں میں سوالات کے علاوہ خوف و ہراس بھی موجزن تھا۔

ڈاکٹر مونگ نے سنجیدگی سے ہمیں دیکھا پھر اس نے لاشوں کی طرف متوازن دوڑ لگا دی۔ وہ دونوں لاشوں درمیان پہنچا، ایک جھٹکے سے جھکا، اس کے دونوں ہاتھ دونوں کے گریبانوں تک پہنچے اور دوسرے ہی لمحے وہ لاشوں کو اپنے ساتھ لیتے ہوئے ان کی لانچ کی سمت کر چکا تھا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی چیل زمین پڑے ہوئے گوشت کے پارچے کو اپنے پنجوں میں دبوچ فضا میں پرواز کر جاتی ہے۔

میں اور رائیکل بہ شمول ہانگ چو حیرت زدہ تھے جب ینگ لی اور چی فان کے چہرے تاریک ہو گئے تھے۔ تاریکی میں سخت خوف پایا جاتا تھا۔ انہیں ہانگ چو کی ہوئی کہانی پر کامل یقین آ گیا تھا۔ کوئی زبردست جادوگر ایسے ایسے کمالات دکھا سکتا ہے!

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر مونگ ہوا میں اڑتے ہوئے واپس آ گیا۔ پھر اس نے ایک گن رکھ کر باقی دونوں آٹو بھی دوسری لانچ پر پھینک دیں۔ ہم جو ڈراما کھیلنے تھے اس میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے یہ بہت تھا۔ حملہ آوروں کا صرف ایک ساتھی اپنی گن سمیت غائب ہونا چاہیے تھا تاکہ شنی مونگا ہماری توقع کے برعکس سوچنے پر مجبور ہو سکے! اپنی لانچ پر واپسی سے پہلے نگ نے دشمن لانچ کا انجن بھی خاموش کر دیا تھا۔

ڈاکٹر مونگ ریفوجے اب ہانگ چو اور اس کے دونوں سے مخاطب تھا ''میں جو کچھ کہنے جا رہا ہوں اسے غور اور اپنے دماغوں میں نقش کر لو۔''

ہانگ چو ہماری پلاننگ سے واقف تھا لیکن ملازمین کے ل ڈالنے کی خاطر وہ بھی گہری سنجیدگی سے ڈاکٹر مونگ ہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا ''سمندر کے اس حصے میں کسی قسم کا اقعہ پیش نہیں آیا۔ تم لوگ اس لانچ اور اس پر سوار لوگوں رے میں کچھ نہیں جانتے۔'' ڈاکٹر نے مذکورہ لانچ کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ''بلکہ ہماری لانچ کے اس حصے میں آج آئی ہی نہیں۔ تم لوگوں نے ے حصے میں فشنگ کی ہے۔''

وہ سانس لینے کی خاطر ایک لمحے کو رکا پھر بات جاری ہوئے بولا ''تم دونوں ہمارے بارے میں صرف اتنا ہو کہ ہانگ چو نے ہمیں اس لانچ پر آج کا دن نے کا موقع دیا ہے۔'' پھر وہ ہانگ چو کی جانب روئے موڑتے ہوئے بولا ''اور تم بھی ہم سے واقفیت نہیں ۔ میں نے آج صبح تم سے کہا کہ میں اپنے دو ساتھیوں مراہ سمندر کی سیر کرنا چاہتا ہوں اور فشنگ دیکھنا چاہتا ۔ تم نے ایک معقول معاوضہ لے کر ہمیں لانچ پر سوار یا۔ تمہیں نہیں معلوم کہ ہم کون ہیں' کہاں سے آئے ہیں میں کہاں جانا ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھنے والے آدمی پورا دن کھلے سمندر میں فشنگ کرنے کے بعد تم ہمیں ے پر اتار دو گے۔ تم سے جو بھی پوچھ گچھ کی جائے تم اسی طابق جواب دو گے۔''

تھوڑا توقف کر کے ڈاکٹر مونگ نے ان کے چہروں پر ودتاثرات کا جائزہ لیا پھر گمبھیر اور دھمکی دار لہجے میں بولا۔ م لوگ من و عن میری ہدایت پر عمل کرو گے تو زندہ بھی رہو اور فائدے میں بھی۔ بہ صورت دیگر.....!''

ڈاکٹر مونگ نے جملہ ادھورا چھوڑ کر بڑے معنی خیز مگر رناک انداز میں باری باری ان تینوں کو دیکھا۔ اس کا دیکھنا ہ خیز ثابت ہوا۔ ینگ لی اور چی فان تیزی سے آگے بڑھے اور ڈاکٹر مونگ کے قدموں میں گر گئے۔ پھر وہ اپنی جان کی امان کے لیے گڑگڑا کر اس سے التجائیں کرنے لگے۔

ہانگ چو اس ڈرامے سے واقف تھا لیکن اپنے ملازمین کی تسلی کے لیے وہ بھی ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان جھلک رہا تھا۔ ہماری پلاننگ نے اسے شنی مونگا کے خطرے سے محفوظ کر دیا تھا۔ اگر وہ ہماری بتائی ہوئی کہانی کے مطابق موو کرتا تو ہمارے حوالے سے اس پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی تھی۔ اس نے تشکرانہ نظر سے باری باری ہم تینوں کو دیکھا پھر اس کی نگاہ ڈاکٹر مونگ پر آ کر ٹک گئی۔

ڈاکٹر مونگ نے ینگ لی اور چی فان کو اٹھ کر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے فوراً سے پیشتر اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ ڈاکٹر مونگ نے کہا ''اب تم دونوں اس لانچ سے افراتفری کے آثار کو مٹاؤ گے۔ ہر شے کو اس کی اپنی جگہ پر پہنچا دو اور لانچ کے جن حصوں پر خون کے دھبے آ گئے ہیں انہیں بھی اچھی طرح دھو کر صاف کر دو۔ کہیں سے بھی یہ دکھائی نہیں دینا چاہیے کہ یہاں کوئی معرکہ ہوا ہے۔''

وہ دونوں بڑی تیزی سے اپنے سر کو اثباتی جنبشیں دینے لگے پھر چی فان نے رسی میں جکڑے ہوئے شخص کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ڈرتے ڈرتے پوچھا ''اس کا کیا کرنا ہے؟''

''فی الحال اسے کولڈ اسٹوریج میں پکڑی ہوئی مچھلیوں کے پاس پہنچا دو۔'' ڈاکٹر مونگ نے حتمی لہجے میں کہا ''اس کے خوف کا درجہ حرارت کافی ''اوپر چڑھا'' ہوا ہے۔ تھوڑی دیر ٹھنڈک میں رہے گا تو بہت سکون محسوس کرے گا۔ ساحل تک پہنچنے سے پہلے میں اس کے بارے میں فیصلہ کر لوں گا۔''

دونوں ملازمین اپنے کام میں جُت گئے۔

ہانگ چو کو لے کر ہم ایک طرف آ گئے۔ پھر میں نے اس کے ہاتھ پر ایک معقول رقم رکھتے ہوئے کہا ''اب تو تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہے نا؟''

''بالکل نہیں'' وہ پُراعتماد لہجے میں بولا ''آپ لوگوں نے ایسا کچھ کر دیا ہے کہ میں شنی مونگا اور اس کے کسی بھی آدمی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتا ہوں لیکن.....'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑا اور ہاتھ والی رقم کو میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا ''یہ میں نہیں لوں گا..... ہمارے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ یہ ٹھیک نہیں۔ میں اپنے مہمانوں سے.....''

''یہ رقم اپنی جیب میں رکھ لو مسٹر ہانگ چو!'' ڈاکٹر مونگ نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ ''جزیرے پر جا کر تمہارے

ساتھ کسی بھی قسم کے حالات پیش آسکتے ہیں۔ اگر یہ رقم تمہارے پاس ہوگی تو تم قسم کھا کر اور یہ رقم دکھا کر خود کو سچا ثابت کرسکتے ہو اور یہ قسم جھوٹی بھی نہیں ہوگی۔ اس میں کوئی شک اور غلط بیانی نہیں کہ یہ رقم ہم نے ہی تمہیں دی ہے۔ یہ رقم تمہاری حفاظت کرے گی۔''

بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ رقم کو جیب میں رکھتے ہوئے اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا ''آپ لوگوں نے میری حفاظت اور نجات کا بندوبست تو کردیا لیکن اپنے بارے میں بھی کچھ سوچا ہے۔ اگر جزیرے پر پہنچ کر شی مونگا کے آدمیوں سے سامنا ہوگیا تو کیا کرو گے؟''

''جب کی جب دیکھیں گے۔'' ڈاکٹر مونگ بے پروائی سے بولا ''ابھی زونارا آئی لینڈ پر پہنچنے میں کافی وقت باقی ہے۔ ویسے آنے والی رات میں ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ یہ رات تو بہرحال ہمیں جزیرے پر ہی گزارنا ہوگی! ہم کل صبح ہی یہاں سے نکل سکیں گے۔''

''میں تم لوگوں کی ہر قسم کی مدد کے لیے تیار ہوں۔'' وہ دوستانہ انداز میں بولا ''ویسے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ تم لوگوں نے خود کو جہاز کے مسافروں سے الگ کیوں کرلیا۔ تم تو اس واقعے کے ہیروز ہو مگر تمہارا انداز اور تیور خاصے الجھے ہوئے ہیں؟''

اس کا الجھا عین فطری تھا۔ میں نے تسلی بھرے لہجے میں کہا ''جزیرے پر پہنچ کر ذرا سکون کا سانس لیں تو پھر ہم تمہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتائیں گے۔ بے فکر رہو کہ ہم جرائم پیشہ یا غلط قسم کے لوگ نہیں ہیں۔''

''تم نہ بتاؤ پھر بھی یہ حقیقت چھپی ہوئی نہیں۔'' وہ مرعوب لہجے میں بولا ''اگر تم لوگ غلط ہوتے تو اس جہاز کو ہائی جیکرز کے چنگل سے نہ نکالتے اور تین اہم افراد کو رہائی نہ دلاتے۔ تمہارا موجودہ طرزِ عمل کسی مجبوری یا مصلحت کے تحت ہے!''

''تم نے ہمارے حالات کا بالکل درست تجزیہ کیا ہے۔'' میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''ہم اس وقت واقعی حالات کے ہاتھوں مجبور ہیں اور جو کچھ کررہے ہیں اس مصلحت کی وضاحت ہم ضرور کریں گے مگر جزیرے پر پہنچ کر۔''

وہ مطمئن انداز میں سر ہلانے لگا پھر سنجیدگی سے بولا۔ ''اگر حالات بالکل نارمل رہتے ہیں تو تم تینوں جزیرے پر پہنچ کر خاموشی کے ساتھ لانچ سے اتر جانا اور پوسٹ آفس کے قریب رک کر میرا انتظار کرنا۔ میں لانچ کے معاملات سے نمٹ کر سیدھا تمہاری طرف آجاؤں گا۔ پوسٹ آفس پندرہ بیس [illegible] کے قدمی فاصلے پر ہے۔ اس جزیرے پر صرف ایک ہی پوسٹ آفس ہے جو صبح سے رات گئے تک کھلا رہتا ہے۔ کسی سے پوچھو گے تو تمہیں بتادے گا۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''اگر حالات گڑبڑ ہوجاتے ہیں تو.....!''

میں نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی اور کہا ''تو ہرگڑبڑ سے نمٹ کر ہم بالآخر پوسٹ آفس ہی پہنچیں گے ہم سے ملنے ادھر ہی آجانا۔ ہم تمہارا کریں گے۔''

وہ منہ سے کچھ نہیں بولا' خاموشی سے اثبات میں سر [illegible] کررہ گیا۔

ڈاکٹر مونگ نے لانگ چو سے کہا ''اب تم جلدی سے لانچ کا انتظام سنبھال لو' تمہیں ایک لمبا چکر کاٹ کر دوسری زاویے سے جزیرے تک پہنچنا ہے۔''

وہ گردن کو ایک بڑے زاویے کا خم دے کر انجن روم کی طرف بڑھ گیا۔

تنہائی میسر آتے ہی راکیل نے الجھن بھرے لہجے میں کہا ''سب معاملات تو طے ہوگئے لیکن ابھی تک اس شخص کے بارے میں کوئی فیصلہ سامنے نہیں آیا جو ادھر مچھلیوں کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ کیا اسے اپنے ساتھ جزیرے پر لے کر [illegible] مناسب ہوگا؟''

راکیل کی بات مکمل ہوئی تو اس کے ساتھ ہی میں نے [illegible] سوالیہ نظر سے ڈاکٹر مونگ کو دیکھا۔ وہ گمبھیر لہجے میں بولا ''اس بدبخت کو جزیرے پر کون لے کر جارہا ہے؟''

''تو؟'' راکیل پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

وہ سنسناتے ہوئے لہجے میں بولا ''لانگ چو لانچ کو [illegible] دوسرے رخ پر لے جائے پھر اس شخص کو اس کی گن سمیت سپردِ آب کردیا جائے گا۔'' ایک لمحے کے وقفے سے وہ اضافہ کرتے ہوئے بولا۔ جب انسان کا اس سمندر کی مچھلیوں پر حق ہے تو جواب میں وہ بھی کچھ استحقاق رکھتی ہیں!'' [illegible] معنی خیز انداز میں بات ختم کرتے ہوئے اس نے ایک [illegible] کہاوت کو دہرایا۔

اس کہاوت کا مفہوم کم و بیش یہ بنتا تھا..... خس کم جہاں پاک!

میں نے بدھ مت کے افراد کو عموماً رقیق القلب اور [illegible] پسند پایا تھا۔ بعض کٹر بدھ بھکشو تو ایک چیونٹی کو مارنا بھی گناہ [illegible] ہیں کہ تعلیم بدھا کی یہی تعلیمات ہیں۔ بہرحال [illegible] صورتِ حال عام بدھ کے پیروکاروں میں دکھائی نہیں دیتا

مجھے اس مذہب کے ماننے والوں کے قریب رہنے کا بہت موقع ملا ہے اور میں نے دوسرے مذاہب کی طرف ان لوگوں میں بھی مختلف درجے دیکھے ہیں۔ بدھا کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا بدھ بھکشو بدھا کی تعلیمات سے انتہائی دور زندگی گزارنے والے لوگ اور ایک بڑا طبقہ ان افراد کا جو بہ وقتِ ضرورت بدھا اور بدھ عبادت گاہ کا رخ کرتے ہیں اور وقت یا ضرورت نکل جانے کے بعد پھر اپنی مصروفیات میں مگن ہو جاتے ہیں۔ بہرحال جس طرح اس دنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں، بالکل اسی طرح ہر مذہب کے پیروکاروں میں بھی ہر قسم کے افراد مل جائیں گے کیوں کہ..... کوئی بھی مذہب ہو یا ملت' فرقہ ہو یا قوم' وہ اسی دنیا میں موجود ہوتا ہے لہٰذا اس میں اچھے برے افراد بھی شامل ہوتے ہیں!

میں چند لمحے ٹٹولتی ہوئی نظر سے میونگ کو دیکھتا رہا پھر پُر معنی لہجے میں کہا ''تمہاری مارشل آرٹس ٹیکنیکس کی طرح بعض اوقات سوچ بھی یتھل (مہلک) ہو جاتی ہے!''

مارشل آرٹس میں ایسے داؤ پیچ کو یتھل ٹیکنیکس کہا جاتا ہے جن کا استعمال بہ مقابل کو پلک جھپکتے میں موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ انسانی جسم پر سامنے اور عقبی حصے میں ایسے نازک اور حساس مقامات پائے جاتے ہیں جن پر لگنے والی ضرب جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ مارشل آرٹس کی زبان میں یہ مقامات پریشر پوائنٹس کہلاتے ہیں۔ پریشر پوائنٹس کی تعداد سات ہے۔ چار سامنے اور تین عقب میں۔ کبھی ان پوائنٹس کی وضاحت بھی کروں گا۔

ڈاکٹر مونگ نے میرے سوال کے جواب میں کہا ''دشمن صرف دشمن ہوتا ہے۔ اسے دشمنی کرنے کے لیے کبھی کوئی موقع نہیں دینا چاہیے ورنہ اپنی زندگی خطرات میں گھر جاتی ہے۔''

اس کی بات اپنی جگہ درست تھی۔ محبت اور جنگ کے اپنے اصول ہیں جن کی پاس داری بہرحال لازمی ہوتی ہے۔ میں کسی انکار یا تکرار کے موڈ میں نہیں تھا لہٰذا خاموشی اختیار کر لی۔

☆☆☆

پوسٹ آفس خاصے بارونق علاقے میں تھا۔ ہم ٹھیک چھے بجے وہاں پہنچ گئے۔ ہانگ چو نے غلط نہیں کہا تھا۔ ساحل سے پوسٹ آفس تک بہ مشکل پندرہ فٹ کا پیدل کا راستہ تھا۔ زونار اآئی لینڈ تھا ہی کتنا بڑا جو کہیں آنے میں دیر لگتی!

خدا کا شکر تھا' لانچ سے اترتے وقت کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آیا ورنہ نوّے فی صد اس بات کا امکان تھا کہ جزیرے پر قدم رکھتے ہی شی مونگا کے گروہ سے ٹکراؤ ہو جاتا۔ ہم نے ساڑھے چھے بجے تک اِدھر اُدھر ٹہل کر ہانگ چو کا انتظار کیا پھر ایک متوسط ریسٹورنٹ میں جا بیٹھے۔ وہاں سے پوسٹ آفس کا مین گیٹ بڑی وضاحت سے دکھائی دیتا تھا۔ اس وقت تک اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا اور فضا میں اچھی خاصی خنکی رچ بس گئی تھی۔

ڈاکٹر مونگ نے ویٹریس کو تین کافی کا آرڈر دے دیا۔ راکیل نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''مجھے تو لگتا ہے ہانگ چو اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ بے چارہ ہماری وجہ سے ایک مصیبت کو گلے لگا بیٹھا ہے۔ اس کا انتظار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

''تمہاری سوچ سے مایوسی جھلکتی ہے۔'' ڈاکٹر مونگ نے تنبیہ کرنے والے انداز میں کہا۔ میں محسوس کر رہا ہوں موجودہ حالات نے تمہارے اعصاب کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ سیٹل پہنچ کر تمہیں چند روز مکمل آرام کرنا چاہیے۔''

وہ ڈاکٹر مونگ ریفوشے سے نظر چرا کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔ اس کے انداز میں کھسیاہٹ تھی۔

میں نے کہا ''ہمیں ہانگ چو کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں وفاداری اور جاں نثاری کے آثار دیکھے ہیں۔ ممکن ہے وہ کسی اہم مسئلے میں الجھ گیا ہو اس لیے آنے میں دیر ہو گئی!''

''ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔'' ڈاکٹر مونگ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''امکانات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے... ایک لمحے کا توقف دے کر اس نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''اگر ہانگ چو واقعی کسی مسئلے سے دوچار ہو گیا ہے تو پھر وہ مسئلہ یقینی طور پر شی مونگا سے متعلق ہی ہو سکتا ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ سوچنے والے انداز میں خاموش ہو گیا۔ ویٹرس نے آرڈر سرو کر دیا تھا۔ ہم کافی کی چسکیاں لینے لگے۔ اس دوران میں ہم گاہے بہ گاہے نگاہ اٹھا کر پوسٹ آفس کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔ چند لمحات کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر مونگ نے کہا۔

''ہم آٹھ بجے تک ہانگ چو کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ یہاں نہیں پہنچتا تو پھر اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔ ہم نہ تو ساری رات اس ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہ سکتے ہیں اور نہ ہی پوسٹ آفس کے سامنے ٹہل لگانا مناسب ہوگا۔ یہ تو اچھا ہوا ہم اس وقت اپنے اصلی حلیوں میں ہیں ورنہ شی مونگا کے آدمی ویٹرس کا روپ دھار کر بھی الگ تھلگ تھا۔''

ہم نے اچھا خاصا وقت ریسٹورنٹ میں بتایا اور تقریباً

ساڑھے سات بجے اٹھ گئے۔ باقی کا طے شدہ وقت ہم نے پوسٹ آفس کے سامنے مٹرگشت کرتے ہوئے گزارا۔ پھر ٹھیک آٹھ بجے جب ہم ہانگ چو کی طرف سے ناامید ہو چکے تھے کہ اس کی صورت نظر آ گئی۔

ہم تینوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور نتیجے میں اس کی جانب بڑھ گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔ ہانگ چو نے پہلے تو اس تاخیر کے لیے ہم سے معذرت کی پھر تاخیر کا سبب بیان کرتے ہوئے بولا۔

''میں دراصل پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد آپ لوگوں کی طرف آنا چاہتا تھا تاکہ آگے کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہو۔ میں نے نہ صرف آپ کے رات گزارنے کا تحفظ بندوبست کرلیا ہے بلکہ یہ بھی معلوم کرآیا ہوں کہ اغوا شدہ طیارے کے تمام مسافر زونارا آئی لینڈ سے رخصت ہوگئے ہیں۔''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا ''کیا الاسکا کی وہ ہائی اتھارٹیز بھی، جن کی خاطر اس طیارے کو ہائی جیک کیا گیا تھا؟''

ہم لانج پر ہانگ چو کی ٹی ڈبلیو اے کے بوئنگ سیون فور سیون اور بروس لوئر وغیرہ کے بارے میں مختصراً بتا چکے تھے۔ اس نے میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا۔

''ہاں، وہ تینوں افراد بھی روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ تینوں یہاں رہ گئے ہیں۔''

میں ایک طویل اطمینان بھری سانس لے کر رہ گیا۔

ڈاکٹر مونگ نے ہانگ چو سے سوال کیا ''تم نے ہماری رہائش کا کیا بندوبست کیا ہے؟''

''یہاں قریب ہی ساحل کے ساتھ ساتھ مختلف ہٹس بنے ہوئے ہیں جو پکنک کے شوقین افراد کے کام آتے ہیں یا پھر وہ سیاح یہاں قیام کرتے ہیں جو زونارا آئی لینڈ پر رات گزارنے کے ارادے سے آتے ہیں۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا!''

ہانگ چو نے اپنی آنکھوں اور ہاتھوں کو ایک ساتھ بڑے معنی خیز انداز میں حرکت دی۔ ہم چونکہ اس کی بات کا مطلب بڑی وضاحت سے سمجھ گئے تھے اس لیے اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''اس جزیرے کی رات، خصوصاً ساحل پر گزاری جانے والی رات کا اپنا ایک لطف ہے۔ اس فضا میں بڑا رومان اور چاشنی ہے۔ اس کیفیت کو بیان نہیں بلکہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ سیزن [illegible] یہ جگہ ملنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے مگر آج کل آؤٹ سیزن ہے اس لیے اکثر ہٹس خالی پڑے ہوئے ہیں۔''

وہ سانس لینے کو رکا پھر اپنا بیان مکمل کرتے ہوئے بولا ''میرا دوست چیانگ یہاں ایک ہٹ کا چوکیدار ہے۔ میں نے اس سے بات کرلی ہے۔ وہ بھروسے کا آدمی ہے۔ اس کے ہاتھ پر تھوڑی رقم رکھ دو گے تو وہ خوش ہو جائے گا۔ آپ بے فکر ہو کر وہاں رات گزار سکتے ہیں۔ چیانگ کے لیے یہ اضافی آمدنی ہوگی جو سراسر اس کی جیب میں جائے گی۔ وہ جی جان سے آپ لوگوں کی خدمت بھی کرے گا اور حفاظت بھی!''

اس بات چیت کے دوران ہم ہانگ چو کے ساتھ ایک طرف چل بھی رہے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا ''شی مونگایا اس کے گروہ سے سامنا تو نہیں ہوا؟''

اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔ پھر قریب سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی ہم سے بیس فٹ آگے جا کر رکی۔ ہانگ چو نے ٹیکسی ڈرائیور سے مقامی زبان ''زونارین'' میں کچھ مکالمات کی۔ اگلے ہی لمحے ہم ٹیکسی کے اندر تھے۔

پندرہ بیس منٹ بعد ہانگ چو نے ایک اوسط درجے کے ریسٹورنٹ کے سامنے ٹیکسی رکوائی۔ ہم نے مذکورہ ریسٹورنٹ میں ڈنر کیا۔ اس دوران میں ہانگ چو نے ہمیں بتایا کہ وہ جس ہٹ میں ہمیں لے جا رہا تھا، ریسٹورنٹ وہاں سے محض پانچ منٹ میں پہنچا جاسکتا تھا۔ احتیاط کے پیشِ نظر اس نے منزل سے پہلے ہی ٹیکسی چھوڑ دی تھی۔ اس کی یہ محتاط روی مجھے پسند آئی۔

ٹھیک نو بجے رات ہم مذکورہ ہٹ میں تھے۔ وہ ایک چھوٹا سا ہٹ تھا جو عام سائز کے دو بیڈ رومز پر مشتمل تھا۔ کمروں کے آگے مختصر سا برآمدہ اور پھر پچیس باہی دس فٹ کا احاطہ۔ ہٹ کا دوسرا رخ سمندر کی جانب تھا۔ ہٹ سے سمندر کی طرف جانے کے لیے لگ بھگ بیس اسٹیپس کی ایک پختہ سیڑھی اترنا پڑتی تھی۔ بہرحال سمندر کا پانی اس سیڑھی سے پچاس فٹ کی دوری پر تھا۔

چیانگ تیس سال کا ایک صحت مند، چاق و چوبند اور پستہ قامت شخص تھا۔ اس نے بڑے پُرجوش انداز میں ہمارا استقبال کیا اور جب ہانگ چو کے ایما پر میں نے دس امریکی ڈالر اس کی ہتھیلی پر رکھے تو اس جوش و خروش میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ اسے بیٹھے بٹھائے بس ڈالر یعنی تیس ڈرم کی آمدنی ہوگئی تھی اور یہ آمدنی خالصتاً اس کی جیب میں جانے والی تھی۔ چیانگ نے ہمیں بتایا کہ بنوری کا مہینہ عموماً یونہی کھیاں مارتے گزر جاتا تھا، بس کبھی کبھار ہمارے جیسے مہربان ادھر کا رخ کرلیتے تھے۔

ہانگ چو کو واپس جانے کی جلدی تھی اور وہ ہمارے ساتھ کچھ ضروری باتیں بھی کرنا چاہتا تھا۔ راکیل، چیانگ کے ساتھ سمندر کا جائزہ لینے کے لیے گئی تھی تو ہم دونوں ہانگ چو کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اسے زیادہ فکر ہماری روانگی کی تھی اور یہی سوال اس نے سب سے پہلے کیا۔

''آپ لوگوں کا اس جزیرے پر زیادہ دیر ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔'' وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا ''اگر شی مونگا کو آپ کے میک اپ زدہ چہروں پر ذرا بھی شک ہوگیا تو آپ کے ساتھ میرے لیے بھی بڑی مشکل ہو جائے گی۔ وہ بے چارہ یہی سمجھ رہا تھا، ہم تینوں میک اپ میں ہیں جبکہ ہم اپنے اصلی حلیوں میں تھے۔ وہ ایک لمحے کو رکا پھر پوچھا ''آپ کب تک یہاں سے روانہ ہو جائیں گے؟''

میں نے اس کی پوزیشن کو سمجھتے ہوئے تسلی بخش لہجے میں کہا ''تم فکر نہ کرو ہانگ چو! ہم کل کسی وقت اس جزیرے کو چھوڑ دیں گے۔''

یہ بات میں نے رواروی میں کہہ دی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا، ڈاکٹر مونگ نے اس سلسلے میں کیا سوچ رکھا تھا تاہم وہ اس موقع پر خاموش رہا۔

ہانگ چو نے سوالیہ نظر سے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا پھر بولا ''ویسے آپ لوگوں کے لیے میدان صاف ہے۔ طیارے کے عام اور خاص تمام مسافر یہاں سے رخصت ہو چکے ہیں۔ آپ کل کی فلائٹ سے بہ سہولت اپنی منزل کی طرف سفر کرسکتے ہیں لیکن..... ظاہر ہے، اس کے لیے آپ لوگوں کو یہ میک اپ اتارنا ہوگا اور.....''

اس نے ادھورا جملہ چھوڑ کر پھر بڑے رازدارانہ انداز میں بولا ''اگر آپ لوگ انہی تبدیل شدہ حلیوں میں سفر کا ارادہ رکھتے ہیں تو بھی میں آپ کے لیے ایک راہ نکال سکتا ہوں۔''

میں نے اور ڈاکٹر مونگ نے ہانگ چو کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوری طرح متوجہ ہوگئے۔ وہ ہماری نگاہوں سے جھلکتے استفسار کو سمجھ گیا اور وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

''کل دوپہر کے بعد، دو بجے نارو نجین کروز لائن کا ایک شپ (بحری جہاز) زونارا آئی لینڈ سے لاس اینجلس روانہ ہونے والا ہے۔ ''ایس ایس۔ نارو ے'' نامی یہ دیوہیکل بحری جہاز دنیا کا سب سے بڑا مسافر بردار جہاز سمجھا جاتا ہے۔ میں کوشش کرکے ایس۔ ایس۔ نارو ے میں آپ لوگوں کو فٹ کروا سکتا ہوں۔ اس سے اتنا تو ہوگا کہ تم یو ایس اے میں داخل ہو جاؤ گے۔ سیٹل (واشنگٹن) نہ سہی، لاس اینجلس (کیلیفورنیا) ہی سہی۔ میرا خیال ہے، آپ لوگوں کے لیے آگے کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔''

ہانگ چو خاموش ہو کر سوالیہ نظر سے ہمیں تکنے لگا۔ وہ ایک اچھا آئیڈیا پیش کر رہا تھا۔ ہم دونوں نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہماری نگاہوں میں اس وقت ایک ہی مفہوم بسا ہوا تھا اور وہ یہ کہ..... نارو نجین کروز لائن کے بحری جہاز میں ہم اپنی اصلی شکل و صورت سے سفر کرسکتے تھے۔ میں نے ہانگ چو سے پوچھا۔

''کل دوپہر دو بجے زونارا آئی لینڈ سے روانہ ہونے والا ''ایس ایس۔ نارو ے'' ہمیں کب لاس اینجلس پہنچائے گا؟''

''کم و بیش ایک ہفتہ تو لگے گا۔'' اس نے جواب دیا۔

میں نے سرِدست نفی میں گردن ہلا دی ''پھر تو بے کار ہے۔''

''بحری جہاز کی رفتار بہت زیادہ نہیں ہوتی۔'' ہانگ چو بتانے لگا ''ایس ایس نارو ے نے آسٹریلیا سے اپنے سفر کا آغاز کیا ہے۔ پھر مارشل آئی لینڈ، مڈوے آئی لینڈ، ہوائین آئی لینڈز سے ہوتے ہوئے وہ زونارا آئی لینڈ پہنچا ہے۔ اب یہاں سے سیدھا لاس اینجلس جائے گا۔ لانگ روٹ کے بحری جہازوں کو مہینوں سمندری سفر میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔''

''سمندر اور سمندری ذرائع آمدورفت کے بارے میں تمہاری معلومات قابلِ رشک ہیں مسٹر ہانگ چو!'' میں نے ستائشی لہجے میں کہا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''یہ میرا پروفیشن ہے۔ میرا پورا دن سمندر میں گزرتا ہے۔ اس قسم کی معلومات تو رکھنا پڑتی ہیں نا!''

''ٹھیک ہے ہانگ چو!'' ڈاکٹر مونگ نے کہا ''ہم آج رات میں سوچ بچار کرکے کسی فیصلے پر پہنچ جائیں گے، صبح تمہیں بتا دیں گے کہ ہم ہائی سی سفر کا ارادہ رکھتے ہیں یا ہائی ائر!'' ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد اس نے اضافہ کیا۔

''ویسے تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ کل ہم اگر ہائی ائر جانا چاہیں تو کس فلائٹ سے سفر ممکن ہے اور کتنے بجے؟''

ہانگ چو نے جواب دیا ''کل صبح مقامی ائر لائنز کی ایک ائر بس ''اے تھری تھرٹی'' یہاں سے ٹھیک آٹھ بجے پرواز کرے گی۔ اس فلائٹ کی منزل سیٹل ہے۔''

میں نے بہت سارے شکریے کے ساتھ ہانگ چو کو

رخصت کردیا۔ جاتے ہوئے میں نے اسے یہ بات سمجھا دی تھی کہ ہم مذکورہ ائر بس سے سفر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے لہٰذا وہ ہمیں علی الصبح ''تنگ'' کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہم اپنی روانگی کے بارے میں اسے بعد میں خود بتادیں گے۔ میں نے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ وہ خالی ہاتھ رخصت نہ ہو۔ اس کے ''نہ نہ'' کرنے کے باوجود بھی میں نے اسے دو سو ڈالرز زبردستی تھما دیے۔ اس نے جس طرح ہم سے تعاون کیا اور جس طرح ہمارے کام آرہا تھا، یہ رقم اس کا معاوضہ نہیں تھی۔ یہ تو ایک تحفہ تھا جو ہم نے اپنے اچھے مخلص اور دوست پیشہ میزبان کو پیش کیا تھا۔ اس رقم کو وہ مقامی کرنسی میں بدلتا تو یہ چھ سو ڈرم ہو جاتے۔

ہانگ چو کے جانے کے بعد میں نے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا ''تم کافی دیر سے گہری سوچ میں ہو۔ کیا بچار ہورہی ہے؟''

اس کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا، اپنے مخصوص لہجے میں بولا ''میں اس وقت صرف تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہو دوست؟''

''ہانگ چو سے ہونے والی تمہاری باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم کل صبح آٹھ بجے بورد نارا ائر پورٹ سے روانہ ہونے والی ائر بس میں سفر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ بحری جہاز پر سوار ہونے سے پہلے بھی تم انکاری ہو۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے، تم زونارا آئی لینڈ پر چند روزہ قیام کے بارے میں سوچ رہے ہو۔''

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو ڈاکٹر مونگ؟'' میں نے الجھن زدہ لہجے میں کہا۔

وہ بدستور سنجیدہ لہجے میں بولا ''میں نے جو محسوس کیا وہی کہہ رہا ہوں۔''

''تم جانتے ہو ڈاکٹر مونگ، میں پہلی فرصت میں نیویارک پہنچنا چاہتا ہوں۔'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''ایس ایس ناروے'' نامی وہ کروز لائن ایک ہفتے تک مجھے سمندر کے بیچ سوالیہ نشان کے مانند لٹکائے رکھے گا۔ میں ایسے کسی بھی سست رفتار ذریعۂ سفر کا متحمل نہیں ہوسکتا۔''

وہ قدرے شاکی لہجے میں بولا ''اور سیٹل جانے والی ائر بس میں کیا خرابی ہے؟''

''وہ..... وہ.....'' میں گڑبڑا گیا ''وہ تو میں نے ایسے ہی ہانگ چو کو ٹالنے کے لیے کہہ دیا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے، تم سیٹل جانے سے سراسر انکاری نہیں ہو!'' وہ میری آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے بولا ''اگر میں ادھر کا رخ کرنا چاہوں تو تم میرا ساتھ دو گے؟''

میں نے دامن بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔''

''ہوں!'' وہ ایک پُرمعنی ہنکاری بھر کر رہ گیا۔

میں نے اس کا دھیان بٹانے کی خاطر گفتگو کا زاویہ بدل دیا ''ڈاکٹر مونگ نے ہانگ چو کی لانچ پر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جزیرے پر پہنچتے ہی تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو گے۔ میں اگر نیویارک جانا چاہتا ہوں تو تم مجھے روکنے کی کوشش نہیں کرو گے؟''

''میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا ''تم میری طرف سے آزاد ہو۔ نیویارک جاؤ یا میکسیکو، میں تمہاری راہ میں رکاوٹ کھڑی نہیں کروں گا..... اور یہ تو تمہیں بھی اندازہ ہے کہ تم اکیلے اس جزیرے سے کہیں نہیں جاسکتے۔ تمہیں، بہرحال، میری مدد کی ضرورت ہے۔''

میں نے اس کے چہرے پر نظر گاڑتے ہوئے کہا ''یہ ''مدد'' میں نے تم سے مانگی تھی مگر اس سلسلے میں بھی تم نے یہی کہا تھا، زونارا آئی لینڈ پہنچنے کے بعد ہم اس موضوع پر بات کریں گے؟'' ایک لمحے کا توقف کر کے میں نے یاددہانی کے انداز میں کہا۔

''اور..... اس وقت ہم زونارا آئی لینڈ پر ہی ہیں!''

وہ چند لمحات تک سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''مجھے اپنی کہی ہوئی ایک ایک بات یاد ہے۔ ہم اس جزیرے سے نکل جائیں، پھر مجھ سے جو بن پڑا، میں تمہارے نیویارک جانے کے سلسلے میں ضرور کروں گا۔''

میں ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے ارادوں کو بڑی اچھی طرح بھانپ چکا تھا۔ وہ پہلی اور آخری کوشش کر کے مجھے ''اپنے بڑوں'' کے پاس سیٹل پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے ہانگ چو کی لانچ پر جاپان جانے والی جو بات کی تھی، میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کے بڑوں کا حکم تھا یا خود ڈاکٹر مونگ کی اپنی تجویز!

ڈاکٹر کی بات کو نظر انداز کرنا مشکل تھا۔ میں نے جب سنجیدگی سے موجودہ حالات کا تجزیہ کیا تو مجھے بھی یہی بات موزوں اور درست لگی کہ پہلے کسی بھی صورت مجھے اسٹیٹس میں داخل ہو جانا چاہیے۔ ڈاکٹر مونگ کے مطابق (ڈسلوا) اور راکیل (گارشیا) دونوں دوست تھے اور واشنگٹن کے علاقے سیٹل سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمارے تمام ضروری کاغذات اگر

مناسبت سے تیار کروائے گئے تھے۔ یو ایس اے میں داخل ہونے کے بعد ہم صرف اپنی ''آئی ڈی'' پر ایک اسٹیٹ سے دوسرے اسٹیٹ تک بہ سہولت سفر کر سکتے تھے۔ اسٹیٹس میں ''آئی ڈی'' ایک شناخت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ آپ کا کسی بھی قسم کا شناختی کارڈ، آپ کا ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ۔ آپ کی ''آئی ڈی'' اسٹیٹس تو امین کی نظر میں آپ کو قابلِ بھروسا بنا دیتی ہے۔ گویا ''آئی ڈی'' آپ کے ''اوکے'' ہونے کا ثبوت ہے!

پتا نہیں، کیا بات تھی کہ میں ڈاکٹر مونگ سے جتنا کٹنے کی کوشش کر رہا تھا، حالات اتنا ہی زیادہ مجھے اس سے نتھی کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس سے کٹنے یا دور ہونے کا سبب ہرگز یہ نہیں تھا کہ خدانخواستہ اس نے مجھے کوئی نقصان پہنچایا تھا یا میرے اپنے دل میں بدخواہی کے جذبات رکھتا تھا۔ قطعاً ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس سے اور اس کے بڑوں سے بدکنے کی وجہ نفسیاتی تھی۔ وہ لوگ پہلے کھلم کھلا اور اب در پردہ میری سائل پر اپنا حق جتا رہے تھے۔ پتا نہیں کیوں، ان کا رویہ مجھے کھلتا تھا۔ میں خود کو بلاشرکت غیرے سائل کا حق دار سمجھتا تھا۔ اس ''حق'' میں مجھے کسی کی رتی بھر شراکت قبول نہیں تھی۔ میں اپنی اس ذہنی اور دلی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ یہ احساس کی زبان سے سمجھنے اور محسوس کرنے والا معاملہ ہے۔ پتا نہیں، یہ میری دیوانگی تھی یا پاگل پن! یہ جو کچھ بھی تھا، مجھے بہت عزیز تھا۔

ڈاکٹر مونگ کافی دیر سے سوالیہ انداز میں مجھے تک رہا تھا۔ میں نے ایک سوال پر مبنی جواب اس کی جانب اچھال دیا۔ ''دوست! اگر برا نہ مناؤ تو میں یہ کہے بنا نہیں رہوں گا کہ تم میری مدد کرنے کا وعدہ اس شرط کے ساتھ کر رہے ہو کہ پہلے میں تمہارے ساتھ سیٹل جاؤں!''

''یہ میری شرط نہیں بلکہ حالات کا تقاضا ہے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

میں نے صرف اتنا کہا ''ہاں، حالات سے تو یہی نظر آ رہا ہے، مجھے تمہارے ساتھ سیٹل جانا ہوگا۔''

''تمہارے اس فیصلے سے مجھے خوشی ہوئی ہے۔'' وہ فاتحانہ مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولا ''اگر لارڈ بدھا کی مرضی ہوئی تو ہم صبح آٹھ بجے والی ائر بس سے سیٹل کے لیے پرواز کر جائیں گے..... کیسے؟'' وہ اتنا کہہ کر رکا پھر ڈرامائی انداز میں بولا۔

''یہ سارے بکھیڑے تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اس سلسلے میں دماغ کو تھکانے کی ضرورت نہیں۔ آرام سے نیند پوری کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

میں نے اس سے یہ پوچھنا ضروری نہیں سمجھا کہ یہ سب کیسے ٹھیک ہو جائے گا۔ یقیناً اس کے ذہن میں کوئی ٹھوس منصوبہ ہوگا ورنہ وہ اتنے وثوق سے یہ بات نہ کرتا۔ میں نے اس کے پچھلے پروگرام پر بھی ایک لفظ نہ کہا کہ وہ جاپان جانے کا ارادہ کیا ہوا۔؟ اس کے پاس ایک ریڈی میڈ وضاحت موجود تھی۔ وہ اپنے بڑوں کی آڑ میں صاف بچ نکلتا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تاکیدی لہجے میں بولا۔

''میں دوسرے کمرے میں سونے جا رہا ہوں۔ راکیل سے کہا ''وہ بھی سکون سے سو جائے۔ صبح ہمیں بہت جلدی اٹھنا ہوگا۔''

''راکیل کو تم اپنے کمرے میں سلا لو تو اچھا ہے۔ وہ باتوں میں لگ گئی تو آنکھوں میں رات کٹ جائے گی۔'' میں نے کہا ''تم سے وہ ڈری سہمی رہتی ہے۔ تم قریب موجود ہو گے تو خاموشی سے دبک کر سو جائے گی۔''

''اوکے۔'' وہ ہٹ کی سیڑھیوں والے حصے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا ''وہ آ رہی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔'' بات ختم کرتے ہی وہ اس جانب بڑھ گیا۔

میں نے برسبیلِ تذکرہ ڈاکٹر مونگ سے پوچھ لیا ''دوست! ایک بات تو بتاؤ، تم نے میرے کس رویے سے یہ اندازہ لگایا کہ میں زونارا آئی لینڈ پر چند روز قیام کا ارادہ رکھتا ہوں؟''

''اوہ! تمہارا ذہن ابھی تک اسی میں اٹکا ہوا ہے۔'' وہ سرسری انداز میں بولا پھر یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا ''میں نے سوچا، شاید تمہارے دل میں رسنا کے لیے کوئی ہمدردی جاگ گئی ہو۔ شی مونگا، کنگ تو ہارا ژولا کے تاج وتخت کے ساتھ ہی اس کی بیٹی رسنا پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ تم نے ہمیشہ باطل کے خلاف حق کا ساتھ دیا ہے۔ یہاں بھی کچھ اسی قسم کی صورتِ حال ہے!''

ڈاکٹر مونگ نے اگر یہ کوئی مذاق کیا تھا تو میں نے سنجیدہ مذاق پہلے کبھی دیکھا یا سنا نہیں تھا۔ اس کے چہرے سے جھلکتی سنجیدگی کے پیشِ نظر میں نے کہا۔

''ڈاکٹر مونگ! حق وباطل کی جنگ میری زندگی کا مقصد ہے لیکن اس جزیرے کے اندرونی معاملات میں الجھ کر میں اپنی راہ کھوٹی نہیں کرنا چاہتا۔ میرے لیے جو وسیع وعریض بساط امین میں بچھائی جا رہی ہے، جزیرے کے حالات اس کا پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ میں کسی بڑی بازی کے لیے پتا چکا ہوں۔''

وہ معنی خیز انداز میں خفیف سا مسکرایا اور کمرے سے نکل گیا۔

میں سونے سے پہلے کی ضروریات سے نمٹا اور بستر پر آ گیا۔ اس وقت میری رسٹ واچ رات دس بجے کا وقت بتا رہی تھی۔ یہ زونارا آئی لینڈ کا مقامی وقت تھا۔ ہوٹل ائر پورٹ ٹکٹنے وقت ہم نے اپنی گھڑیوں کو مقامی وقت کے مطابق سیٹ کر لیا تھا۔

میں بستر پر دراز ہوا تو آپوں آپ میرا دھیان ساحل کی طرف چلا گیا۔ میں نے آج صبح اسے کسی بیڈ روم میں، حالتِ نیند میں تصور کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ بعد میں ڈاکٹر مونگ کی زبانی مجھے پتا چلا کہ اسے مین ہیٹن (نیویارک) پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک بات میرے ذہن کو برابر الجھا رہی تھی۔ فیئر پینکس سے اگر ساحل کو ڈائریکٹ مین ہیٹن لایا جاتا تو زیادہ سے زیادہ دس گھنٹے صرف ہوتے جبکہ یہاں وقت کی ایک بہت بڑی خلیج دکھائی دیتی تھی۔ میں نے دیبالی کے ہارپر لاج میں صبح تین بجے بہاحل کو کسی طیارے میں سوار دیکھا تھا پھر تقریباً انیس گھنٹے بعد جبکہ میں ٹی ڈبلیو اے کے طیارے میں ڈاکٹر مونگ اور راکیل کے درمیان بیٹھا تھا تو نگاہِ تصور نے مجھے ساحل کو کسی طیارے سے نکل کر ایک ائر پورٹ کی عمارت میں داخل ہوتے دکھایا تھا اور اس کے بعد، کم وبیش نو گھنٹے بعد یعنی آج صبح وہ مجھے کسی بیڈ روم میں دکھائی دی۔ یہ اعداد وشمار اور وقت کا حساب تو یہی ظاہر کرتا تھا کہ اسے براہِ راست الاسکا سے نیویارک نہیں لایا گیا تھا۔ بہرحال، یہ بات خاصی تشویش ناک تھی کہ وہ دوبارہ ربی موشے ہائمن کے چنگل میں جا پھنسی تھی۔

میرے دل میں شدت سے یہ خواہش ابھری کہ مجھے اسی وقت ساحل تک تصوراتی رسائی حاصل کرنا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس حال میں ہے۔ کیا پتا، اس کوشش کے نتیجے میں یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ وہ اس وقت مین ہیٹن میں کہاں موجود ہے۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہٹ کا چوکیدار باہر برآمدے میں موجود تھا۔ میں نے اسے پیشکش کی تھی کہ وہ بھی میرے والے کمرے میں بستر لگا لے لیکن اس نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ برآمدے ہی میں ٹھیک ہے۔ اگر ہماری حفاظت کے سلسلے میں اس سے کوئی کوتاہی ہو گئی تو وہ ہانگ چو کو کیا جواب دے گا۔ چیانگ نہایت ہی فرض شناس چوکیدار تھا۔ راکیل اور ڈاکٹر مونگ دوسرے کمرے میں تھے۔

میں نے چند لمحات تک کمرے میں موجود ہر شے کا تنقیدی جائزہ لیا پھر ایک کرسی پر نیم دراز ہو کر ساحل تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت میری تمام تر توجہ کا مرکز باطنی آنکھ یعنی پینیل (PINEAL) گلینڈ تھا۔ انسان کی پیشانی کے عین وسط میں، دماغ کے سامنے والے حصے پر موجود یہ گلینڈ بڑے کام کی چیز ہے۔ میں ''جی'' کی ایڈوانس مشقوں کے ذریعے پینیل گلینڈ کو بیدار کر چکا تھا۔ اب اس نے میرا کہنا ''ماننا'' شروع کر دیا تھا۔ میں اس ''تھرڈ آئی'' کے تجربات سے گزر رہا تھا۔

لیکن پتا نہیں، کیا بات تھی، اس وقت تصور قائم کرنے میں مجھے کامیابی حاصل نہیں ہو پا رہی تھی۔ پینیل گلینڈ مجھ سے تعاون پر آمادہ نہیں تھا۔ مجھے سخت حیرت کے ساتھ ہی انتہائی کوفت بھی محسوس ہوئی پھر جلد ہی پینیل گلینڈ کے عدم تعاون کا سبب بھی میری سمجھ میں آ گیا۔

میں اس وقت بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔ نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں اور اعصاب بھی ایک دم کشیدہ تھے۔ میں نے ایک پُرسکون نیند لینے کا فیصلہ کیا اور کرسی کو چھوڑ کر بستر پر آ گیا پھر میں نے اپنے دماغ کو صبح تین بجے تک نہایت ہی میٹھی اور گہری نیند کی ہدایت دی اور بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اگر میں پانچ گھنٹے کی بھرپور نیند لے لیتا تو میرے اعصاب چاق وچوبند ہو جاتے۔

سوچتے ہی سوچتے نیند کی گداز بانہوں نے مجھے اپنی مہربان گرفت میں لے لیا۔

☆☆☆

ٹھیک تین بجے میری آنکھ کھل گئی۔ نیند پوری ہونے کی وجہ سے بدن ہلکا پھلکا اور اعصاب مستعد ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے دماغ کو بیدار اور ہشاش بشاش پایا۔ پانچ منٹ کے اندر میں اپنی مشق بلکہ عمل کے لیے تیار ہو چکا تھا۔

میں نے ایک آرام دہ پوزیشن میں بیٹھ کر ساحل کا تصور کیا اور اس مرتبہ پینیل گلینڈ نے کسی چراغی جن کے مانند میرے حکم کی تعمیل کی۔ میں پینیل گلینڈ کی تیز رفتاری پر حیرت زدہ رہ گیا۔ ادھر میں نے ساحل کے خال وخد کو اپنے ذہن میں ابھارا، ادھر میں ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے اپنے تصور کی نگاہ کو بند کرنا پڑا۔

ساحل کسی واش روم میں شاور لے رہی تھی۔

تصور کی نگاہ بند ہوئی تو ظاہرہ آنکھیں کھل گئیں۔ میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس سانس میں کامیابی کا مخصوص نشہ اور ترنگ شامل تھی۔ میں نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ وہ تین دس کا وقت بتا رہی تھی۔ یہ زونارا آئی لینڈ کا

مقامی وقت تھا۔ ٹائم زون کے حساب سے اس وقت نیویارک میں صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب یہی تھا، جب میں نے صبح ہوٹل ائرپورٹ میں ساحل تک تصوراتی رسائی حاصل کی تھی تو نیویارک میں لگ بھگ دوپہر کا وقت تھا۔ دن میں ساحل کا کسی کاؤچ پر گہری نیند میں ہونا بڑی تشویش کی بات تھی تاہم یہ تشویش حالیہ تجربے کے بعد جاتی رہی تھی کہ ساحل اس وقت پورے ہوش وحواس سے فنسل میں مصروف تھی۔

میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا۔ اگر ساحل اس وقت واش روم میں تھی تو اس کا یہی مطلب تھا، بیڈروم میں کوئی اور بھی موجود ہوگا۔ وہ ساحل کا کوئی اٹینڈنٹ بھی ہوسکتا تھا اور ربی موشے ہائمن بھی۔ میرے دل میں خواہش جاگی کہ میں کیوں نہ ربی تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ یہ ایک ثبت اور ولولہ انگیز خیال تھا لہٰذا میں نے ایک عزم کے ساتھ دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔

ربی موشے ہائمن کا سراپا میرے ذہن میں نقش ہوکر رہ گیا تھا۔ میں نے اس کی صورت کے خدوخال کو فوکس کیا اور تصور کی نگاہ سے اس تک پہنچنے کی سعی کی مگر مجھے اپنے مقصد میں واضح ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میں ایک پریشان کن تجربے سے گزر رہا تھا۔

میرے تصور کی پرواز کے سامنے اچانک ایک سنگلاخ سی دیوار آن کھڑی ہوئی تھی۔ تصور کا پرندہ اس دیوار سے ٹکرا کر زمین بوس ہوگیا۔ یہ نتیجہ میرے لیے خاصا حیران کن اور فکر انگیز تھا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ میرا اپنیل گیلنڈ پوری طرح کام کررہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ تعاون پر آمادہ نہ ہو۔ بس اس کی راہ میں اچانک ایک رکاوٹ سی آجاتی تھی۔

متعدد بار کوشش کرنے کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میری ناکامیابی کا سبب ربی موشے ہائمن تھا۔ اس نے اپنی کسی عمل یا علم کے زور پر، خود تک تصوراتی رسائی کی راہ میں کوئی نادیدہ رکاوٹ کھڑی کررکھی تھی۔ اس انکشاف کے بعد میں گہری تشویش میں مبتلا ہوگیا۔

اب میری سمجھ میں آرہا تھا، ڈاکٹر مونگ کے ''بڑوں'' کے راستے میں کوئی بغیر زون کیوں حائل ہوگیا تھا۔ انہوں نے بھی میری طرح ربی تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہوگی اور اس نادیدہ پُراسرار دیوار نے انہیں بے بس کردیا ہوگا۔

ڈاکٹر مونگ نے زاویہ اور رخ بدل کر کوشش کرنے کی بات کی تھی۔ اس بات کی اہمیت اب مجھ پر واضح ہورہی تھی۔ میں بھی ایک دوسرے زاویے سے اپنے تصور کی نگاہ کو ربی کی پشت سے چپکا کر بیڈروم کے دروازے تک لے گیا تھا پھر راکیل کی پکار نے سب کچھ درہم برہم کردیا تھا۔ اگر ربی ایک مرتبہ پھر میری تصوراتی نگاہ کے فریم میں آجاتا تو میں کسی الجھن اور کامیاب تجربے سے گزر سکتا تھا۔ اس خوشگوار احساس نے مجھے مسرور کردیا۔

میں ایک نئے عزم کے ساتھ دوبارہ آنکھیں بند کرنے ہی والا تھا کہ کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کرکے چونک اٹھا۔ میں نے بے ساختہ پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

وہ راکیل تھی اور خاصی پریشان دکھائی دیتی تھی۔ میں پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے مستفسر ہوا ''کیا بات ہے راکیل۔ تم اس وقت میرے کمرے میں کیوں آئی ہو؟''

وہ میرے قریب ہی بستر پر بیٹھتے ہوئے بولی ''وجدان! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے!''

نیند سے بیدار ہونے کے بعد میں نے بستر پر ہی ایک آرام دہ پوزیشن میں نشست جمائی تھی۔ راکیل کے ڈر کا سبب میری سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے زدہ لہجے میں، میں نے اس سے پوچھا ''تم کس شے سے خوف زدہ ہو۔ ڈاکٹر مونگ جیسے زیرک شخص کی موجودگی میں ڈر کا کیا سوال؟''

وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی ''ڈاکٹر کمرے میں موجود نہیں وجدان!''

''وہ کہاں چلا گیا؟'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں دریافت کیا۔

''مجھے کچھ معلوم نہیں۔'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی ''تھوڑی دیر پہلے اچانک میری آنکھ کھلی تو وہ مجھے کمرے میں نظر نہیں آیا۔ چند لمحے میں بستر پر خاموش پڑی رہی پھر اچانک ہی مجھے ایک انجانا سا خوف محسوس ہونے لگا..... اور میں تمہارے پاس چلی آئی ہوں۔ تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟''

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور پوچھا ''کیا تم نے ڈاکٹر مونگ کے بارے میں چیانگ سے دریافت کیا ہے؟''

''نہیں، میں سیدھی ادھر ہی آئی ہوں۔'' وہ سادگی سے بولی۔

میں نے بستر چھوڑتے ہوئے کہا ''ٹھہرو، میں چیانگ سے پوچھتا ہوں۔''

راکیل بھی میرے ساتھ ہی برآمدے میں آگئی۔

چیانگ اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔ میں نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور ڈاکٹر مونگ کے سلسلے میں استفسار کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ایک گھنٹا پہلے ڈاکٹر مونگ ہٹ سے نکلا تھا۔ چیانگ نے جب اس کی واپسی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ تھوڑی دیر میں واپس آجائے گا۔ اس کے ساتھیوں کو اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔

میں راکیل کے ساتھ واپس کمرے میں آگیا۔ ڈاکٹر مونگ کے یوں اٹھ کر خاموشی سے کہیں چلے جانے کی تشویش مجھے بھی تھی لیکن میں نے اپنی تشویش راکیل پر ظاہر نہیں ہونے دی اور کہا ''تم یہاں آرام سے میرے بستر پر سوجاؤ۔ ڈاکٹر مونگ آئے گا تو دیکھا جائے گا۔''

بات ختم کرتے ہی میں کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ وہ بستر پر دراز ہوتے ہوئے بولی ''کیا تمہارا سونے کا ارادہ نہیں؟''

''میں تھوڑی دیر بعد سوؤں گا۔'' میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا ''کم از کم ڈاکٹر مونگ کی واپسی تک تو مجھے جاگنا ہی ہوگا۔''

میں کرسی پر بیٹھ گیا اور چند لمحے اس انتظار میں خاموش رہا کہ اگر راکیل کو میرے کام میں کوئی مداخلت کرنا ہے تو وہ سامنے آجائے۔ میری توقع غلط ثابت نہیں ہوئی اور چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے مجھے مخاطب کرلیا ''وجدان! میں تمہارے ساتھ جاگ کر ڈاکٹر مونگ کا انتظار کروں گی۔''

میں نے اس پر ایک بھرپور نظر ڈالی۔ راکیل مجھے بے حد سنجیدہ دکھائی دی۔ اس کے حسن میں خوف زدگی کی کیفیت نے کئی گنا اضافہ کردیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے، زونارا آئی لینڈ کی کیفیت اس کا سبب ہو! ہانگ چو نے بتایا تھا، اس جزیرے کی اصل رات میں بہت چاشنی اور سرور ہوتا ہے۔ ہانگ چو نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ اس رات کا طلسم میری نگاہ کے سامنے تھا۔ راکیل مجھے کسی اور ہی دنیا کی مخلوق محسوس ہورہی تھی۔ اس کے سراپا میں ایک جادوئی کشش سی بھر گئی تھی۔

میں نے اپنے وجود میں ایک انتشار سا پھیلتا محسوس کیا تو راکیل کے سراپا سے نظر ہٹالی پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''اگر تمہیں سونا نہیں تو پھر کام کی باتیں کرتے ہیں۔''

وہ معنی خیز انداز میں خفیف سا مسکراتے ہوئے بولی ''کام کی باتیں اتنی دور بیٹھ کر کروگے؟''

''تم نے بتایا تھا راکیل!'' میں نے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے پوچھا ''پچھلے سال ٹی ڈبلیو اے کے کریش ہونے والے طیارے میں تمہاری کوئی دوست بھی سفر کررہی تھی جو نیویارک سے پیرس جانے والی تھی۔ اس حادثے نے تمہاری دوست کو پیرس پہنچایا اور نہ ہی نیویارک میں رہنے دیا۔''

وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا، میں اس سے کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ میں نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے سوال کیا ''تمہیں تو نیویارک جانے کا کئی بار موقع ملا ہوگا؟''

میری ساحل مبینہ طور پر اس وقت نیویارک میں تھی۔ اس اسٹیٹ کے بارے میں جاننے اور معلومات حاصل کرنے کی مجھے کریدگی ہوئی تھی۔ اگر باتیں ہی کرنا تھیں تو پھر کیوں نہ مفید باتیں کی جاتیں!

''میں نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ نیویارک میں گزارا ہے۔'' اس نے بتایا ''میں نے اپنی جس دوست کا ذکر کیا تھا، وہ چیلسی میں رہتی تھی۔ جیفٹر بہت اچھی لڑکی تھی۔ میں اکثر اس کے پاس جاتی رہتی تھی۔''

میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا ''کیا یہ چیلسی، مین ہیٹن کے آس پاس ہی کہیں واقع ہے؟''

''آس پاس کیا، چیلسی تو مین ہیٹن کے اندر ہی ہے۔'' وہ آنکھیں پھیلاتے ہوئے بولی۔

''مین ہیٹن کے بارے میں تم اور کیا جانتی ہو؟'' میری دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔

وہ ہاتھ پھیلاتے ہوئے جوش بھرے انداز میں بولی۔ ''مین ہیٹن تو نیویارک کا دل ہے۔ اس جزیرے نے نیویارک کے باقی چار حصوں کو پوری طرح اپنی ہی طرف متوجہ کر رکھا ہے۔ مین ہیٹن آئی لینڈ دراصل بروکلین، کوئینز، برونکس اور اسٹیٹن آئی لینڈ کی گود میں واقع ہے۔'' وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر خاموش ہوئی پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''مین ہیٹن آئی لینڈ تیرہ میل طویل اور دو میل چوڑا ایک خوب صورت اور مرکزِ نگاہ جزیرہ ہے جسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ڈاؤن ٹاؤن مین ہیٹن، مڈ ٹاؤن مین ہیٹن اور اپر ٹاؤن مین ہیٹن۔ چیلسی کا علاقہ مڈ ٹاؤن مین ہیٹن میں پایا جاتا ہے۔ معروف و مشہور ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ بھی مڈ ٹاؤن میں واقع ہے۔ بس یا..... کچھ اور؟''

مین ہیٹن کے بارے میں یہ مفید معلومات آگے چل کر میرے کام آ سکتی تھیں۔ زیریں، وسطی اور بالائی مین ہیٹن کی تفصیل اس وقت تک میرے لیے غیر اہم تھی جب تک میں ساحل کی بالکل درست لوکیشن سے واقف نہ ہو جاتا۔

میں نے تشکرانہ نظر سے راکیل کی طرف دیکھا اور کہا ''بس۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔''

''تمہاری باتوں سے تو محسوس ہوتا ہے، تم مستقبل قریب میں نیویارک جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' وہ بڑی کھوجتی ہوئی نگاہ سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے سرسری انداز میں کہا ''ابھی تو میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔ بہرحال، کوئی چاند پر جانے کا ارادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، اس کے بارے میں معلومات رکھنے میں کیا حرج ہے؟''

''کوئی حرج نہیں!'' اس نے مخصوص امریکی انداز میں کندھے اچکا دیے۔

میں نے کہا ''میں دس پندرہ منٹ کے لیے تم سے اجازت چاہتا ہوں۔''

''کیا تم بھی ڈاکٹر مونگ کی طرح کہیں جانا چاہتے ہو؟'' وہ تشویش ناک لہجے میں بولی۔

''نہیں، میں ادھر کمرے میں موجود رہوں گا۔'' میں نے وضاحت کر۔ ے کہا ''تم خاموش رہنا اور میرے کسی کام میں مد ت نہ کرنا۔ او کے!''

وہ متعجب نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کا جواب سنے میں ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور کرسی پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرنے کا اس وقت صرف ایک ہی مقصد تھا..... ساحل تک رسائی!

میں نے پینل گلینڈ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور سوچ میں ساحل کے سراپا کو ابھارنے کی کوشش کی۔ اگلے ہی لمحے میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ میری سوچ کے پرندے نے ساحل کو چھو لیا تھا۔ وہ اس وقت ناشتے کی میز پر بیٹھی تھی اور کھانے میں مصروف تھی۔ اس کے جسم پر ایک اجلا لباس ''نظر'' آ رہا تھا جس میں وہ نکھری نکھری محسوس ہوئی۔ میں نے اس کے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو سب کچھ بدلا ہوا ملا۔ یہ وہ بیڈ روم نہیں تھا جہاں میں نے اسے ایک آرام دہ کاؤچ پر حالتِ نیند میں دیکھا تھا۔ یہ حصہ کسی ڈائننگ سے مشابہ تھا۔ میں بڑی دلچسپی سے ساحل کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگا۔

میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ میں ساحل کی قیام گاہ کا بیرونی منظر دیکھوں تاکہ اس کی وقوع پذیری کا اندازہ ہو سکے۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی سوچ میں دھیرے سے ساحل کو پکارا۔

اس پکار کا اس پر کوئی ردِعمل نہ ہوا۔ جیسے میری آواز اس تک پہنچی ہی نہ ہو۔ وہ بدستور ناشتا کرنے میں مصروف رہی۔ اس بات سے مجھے دلی اطمینان ہوا کہ میرے پکارنے سے وہ تصوراتی سلسلہ موقوف نہیں ہوا تھا ورنہ ماؤنٹ مکنلے کے اندر جب میں نے سنگلاخ کوٹھری میں رہتے ہوئے اس سے پہلا تخیلاتی رابطہ کیا تھا تو اسے آواز دیتے ہی وہ پاش پاش ہو گیا تھا۔

میں نئے جوش اور ولولے کے ساتھ ساحل پر نگاہِ تصور جمائے بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ناشتا مکمل کر لیا۔ اگلے ہی لمحے اس کے قریب مجھے ایک لڑکی نظر آئی۔ میں نے تنقیدی انداز میں مذکورہ لڑکی کا جائزہ لیا۔ وہ اگرچہ مغربی پہناوے میں تھی تاہم اس کے نقش و نگار ایشیائی تھے۔ میرے دل نے گواہی دی کہ ہو نہ ہو، اس لڑکی کا تعلق انڈیا یا پاکستان سے ہے۔ اس کی عمر پچیس تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ اس کے انداز سے بڑی کاملیت جھلکتی تھی۔ میں بڑے خشوع و خضوع سے اس کی حرکات و سکنات کو جانچنے لگا۔

اس نے ساحل کے سامنے سے ناشتے کے برتن سمیٹے، اس سے چند باتیں بھی کیں۔ میں نے دونوں کے ہونٹوں کی جنبشوں کو بڑی وضاحت سے ''دیکھا'' لیکن کسی قسم کی کوئی آواز مجھ تک نہ پہنچی۔ اسی وقت مجھے یاد آیا کہ جب ساحل کچن پلیٹ میں چمچہ چلا رہی تھی تو اس ٹکراؤ سے ایک مخصوص قسم

کی آواز بھی پیدا ہو رہی ہوگی۔ وہ مخصوص آواز بھی مجھ تک نہیں پہنچ پائی تھی۔ میں اس وقت اپنے وجود کی جس صلاحیت سے استفادہ کر رہا تھا، فی الحال اسی میں کوئی کمی، کوئی کجی اور کوئی ناپختگی تھی۔ میرا ویڈیو سسٹم تو فعال تھا لیکن آڈیو والے سیکشن میں کوئی خرابی تھی، وہ ابھی بیدار نہیں ہوا تھا۔

کسی بھی متحرک اور جان دار منظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے آڈیو اور وڈیو، دونوں کی کارکردگی کا تسلی بخش ہونا ضروری ہے۔ ایک طرح سے میں اس وقت ادھورا تھا لہٰذا میری تشفی و تسکین کی رسائی بھی ادھوری تھی۔ میں ساحل اور اس کے گرد و نواح کو تو تصور کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا مگر وہاں کے صوتی اثرات مجھ تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ یہ خوشبو سے خالی کسی گل کو دیکھنے کے مترادف تھا!

وہ ایشیائی لڑکی برتن سمیٹ کر وہاں سے جانے لگی تو میں نے اس کو وقتی طور پر چھوڑ کر اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ ساحل اس وقت ربڑی موٹے ہائیکن کی قید میں تھی۔ اس کے، قید سے آزادانہ حرکت کرنے کے امکانات صفر کے برابر تھے لیکن ایٹینڈ کرنے والی یہ لڑکی کسی بھی وقت اس رہائش گاہ سے جا سکتی تھی۔ میں نے اس سے ایک مضبوط امید باندھ لی اس کا سایہ بن کر تصور میں اس کے ساتھ ساتھ موو کرنے لگا۔ اسے چھوڑنے کا مطلب تھا، منزل کا نشان کھو دینا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد میری امید بر آئی۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ لڑکی ایک کثیر المنزلہ عمارت سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ اس نے سڑک پر رک کر دائیں بائیں دیکھا۔ یہ کیسے ممکن تھا، میں ''دیکھنے'' سے باز رہتا۔ میں نے بڑی شاطر نظر سے سڑک کی دونوں جانب کا جائزہ لیا۔ یہاں سے وہاں تک مجھے فلک بوس عمارتوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ میں کسی عمارت پر آویزاں بورڈ کو ڈھونڈنے لگا۔ ڈھونڈ کر پڑھنے کے لیے تصور کی نگاہ کو زحمت دے ہی رہا تھا کہ میرا ٹارگٹ حرکت میں آ گیا۔ اس لڑکی نے میکانکی انداز میں فٹ پاتھ پر ایک طرف پیدل چلنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے اپنی توجہ کو مرکز کر کے ٹارگٹ کے تعاقب میں لگا دیا۔ مشکل سے پچاس فٹ پیدل چلنے کے بعد وہ فٹ پاتھ پر سڑک کے کنارے رک گئی۔ اس نے ایک دیوہیکل عمارت پر نگاہ ٹیک لگائی اور انتظار کی سی کیفیت میں کھڑی ہو گئی۔ فٹ پاتھ کے بیچ استادہ وہ مجسمہ مجھے عجیب سا لگا۔ میں اندرونی تجسس کے باعث اس مجسمے کا تفصیلی تصوراتی جائزہ لینے پر مجبور ہو گیا۔

وہ کانسی سے تیار کیا گیا کسی طاقت ور سانڈ کا مجسمہ تھا۔ بنانے والے نے اس پر بڑی محنت کی تھی۔ لگتا تھا جیسے وہ سچ مچ کا کوئی برہم سانڈ ہو۔ دہانہ کھلا ہوا، نتھنے پھولے ہوئے اور اسٹانس ایک دم ٹکر مارنے والا، خوفناک نکیلے سینگ اوپر کو اٹھے ہوئے!

اس غضب ناک سانڈ کا معائنہ کرتے ہوئے میں چند لمحات کے لیے اپنے ٹارگٹ سے غافل ہو گیا تھا۔ جو دوبارہ پلٹ کر اس کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ غائب تھی۔ اسی وقت تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک کار جاتی ہوئی دکھائی دی۔ کار کا انداز اور رفتار بتاتے تھے کہ اس مقام پر رکنے کے بعد وہ آگے بڑھی ہے۔ میں نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اندازہ لگا لیا کہ میرا ٹارگٹ، وہ لڑکی اس کار میں بیٹھ کر کہیں گئی تھی۔

میں دور جاتی ہوئی کار کو اپنے تصور کے فریم میں لانے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ میرا تصور کرچی کرچی ہو گیا۔ اسی لمحے راکیل کی وحشت زدہ آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''وجدان! تمہیں کیا ہو رہا ہے..... آنکھیں کھولو..... تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' وہ پکارنے کے ساتھ ہی بازو سے پکڑ کر مجھے جھنجوڑ بھی رہی تھی۔

میں نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں۔ میں ہنوز کرسی پر نیم دراز تھا اور راکیل بڑی تشویش ناک حالت میں مجھ پر جھکی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے چہرے کو میرے اتنے نزدیک کر رکھا تھا کہ میں نے اس کی چڑھی ہوئی سانسوں کی ریشمی تپش کو اپنے گالوں اور ہونٹوں کا مساج کرتے ہوئے محسوس کیا۔ اس کا زرخیز سینہ کسی دھونکنی کا عمل دہرا رہا تھا۔

میں پلک جھپکتے میں سمجھ گیا، راکیل کی یہ حالت میرے چہرے کے تیزی سے بدلتے ..... بلکہ بگڑتے ہوئے تاثرات

کے سبب ہوئی تھی۔ اپنے ٹارگٹ کو غائب پا کر میں بڑی ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو گیا تھا اور راکیل نے میرے چہرے کی حالت کو نوٹس کر لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا، وہ ان لمحات میں بستر پر نہیں بلکہ میرے آس پاس ہی موجود تھی، تبھی میرے چہرے کا تغیر و تبدل اس کی نظر میں آ گیا ورنہ وہ بستر تو میری پشت پر تھا۔

یہ اندازے اور خیالات سیکنڈ کے دس ویں حصے میں میرے ذہن سے گزرے، اگلے ہی لمحے میں راکیل کی جانب متوجہ ہو گیا۔ وہ کرسی کے ہتھوں پر ہاتھ ٹکائے ایک طرح سے مجھ پر سوار تھی۔ میری آنکھوں میں بڑی تشویش ناک انداز میں جھانکتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''تمہیں کیا ہو گیا تھا وجدان۔ تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے، تم سخت تکلیف میں ہو۔ کیا تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا؟''

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے الٹا اس سے سوال کر ڈالا ''کیا مین ہیٹن کی کسی فٹ پاتھ پر کسی سائنڈ کا مجسمہ نصب ہے..... بہت ہی شان دار کاسی کا مجسمہ؟''

وہ میرے اس غیر متعلق سوال پر تعجب بھری نظر سے مجھے تکنے لگی پھر سیدھی کھڑی ہوتے ہوئے بولی ''یقیناً تم نے کوئی الٹا سیدھا خواب دیکھ لیا ہے۔ آج پتا نہیں، مین ہیٹن کیوں تمہارے ذہن پر سوار ہے!''

میں نے گمبھیر لہجے میں کہا ''تم میرے سوال کا جواب دو۔ تمہیں مین ہیٹن کے بارے میں اپنی معلومات پر بڑا فخر ہے نا.....!''

وہ چند لمحے ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر چونک اٹھی۔ یہ چونکنا اس کے کسی فوری خیال کا نتیجہ تھا۔ اضطراری انداز میں اس نے کہا۔

''ہاں، ایسا ایک مجسمہ وال اسٹریٹ کی فٹ پاتھ پر نصب تو ہے مگر..... تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟''

میں ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا ''وال اسٹریٹ مین ہیٹن میں کس طرف واقع ہے؟''

''وال اسٹریٹ، فنانشل ڈسٹرکٹ میں ہے۔ یہ ڈاؤن ٹاؤن میں مین ہیٹن میں آتا ہے۔ تم نے سائنڈ کے جس مجسمے کے بارے میں پوچھا ہے وہ ''دی برونز بل آف وال اسٹریٹ'' کہلاتا ہے۔ اسے مستحکم امریکی معیشت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر سوال کر سے باز نہ آئی۔

''وجدان! یہ اچانک تمہیں برونز بل کا خیال کیسے آ گیا؟''

اس سے پہلے کہ میں اسے ٹالنے کے لیے الفاظ کا انتخاب کرتا، ہٹ کے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز ابھریں۔ میری رگ رگ سے گہری تشویش دوڑ گئی۔ راکیل نے بھی دہشت بھری نظر سے مجھے دیکھا۔ ہٹ کے باہر کوئی گڑبڑ ہو گئی تھی۔

پھر وہ گڑبڑ ہٹ کے احاطے کے اندر داخل ہو گئی۔ چیانگ کو کسی شخص سے ٹکرار کرتے ہوئے سنا۔ وہ دو مقامی زبان میں بہ آواز بلند بول رہے تھے۔ ان کے الفاظ اتار چڑھاؤ بتاتا تھا، وہ لوگ اندر کمروں تک رسائی حاصل چاہتے ہیں اور چیانگ ان کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار رول ادا کر رہا ہے۔

میں کرسی سے نکل کر کسی عملی اقدام کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کمرے کے باہر کوئی گن گرجی۔ ایک خطرناک برسٹ کی آواز، خاموش فضا کو تار تار کر گئی۔ فائرنگ کی مخصوص تڑتڑاہٹ میں ایک انسانی چیخ بھی بلند ہوئی۔

میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا، وہ دردناک چیانگ کی تھی یا اس کے کسی مخالف کی۔ اس چیخ کے ساتھ میری کرسی سے اٹھنے کی کوشش بھی ناکام ..... ہو گئی کیونکہ لمحے راکیل بڑے بے اختیار انداز میں، میری آغوش میں آ گری تھی۔

راکیل کا پورا بدن کسی دہشت زدہ ہرنی کے مانند کانپ رہا تھا۔ میں نے بے ساختہ اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ اگلے کمرے کے باہر، برآمدے میں ایک خوفناک دھماکا ہوا۔

اس دھماکے کی آواز ایسی زناٹے دار تھی کہ مجھے سماعت رخصت ہوتی محسوس ہوئی۔ میں نے بڑی سرعت سے راکیل کو خود سے الگ کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے بدن کو میرے وجود میں پیوست کر لیا جیسے خدشہ ہو کہ اگر سے جدا ہوئی تو اس کے سینے سے سانس جدا ہو جائے گی۔ لمحات میں، میں اس کے لیے آکسیجن کا سلینڈر بن گیا تھا۔

میں اسے اپنی آغوش میں بھر کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ کمرے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور دو گن بردار بھرا مار کرتے پھر ان کی گنیں ہماری سمت اٹھ گئیں!

ان کے ہاتھوں میں کھلونا گنیں نہیں تھیں جو محض دھمکانے کے لیے انہوں نے ہم پر تان لی ہوں۔ وہ اصلاً نسلاً ہلاکت خیز ہتھیار تھے تاہم گن بردار افراد نے ٹریگرز پر جمی اپنی انگلیوں کو زحمت دینے میں تھوڑا تکلف برتا ہم پر نگاہ پڑتے ہی لمحے بھر کو ٹھٹکے پھر ایک نے خون خوار نظر سے میری جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا ''تمہارا تیسرا ساتھی کہاں ہے؟''

''کیا دو سے کام نہیں چلے گا؟'' میں نے الٹا اسی سے پوچھ لیا۔

اس دوران میں میرا ذہن دشمنوں کو ناپنے تولنے میں تیزی سے مصروف تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بے دریغ فائرنگ نہ کر کے انہوں نے یہ تو ثابت کر دیا تھا کہ وہ ضروری پوچھ تاچھ سے پہلے ہمیں ٹھکانے لگانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ ایک خوش آیند اور عمل پر اکسانے والی بات تھی۔

''بکواس بند کرو۔'' دوسرا گن بردار چیخا ''تم سے جو پوچھا جا رہا ہے صرف اس کا جواب دو۔''

وہ لوگ انگریزی میں بات کر رہے تھے تاہم ان کے لب و لہجے سے گنوار پن جھلکتا تھا۔ میں انہیں باتوں میں الجھا کر ایکشن کا موقع نکالنا چاہتا تھا۔ وہ دونوں کھلے ہوئے دروازے کے اندر کھڑے تھے جب کہ میں راکیل کو اٹھائے کرسی کے نزدیک موجود تھا۔ ہمارے درمیان وہ بیڈ حائل تھا جس پر تھوڑی دیر پہلے میں نے لگ بھگ پانچ گھنٹے نیند لی تھی۔

میں نے چہرے سے کوئی گھبراہٹ ظاہر نہ ہونے دی۔ اگر انہوں نے ڈائیلاگ کا دروازہ کھول ہی دیا تھا تو اس سے فائدہ اٹھانا لازم ہو گیا تھا۔ میں نے بہ آہستگی راکیل کو کرسی کے اندر ڈالا اور کھڑے ہوتے ہوئے معتدل لہجے میں کہا۔

''یقیناً تم لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارا کوئی ساتھی نہیں۔ ہم صرف دو ہی ہیں۔''

ان میں سے ایک اپنی گن کو بڑے خطرناک انداز میں لہراتے ہوئے بولا ''تم ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ ہم بالکل صحیح جگہ پر آئے ہیں۔ جلدی بدل کر اگر ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہو تو تم سنگین غلطی کر رہے ہو۔ اپنے تیسرے ساتھی کے بارے میں شرافت سے بتا دو ورنہ تم دونوں کو چھلنی کرنے کے بعد ہم تمہارے ساتھی کی تلاش میں نکلیں گے۔ میں تین تک گنوں گا۔ اگر تم نے اپنی زبان نہ کھولی تو سمجھ لو ہماری گنز کے دہانے کھل جائیں گے۔''

ان کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ شنی مونگا سے تعلق رکھتے تھے۔ جلدی بدلنے کا حوالہ انہیں سمجھنے کے لیے کافی تھا۔ اتنی شدومد اور وحشیانہ انداز میں شنی مونگا ہی ہمیں تلاش کر سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا، ان میں کوئی شنی مونگا بھی ہے یا یہ لوگ اس کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلیاں ہیں!

میں نے ایک رسک لیتے ہوئے گہری چال چلی اور ان میں سے ایک گن بردار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم میں سے شنی مونگا کون ہے؟''

یہ ایک انتہائی خطرناک سوال تھا۔ انہوں نے بڑی معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا ''تمہیں شنی مونگا سے کیا کام ہے؟''

''اس کا مطلب ہے تم میں سے کوئی شنی مونگا نہیں۔'' میں نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا ''تم محض اس کے پالتو کتے ہو۔ مجھے شنی مونگا سے جو کام ہے، وہ تمہیں نہیں بتایا جا سکتا!''

بات ختم کرتے ہی میں نے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے گرا دیے۔ گنز کے نشانے پر آتے وقت تو میرے دونوں ہاتھ راکیل کے ساتھ مصروف تھے لیکن اسے کرسی پر ڈالنے کے بعد میں نے گن بردار افراد کی تسلی کے لیے خود کو رضا کارانہ طور پر ''ہینڈز اپ'' کر لیا تھا۔

میری زبان سے اپنے لیے ذلت آمیز کلمات سن کر ایک گن بردار تلملا اٹھا اور اس نے ہاتھوں میں دبی ہوئی گن کو اس انداز میں حرکت دی جیسے ایک برسٹ مار کر میری دھجیاں بکھیرنے کا ارادہ رکھتا ہو لیکن دوسرے گن بردار نے اسے اس کوشش سے پہلے ہی روک دیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے اکھڑ لہجے میں مستفسر ہوا۔

''تمہیں شنی مونگا سے جو کام ہے، ہمیں بتا دو۔ تمہارا پیغام شنی مونگا تک پہنچا دیا جائے گا لیکن..... تمہاری موت کے بعد!'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کیا ''ہینڈز اپ!''

اس گفتگو کے دوران میں میرا ذہن میدانِ جنگ کا نقشہ تیار کر چکا تھا۔ میں نے اس کے حکم پر ایک مرتبہ پھر اپنے ہاتھ ''اپ'' کر دیے اور متاسفانہ انداز میں کہا۔

''میں دراصل شنی مونگا کو اپنے تیسرے ساتھی کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔''

''آ گئے ناپٹری پر؟'' اس گن بردار نے زہر خند لہجے میں کہا جو چند لمحے پہلے مجھے شوٹ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

دوسرا اضطراری انداز میں پوچھ بیٹھا ''تمہارا تیسرا ساتھی کہاں ہے.....؟''

میں نے بڑی سرعت سے ان کے عقب میں دیکھا اور اس کے ساتھ ہی کہا ''وہ رہا..... تمہارے پیچھے .....''

انہوں نے بے ساختہ میری نگاہ کے تعاقب میں پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ میرے لیے یہ مہلت بہت کافی تھی۔

میں نے اپنی جگہ سے کسی چیتے کے مانند ایک زقند بھری اور بیڈ کو عبور کر کے گن بردار افراد کے قدموں میں پہنچ گیا۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں پیش آیا تھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے والوں کو اگلے ہی لمحے اپنے بے وقوف بن جانے کا احساس ہو گیا۔ وہ بڑے جارحانہ انداز میں اپنی گنز سمیت پلٹے اور مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی..... میں اب وہاں نہیں رہا تھا جدھر ان کی گنز اٹھی تھیں۔

میں ان کے قریب پہنچ کر کسی مٹی کے مادھو کی طرح کونا پکڑ کر خاموش نہیں بیٹھ گیا تھا۔ بے وقوف بننے کے بعد وہ جس نوعیت کا ردِعمل ظاہر کر سکتے تھے اس کا مجھے بہ خوبی اندازہ تھا۔ وہ پلٹ کر مجھے گولیوں سے بھوننے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتے..... اور انہوں نے ایسی ہی کوشش کی تھی۔

میں نے ان کی کوشش ناکام... بنادی۔ میں چھلانگ لگانے کے بعد جیسے ہی ان کے نزدیک فرش پر پہنچا' میں نے اپنے کندھے فرش پر ٹکا کر ایک جھٹکے سے دونوں ٹانگوں کو ہوا میں بلند کر دیا۔ پھر میں نے کمر کی ٹوئسٹ کے سہارے اپنی ٹانگوں کو کسی سیلنگ فین کے بلیڈز کے مانند تیزی سے گھما دیا۔ نتیجہ میرے حسبِ منشا برآمد ہوا۔

ان دونوں کی میری سمت اٹھی ہوئی گنز پر میرے پاؤں کی شدید ٹھوکریں پڑیں۔ فائرنگ کے زاویے پلک جھپکنے میں تبدیل ہو گئے۔ وہ جو ایک سوا سی ڈگری پر برسٹ مار کر میرے وجود کو ادھیڑ ڈالنا چاہتے تھے' ہٹ کر دیواروں اور چھت پر گولیاں برسا کر رہ گئے۔

اس ناکامی نے انہیں میری لوکیشن سے آگاہ کر دیا تھا۔ انہوں نے بڑے بپھرے ہوئے تیوروں کے ساتھ میری طرف رخ کیا لیکن میں اب انہیں گنز کے استعمال کا کوئی موقع نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے بجلی کی سی تیزی سے ایک ہینڈ پش اپ لگایا اور کسی اسپرنگ کے مانند اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت میں ان دونوں کے درمیان تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی گنز کو مجھ پر آزماتے' میں نے بڑی تیزی سے ایک کے پیٹ میں فرنٹ پش کک ماری' پھر ایک قدم پیچھے آتے ہوئے دوسرے کے تھوبڑے پر وہیل کک جڑ دی۔ میں نے یہ دونوں کک مکس کی انداز میں چلائی تھیں لہٰذا وہ ان ٹھوکروں کی زد میں آ گئے۔ وہ شاید مجھ سے ایسی تیزی اور طراری کی توقع نہیں رکھتے تھے!

پیٹ میں فرنٹ کک کا نذرانہ وصول کرنے والا بیک گیئر میں پیچھے کو گیا اور بے طرح اس کرسی سے جا ٹکرایا میں نے راکیل کو بٹھایا تھا۔ کرسی اس شخص کے دھکے گئی اور وہ راکیل کے ساتھ غلط ملط ہو کر رہ گیا۔ اس نتیجے میں راکیل کے حلق سے ایک وحشت ناک چیخ ہوئی۔ وہ کرسی میں سے نکل کر کافی دور جا گری تھی۔

میں نے تشویش بھری نظر سے راکیل کو دیکھا اور مجھے قدرے اطمینان ہو گیا کہ مجھ سے تو اضع کروانے ہو گیا تھا۔ کرسی کی سمت جاتے ہوئے گن اس کے ہا نکل کر کہیں اِدھر اُدھر ہو گئی تھی۔ میں اپنے مدِمقابل کی متوجہ ہو گیا۔

مجھ سے تھوبڑا سنکوانے والا بڑا برہم تھا۔ اس تین جھٹکے دے کر خود کو سنبھالا اور گن سیدھی کرتے بڑے جارحانہ انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوا۔ یہ حملہ فائر مشتمل تھا۔ میں نے ٹریگر دبنے سے پیش تر ہائی جمپ اس کے اوپر سے ہوتے ہوئے عقب میں پہنچ گیا۔

وہ جھنجلا کر پیچھے مڑا اور میں نے اس کی جھنجلاہ تینگے لگا دیے۔ میری ایک برق رفتار ہاف کک اس کی گئی۔ ہاف کک میں فل کک سے دوگنا طاقت ہوتی اس کے ہاتھ سے اس طرح فضا میں اچھلی جیسے کسی کے ہاتھ سے وقت نکل جاتا ہے!

اس کے دونوں ہاتھ دہائی دینے والے انداز ہوئے۔ میں نے اسی لمحے بیٹھتے ہوئے ایک بیک سوئپ اس کے قدم اکھڑ گئے اور وہ منہ کے بل نیچے آ رہا۔ زمین پر پہنچا' میں نے اس کی پشت پر ایک جھٹکے جرک کک رسید کر دی۔

وہ اپنی تشریف پر تصدیقی مہر ثبت کروانے حرکت میں آیا اور ''حرکت میں برکت'' کے اصول کرتے ہوئے بیڈ کے وزنی پائے سے جا ٹکرایا۔ میں تک اس کی جو درگت بنائی تھی یہ اس میں ایک شاندار اضافہ تھا۔

اس کے حلق سے ایک درد ناک چیخ برآمد ہوئی دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ تھام کر فرش پر لوٹ پوٹ لگا۔ میں نے اسی لوٹ پوٹ حالت میں اسے ایک کک ماری اور دور لڑھکا دیا۔ وہ بے ترتیب رول ہوئے اپنے ساتھی کے قریب پہنچ گیا۔

اسی لمحے مجھے راکیل کے ہاتھ میں گن دکھائی دی تسلی بخش سانس میرے سینے سے خارج ہوئی۔ اس سے پٹنے والے مسلح شخص کے ہاتھ سے نکلنے والی گن

کرلیا تھا اور اپنے قریب پڑے ہوئے نہتے شخص کو نشانے پر رکھے کھڑی تھی۔ اس موقع پر راکیل نے خاصی حاضر دماغی کا ثبوت دیا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر زمین پر پڑے ہوئے شخص کو کالر سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ میں اس سے چند سوالات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس موقع پر اس نے بڑی عجیب حرکت کی۔ اس نے بڑی سرعت سے اپنی گردن کو جھٹکا دیا اور کسی وحشی درندے کے مانند جبڑے کھول کر میری کلائی میں دانت پیوست کرنے کی کوشش کی۔ ''کوشش'' کا لفظ اس لیے کہ میں نے اسے اس نسوانی حرکت میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

میں نے اس کے کالر کو چھوڑتے ہوئے ایک گھٹنا اس کے آگے بڑھے ہوئے تھوبڑے پر رسید کیا۔ نرم ہڈی کے مجروح ہونے کی دھیمی سی مخصوص آواز پیدا ہوئی اور وہ شخص ذبح ہوتے ہوئے بیل کے مانند ڈکرانے لگا۔ وہ قربانی کا بیل نہیں تھا لہٰذا صبر و برداشت اسے چھو کر نہیں گزرا تھا۔

میں نے ایک گھٹنے پر بس نہیں کی۔ چار پانچ نیچی لگس لگا تار اس کے منہ' سینے اور پیٹ پر رسید کردیں۔ ان ٹھوکروں میں ایک جنون بھرا ہوا تھا۔ مضروب شخص چاروں خانے چت ہوکر ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔

میں نے راکیل سے مخاطب ہوتے ہوئے گمبھیر لہجے میں کہا ''یہ بدبخت تمہاری صنف سے تعلق رکھتا ہے۔ تم ہی اس کی خاطر مدارات کرو۔'' اس شخص نے خالص زنانہ انداز میں میری کلائی کو چبانا چاہا تھا۔

میرا اشارہ پاکر راکیل بھوکی شیرنی کے مانند آگے بڑھی اور گن کو کسی لٹھ کے بہ طور استعمال کرتے ہوئے زمین بوس شخص کی ہڈیوں کی مزاج پرسی کرنے لگی۔ یہ منظر بڑا دلچسپ اور تفریحی تھا۔ پٹنے والا شخص بری طرح بلبلا رہا تھا اور راکیل کسی سوامن کی پھرتیلی دھوبن کے انداز میں اس کے کپڑوں کو جسم سمیت کوٹ کوٹ کر اجلا کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد دوسرے شخص کی جانب بڑھ گیا۔

اس کا چہرہ بڑا بھیانک منظر پیش کررہا تھا' چہرے کے ایک ایک حصے سے وحشت برستی تھی۔ بیڈ کے وزنی پائے سے ہونے والے ٹکراؤ نے اس کے منہ ناک سے خون چھڑا دیا تھا۔ اس کا خون انکشاف بانہ چیخ چیخ کر اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ زبان کے کٹاؤ کے علاوہ اس کے چند دانت بھی اپنے مسکن کو چھوڑ چکے تھے۔ ایک ہی نظر میں میں نے اس کا تنقیدی جائزہ لے لیا۔ وہ اب کسی قسم کی مزاحمت کے قابل نہیں رہا تھا۔ یہی بہت تھا کہ وہ زندہ تھا..... اور اپنے کیے پر خجل شرمندہ تھا!

اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے راکیل کی جانب دیکھا۔ اس نے مار مار کر اپنے شکار کا بھرتا بنا لیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ہاتھ روک لو گارشیا! یہ کہیں جان ہی سے نہ گزر جائے۔''

''ڈسلوا یہ لوگ ہماری جان لینے آئے تھے۔'' وہ بپھرے ہوئے لہجے میں بولی ''ذرا ان کو تو پتا چلے جان کیسے نکلتی ہے!''

حملہ آوروں کا خیال تھا' ہم نے میک اپ کے ذریعے اپنے حلیے تبدیل کررکھے ہیں ورنہ ایک سو ایک فی صد ہم وہی لوگ ہیں جنہوں نے اغوا کنندگان کے پکے پکائے حلوے میں مٹھی بھر مرچ ڈال دی تھی۔ وہ جب ہمیں شتی مونگا اغوا کنندگان کا دشمن سمجھ ہی رہے تھے تو پھر احتیاط کا تقاضا تھا' ہم ایک دوسرے کو انہی ناموں سے پکاریں جو ٹی ڈیا اے کے مسافروں کی حیثیت سے ہمارے تھے۔ ڈسلوا' گارشیا اور یوآن ماؤ!

ویسے میں نے جب راکیل کو گارشیا کے نام سے پکارا تو اسی لمحے میرے ذہن میں ایک اچھوتا آئیڈیا بھی آیا تھا اس آئیڈیا کے مندرجات واضح نہیں تھے تاہم ذہن کو سوچ کے لیے ایک روزن مل گیا تھا اور..... اس نے اپنا کام شروع کردیا تھا۔

میں نے راکیل سے کہا ''یہ بھلے ہماری جان کے دشمن سہی مگر ہم ان کے غلیظ خون سے اپنے ہاتھ آلودہ نہیں کریں گے۔ ان کا زندہ رہنا بہت ضروری ہے' کیونکہ ان کی جانیں ہمارے کام آنے والی ہیں۔''

راکیل نے میرے اس معنی خیز پیرائے کے جواب میں کوئی سوال نہیں کیا۔

میں نے مزید کہا ''ویسے مجھے امید تو نہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی گڑبڑ کی کوشش کرے تاہم تم انہیں گن پوائنٹ پر رکھنا۔ اگر کوئی ہیرو بننے کے موڈ میں دکھائی دے تو ہاتھ پاؤں چھلنی کرکے رکھ دینا۔ میں ذرا باہر کی صورتِ حال کا جائزہ لے آتا ہوں۔''

راکیل نے اثبات میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا اور میں سونت کر کھڑی ہوگئی۔

میں تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ جس وقت میں کمرے کے اندر ان دو گن بردار افراد سے نبرد آزما رہا' باہر مکمل سناٹا طاری رہا تھا اور یہ خاصی تشویشناک بات

تھی۔ یہ گمبھیر صورتِ حال بہت سے معنی خیز اشارے کررہی تھی۔ چیانگ کی مسلسل خاموشی' زنانے دار دھماکا' فائرنگ کی مخصوص تڑتڑاہٹ' انسانی چیخ..... وغیرہ وغیرہ! میرا ذہن شدید الجھن کا شکار تھا۔

بیڈروم کے باہر کسی گڑبڑ کا احساس ہوتے ہی میں نے چیانگ اور حملہ آوروں میں تکرار کی آواز سنی تھی۔ اس کے بعد ہی کوئی گن گرجی تھی۔ اس کی گرج میں انسانی چیخ بلند ہوئی اور پھر ساعت شکن دھماکا!

میں انہیں تشویش ناک خیالات کو ذہن میں بٹھائے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آگیا اور پھر وہاں کے منظر نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ چیانگ کا جسم مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا۔ برآمدے کے آخری سرے پر ایک شخص کی لاش نظر آرہی تھی۔ وہ شخص مقامی تھا اور یقینی طور پر حملہ آوروں کا ساتھی!

مجھے یہ سمجھنے میں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ حملہ آوروں کا تیسرا ساتھی چیانگ کی فائرنگ سے ہلاک ہوا تھا اور..... چیانگ کے وجود کے دھجیاں بکھیرنے والا ان دو افراد میں سے کوئی ایک تھا جو کسمپرسی کی حالت میں اندر بیڈروم میں راکیل کا ٹارگٹ بنے ہوئے تھے۔

چیانگ کے حسرت ناک انجام نے مجھے ملول کردیا۔ اس نے ہماری حفاظت میں اپنی جان دے دی تھی۔ میرے ذہن میں یک بہ یک وہ ساعت شکن دھماکا گونج اٹھا' چیانگ کو کسی دستی بم سے اڑایا گیا تھا۔ اس غیر تیکنیکی حرکت سے حملہ آوروں کی نفسیات جھلکتی تھی۔ وہ بہت ہی اجڈ اور وحشی مزاج کے حامل تھے۔ خدا کا شکر تھا ان کی وحشت ہم تک پہنچنے سے پہلے سوالات کی سرائے میں لمحاتی قیام کربیٹھی تھی ورنہ پتا نہیں کیا ہوجاتا!

میری زندگی میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ میرے اور موت کے درمیان فاصلے مٹ گئے لیکن وہی بات ہے' جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ بہرحال چیانگ کی المناک موت کا مجھے دلی رنج ہوا اور میں بوجھل قدموں کے ساتھ واپس کمرے میں آگیا۔ تقدیر کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ اس ایثار پیشہ محافظ کی موت اسی طرح لکھی تھی!

آئندہ پندرہ منٹ کے اندر میں نے ہٹ میں سے تھوڑی کوشش کے بعد ایک مضبوط رسی تلاش کی پھر راکیل کی مدد سے مغلوب افراد کو میں نے واش روم میں پہنچا دیا۔ انہیں اوندھے منہ ترتیب دینے کے بعد میں نے نائیلون کی رسی کی مدد سے کس کر باندھ دیا۔ میں نے بندشیں لگاتے وقت اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ان کی آزادی حاصل کرنے کی کوئی کوشش بارآور نہ ہوسکے۔ اگر وہ میری لگائی ہوئی گرہوں کو کھولنے کے لیے جسمانی طاقت صرف کرتے تو وہ گرہیں اور مضبوط ہوجاتیں۔

واش روم کے دروازے کو باہر سے کنڈی لگانے کے بعد میں نے راکیل سے کہا ''تم اپنا بیگ کھول لو اور میک اپ والا باکس نکال کر شروع ہوجاؤ۔''

ہم نے میک اپ کا ضروری سامان راکیل کے بیگ میں رکھا تھا۔ ایک خوبصورت اور فیشن ایبل عورت ہونے کے ناتے اس کے پاس وہ سامان دیکھ کر کسی کو کوئی شک نہیں ہوسکتا تھا۔ ہم نے ایسی منتخب کاسمیٹکس کا ذخیرہ کیا تھا جو ہماری ضرورت کے عین مطابق ہو۔ میں نے اپنے ذہن میں ابھرنے والے اچھوتے آئیڈیا کے پیش نظر راکیل کو وہ ہدایت دی تھی۔ اس حوالے سے میرے ذہن میں ایک واضح نقشہ ترتیب پاچکا تھا۔

راکیل نے الجھن زدہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا اور بولی ''میں سمجھ نہیں سکی۔ کیا شروع ہوجاؤں؟''

''جتنی جلدی ممکن ہوسکے تمہیں گارشیا بننا ہے۔'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''اور مجھے ڈسلوا۔ ہم دونوں دوست ہیں جن کا تعلق وانشگٹن کے علاقے سیٹل سے ہے۔''

''اوہ!'' اس نے ایک طویل سانس خارج کی پھر پوچھا ''اور ڈاکٹر مونگ.....؟''

میں نے جواب دیا ''جب تک ڈاکٹر مونگ ریفوشے واپس آتا' ہم اپنے مبینہ حلیوں میں آچکے ہوں گے۔ پھر اسے بھی یوآن ماؤ بننا پڑے گا۔''

''میں محسوس کررہی ہو' تم کوئی سنسنی خیز پلاننگ کرچکے ہو!'' وہ بیگ کھول کر بیوٹی باکس باہر نکالتے ہوئے بولی۔

''تم بالکل ٹھیک محسوس کررہی ہو۔'' میں نے مختصر جواب دینے پر اکتفا کیا۔

ہم اس وقت اسی کمرے میں تھے جہاں تھوڑی دیر پہلے معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ زیرِ حراست دونوں دشمنوں کو میں نے دوسرے کمرے کے واش روم میں قید کیا تھا۔ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ان دونوں کی سماعت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی تھی۔

دورانِ میک اپ ــــ راکیل نے کہا ''وجدان! یہ کیسی عجیب بات ہے جب ہم اپنے اصلی حلیے میں تھے تو حملہ آوروں نے ہمیں میک اپ میں سمجھا اور جب ہم نے اپنا میک اپ اتارا تھا تو ہانگ چو اپنی دانست میں' ہمیں میک اپ میں دیکھ

کر حیران رہ گیا تھا!''

''ہم جس راہ کے مسافر ہیں اس میں گام بہ گام ایسی عجیب وغریب صورتِ حالات سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''حالات وواقعات کا زاویہ بدل جائے تو تجزیے کے نتائج میں بھی ایک واضح تبدیلی آجاتی ہے۔'' ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد میں نے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''زمین پر کھڑے ہوکر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائیں تو چاند ہمیں اوپر دکھائی دیتا ہے جب کہ چاند کی سطح پر کھڑے ہوکر اگر زمین کا مشاہدہ کیا جائے تو وہ بھی آسمان پر ٹھہری نظر آتی ہے۔ زاویۂ نظارہ (پوائنٹ آف ویو) کی تبدیلی سے مشاہدے کے نتائج خود بہ خود بدل جاتے ہیں۔''

وہ اپنے میک اپ کو فائنل ٹچ دیتے ہوئے بولی ''پتا نہیں ان منحوسوں نے ہمارا سراغ کیسے لگالیا جب کہ ہماری صورت شکل میں نمایاں ''تبدیلی'' موجود تھی!''

''یہ لوگ ہمارے حلیوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں نہیں پہنچے ہوں گے۔'' میں نے بھی میک اپ کو اختتام کی طرف لاتے ہوئے کہا ''اگر ایسی بات ہوتی تو یہ لوگ رات کے ابتدائی حصے میں ہی ہمیں چھاپنے کی کوشش کرتے' ہمیں اتنی مہلت ہرگز نہ دیتے۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا تاہم میرا اندازہ ہے ایک دور دراز اور غیر آباد ہٹ کو آباد ہوتے دیکھ کر یہ ہماری طرف متوجہ ہوئے ہوں گے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا ہوگا کہ تین غیر مقامی افراد رات کو یہاں آئے ہیں تو انہیں اس ''قیام'' سے تشویش ہوئی ہوگی۔ ازاں بعد چیانگ کی مزاحمت نے ان کے شک کو یقین میں بدل دیا ہوگا۔ جن تین افراد کی انہیں تلاش ہے' وہ ہم ہی ہیں۔ بہرحال فی الحال حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

وہ بیزاری سے بولی ''ان شیطانوں پر لعنت بھیجو۔'' پھر اس کی آواز بھرا گئی ''مجھے چیانگ کی موت کا سخت افسوس ہے۔''

میں نے راکیل کو چیانگ کی ''کیفیت'' سے آگاہ کردیا تھا تاہم اس نے چیانگ کی لاش کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چیانگ کی موت کا مجھے بھی بہت افسوس تھا لہٰذا کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے میں خاموش ہی رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد راکیل نے کہا ''یہاں اچھی خاصی فائرنگ ہوئی ہے اور ایک بم بھی بلاسٹ ہوا ہے لیکن ابھی تک کوئی شخص اس طرف متوجہ نہیں ہوا!''

''مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔'' میں نے تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''ہوسکتا ہے یہاں اریب قریب میں ہمارے سوا اور کوئی موجود ہی نہ ہو۔''

''قانون کے محافظوں کو تو اس واقعے کا نوٹس لینا چاہیے تھا!''

میں نے کہا ''پندرہ ہزار نفوس کی کل آبادی میں قانون کے محافظ بھی گنتی ہی کے ہوں گے اور رات کے آخری پہر ممکن ہے وہ لوگ گہری نیند میں ہوں۔ اس جزیرے زوناراآئی لینڈ کا رقبہ ایک سو تیس مربع میل ہے لہٰذا آبادی خاصی چھدری ہوگی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے اس ہٹ سے میلوں کے فاصلے تک کوئی قانون کا رکھوالا یا چوکی موجود ہی نہ ہو!''

''شاید ایسی ہی بات ہے۔'' وہ شانے اچکاتے ہوئے بولی پھر گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے مجھ سے پوچھا ''جدعان! تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے ایک لمحے کے لیے اس کی گہری نیلی آنکھوں میں جھانکا پھر سنجیدہ لہجے میں کہا ''ہم دونوں ڈی ڈبلیو اے کے مسافروں' گارشیا اور ڈسلوا کا روپ دھار چکے ہیں۔ ڈاکٹر مونگ بھی واپسی پر یوآن ماؤ کا حلیہ اختیار کرے گا۔ ہم تینوں گزشتہ صبح چہل قدمی کے ارادے سے ہوٹل ائرپورٹ سے نکلتے ہیں۔ پانچ منٹ بعد نیوز اسٹینڈ کے قریب ہمیں چند اجنبی افراد گھیر لیتے ہیں پھر گن پوائنٹ پر ہمیں مجبور کرکے وہ اس ہٹ میں لے آتے ہیں اور ہمیں ایک کمرے میں قید کردیا جاتا ہے۔'' میں ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے رکا۔ راکیل بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ہم ان افراد کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن وہ اپنے رویے اور سلوک سے ہمارے دشمن ثابت ہوتے ہیں۔ ہم انہیں بتاتے ہیں کہ اگر انہوں نے ہمیں آزاد نہ کیا تو ہماری فلائٹ نکل جائے گی لیکن جواب میں وہ ہمیں شنی مونگا نامی کسی شخص کا حوالہ دے کر دھمکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے آنے کے بعد ہی ہماری قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ ہم اس دوران میں اپنے اندازے سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ شنی مونگا ان کی سرغنہ کا نام ہے اور وہ لوگ ہائی جیکرز کے حمایتی ہیں۔ ہماری جہاز والی کارروائی انہیں پسند نہیں آئی لہٰذا وہ ہمیں کسی سخت ترین سزا سے گزارنا چاہتے ہیں مگر انہیں شنی مونگا کی آمد کا انتظار ہے۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تک ہم تینوں ان لوگوں کے رحم وکرم پر تھے۔ اس دوران میں ہمیں نہیں معلوم زوناراآئی لینڈ پر کیا حالات پیش آچکے ہیں۔ ہماری فلائٹ اس جزیرے سے

روانہ ہو چکی ہے یا نہیں ہم نہیں جانتے۔ اس سے آگے کہانی میں ایک ٹرننگ پوائنٹ آتا ہے۔''

یہاں تک پہنچنے کے بعد میں نے ذرا توقف کیا اور سوالیہ نظر سے راکیل کو دیکھا۔ جب وہ خاموش رہی تو میں نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

''رات کے آخری پہر ان لوگوں کی تم پر یعنی گارشیا پر نیت خراب ہو جاتی ہے۔ وہ تمہیں ایک کمرے سے نکال کر دوسرے کمرے میں لے جانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے ڈسلوا اور یوآن ماؤ کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے لیکن ان لمحات میں عورت کی ہوس نے انہیں پہلے جتنا چاق و چوبند نہیں رہنے دیا۔ چنانچہ ہمیں اپنی کارکردگی دکھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ ہم فوراً ایکشن میں آجاتے ہیں اور پھر بازی پلٹ جاتی ہے۔ اس معرکے میں ان کے دو آدمی انہی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ باقی دو کو ہم بے دست و پا کر کے باتھ روم کی فرش نشینی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چیانگ اب اس دنیا میں باقی نہیں رہا لہٰذا اسے ان کا ساتھی ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم نے ان لوگوں پر کیوں کر غلبہ پایا' ہم سے یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کرے گا کیونکہ زوناآئی لینڈ والوں کو اب تک اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم نے ہائی جیکرز پر کس طرح قابو پایا تھا۔ کسی کو ہمارے تازہ ترین ''کارنامے'' پر حیرت نہیں ہوگی اور جہاں تک ان دو خبیثوں کا تعلق ہے تو ان کی کون سنے گا۔ شنی مونگا' کنگ تو ہمارا ژولا کا بھتیجا سہی لیکن اس کا شمار کنگ کے دشمن افراد میں ہوتا ہے۔ جب یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ شنی مونگا ہوئی جیکرز کا پشت پناہ ہے تو کنگ اس باغی بھتیجے کا جلوس نکال دے گا۔ ممکن ہے' کنگ کو آج تک ایسا جاندار کوئی موقع نہ ملا ہو۔ یہ موقع اسے ہم فراہم کریں گے۔ اس کے بعد ہمیں یہاں سے جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ کنگ کے خصوصی حکم سے ہمیں ہماری ہی خواہش پر مقامی ائرلائنز کی ائربس ''اے۔ تھری تھرٹی'' سے ٹھیک آٹھ بجے صبح سیٹل جانے کی اجازت مل جائے گی۔ بروس ٹولز وغیرہ کل دن میں گیارہ بجے یہاں سے روانہ ہو گئے تھے لہٰذا اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ سمپل از دیٹ!''

''دس سمپل از ویری ویٹر فل!'' وہ جوش بھرے لہجے میں بولی ''وجدان! تم تو اچھے خاصے فکشن رائٹر ہو۔ کبھی اس شعبے میں ٹرائی کی؟''

میں نے مذاق کے رنگ میں کہہ دیا ''اگر امریکا کا کوئی پبلشر موقع دے تو میں کوشش کرنے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔ میں نے سن رکھا ہے' یہاں اس کام کا بہت زیادہ معاوضہ ملتا ہے۔''

''تم نے کچھ غلط نہیں سنا۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''فکشن رائٹر کو بھی اس کی کلاس کے مطابق قابل معاوضہ ملتا ہے۔ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اس کام سے ٹھیک ٹھاک گزارہ کر لیتے ہیں البتہ بعض ہاٹ کیک بیسٹ سیلرز ایسے فکشن رائٹرز بھی ہیں جن کا ایک ناول ان کی زندگی بھر کی روزی روٹی کا بندوبست کر دیتا ہے۔''

مجھے مذاق سوجھا' میں نے برجستہ پوچھا ''راکیل! تم کس فکشن رائٹر کے معاوضے کا نصف بہتر ہو؟''

اس نے روزی روٹی کے لیے ''بریڈ اینڈ بزنس'' کے الفاظ استعمال کیے تھے۔ میں اس کے نک نیم ''روٹی'' کے حوالے سے اس سے خاصی اٹکھیلیاں کر چکا تھا لہٰذا اس نے میرے مذاق کو بڑے بھرپور انداز میں انجوائے کیا۔ اس کا انجوائمنٹ میرے سوال کا تسلی بخش جواب تھا۔

میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا ''ہمیں جلد از جلد اس ہٹ سے نکل کر کنگ کے کسی آدمی سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے قدرے اضطراری لہجے میں کہا ''یا نہیں' یہ اللہ کا بندہ ڈاکٹر مونگ کہاں رہ گیا!''

ڈاکٹر مونگ کے سلسلے میں راکیل کو بھی تشویش تھی۔ چیانگ کے مطابق' ڈاکٹر لگ بھگ دو بجے رات ہٹ سے نکلا تھا اور اس نے چیانگ کو تھوڑی دیر بعد واپس آنے کا کہا تھا۔ اب سوا چار بج رہے تھے۔ معلوم نہیں ڈاکٹر مونگ کی ''تھوڑی دیر'' کتنی طویل دورانیہ تھی!

راکیل نے ایک اہم سوال اٹھایا ''اگر ہم علی الصباح یہاں سے نکل جاتے ہیں تو ہانگ چو ہمارے بارے میں کیا سوچے گا۔ آخر کو وہ ہمارا میزبان ہے..... اور اس نے ہر ممکن تعاون کیا ہے؟''

''ہانگ چو کو جب ہمارے بارے میں سوچنے کا خیال آئے گا ہم زوناراآئی لینڈ کی زمین کو چھوڑ چکے ہوں گے۔'' میں نے راکیل کے غیاب میں ہانگ چو سے ہونے والی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ''ہم اسے صاف منع کر چکے ہیں کہ ائربس سے سفر کا ارادہ نہیں رکھتے لہٰذا وہ ہمیں صبح صبح فون کرنے نہ آئے۔ میرے خیال میں وہ دس بجے سے پہلے ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔'' تھوڑا توقف کرنے کے بعد میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''اس کے بعد ہانگ چو ہمارے بارے میں جو بھی سوچے اس کا حق ہے۔ ہم کسی وضاحت

لیے واپس تو نہیں آسکتے!''

وہ معنی خیز انداز میں سر ہلا کر رہ گئی پھر اس کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی رونما ہوئی جیسے اچانک اسے کوئی بات یاد آگئی ہو۔ اگلے ہی لمحے اس نے سوال داغ دیا۔

''وجدان! وہاں کرسی پر بیٹھے بیٹھے تمہاری حالت کیوں بگڑ گئی تھی؟''

میں پلک جھپکتے میں سمجھ گیا اس کا اشارہ میری کون سی حالت کی طرف تھا۔ ہوٹل ائرپورٹ کی طرح یہاں بھی میں نے اسے خوبصورتی سے ٹالنے کی کوشش کی۔ میں نے نہایت ہی سنجیدگی سے کہا۔

''راکیل! جب کوئی شخص میری بات نہیں مانتا یا مجھ سے وعدہ خلافی کرتا ہے تو مجھے بہت دکھ پہنچتا ہے۔ بس پھر میری ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے!''

اس نے متعجب نظر سے مجھے دیکھا پھر الجھن زدہ لہجے میں بولی ''وہاں آرام کرسی پر بیٹھے بٹھائے کس نے تم سے وعدہ خلافی یا کس نے تمہاری کون سی بات نہیں مانی۔ اس وقت ہم دونوں کے سوا کمرے میں کوئی تیسرا موجود نہیں تھا۔ کس نے تمہیں دکھ پہنچایا؟''

''تم نے راکیل!'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ بھونچکا سی رہ گئی ''میں نے.....!''

''ہاں تم نے۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی تھی۔''

''پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامتے ہوئے بولی۔

میں نے اسے ''پتا لگاتے'' ہوئے کہا ''راکیل! میں نے کرسی کی جانب قدم بڑھانے سے پہلے تم سے کہا تھا' تم میرے بستر پر آرام سے سو جاؤ۔ پھر میں نے تم سے چند منٹ کی رخصت مانگ کر آنکھیں بند کر لی تھیں' اس ہدایت کے ساتھ کہ تم خاموش رہو گی اور میرے کام میں مداخلت نہیں کرو گی لیکن.....'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر شاکی نظر سے اسے دیکھا اور سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''جب تم نے بازو سے جھنجھوڑ کر اور زبان سے پکار کر مجھے جگایا تو میں نے اپنی کھلی آنکھوں کے سامنے تمہیں پایا۔ اس کا ایک ہی مطلب ہے تم نے نہ صرف وعدہ خلافی کی بلکہ میری بات بھی نہیں مانی۔ تم خاموش رہیں اور نہ ہی میرے کام میں مداخلت سے باز آئیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

اس سوال کے جواب میں مجھے ایک خوشگوار دھکا لگا۔ راکیل ایک دم مجھ پر ڈھے سی گئی تھی۔ بڑی شوخی سے بولی ''تم بڑے بدمعاش ہو وجدان!''

ایک آزاد خیال امریکی حسینہ کے بے لاگ لپوں سے اپنے لیے بدمعاش کا لفظ سن کر مجھے عجیب سے لگا۔ راکیل نے اس تبصرے پر بس نہیں کیا بلکہ مجھ پر گرتے ہی بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

میں اس وقت بیڈ کے کنارے پر تھا۔ کوئی لمحہ جاتا تھا کہ ہم دونوں گتھم گتھا زمین پر پڑے نظر آتے۔ میں نے اپنا توازن بگڑتے دیکھا تو بے ساختہ میرے ہونٹوں سے نکلا ''اررر..... رے! یہ کیا کر رہی ہو راکیل! تم گر جاؤ گی۔''

''مجھے پورا یقین ہے تم مجھے گرنے نہیں دو گے۔'' وہ میرے ساتھ خلط ملط ہوتے ہوئے خواب ناک لہجے میں بولی ''اس وقت تم کرسی پر بیٹھے ہو..... اور نہ ہی گن پوائنٹ پر ہو تم نے تو مجھے اس وقت بھی بخوبی سنبھال لیا تھا!''

میں نے اس کے یقین کو ٹھیس نہیں پہنچنے دی۔ اس کا یقین ٹوٹ جاتا تو وہ بکھر کر رہ جاتی۔ میں نے اسے تھام لیا۔ اس دوران میں ہم اپنا توازن کھو بیٹھے تھے۔ کشش ثقل نے اپنا کام دکھایا اور راکیل مجھے اپنے ساتھ لیتے ہوئے اس طرح فرش تک پہنچی کہ مجھے لینے کے دینے پڑ گئے۔ وہ گندم سے بھری سوندھی خوشبو والی کسی بوری کے مانند مجھ پر لد گئی۔

وقت کے یکسر رونے گویا اپنے پنکھ سمیٹ لیے۔ اس کی پرواز تھم گئی۔ ان لمحات میں زمین اپنے محور پر انگشت بہ دنداں تھی لہٰذا کشش ثقل کا کوئی قانون ہم پر لاگو نہیں تھا۔ ہم دو اجسام..... فضائے بسیط میں معلق ہو کر رہ گئے۔ اس کائنات میں ہم نیوٹن کے اخذ کردہ قوانین تجاذب کی تعمیل کرنے لگے۔ راکیل کی خود سپردگی' میری وارفتگی کا سبب بن گئی۔ میں اپنے محور پر ڈگمگا کر رہ گیا۔

بعض متقاضی حالات میں مجبورِ محض بن کر انسان کو اپنے مقام سے گرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ فوم کے دبیز اور آرام دہ بستر کو چھوڑ کر زمین پر سونا بھلا لگتا ہے!

☆☆☆

زوناراین ائرلائنز کی ائربس ''اے۔ تھری تھرٹی'' نے ٹھیک آٹھ بجے صبح بورو نارا ائرپورٹ سے ٹیک آف کیا۔ ہم تینوں ڈسلوا' گارشیا اور یوآن ماؤ کی حیثیت سے اس جہاز کے مسافروں میں شامل تھے۔ اس طیارے کی طرح ہماری منزل بھی واشنگٹن اسٹیٹ کا خوب صورت شہر سیٹل تھی۔

ڈاکٹر مونگ ریفوشے ساڑھے چار بجے واپس آیا تھا۔ ہٹ کے ''حالات'' نے تھوڑی دیر کے لیے اسے متذبذب

کر دیا تھا لیکن جب میں نے اسے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تو وہ مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے مطمئن ہو گیا۔ اگر قدرت نے ہمیں اس جزیرے سے نکلنے کا ایک منطقی موقع فراہم کر دیا تھا تو ہمیں اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے تھا..... اور ہم نے ایسا کیا بھی تھا جبھی تو اس وقت زونارا آئی لینڈ کو خیر باد کہہ کر سیشل کی جانب محوِ پرواز تھے۔

ڈاکٹر کی، ہٹ میں آمد کے بعد ہم نے ایک میل دور واقع پولیس چوکی سے رابطہ کر کے کنگ کو حالات حاضرہ سے آگاہ کرنے پر زور دیا سارے دروازے خود بہ خود کھلتے چلے گئے۔ ٹی ڈبلیو۔ اے کے بوئنگ سیون فور سیون کو پیش آنے والا واقعہ جزیرے میں ''برننگ ٹاپک'' بنا ہوا تھا اور ہم اس کامیاب آپریشن میں ہیروز کی حیثیت رکھتے تھے لہٰذا ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ ہماری خاطر کنگ کو اپنی نیند خراب کرنا پڑی اور وہ پوری مستعدی کے ساتھ احکام صادر کرنے لگا۔

اسی وقت مجھے یہ بات بھی پتا چلی کہ زونارا آئی لینڈ میں امریکا نواز بادشاہت قائم تھی۔ کنگ تو ہارا ژولا نہ صرف امریکا کا حمایتی تھا بلکہ وہ اس کے مفادات کا بھی خاص طور پر خیال رکھتا تھا۔ ہمارا تعلق چونکہ امریکا سے تھا اور ٹی ڈبلیو اے کا طیارہ بھی امریکا (ہنکر بیج) سے اڑ کر امریکا (سیشل) ہی جا رہا تھا اس لیے ہنسی کنگ کی کارکردگی میں گویا پہیے سے لگ گئے تھے۔ پھر وہ شی مونگا کے حوالے سے ہمارا مشکور بھی تھا لہٰذا صرف تین گھنٹے کی ہنگامی کارروائی کے بعد ہم پورونارا ائیر پورٹ کی عمارت میں تھے۔ کنگ تو ہارا ژولا بہ نفسِ نفیس ہمیں سی آف کرنے ائیر پورٹ تک آیا تھا۔ ہمارے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی۔

پرواز متوازن ہوئی تو میں نے ڈاکٹر مونگ سے پوچھا۔ ''تم اچانک اٹھ کر ہٹ سے کہاں چلے گئے تھے؟''

''بس ذرا ایک ٹہل لگانے نکل گیا تھا۔'' اس نے گول مول جواب دیا۔

میں نے کہا ''تمہاری یہ ''ذرا ایک ٹہل'' لگ بھگ ڈھائی گھنٹے پر مشتمل تھی!''

میرے لہجے میں ایک استفسار چھپا ہوا تھا۔ اس نے کوئی منطقی جواب دینے کے بجائے سرسری انداز میں کہا ''تمہیں میری ضرورت تو محسوس نہیں ہوئی ہوگی۔ تم نے سارا معاملہ بڑی مہارت سے نمٹا دیا۔'' وہ ذرا متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''مجھے یقین تھا تم نمٹ لو گے!''

میں اس کے آخری جملے پر چونک اٹھا۔ اس جملے کا واضح مطلب یہی تھا' وہ ہٹ پر پیش آنے والے واقعے سے قبل از وقت آگاہ تھا اور نہ وہ اپنے یقین کا اظہار نہ کرتا۔ ڈاکٹر کا گریز دیکھتے ہوئے میں سمجھ گیا کہ اس ذیل میں پوچھے گئے میرے کسی سوال کا وہ سیدھا جواب نہیں دے گا لہٰذا میں نے کریدا اور ٹٹول کا خیال دل سے نکال دیا اور موضوع بدلتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''کیا ان ڈھائی گھنٹوں کے دوران میں تم نے اپنے بڑوں سے سیشل میں رابطہ کرنے کی کوشش کی؟''

اس نے مجھ پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''ہاں مجھے ایک گیس اسٹیشن سے سیٹل فون کرنے کا موقع ملا تھا۔ تمہارے سیشل جانے پر سانگ فو مطمئن ہیں۔''

اس نے ایک اور چونکا دینے والی بات کی تھی۔ ائیر بس سے سیشل جانے کا پروگرام میں نے اس کی غیر موجودگی میں طے کیا تھا پھر وہ کسی سانگ فو سے میرے سیشل جانے کو کیسے ڈسکس کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر مونگ کی شخصیت اور ''حرکات'' بے حد پُراسرار تھیں۔ میں نے بھی تہیہ کر لیا کہ اس کی حیرت سے بھرپور باتوں پر اچنبھک ہوں گا اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی استفسار کروں گا۔ سانگ فو ایک نیا نام سامنے آیا تھا اور ڈاکٹر نے جس ادب و احترام سے اس کا ذکر کیا تھا اس سے محسوس ہوا کہ سانگ فو اس کا کوئی بڑا تھا۔

میں نے اس سے پوچھا ''یہ سانگ فو صاحب کون ہیں؟''

جواب دینے سے پہلے اس نے چند لمحات تک بڑی بھرپور نظر سے مجھے دیکھا اور بتایا ''سانگ فو سیشل میں ہمارے سب کچھ ہیں' سب بڑوں سے بڑے ہم انہی کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں۔''

''اوہ!'' میں ایک گہری سانس خارج کر کے رہ گیا۔

ڈاکٹر مونگ نے کہا ''میں جانتا ہوں' کچھ عرصہ پہلے جب تم کمنٹنڈو نیپال کے مضافات میں' بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ میں پناہ گزیں تھے تو دلائی لاما نے تم پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں اور اب سانگ فو بھی تمہیں ایک خاص اہمیت دے رہے ہیں۔ میں تمہارے مرتبے اور اہلیت سے واقف ہوں وجدان اس لیے.....''

ہمارے درمیان وہ گفتگو سرگوشیانہ انداز میں ہو رہی تھی اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموشی اختیار کی تو میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

''اس لیے..... کیا؟''

''اس لیے اگر تمہیں کبھی یہ محسوس ہو کہ میں تم سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں یا یہ کہ میں تمہیں اپنی سوچ

منصوبے سے آگاہ نہیں کر رہا تو اپنے دل میں میرے لیے کوئی ایسا ویسا خیال نہ لانا۔ میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا بلکہ اس میں سانگ فو کی رضا شامل ہوتی ہے۔''

''میں تمہاری مجبوری کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

وہ گمبھیر آواز میں بولا ''تھینک یو!''

میں نے اچانک موضوع بدل دیا اور حیرت بھرے لہجے میں استفسار کیا ''ڈاکٹر مونگ! تم اپنی نیند کیسے پوری کرتے ہو۔ میں نے کبھی تمہیں ٹک کر سوتے ہوئے نہیں دیکھا؟''

''میں گزشتہ دس سال سے جھپکی نیند پر گزارہ کر رہا ہوں۔''

میں ''جھپکی نیند'' کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا، بعض ہنگامی حالات میں، میں خود بھی اس تکنیک سے استفادہ کر چکا تھا لیکن دس سال ایسے طویل عرصے کا سن کر مجھے واقعی بڑی حیرت ہوئی۔ یہ ناممکن... حد تک حیران کن تھا۔

''دس سال!'' میں نے متعجب لہجے میں دہرایا۔

''ہاں، دس سال۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ''جب بھی نیند مجھے بے بس کرنے لگتی ہے، میں آنکھیں بند کر کے ایک جھپکی لگا لیتا ہوں جو دس منٹ سے لے کر ایک گھنٹے تک کی ہو سکتی ہے۔ اس مختصر مگر مخصوص دماغی ہدایات کے زیرِ اثر گہری اور پُرسکون نیند کے بعد میں آئندہ آٹھ چھ گھنٹے کے لیے ہشاش بشاش اور چاق و چوبند ہو جاتا ہوں۔''

میں نے اسے توصیفی نظر سے دیکھا اور کہا ''میں بھی اس عادت کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔'' پھر اپنی معلومات کے لیے پوچھ لیا ''کیا مسلسل ایک طویل عرصے تک ایسا کرنے سے انسان کی مجموعی صحت پر کسی قسم کے برے اثرات تو مرتب نہیں ہوتے؟''

''ہرگز نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولا ''تم مجھے دیکھ لو۔ گزرے ہوئے دس سال نے میری ذہنی، جسمانی اور روحانی صحت کا کیا بگاڑ لیا ہے۔ البتہ.....'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''ابتدا میں اس نیند کی پریکٹس سے انسان الجھتا ضرور ہے لیکن رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ نہایت ہی سنجیدگی سے اگر کوئی بھی کام کیا جائے تو کامیابی ضرور قدم چومتی ہے۔ بس اس کے لیے ثابت قدمی اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے جو تم میں بڑی وافر مقدار میں موجود ہیں۔''

''بس ذرا فرصت مل جائے، پھر میں بھی جھپکی نیند کی پریکٹس میں لگ جاتا ہوں۔'' میں نے پُرعزم لہجے میں کہا ''میں جس نوعیت کی زندگی گزار رہا ہوں اس میں یہ ایک ہتھیار سے کم نہیں۔''

وہ بولا ''فرصت ملتی نہیں، حاصل کرنا پڑتی ہے۔ موقع ہر بار ہاتھ نہیں آتا، نکالنا پڑتا ہے..... جیسے میں نکال لیتا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ اپنی نشست پر تھوڑا ایزی ہوا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں سمجھ گیا، وہ جھپکی نیند میں چلا گیا تھا۔ میں راکیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جہاز نے مقررہ وقت پر، سیشل ائیر پورٹ کے رن وے کو چھو لیا۔ اس وقت میری رسٹ واچ ساڑھے بارہ بجا رہی تھی۔ زونارا آئی لینڈ اور سیشل کے مقامی وقت میں لگ بھگ ڈھائی گھنٹے کا تفاوت ہے۔ گویا اس وقت سیشل کی گھڑیاں سہ پہر تین بجے کا وقت بتا رہی تھیں۔ مختلف ملکوں کے مابین وقت کا فرق بھی بعض اوقات حیران کن نتائج سامنے لاتا ہے۔ ہم نے ٹھیک ساڑھے چار گھنٹے ائیر بس میں گزارے تھے مگر انٹرنیشنل ٹائم زون پر یہ ساڑھے چار گھنٹے ہمارے لیے سات گھنٹوں میں بدل گئے تھے۔ شام و سحر کی گردش کے مطابق، ہم آٹھ بجے صبح طیارے میں زونارا آئی لینڈ سے اڑے اور تین بجے سہ پہر سیشل کی فضا میں سانس لے رہے تھے۔ جو لوگ ملکوں ملکوں سفر کرتے رہتے ہیں، وہ بارہا اس حیرت آفریں تجربے سے گزرے ہوں گے۔

ائیر پورٹ سے ہم نے ایک شان دار ٹیکسی لی اور لگ بھگ چار بجے ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے اس میں وہ وقت بھی شامل ہے جو لینڈنگ کے بعد ائیر پورٹ سے نکلنے میں صرف ہوا۔ امریکا کی گنجان آباد اسٹیٹس کی بہ نسبت واشنگٹن خاصا کھلا کھلا اور کشادہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ عجز یہ مختلف اسٹیٹس میں گھومنے کے بعد کا ہے۔ سیشل میں ہماری منزل پامیر اسکوائر تھی۔

پامیر اسکوائر بڑی خوب صورت جگہ ہے جو دو ایونیوز اور دو اسٹریٹس کے باہمی ملاپ کے نتیجے میں وجود پاتا ہے۔ فرسٹ ایونیو اور سیکنڈ ایونیو، چیری اسٹریٹ اور جنیس اسٹریٹ کو کراس کرتے ہوئے متوازی سفر کرتی ہیں۔ ان چاروں سڑکوں کے ایک دوسرے کے اوپر سے گزرنے سے، مربع صورت پامیر اسکوائر بن جاتا ہے۔ امریکا اور دیگر مغربی ممالک میں اسٹریٹ کا مطلب اچھی خاصی سڑک ہے، نہ کہ ہماری طرح کوئی چھوٹی سی گلی!

ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی ہدایت پر ڈرائیور نے ٹیکسی ایک بڑی سی فلاں شاپ کے سامنے روک دی۔ انواع و

قسام کے رنگ برنگے پھولوں سے سجی اس بڑی سی دکان کے پہلو میں واقع زینے کے ذریعے ہم عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔

اس عمارت کا زیریں حصہ سانگ فو اور اس کے آدمیوں کے استعمال میں تھا۔ ڈاکٹر مونگ نے مجھے بتایا کہ سانگ فو کے علاوہ وہاں سات اور افراد بھی موجود تھے۔ چار مرد اور تین عورتیں۔ چیری اسٹریٹ پر واقع فلورل شاپ اور اس کے برابر میں موجود ریسٹورنٹ سانگ فو کی ملکیت تھی۔ عقبی حصہ رہائش کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ کسی زمانے میں یہاں ایک بڑی سی وائن شاپ ہوا کرتی تھی سانگ فو نے کئی سال پہلے عمارت کا زیریں حصہ خرید لیا اور اپنے خاص بندوں کے ساتھ یہاں کاروبار شروع کر دیا۔ یہی سات افراد مذکورہ ریسٹورنٹ اور فلورل شاپ (پھولوں کی دکان) کا نظام سنبھالتے تھے۔ سانگ فو بظاہر، چیری اسٹریٹ کا ایک سیدھا سادہ کاروباری آدمی تھا لیکن دنیا داری کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ''ازم'' کے لیے بھرپور کام کر رہا تھا۔ اس کے عقیدت مندوں میں جب ڈاکٹر مونگ ریفوشے جیسے عبقری موجود تھے تو پھر اس کی اپنی مخفی وظاہرہ صلاحیتوں کا کیا ٹھکانا ہو سکتا تھا۔

رات آٹھ بجے مجھے سانگ فو سے ملنے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر مونگ مجھے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا جہاں فرشی نشست کا اہتمام تھا۔ امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں ایسی نشست گاہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ ڈاکٹر مونگ مجھے وہاں پہنچا کر واپس چلا گیا تو میں بغور اس چھوٹے سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کمرے کے اندر داخلے کے دو دروازے تھے جو مقابل دیواروں میں نظر آ رہے تھے۔ فرشی نشست کے علاوہ اس کمرے میں کوئی قابل ذکر شے مجھے دکھائی نہ دی۔ کمرے کے فرش پر پیلے رنگ کا سیکتھیٹک کارپٹ بچھا تھا۔ ایک کونے میں تین ضرب تین فٹ کا ایک چھوٹا سا سرخ کارپٹ بھی موجود تھا۔ قالین کا یہ سرخ ٹکڑا پیلے کارپٹ کے اوپر بچھایا گیا تھا۔ میں اس کمرے کی سادگی اور سونے پن پر غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دروازہ آہستگی سے کھل گیا۔

یہ وہ دروازہ نہیں تھا جو ڈاکٹر مونگ نے آمد و رفت کے لیے استعمال کیا تھا بلکہ یہ اس کے مقابل والا دروازہ تھا اور اس دروازے سے وہ شخصیت اندر داخل ہوئی اس پر نگاہ پڑتے ہی میں احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سانگ فو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

سانگ فو نے خالص آسمانی رنگ کا ڈھیلا ڈھالا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ میں نے اپنے استاد محترم ماسٹر ہینگ پائی کو کئی بار اس قسم کے لباس میں دیکھا تھا۔ سانگ فو نے بڑی مہربان مسکراہٹ کے ساتھ مجھے ایک مخصوص انداز میں سلام کیا۔ میں نے اس کے ''سلام'' کا جواب دیا تو اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔

میں ابھی کھڑا ہی تھا کہ سانگ فو قالین کے سرخ ٹکڑے پر جا بیٹھا۔ میں بھی چند فٹ کے فاصلے پر اس کے قریب پیلے کارپٹ پر بیٹھ گیا۔ سانگ فو کی عمر ستر کے نزدیک نظر آتی تھی۔ اس کے سر پر آدھی انچ کے برابر بال تھے جو پوری طرح چاندی میں بدل چکے تھے۔ ہلکی مونچھیں بھی سفیدی دکھلاتی تھیں۔ آنکھوں پر بڑا سوبر چشمہ تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے سے قاصر رہا کہ وہ چشمہ نظر کا تھا یا پھر محض حفظانِ چشم کی کوئی کوشش!

سانگ فو کی شخصیت انتہائی متاثر کن تھی اور صورت میں کسی حد تک کارل مارکس کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ رسمی علیک سلیک کے بعد ہمارے درمیان بڑی اہم گفتگو ہوئی۔ سانگ فو کو مینڈرن، تبتی، ہندی اور انگلش زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ تاہم ہمارے درمیان اس وقت اول آخر انگلش میں بات ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر تک ہمارے بیچ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ، ربی موشے ہائمن، صیہونی سازش اور پوری دنیا کو اپنا غلام بنانے کی یہودی کوشش جیسے موضوعات زیر بحث رہے پھر زاویہ گفتگو ساحل کی جانب مڑ گیا۔ میں نے احترام بھرے لہجے میں کہا۔

''محترم سانگ فو! ڈاکٹر مونگ کی زبانی مجھے پتا چلا تھا، آپ نے ساحل کا سراغ لگا لیا ہے۔ وہ نیویارک کے سب سے پوش علاقے مین ہیٹن میں ہے لیکن مین ہیٹن میں کہاں، یہ پتا نہیں چل سکا؟''

وہ خفیف سا مسکرایا اور استفسار یہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا ''تم نے تو اس سے آگے بھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی ہو گی!''

سانگ فو کا انداز بتاتا تھا، وہ میری کوشش اور جزوی کامیابی سے آگاہ ہے۔ میں نے اس سے کچھ چھپانا مناسب نہ سمجھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں اتنا معلوم کر چکا ہوں کہ ساحل کو ڈاؤن ٹاؤن مین ہیٹن کے فنانشل ڈسٹرکٹ میں واقع، وال اسٹریٹ کی کسی عمارت میں رکھا گیا ہے مگر یہ پتا نہیں چل سکا کہ کون سی عمارت میں، کس جگہ!''

پھر میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے وال اسٹریٹ کی فٹ پاتھ پر نصب ''بروز بل'' اور ساحل کی نگران عورت کے بارے میں بتایا۔ وہ اس دوران میں بڑے معنی خیز انداز میں مجھے یک ٹک دیکھتا رہا۔ آخر میں، میں نے قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اگر ربی موشے ہائمن میری گرفت میں آجاتا تو میں بہ آسانی ساحل تک پہنچ سکتا تھا۔ لگتا ہے، اس نے کسی مخصوص عمل کے ذریعے خود پر کوئی ایسا خول چڑھا رکھا ہے کہ میرے تصور کی پرواز اس تک رسائی حاصل نہیں کر پاتی۔ وہ براہ راست میری رینج میں نہیں آتا۔''

''ربی موشے ہائمن پُراسرار علوم کا ماہر ایک کائیاں شخص ہے۔'' سانگ فو نے گمبھیر آواز میں کہا ''میرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی شخص بنا ہوا ہے۔ بہرحال، ربی سے تو ہم بعد میں نمٹ لیں گے، پہلی ضرورت ساحل تک پہنچنا ہے۔ نہ صرف اس تک رسائی حاصل کرنا ہے بلکہ اسے ربی کے چنگل سے صحیح سلامت باہر بھی لانا ہے۔ وہ اگر چہ اپنے مقصد میں جزوی طور پر کامیاب ہو چکا ہے لیکن ہم اس لڑکی کو بے یارومددگار تو نہیں چھوڑ سکتے!''

میں نے چونک کر سانگ فو کو دیکھا۔ لڑکی سے اس کی مراد ساحل کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ ربی کے، اپنا مقصد حاصل کرنے کا ایک ہی مطلب تھا، وہ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے تک پہنچنے کا راز جان چکا تھا اور..... یہ راز یقیناً اس نے ساحل کے خوابیدہ، پیناٹائزڈ ذہن سے نکالا ہوگا۔

میں نے اپنی بے چینی سانگ فو پر ظاہر کی تو وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا ''آپ کو یہ اطلاع کیسے ملی؟ کیا آپ نے ربی تک رسائی حاصل کر لی ہے یا.....؟''

میں جملہ ادھورا چھوڑ کر بے تابی سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اس نے بتایا ''تمہاری طرح میں بھی ابھی تک ربی کو اپنے ''دائرے'' میں نہیں لا سکا۔ وہ ایک طلسم کدے میں بند ہے۔ دوسری طرف ساحل زیادہ تر نیند میں رہتی ہے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''میں نے تھوڑی دیر پہلے جو کچھ کہا ہے، اس کا ایک سبب ہے اور سبب یہ ہے کہ ادھر کھٹمنڈو کے پہاڑی مضافات میں واقع بدھ عبادت گاہ کے آس پاس بڑی پُراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ چند امریکیوں کا ادھر متوجہ ہونا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرف سے مجھے جس قسم کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے، ربی نے تنویمی عمل کے ذریعے ساحل کے ذہن میں پوشیدہ راز کو اپنے لیے راز نہیں رہنے دیا۔ وہ جان چکا ہے، عبادت گاہ کے خفیہ تہ خانے میں پہنچنے کا طریقہ کار کیا ہے اور..... اس تہ خانے کے اندر کتنا بڑا خزانہ موجود ہے یہ بات تم بھی جانتے ہو، میں بھی جانتا ہوں اور ربی موشے ہائمن بھی۔ میرا خیال ہے، آنے والے ایک دو روز میں وہ لوگ ادھر کوئی کارروائی کریں گے!''

''یہ تو بڑی تشویش ناک صورتِ حال ہے!'' میں نے کہا۔

وہ چند لمحات تک بڑی گہری نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر فکر مندانہ لہجے میں بولا ''ہاں، صورت حالات تو واقعی تشویش ناک ہے لیکن میں نے ڈاکٹر مونگ کو معاملات سنبھالنے کے لیے ادھر روانہ کر دیا ہے۔ لارڈ بدھا سب ٹھیک کر دیں گے۔''

ڈاکٹر مونگ کی روانگی پر میں ایک مرتبہ پھر چونکا اور پوچھے بنا نہیں رہ سکا ''ڈاکٹر مونگ تھوڑی دیر پہلے تک تو یہیں تھا۔ وہ کب یہاں سے گیا؟''

''تمہیں اس کمرے میں پہنچانے کے بعد وہ سیدھا سیتل ائرپورٹ کی طرف چلا گیا ہے۔'' سانگ فو نے بڑی رسان سے بتایا ''تم لوگوں کے یہاں پہنچتے ہی میں نے ڈاکٹر سے میٹنگ کر کے پروگرام طے کر لیا تھا۔ ٹھیک نو بجے اس کی فلائٹ ہے۔ وہ ملائیشیا ائر لائنز کے طیارے بوئنگ سیون سیون سیون سے سیدھا کوالالمپور پہنچے گا پھر وہاں سے کوئی اور فلائٹ پکڑ کر نیپال کی طرف چلا جائے گا۔'' بوئنگ ٹرپل سیون'' بڑا ریکارڈ میکنگ طیارہ ہے۔ پچھلے سال دو اپریل کو اس جہاز نے صرف بیالیس گھنٹے میں پوری دنیا کے اوپر پرواز کر کے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس نے اپنے سفر کا آغاز سیتل سے کیا اور اٹلانٹک اوشین کے اوپر سے گزر کر کوالالمپور پہنچ گیا پھر کوالالمپور سے اڑا اور پیسفک اوشین کے اوپر سے اڑتے ہوئے واپس سیتل پہنچ گیا۔ بہرحال.....'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر تھوڑا متوقف ہوا پھر موضوع کی طرف آتے ہوئے بولا۔

''ڈاکٹر مونگ سے آج صبح، بلکہ رات کے آخری پہر میری تفصیلی بات ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی میں نے ملائیشیا ائر

لائنز میں اس کے لیے سیٹ بک کروائی تھی۔ مجھے امید ہے، وہ وہاں کے حالات کو کنٹرول کر لے گا۔''

بات ختم کرتے ہی اس نے شاکی نظر سے مجھے دیکھا جیسے بہ زبانِ خموشی کہہ رہا ہو، اگر میں اس محاذ کی کمان سنبھالتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔ میں نے اس کے احساسات کے پیشِ نظر قدرے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرے محترم! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی توقع پر پورا نہیں اتر سکا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ پُرمعنی انداز میں خفیف سا مسکرایا ''ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔'' پھر گویا میرے آر پار دیکھتے ہوئے بولا ''میں تمہیں بدھ نیل کنڈ والے مشن سے ہرگز ہرگز الگ نہیں دیکھ رہا ہوں۔''

سانگ فو کے آخری جملے میں کئی اسرار پوشیدہ تھے۔ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھا رہا۔ وہ تھوڑے توقف کے بعد دوبارہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

''وجدان! تمہارا آئندہ کا کیا پروگرام ہے؟''

میرا خیال تھا، سانگ فو (ڈاکٹر مونگ کا بڑا) میرے کھٹمنڈو جانے پر زور دے گا کیونکہ اب تک کے ڈاکٹر مونگ کے رویے سے میں نے یہی اخذ کیا تھا۔ وہ مجھے ہر صورت میں سیتل لانے کے لیے اس طور مصر تھا کہ میں کوئی اور اندازہ لگا ہی نہیں سکتا تھا۔ اس حوالے سے اس نے دلائی لاما اور لارڈ بدھا کا ذکر بھی کیا تھا لیکن سانگ فو کا سوال، صورتِ حال میں تبدیلی کا مظہر تھا۔

میں نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا ''میں ساحل کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، کسی بھرے ہوئے سمندر کو ساحل ہی کی تلاش ہوتی ہے!'' وہ گمبھیر لہجے میں اتنا بول کر خاموش ہو گیا۔

میں نے کہا ''ڈاکٹر مونگ نے مجھے ایک روز پہلے بڑے وثوق سے بتایا تھا کہ کھٹمنڈو والے مشن کے لیے میرا انتخاب کیا جا چکا ہے اور میں یہ امید بھی کر رہا تھا کہ سیتل پہنچنے کے بعد اسی حوالے سے مجھ پر زور دیا جائے گا لیکن.....'' میں اپنی بات ادھوری چھوڑ کر تھوڑا متوقف ہوا پھر کہا۔

''لیکن آپ کا رویہ میرے لیے ناقابلِ توقع ہے۔'' میں اپنے ذہن کی الجھن کو بیان کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

سانگ فو نے مدبرانہ انداز میں کہا ''اگر انسان کی ہر توقع پوری ہونے لگے تو وہ انسان نہیں رہتا۔ انسان ایک اعتدال، ایک توازن کا نام ہے۔ اس کی ایک مخصوص رینج ہے۔ اسے اس رینج ہی میں رہنا پڑتا ہے۔ نہ ایک ڈگری نیچے اور نہ ہی ایک ڈگری اوپر۔ نارمل تو نارمل ہے۔ ''بیلو دی نارمل'' اور ''ابو دی نارمل'' ہر شے ایب نارمل کہلاتی ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا!''

وہ معنی خیز انداز میں متوقف ہوا پھر سرسری لہجے میں بولا۔ ''جہاں تک بدھ نیل کنڈ والے مشن میں تمہاری شمولیت کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں، ڈاکٹر مونگ نے تم سے غلط نہیں کہا تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ تم پوری طرح اس مشن میں ہمارے ساتھ ہو۔''

سانگ فو کی مبہم بیانی نے مجھے ذہنی طور پر الجھا دیا۔ میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''محترم، آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں بیٹھ سکی!''

''بیٹھ جائے گی۔'' وہ پُرسوچ انداز میں بولا ''میں نے کہا ہے نا، ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ نہ ایک پل ادھر، نہ ایک پل ادھر۔ تم بھی انتظار کرو۔''

جب مجھے محسوس ہو گیا کہ وہ میرے سوال کا کوئی واضح جواب نہیں دے گا تو میں نے خاموش رہنا ہی مناسب جانا۔ چند لمحات تک ہمارے درمیان سکوت کی چادر تنتی رہی پھر اس چادر کو سانگ فو ہی نے چاک کیا۔ اس نے گہری سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا اور کہا۔

''وجدان! سیتل سے نیویارک کے لیے دو اوپن ٹکٹ خرید لیے گئے ہیں۔ آج رات ساڑھے بارہ بجے یونائیٹڈ ائر لائنز کی ایک فلائٹ سیتل سے نیویارک جا رہی ہے۔ اگر تم کہو تو ٹکٹ کنفرم کروا دوں؟''

''دو ٹکٹ؟'' میں نے متذبذب انداز میں کہا ''ڈاکٹر مونگ تو کوالالمپور روانہ ہو گیا۔ میرے ساتھ دوسرا کون نیویارک جائے گا؟''

''راکیل!'' سانگ فو نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہیں بولا۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بتانے لگا ''راکیل کو میں ایک خاص وجہ سے تمہارے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ ایک تو وہ نیویارک کے چپے چپے سے واقف ہے، دوسرے ساحل تمہاری اور ہماری مشترکہ ضرورت ہے اس لیے بھی اس کے حصول کے لیے کوئی ایک فرد تو ہماری طرف سے بھی ہونا چاہیے۔'' وہ تھوڑی دیر کو رکا پھر مجھ سے مستفسر ہوا ''اگر تمہیں راکیل کو ساتھ لے جانے پر کوئی اعتراض ہے تو پھر دوسری بات ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں، تم دونوں میں اچھی غائبی

انڈر اسٹینڈنگ بھی پیدا ہو چکی ہے!''

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور جواب دیا ''ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں!''

سانگ فو نے مجھے اسی کمرے میں بیٹھے رہنے کی تاکید کی اور خود اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں سمجھ گیا، وہ ٹکٹ کنفرم کرانے کے سلسلے میں کسی کو ہدایت دینے گیا تھا۔

پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا اور بتایا ''اگر لارڈ بدھا کی مرضی ہوئی تو تم دونوں آج ہی رات سیٹل کی فضا سے نکل جاؤ گے۔ میں نے اس سلسلے میں گھوڑا دوڑا دیا ہے۔''

میں نے پوچھا ''ڈاکٹر مونگ کھٹمنڈو کی طرف گیا ہے۔ پتا نہیں اسے وہاں کتنے دن لگ جائیں اس دوران میں اینکریج والے مارشل آرٹس سینٹر کا کیا ہوگا۔ ہم کسی طرح بروس نولز کی نظر بچا کر زونارا آئی لینڈ سے سیٹل تو آ گئے ہیں لیکن بروس نولز اور الاسکا کا دیگر ہائی اتھارٹیز وہاں اینکریج میں ڈاکٹر مونگ سے ضرور رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح معاملہ گڑبڑ نہیں ہو جائے گا؟''

''تمہارے ذہن میں ایک اچھا سوال آیا ہے۔'' سانگ فو نے تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ''لیکن میں اس پہلو کو بھولا نہیں ہوں۔ اینکریج والے سینٹر اور ڈاکٹر مونگ کی وہاں حاضری کا مکمل بندوبست کر دیا گیا ہے۔''

میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا لیکن یہ نہیں پوچھا کہ اس نے کس قسم کا بندوبست کیا تھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے خود ہی بتایا۔

''ڈاکٹر مونگ نے اپنے حلیے میں جو تھوڑی بہت تبدیلی کی تھی، اس شکل و صورت کا ایک شخص میرے اسٹاف میں شامل ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی وہ پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ میں تمہیں مذکورہ شخص سے ملواؤں گا۔ تم اسے دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے۔ ایک آدھ دن میں وہ سیٹل سے اینکریج روانہ ہو جائے گا پھر الاسکا کی ہائی اتھارٹیز کو وہ سنبھال لے گا۔ تمام حالات اس کے علم میں ہیں۔''

سانگ فو کی وضاحت پوری طرح مجھے ہضم نہیں ہوئی۔ میں نے الجھن زدہ لہجے میں پوچھا ''اور ڈاکٹر مونگ کے اسٹوڈنٹس کا کیا ہوگا؟ وہ تو اسے کسی اور ہی صورت سے پہچانتے ہیں؟''

''تم ایک بہت بڑے مشن پر جا رہے ہو لہٰذا ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے ذہن کو مت الجھاؤ۔'' سانگ فو نے بڑی نرمی سے مجھے سمجھانے کی کوشش کی ''جو شخص ڈاکٹر مونگ بن کر اینکریج جائے گا وہ مختلف قسم کے میک اپ کا ماہر ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ تمہارے اور راکیل کے چہروں پر بھی کام کرے گا تو تمہیں اس کی مہارت کا اندازہ ہو جائے گا۔ وہ تمہیں آسان اور فوری ماسک میک اپ کے سلسلے میں ضروری ٹپس بھی دے گا جو تمہارے بہت کام آئیں گے۔ ویسے راکیل بھی اس فن میں کسی سے کم نہیں!'' وہ چند لمحات کے لیے ٹھہرا پھر اپنی بات پوری کرتے ہوئے بولا۔

''یو آن ماؤ بھی تمہارے ذہن میں الجھن پیدا کر رہا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ تم اس سلسلے میں کوئی سوال کرو، میں خود ہی تمہیں بتا دیتا ہوں۔ مونگ کے اسٹوڈنٹس اسے صرف ڈاکٹر کہہ کر پکارتے ہے یا پھر ماسٹر کہتے ہیں اور ان اسٹوڈنٹس میں بھی اکثریت ہمارے اپنے بندوں کی ہے۔ غیروں میں سے کوئی نہیں جانتا، وہ مونگ ریفوشے ہے یا یو آن ماؤ اس لیے تمام معاملات کو سیٹ کر لیا جائے گا۔ تمہیں اس سلسلے میں ذہن کو تھکانے کی ضرورت نہیں۔''

میں ڈاکٹر مونگ اس کے مارشل آرٹس سینٹر اور الاسکا کی ہائی اتھارٹیز کے خیالات سے یکسر باز آ گیا اور ساری توجہ خود پر مرکوز کرتے ہوئے سانگ فو سے استفسار کیا۔

''کیا میں ڈسلوا کی حیثیت ہی سے نیویارک جا رہا ہوں؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا ''تمہیں ڈسلوا اور راکیل کو گارشیا بناتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ تمہیں میک اپ وغیرہ کے سلسلے میں زیادہ محنت نہ کرنا پڑے تم دونوں اصلی ڈسلوا اور گارشیا سے بہت حد تک مشابہت رکھتے ہو خصوصاً چہروں کی ساخت کے حوالے سے۔''

''اوہ!'' میرے سینے سے ایک طویل سانس خارج ہوئی ''تو اس کا مطلب ہے اصلی ڈسلوا اور گارشیا بھی وجود رکھتے ہیں؟''

''یہ دونوں ہمارے ہی آدمی ہیں۔'' سانگ فو نے بتایا ''تم دونوں کو جو کاغذات وغیرہ فراہم کیے گئے ہیں وہ بالکل اصلی ہیں۔ تمہارے پاس ان دونوں کی جینوئن آئی ڈی ہے لہٰذا کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں۔ جب تک تم متحرک رہو گے، اصلی ڈسلوا اور گارشیا میری ہدایت کے مطابق منظر عام پر نہیں آئیں گے۔ ان کی آئی ڈی پر تم دونوں پورے امریکا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک دندناتے پھرو۔ بس ایک بات کا خیال رکھنا کہ کسی بڑی قانون شکنی کا ارتکاب نہ کرنا اور..... مجبوری میں ایسا ہو جائے تو پھر پولیس کے ہتھے نہ چڑھنا ورنہ بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔'' وہ تھوڑا متوقف

ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''بہ فرضِ محال اگر تم قانون کی مضبوط گرفت میں آجاتے ہو تو پھر وہ تمہارے اندر سے وجدان کو باہر نکال لیں گے۔ اس کے بعد تمہیں اپنی سمجھ بوجھ سے معاملات کو سنبھالنا ہوگا۔ یہ انڈویاک کی پولیس نہیں جو تمہاری جیب نرم اور اپنی مٹھی گرم کر کے تمہیں چھوڑ دے گی۔ خاص طور پر ''این وائے پی ڈی'' کو ہر قسم کی جدید سہولت مہیا ہے۔ وہ لوگ اگر کسی پر مضبوط ہاتھ ڈال دیں تو پھر چند لمحوں میں اس کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ تم دونوں این وائے پی ڈی (نیویارک پولیس ڈیپارٹمنٹ) کے قلب (مین ہیٹن) میں اترنے جارہے ہو۔ اس ''دل'' میں امن وامان سے بسے رہنا کیونکہ وہیں پر تمہارا ایک طاقتور دشمن ربی موشے ہائمن بھی ڈیرا ڈالے بیٹھا ہے جس کے قبضے میں تمہاری روح ہے۔ تمہیں اپنی روح کو اس شیطان کے چنگل سے نکالنا ہے اور ذہن میں رکھنا ہے کہ ربی موشے ہائمن ''این وائے پی ڈی'' سے کہیں زیادہ اختیارات کا مالک ہے۔ اس کے ایک اشارے پر امریکی صدر بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔''

وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا پھر سنسناتے ہوئے لہجے میں بولا ''تمہاری ہسٹری سے میں جس حد تک واقف ہوں اس کے مطابق ربی موشے ہائمن جیسا طاقتور شخص آج تک تمہارے مقابل نہیں آیا۔ اب پتا چلے گا تمہاری صلاحیتوں کا۔ ایک ایک قدم پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے۔''

سانگ فو نے اپنی بات مکمل کی تو میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ واقعی اس مرتبہ میرا مقابلہ ایک بہت ہی باکمال اور بااختیار شخص سے تھا۔ میں نے ماؤنٹ مکنلے والے ربی کے ٹھکانے سے فرار ہو کر اسے جو چرکا لگایا تھا۔ وہ اب تک خون کی اس کلیر کو چاٹ رہا ہوگا۔ زخمی تدِ مقابل اور زیادہ خطرناک ہو جاتا خصوصاً اس صورت میں کہ وہ زخم آپ نے اسے دیا ہو۔

میں نے اس زخم کے علاوہ اسے ایک دھوکا بھی دیا تھا جب اولڈ کریل (الاسکا) کے ایک گیس اسٹیشن (پیٹرول پمپ) سے راجر کی حیثیت سے میں نے اسے فون کیا تھا۔ فون پر ہونے والی وہ گفتگو اس کا سکون برباد کرنے کے لیے کافی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا' ربی اب تک میرے فریب میں مبتلا تھا یا میری چالاکی اس کی سمجھ میں اتر گئی تھی۔ ویسے ربی کی علمیت اور عملیت کے پیشِ نظر امکان اسی بات کا تھا کہ وہ میری چال سے واقف ہو گیا تھا ورنہ وہ ماؤنٹ مکنلے والا انتہائی محفوظ ٹھکانا چھوڑ کر مین ہیٹن کا رخ نہ کرتا!

سانگ فو نے میری صلاحیتوں کا حوالہ دیا تو میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا پھر اسی خیال کے تحت میں نے اس سے کہا ''آپ اگر اجازت دیں تو لمحے بھر میں ساحل کی خیریت معلوم کر کے آتا ہوں۔''

''وہ خیریت سے ہے اور اس وقت اس پر گہری نیند کا تسلط ہے۔'' وہ ٹھہری ہوئی آواز میں بولا ''میں نے چند لمحے پہلے ادھر جھانکا تھا۔''

میں چونک اٹھا ''آپ کا مطلب ہے مجھ سے گفتگو کرنے کے دوران میں؟''

اس نے میری حیرت کا نوٹس نہیں لیا اور بہ دستور سنجیدہ لہجے میں بولا ''تم بھی ٹرائی کر لو۔''

میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے تصور کو ساحل کے سراپا پر مرتکز کیا۔ میرے پین پل گلینڈ نے کام دکھایا اور میں اس بیڈروم میں پہنچ گیا جہاں میں نے ساحل کو بے سدھ پڑے دیکھا تھا۔ سانگ فو کا کہنا بالکل درست تھا۔ ساحل گہری نیند میں تھی۔ میں نے آنکھیں کھولیں اور سانگ فو کے سامنے حاضر ہو گیا۔

اس کے لبوں پر شبنمی تبسم ابھرا پھر اس نے میرے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اس کا انداز کسی استاد کا تھا۔ ماسٹر ہینگ پائی اسی انداز میں مجھے لیکچر دیا کرتا تھا۔ میرے ذہن میں شاؤلن ٹیمپل کی وہ پہاڑی آن کھڑی ہوئی جس کے دامن میں ماسٹر ہینگ پائی مجھے ''چی'' کی خصوصی ٹریننگ دیا کرتا تھا۔ آج ڈاکٹر مونگ کا بڑا ''سانگ فو'' بھی اسی انہماک سے مجھے کچھ بتانے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''وجدان! میں تم سے بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں اسی لیے میں نے تمہیں سیٹل بلایا ہے۔ اگرچہ ہمارے ساتھ بہت مختصر ہے لیکن میں اپنی بات پوری کر لوں گا۔ بات تم سے روبہ رو بیٹھ کر ہی ہو سکتی تھی۔''

اس کے لہجے کی گمبھیرتا اور سنجیدگی سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی بہت بڑا راز مجھ تک منتقل کرنے والا ہے۔ اس کی کیفیت نے مجھے بتایا کہ وہ قدرے طول بھی تھا۔ میں نے کہا۔

''محترم! اگرچہ ہم آج تھوڑی دیر کے لیے ملے ہیں لیکن اللہ نے چاہا تو ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔ میں ساحل کو حاصل کرنے کے بعد سیدھا آپ کے پاس سیٹل ہی آؤں گا۔''

وہ دور خلا میں گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں بولا ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم دوبارہ ملیں گے مگر دوسرے جنم میں۔''

جنم میں یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے۔''

''دوسرا جنم!'' میں نے متعجب نظر سے اسے دیکھا ''محترم سانگ فو! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں نے وہی کہا ہے جو تم نے سنا ہے!'' وہ دوٹوک انداز میں بولا۔

میں بدھ ازم کے بارے میں وسیع معلومات رکھتا تھا۔ مجھے یہ بات معلوم تھی کہ بدھ مت کے ماننے والے آخرت پر یقین نہیں رکھتے بلکہ ہندومت کی طرح وہ دوسرے' تیسرے جنم پر یقین رکھتے ہیں۔ بدھ ازم کے مطابق، انسان اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کرتا ہے ان اعمال کی بنا پر اسے دوسرا جنم ملتا ہے۔ ایک نیک اور صالح انسان کو دوسرے جنم میں اعلیٰ و ارفع خصال کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے اور برے اعمال کا حامل شخص، سزا کے طور پر بڑی عبرتناک صورت میں دوسرا جنم لیتا ہے۔ بہرحال اس عقیدے سے قطع نظر سانگ فو نے اس وقت جو بات کی تھی اس نے میرے اندر کھلبلی سی مچا دی اور میں پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''محترم آپ کس کے دوسرے جنم کی بات کر رہے ہیں۔ اپنے یا.....''

''میں اپنے دوسرے جنم کا ذکر کر رہا ہوں۔'' وہ میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول اٹھا ''تمہاری تو ابھی اٹھتی جوانی ہے جب کہ میں زندگی کا سفر پورا کر چکا ہوں۔ پتا نہیں کب یہ چراغ بجھ جائے۔''

وہ انتہائی سنجیدگی سے مستقبل کا احوال بیان کر رہا تھا۔ میں نے دل جوئی کے انداز میں کہا ''آپ کو کچھ نہیں ہوگا میرے محترم۔ ہم عنقریب سیٹل میں دوبارہ ملاقات کریں گے۔''

''میں کب کہہ رہا ہوں' مجھے کچھ ہو جائے گا۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ''بس میں تو ایک لباس سے نکل کر دوسرے لباس میں چلا جاؤں گا۔ ہم واقعی دوبارہ ملیں گے لیکن سیٹل میں نہیں بلکہ تبت میں۔''

''تبت میں؟'' میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔

''ہاں۔'' اس نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا ''ہماری دوسری ملاقات تبت میں ہوگی۔ میں تمہیں چار سال کے ایک خوبصورت بچے کے اندر ملوں گا۔ اس بچے کا نام بھی سانگ فو ہوگا۔ مجھے پورا یقین ہے تم مجھے دیکھتے ہی پہچان لو گے۔''

ایک مسلمان ہونے کے ناتے سانگ فو کا فلسفہ اور بیان میرے لیے فضولیات سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ ہمارا عقیدہ اور مذہبی تعلیمات اس سے مختلف ہیں۔ بہرحال میں نے سانگ فو سے کسی قسم کی جرح بحث مناسب نہ سمجھی اور خاموش بیٹھا رہا۔

چند لمحے کے سکوت کے بعد اس نے کہا ''مجھے یقین ہے تم سے زیادہ سنجیدگی اور شدومد سے ساحل کو اور کوئی تلاش نہیں کر سکتا۔ ساحل کا حصول اگرچہ آسان نہیں لیکن تمہارے عزم اور مستقل مزاجی سے کچھ بعید بھی نہیں۔'' وہ ذرا دیر کو خاموش ہوا پھر گفتگو کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''جب تم ساحل کو حاصل کر لو تو اس کی قدر کرنا۔ اس نے تمہاری خاطر بہت صعوبتیں اٹھائی ہیں۔ میں ساحل کا ایک بزرگ ہونے کے ناتے اسے تمہاری سپردگی میں دیتا ہوں۔''

وہ ایک مرتبہ پھر بڑے معنی خیز انداز میں چپ ہو گیا۔ اس کی یہ خاموشی اسرار و رموز کا مرقع تھی۔ مجھے ان لمحات میں یوں محسوس ہوا جیسے کوئی سربسترِ مرگ پر اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہو اور اپنی دانست میں ایک لائق اور قابلِ بھروسا نوجوان کے ہاتھ میں اپنی لختِ جگر کا ہاتھ تھما کر بیٹی کا مستقبل محفوظ کرنے کی سعی کر رہا ہو..... لیکن یہ سپردگی' یہ حوالگی اور یہ عطا کتنی مضحکہ خیز اور عجیب وغریب تھی۔ سانگ فو ایک ایسی شے مجھے دے رہا تھا جو اس کے پاس تھی ہی نہیں ''یہ گیو اینڈ ٹیک'' کی ایک ناقابلِ یقین مثال تھی۔ بہرحال اس میں میرے لیے اطمینان کا پہلو موجود تھا۔ ساحل کے کرتا دھرتا مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے رضاکارانہ طور پر دست بردار ہو رہے تھے۔ سانگ فو کی عطا کے جواب میں' میں نے صرف اتنا کہا۔

''محترم! میں اس مہربانی کے لیے زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔''

اس نے دیوار گیر کلاک پر ایک نظر ڈالی اور بولا ''وقت بہت کم ہے۔ اس اہم بات چیت کے علاوہ بھی بہت سارے کام باقی ہیں لہٰذا میں پہلے تمہاری ذات کو نمٹا دوں۔''

پتا نہیں وہ میرے بارے میں مزید کیا کہنا چاہتا تھا اس لیے میں نے کچھ بولنے کے بجائے سننے پر ہی اکتفا کیا۔

اس نے کہا ''وجدان! میری بات کو ذرا دھیان سے سننا اور اس گفتگو کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا۔'' ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''ماسٹر ہینگ پائی کی نگرانی میں تم نے ''چی'' کی بیداری کا آغاز کیا تھا۔ تمہاری تھرڈ آئی (پین پل گلینڈ) خاطر خواہ متحرک ہو چکا ہے لیکن ابھی اسے مزید مستعد اور کارآمد بنانا پڑے گا۔ جب بھی اور جتنی بھی فرصت ملے تم اس غدود کو مرکزِ تصور بنا کر مشق

کرتے رہو۔ یہ تمہاری منزل نہیں تمہیں اور آگے جانا ہے۔''

وہ سانس لینے کو رکا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''انسانی جسم میں موجود یہ غدود (گلینڈز) بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ پن یل گلینڈ (PINEAL GLAND) کی مدد سے آپ اپنی سوچ اور خواہش کو تصور کے ذریعے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا سکتے ہیں۔ یہ گویا آپ کی باطنی آنکھ ہے۔ اگر چہ یہ پوری طرح کھل جائے تو پھر کوئی پردہ، پردہ نہیں رہتا۔ یہ غدود دماغ کے سامنے والے حصے پر واقع ہے۔ دونوں آنکھوں کے بیچ..... پیشانی کے عین وسط میں۔''

اس نے ایک انگلی سے اپنی پیشانی کو چھوا۔ یہ وہ مقام تھا جس کے پیچھے پن یل گلینڈ موجود ہوتا ہے۔ ہندو عورتیں اور پنڈت عین اسی مقام پر سرخ بندیا لگاتے ہیں۔ انسانی آنکھ کو نظر آنے والے رنگوں میں سرخ رنگ کی طول موج (WAVELENGHT) سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ماتھے پر چمکنے والی سرخ بندیا غور و فکر کرنے والوں کے لیے کئی در کھولتی ہے۔

''باطنی آنکھ کی طرح ایک باطنی کان بھی ہوتا ہے۔'' سانگ فو کہہ رہا تھا ''میں انسانی دماغ کے عقبی حصے میں موجود پچیوٹری گلینڈ (PITUITARY GLAND) کی بات کر رہا ہوں یہ غدود انسان کے لیے باطنی کان کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر یہ کنٹرول میں آجائے تو آپ تصور کی نگاہ سے دیکھے گئے منظر کا ساؤنڈ سسٹم آن کر سکتے ہیں۔ وہاں پیدا ہونے والی ہر آواز کو سن سکتے ہیں اور اپنی آواز کو وہاں پہنچا بھی سکتے ہیں۔ اگر پچیوٹری اور پن یل دونوں گلینڈز آپ کے فرماں بردار بن جائیں اور یہ دونوں آپس میں بھی اچھی انڈر اسٹینڈنگ پیدا کرلیں تو ان کی کارکردگی سے وقوع پانے والی صلاحیت ٹیلی پیتھی کہلاتی ہے مگر..... یہ تمہارا شعبہ نہیں۔''

''پھر آپ مجھے اس بارے میں اتنی تفصیل سے کیوں بتا رہے ہیں؟'' میرے لبوں سے بے ساختہ یہ سوال پھسل گیا۔

وہ مدبرانہ انداز میں بولا ''اس لیے اگر کبھی تمہیں کہیں سے پچیوٹری گلینڈ کی اہمیت کے بارے میں پتا چلے تو تم اس کی مشقیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ ایسی کوئی بھی کوشش وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوگی۔ ماسٹر ہینگ پائی نے تمہاری ناپ تول کے بعد ہی ''چی'' کے میدان میں ڈالا تھا۔ ہر انسان کی کیمسٹری دوسرے سے مختلف ہے اور ہر صلاحیت ہر انسان کے لیے نہیں ہوتی۔ تم ''چی'' اور پن یل گلینڈ تک محدود رہو تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے کیونکہ تمہیں ''دنیاداری'' کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ عظیم پہاڑوں کی گپھائیں اور تنگ و تاریک غار تمہارا مسکن نہیں ہیں۔ تم کوئی راہب، کوئی بھکشو کوئی تارک الدنیا قسم کے شخص نہیں۔ ٹھیٹ روحیت کے معاملات تمہارے لیے نہیں ہیں۔ تمہیں انسانوں کے بیچ، انسانوں کی طرح رہنا ہے اور انسانوں کی مدد کرنا ہے۔ مظلوم کے تحفظ کے لیے ظالم کا ہاتھ توڑنا ہے۔ تم معرکۂ حق و باطل کے لیے مخصوص ہو۔ اس جنگ میں مارشل آرٹس، یوگا اور چی تمہارے ہتھیار ہیں۔ انتہائی ضرورت کے تحت تم تھرڈ آئی کا استعمال بھی کر سکتے ہو۔'' ایک لمحے کو متوقف رہنے کے بعد مجھے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا ''وجدان! میں نے تمہاری حدود و قیود کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا ہے۔ یہ میرا فرض تھا جو میں نے پورا کر دیا۔ اب تم اپنا فرض پورا کرو گے اور کبھی بھولے سے بھی ان حدود و قیود کو پھلانگنے کی کوشش نہیں کرو گے۔''

''محترم! میں نے آپ کی ہدایت کو اپنے ذہن میں نقش کرلیا ہے۔'' میں نے تعظیم سے بھرپور لہجے میں کہا ''میں اپنا فرض پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔''

''اسی میں تمہاری بھلائی اور بہتری پوشیدہ ہے۔'' وہ گمبھیر آواز میں بولا ''حدود توڑ کر تم سراسر خسارے میں رہو گے۔ اگر میری بات کا یقین نہ ہو تو تم خود کو آزمائش میں ڈال سکتے ہو!''

''میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔'' میں نے فرماں برداری سے کہا۔

وہ چند لمحے خاموش رہ کر کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر دوبارہ گویا ہوا ''اب کچھ تذکرہ تمہارے اس ہم شکل کا ہو جائے جس نے ادھر پاکستان میں خاصی گڑبڑ مچا رکھی تھی.....''

''آپ اس بہروپیے، کم بخت نقلی وجدان کی بات کر رہے ہیں؟'' اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں بول اٹھا۔ میرا یہ سوال بے ساختہ اور اندرونی اضطراب کا مظہر تھا۔

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی اور کہا ''ہاں، میں اسی نقلی پرور کا ذکر کر رہا ہوں۔''

سانگ فو نے ''گڑبڑ مچا رکھی تھی۔'' ایسے الفاظ استعمال کیے تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ ان الفاظ سے یہی مفہوم برآمد ہوتا تھا کہ اب نقلی وجدان پاکستان میں موجود نہیں تھا۔ میں نے اس سلسلے میں سانگ فو سے استفسار کیا تو اس نے بتایا۔

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، وہ اس وقت کہاں ہوگا کیونکہ ہزار کوشش کے بعد بھی میں اس تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہا ہوں۔ البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں، اسے پاکستان سے نکال لیا گیا ہے۔''

میں نے اضطراری لہجے میں پوچھا ''اسے پاکستان سے کس نے نکالا ہے؟''

''ربی موشے ہائمن نے۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

''کیا؟'' میں سناٹے میں آگیا۔

سانگ فو نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

ماؤنٹ مکنلے میں، مجھے اپنے ٹرانس میں لینے کی کوشش کرتے ہوئے ربی نے اپنے عزائم کا اظہار تو کیا تھا۔ اس نے مجھے تسلی دیتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد وہ میرے پرتو... نقلی وجدان کو اپنے قابو میں کرلے گا لیکن مجھے امید نہیں تھی، اسے اتنی آسانی سے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ میں سانگ فو کی اطلاع کو جھٹلانے کی پوزیشن میں نہیں تھا اس لیے ایک بوجھل سانس خارج کرتے ہوئے صرف اتنا کہا۔ میرے الفاظ سے جھنجلاہٹ جھلکتی تھی۔

''میرے محترم! یہ تو بہت برا ہوا!''

''اس دنیا میں یا تو اچھا ہوتا ہے اور یا پھر برا ہوتا ہے..... بلکہ زیادہ تر برا ہی ہوتا ہے۔'' وہ فلسفیانہ انداز میں بولا ''اس میں بے چاری دنیا کا کوئی قصور نہیں کیونکہ اس دنیا میں اکثر لوگ برے ہوتے ہیں۔''

سانگ فو ایک تلخ حقیقت بیان کر رہا تھا لہٰذا اس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے متذبذب انداز میں کہا ''نقلی وجدان اگر ربی کے ہاتھ کا کھلونا بن گیا تو بڑی افراتفری پھیلے گی۔ میں ربی موشے ہائمن کی ذہنیت اور عزائم کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہ سب سے پہلے اسے میرے خلاف استعمال کرے گا۔''

''کیا تم نقلی وجدان سے ڈرتے ہو؟'' سانگ فو نے براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

میں نے دانت کچکچائے ''نقلی وجدان..... مائی فٹ!''

''میں تم سے یہی سننا چاہتا تھا'' وہ مشفقانہ انداز میں میرے عزائم کو سراہتے ہوئے بولا ''ربی موشے ہائمن بلاشبہ ایک عامل کامل اور عالم فاضل شخص ہے۔ وہ تمہارے پرتو سے کوئی حیرت انگیز کام ہی لے گا..... لینے دو۔'' وہ تھوڑی دیر کو رکا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''ربی تو تم پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا تھا۔ تم قابو میں نہیں آئے تو نقلی وجدان ہی سہی۔''

سانگ فو نے آخری الفاظ اس انداز میں ادا کیے تھے جیسے کہہ رہا ہو..... تو نہ سہی، تیری تصویر ہی سہی۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد ہماری وہ طویل مگر نہایت ہی اہمیت کی حامل ملاقات اختتام پذیر ہوگئی۔ اس ملاقات نے میری عملی زندگی کے خطوط متعین کر دیے تھے۔

سانگ فو اٹھ کھڑا ہوا تو میں نے اس کی تقلید کی۔ وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے نرم لہجے میں بولا ''آؤ میں تمہیں دوسرے اہم لوگوں سے ملواتا ہوں۔''

میں گردن جھکا کر اس کے پیچھے ہولیا۔

☆☆☆

یونائیٹڈ ائرلائنز کے طیارے نے ٹھیک ساڑھے نو بجے ''لاگارڈیا'' ائرپورٹ کے رن وے کو چھولیا۔ سینٹل اور نیویارک کے درمیان لگ بھگ چھے گھنٹے کی فلائٹ ہے جب کہ مقامی وقت کا تفاوت تین گھنٹے ہے۔ لاگارڈیا ائرپورٹ آؤٹ بورو ''کوئینز'' میں واقع ہے۔ ڈومیسٹک فلائٹس کا زیادہ لوڈ اسی ائرپورٹ پر ہے جب کہ جے ایف کینیڈی انٹرنیشنل ائرپورٹ زیادہ تر بین الاقوامی پروازوں کی وجہ سے معروف رہتا ہے تاہم بعض انٹرنیشنل فلائٹس بھی اس ائرپورٹ سے ڈیل ہوتی ہے۔

ائرپورٹ سے باہر آکر ہم نے ایک چمچماتی میڈیلین کیب لے لی۔ اپنے وطن کی طرح نیویارک میں ٹیکسی ڈرائیور کو اپنی منزل تک لے جانے کے لیے اس کی خوشامد درآمد نہیں کرنا پڑتی۔ رکوع کے بل جھک کر اس سے یہ نہیں پوچھنا پڑتا کہ بھائی فلاں جگہ جاؤ گے؟..... اور نہ ہی وہ رعونت بھرے انداز میں کہتا ہے ''نہیں میں تو کہیں اور جا رہا ہوں۔ اگر ٹیکسی خالی ہے تو اس کا مطلب ہے'' اسے جانا ہے..... اور جہاں آپ چاہتے ہیں، وہیں جانا ہے۔ آپ ٹیکسی کا دروازہ کھولیں اور بے دھڑک اندر بیٹھ جائیں۔ کرایے کے لین دین پر بھی کوئی جھگڑا پھڈا نہیں۔ مختلف جمع تفریق کے حساب کتاب سے گزرنے کے بعد اوسطاً تین ڈالر فی میل کرایہ پڑتا ہے۔ ہر میل کا پہلا چوتھائی فاصلہ ڈیڑھ ڈالر میں، باقی ہر چوتھائی میل پچاس سینٹ میں۔ اگر اپنی مرضی سے، کچھ وقت کے لیے کہیں ٹیکسی رکوانا چاہیں تو پچیس سینٹ فی منٹ الگ چارج ہوگا۔ انگلینڈ کی بہ نسبت امریکا میں ٹیکسی خاصی سستی پڑتی ہے۔

ہم بیلو میڈیلین کیب کی عقبی نشست پر بیٹھ چکے تو مراکیل نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا ''مین ایٹین ڈاؤن ٹاؤن..... یعنی اسکوائر!''

سیاہ فارم ٹیکسی ڈرائیور نے استفسار کیا ''کیتھم اسکوائر..... چائنا ٹاؤن؟''

''یس' چائنا ٹاؤن۔''

''آسٹوریا سے نکالوں؟''

''نکالو مگر مین ہیٹن میں داخل نہیں ہونا۔'' راکیل نے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے گردن گھما کر عقب میں دیکھا اور حیرت بھرے لہجے میں بولا ''آپ لوگ مین ہیٹن نہیں جا رہے؟''

''جا رہے ہیں' لیکن ہمیں چائنا ٹاؤن پہنچنے کی کوئی جلدی نہیں۔'' راکیل نے بے پروائی سے کہا' ''اس لیے مین ہیٹن میں آپ ٹاؤن سے گھسنے کی ضرورت نہیں۔ تم سیدھا سیدھا ''ٹوسیونٹی ایٹ'' پکڑو اور نیویارک سٹی کے درمیان سے گزر کر مین ہیٹن برج پر پہنچو اور برج کراس کر کے چائنا ٹاؤن میں داخل ہو جاؤ۔''

''اس طرح کرایہ اور فاصلہ ڈیڑھ گناہ ہو جائے گا!'' ٹیکسی ڈرائیور نے سیاہ چہرے پر موجود سفید آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''جانتی ہوں۔'' وہ مخصوص امریکی انداز میں بولی۔

سیاہ فارم ٹیکسی ڈرائیور نے کندھے اچکائے اور سیدھا ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے ہمارے اور ڈرائیور کے درمیان پارٹیشن گلاس حائل ہو گیا۔ ڈرائیور نے ڈیش بورڈ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے ہمیں ہوائی دیسی فراہم کر دی تھی۔ اب ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ڈرائیور کی سماعت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہمیں کوئی بے وقوف یا فضول خرچ جوڑا سمجھا تھا جو خواہ مخواہ پچاس فی صد زیادہ کرایہ دینے پر تلا بیٹھا ہو!

یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ ہماری باتیں ڈرائیور تک نہیں پہنچیں گی' میں نے راکیل سے پوچھا ''تمہارا یہ فیصلہ ڈرائیور کی سمجھ میں نہیں آیا۔''

''تہ آئے'' اس نے کندھے جھٹکے اور بولی ''دراصل میں اپ ٹاؤن سے مین ہیٹن میں داخل نہیں ہونا چاہتی۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ اول اپ ٹاؤن مین ہیٹن میں اسٹریٹ ون ٹو سکسٹی ون سے ون تھرٹی فائیو تک ''ہارلم'' کا علاقہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ متعصب کالوں کا علاقہ ہے۔ رات تو رات دن میں بھی سوچ سمجھ کر ادھر کا رخ کرنا چاہیے اور ٹیکسی کے ذریعے تو بالکل نہیں جانا چاہیے۔ میں بعد میں ''ہارلم ٹریجڈی'' کے بارے میں تفصیلاً بتاؤں گی۔ دوسری وجہ ''ٹریفک جیم'' ہے۔ وہ ایک لمحے کو رکی پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''اگر ہم آسٹوریا سے مین ہیٹن کی طرف جائیں تو ہمیں ''ٹرائی بورو برج'' سے گزر کر اپ ٹاؤن ناتھ اسٹریٹ ون ٹوسکسٹی فائیو ایسٹ پر آنا ہوگا۔ پھر تھرڈ ایونیو پکڑنا ہوگی۔ اس ایونیو پر سفر کرتے ہوئے ہمیں آدھے اپ ٹاؤن اور پورے مڈ ٹاؤن سے گزرنا ہوگا۔ پھر اسٹریٹ فورٹین ایسٹ سے ہم ڈاؤن ٹاؤن میں داخل ہو جائیں گے اور کوپر اسکوائر سے ''پاورری'' اسٹریٹ پکڑ کر سیدھے ایٹھم اسکوائر (چائنا ٹاؤن) پہنچ جائیں گے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مین ہیٹن کی ایک سے لے کر بارہ ایونیوز تک بے حد مصروف ہیں اور ٹریفک جوں کے ماننڈ رینگتا ہے' خاص طور پر مڈ ٹاؤن میں مین ہیٹن میں کسی بھی ایونیو پر ڈرائیونگ کے لیے نہایت ہی مضبوط اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ.....''

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر تھوڑی دیر کو متوقف ہوئی پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی ''جب کہ نیویارک سٹی کے اندر سے گزرنے والی ''ٹوسیونٹی ایٹ'' ایک ایکسپریس ہائی وے ہے جو ''بروکلین۔ تو نیئر ایکسپریس ہائی وے'' کہلاتی ہے۔ اس پر ڈرائیونگ ظاہر ہے' زیادہ اعصاب شکن اور تکلیف دہ نہیں۔ ہم مین ہیٹن برج پر اس ہائے وے کو چھوڑ دیں گے اور پل عبور کر کے چائنا ٹاؤن میں داخل ہو جائیں گے۔''

میں بڑی توجہ سے راکیل کی فراہم کردہ معلومات کو ذہن نشین کرتا رہا۔ اس نے مجھے آسٹوریا کے بارے میں بھی مختصراً بتایا۔ آسٹوریا میں غالب آبادی یونانی افراد کی ہے۔ کسی زمانے میں جب ابھی ہالی وڈ فلم انڈسٹری قائم نہیں ہوئی تھی تو آسٹوریا ہی میں فلم اسٹوڈیوز ہوا کرتے تھے ''آسٹوریا اسٹوڈیوز'' اپنے وقت کا بڑا مشہور اسٹوڈیو رہا ہے۔ رڈولف ویلنٹینو اور گلوریا سوانسن نے اپنے فلمی کیریئر کا آغاز آسٹوریا ہی سے کیا تھا۔

میں نے راکیل سے پوچھا ''ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے میں کتنا وقت لگے گا؟''

''کم از کم چالیس منٹ۔'' اس نے جواب دیا ''اس وقت میں دس منٹ تک کا اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔''

''او کے! پھر میں تھوڑی سی نیند لے لیتا ہوں۔'' میں نے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا ''جب ہم چائنا ٹاؤن میں داخل ہوں تو مجھے جگا دینا۔''

میں دراصل اس دوران میں اپنی تھرڈ آئی سے ماحول کو جھانکنا چاہتا تھا۔ راکیل میری اس تاکا جھانکی کی حقیقت سے بڑی حد تک آگاہ ہو چکی تھی' معنی خیز لہجے میں بولی ''کیا تم واقعی نیند لینے جا رہے ہو؟''

''کیا تمہیں کوئی شک ہے؟'' میں نے گہری سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''نہیں' نہیں۔'' وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بڑی چالاکی سے بولی' پھر بات بدل کر کہنے لگی ''کیا عظیم الشان مین ہیٹن برج سے گزرتے ہوئے تم ڈاؤن ٹاؤن کا نظارہ نہیں کرو گے۔ ایسٹ ریور کو اس پل کی مدد سے عبور کرنا بڑا ہیجان خیز ہوتا ہے۔''

''او کے!'' میں نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا ''جب ہم ایکسپریس ہائی وے کو چھوڑ کر برج میں داخل ہونے لگیں تو تم مجھے بیدار کر دینا۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ راکیل نے اس موقع پر بڑی عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور میرے ''کام'' میں کسی قسم کی مداخلت کی کوشش نہیں کی۔ میں راکیل کی بات سے ایک سو ایک فی صد متفق ہوں کہ مین ہیٹن برج اور بروکلین برج سے ڈاؤن ٹاؤن کا نظارہ واقعی قابلِ دید اور ناقابلِ فراموش ہے۔ یہ دونوں برج ایسٹ ریور پر واقع ہیں جو بروکلین کو ڈاؤن ٹاؤن مین ہیٹن سے ملاتے ہیں۔ بعد میں کئی مرتبہ مجھے اس حسین نظارے کا تجربہ ہوا۔

آنکھیں بند کرتے ہی میں اپنے تازہ ترین حالات پر غور کرنے لگا۔ گزشتہ روز سانگ فو سے میری بڑی اہم اور تفصیلی میٹنگ ہوئی تھی جس کے نتیجے میں راکیل کے ساتھ اس وقت نیویارک میں موجود تھا۔ ساحل کی تلاش کے سلسلے میں راکیل سانگ فو کی نمائندگی کر رہی تھی۔ راکیل ساحل اور میرے بارے میں بہت کچھ جان چکی تھی حتیٰ کہ بڑی حد تک اسے میری ''چی'' اور ''تیسری آنکھ'' والی صلاحیت کی بھی خبر ہو گئی تھی۔ میرا مشن اس کے ذہن میں روز روشن کی طرح واضح تھا۔ وہ اب تک ایک قابلِ اعتماد دوست کا کردار ادا کرتی آئی تھی لہٰذا اس پر بھروسا کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں تھی۔

سیٹسل میں سانگ فو نے مجھے اپنے اس بندے سے بھی ملوا دیا تھا جو ہر قسم کے میک اپ میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ خاص طور پر ماسک میک اپ میں اسے بے پناہ مہارت حاصل تھی۔ اس نے مجھے نہایت ہی مفید ٹپس بھی دیں۔ اس کا نام چاؤ یان تھا۔ سانگ فو کے مطابق ایک آدھ دن میں ہی یو آن ماؤ (ڈاکٹر مونگ) کی حیثیت سے وہ اینکریج (الاسکا) روانہ ہونے والا تھا۔

سانگ فو کی بزرگانہ ہدایت کے مطابق مجھے اور راکیل کو چائنا ٹاؤن (مین ہیٹن) میں پہنچنا تھا۔ اس نے ہمیں ''ونگ ہنگ'' نامی ایک شخص کا ایڈریس دیا تھا' اور کہا تھا' وہ ہمارے نیویارک پہنچنے سے پہلے ونگ ہنگ کو فون بھی کر دے گا۔ ونگ ہنگ کو ہمارے مشن سے آگاہ نہیں کیا جائے گا تاہم سانگ فو کے مطابق ونگ ہنگ مین ہیٹن میں ہم سے ہر قسم کا تعاون کرنے کا پابند ہوتا۔ وہ سانگ فو کا گہرا عقیدت مند تھا اور بدھ مت سے تعلق رکھتا تھا۔ چائنا ٹاؤن میں اس کی فوٹو گرافی کی ایک بہت بڑی دکان تھی۔ میں اور راکیل' گارشیا اور ڈسلوا کی حیثیت سے جا کر اس سے ملتے۔ ہم ایک طرح سے اس کے مہمان ہوتے جو ہوٹل سے آئے تھے.....اور اس وقت ہم سیدھے ایٹھم اسکوائر (چائنا ٹاؤن) ونگ ہنگ کے پاس ہی جا رہے تھے۔

میں گہری سنجیدگی سے ساحل کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے لیے سب سے بڑا اطمینان کا پہلو یہ تھا کہ سانگ فو نے بڑی شرافت سے ساحل کو مجھے سونپ دیا تھا اور اس کی دل گرفتہ باتوں سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا تھا..... وہ چند گھڑیوں' چند دن یا چند ہفتوں کا مہمان تھا! سانگ فو کو سب اپنا بڑا مانتے تھے جب اس نے ساحل کو میرے حوالے کر دیا تھا تو دوسرے کسی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اب یہ مجھ پر منحصر تھا کہ میں کتنی جلدی ساحل تک پہنچ جاتا ہوں!

آخری مرتبہ میں نے جب ساحل کی طرف جھانکا تھا تو وہ حالتِ نیند میں تھی۔ اس وقت میں سانگ فو کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھا۔ میں نے ساحل کو اسی بیڈ روم میں پایا تھا جہاں وہ ربی موشے یائمن کی قید میں تھی۔ اس کے بعد میں نے ساحل کی خبر نہیں لی تھی۔

میں نے اپنے تصور میں ساحل کے خال وخط کو ابھارا اور اگلے ہی لمحے میری باطنی آنکھ نے مجھے اس کے ماحول میں پہنچا دیا۔ میں نے اسے ایک بیڈ پر چت لیٹے ہوئے پایا۔ وہ یقینی طور پر اس وقت جاگ رہی تھی لیکن یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ وہ بیڈ روم نہیں تھا جہاں میں نے اسے ایک چرمی کاؤچ پر حالتِ نیند میں دیکھا تھا۔ اس بیڈ روم کا ماحول اس بیڈ روم سے قطعی مختلف تھا۔ ممکن ہے یہ اسی بلڈنگ کا کوئی دوسرا بیڈ روم ہو یا یہ بھی ہو سکتا تھا' ساحل اس وقت کسی دوسری جگہ پر ہو!

آخر الذکر خیال نے اندرونی طور پر مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا اور بے ساختہ میرے دل سے یہ صدا بلند ہوئی۔ نہیں، اب ساحل کو کسی نئی جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ میں اپنا ساحل ضرور حاصل کر کے رہوں گا۔ ربی کو میرے سامنے گھٹنے ٹیکنا ہی ہوں گے!

اس عزم نے میرے اندر ایک نئی توانائی بھر دی اور میں

نے اپنی تمام تر توجہ ساحل پر مرکوز کردی۔ وہ اس وقت جاگ رہی تھی' مکمل ہوش وحواس میں تھی۔ میں نے وقفے وقفے سے اس کی پلکوں کو جھپکتے ہوئے محسوس کیا۔ میں جانتا تھا اور سائنگ فو نے اس جاننے کی تصدیق بھی کی تھی کہ میری آواز کہیں اور' اور کہیں اور کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ مجھے صرف تصور کے ڈیوسیکشن سے کام لینا ہوگا' آڈیو سیکشن میری رسائی میں نہیں آسکتا لیکن ساحل کو ایک بیڈ پر دراز دیکھ کر میرا دل مچل گیا۔ میں نے بے اختیار ہوکر بہ زبان خاموشی اسے پکارا۔ اس عمل کا نتیجہ صفر کے برابر برآمد ہوا۔ میری پکار اس تک نہ پہنچ سکی۔ وہاں کی بھی کوئی آواز میری ظاہرہ یا باطنی ساعت تک رسائی حاصل نہیں کرپا رہی تھی۔ جھنجلا کر میں نے کوشش ترک کردی اور بیڈروم کے ماحول کی جزئیات کو اپنے ذہن میں نقش کرنے لگا۔

اس بیڈروم میں ساحل بالکل اکیلی تھی۔ میں نے کمرے کے سائز' وہاں موجود تمام اشیاء دروازے کے رنگ اور ڈیزائن' پردوں کے رنگ' کپڑے اور تراش خراش کے علاوہ فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین کو بھی ذہن نشین کرلیا۔ اسی طرح الیکٹرک لائٹس کی تفصیل بھی میری نظر سے پوشیدہ نہیں رہی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں انتظار کرنے لگا کہ کوئی اس کمرے میں داخل ہو' تاکہ میں اس کا ''ماحول'' پکڑ کر بیڈروم سے باہر ''نکل'' سکوں۔ ساحل کے از خود بیڈروم سے باہر قدم رکھنے کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ وہ عورت مجھے نظر آجائے گی جس کا پیچھا پکڑ کر میں دال اسٹریٹ تک چلا آیا تھا۔ میری لمحاتی تصور ائی غفلت سے وہ ایشیائی عورت میری دسترس میں نہیں رہی تھی۔

دس منٹ کے مسلسل انتظار کے بعد بھی جب میری امید پوری ہونے کے آثار واضح نہ ہوئے تو ایک بے نام سی اکتاہٹ نے میرے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسی اکتاہٹ میں ایک چونکا دینے والا خیال میری سوچ میں نمودار ہوا۔ میں نے سوچا کیوں نہ میں تصور کی نگاہ سے اس ایشیائی عورت کے ماحول میں اترنے کی کوشش کروں؟

یہ ایک اچھوتا خیال تھا۔ مذکورہ عورت کے خدوخال میرے ذہن میں محفوظ تھے۔ میں نے اس کی بادامی آنکھوں چوڑی پیشانی' بیضوی چہرے' گلابی ہونٹوں اور ستواں ناک کا تصور کیا اور اگلے ہی لمحے میں اس تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے اسے کسی آفس میں پایا۔ وہ ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی بڑی توجہ سے کسی کام میں مصروف تھی۔ میں نے مانیٹر کے اسکرین ''پر نگاہ'' ڈالی۔ وہاں نظر آنے والی تحریر سے مجھے اندازہ ہوا' وہ اسٹاک ایکسچینج سے متعلق کوئی فائل کھولے بیٹھی تھی۔ اس کا مطلب تھا' وہ اس وقت اپنے دفتری کام میں مصروف تھی۔ میں پانچ چھے منٹ تک انتظار کرتا رہا کہ وہ اپنی سیٹ چھوڑے اور مجھے بھی اس کے ساتھ موو کرنے کا موقع ملے لیکن میرا انتظار رنگ نہ لاسکا۔ اس کے انہماک کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا تھا' ابھی گھنٹوں اس کے اٹھنے کا کوئی امکان نہیں۔

نیویارک کے وقت کے مطابق اس لمحے ساڑھے دس بجے تھے۔ میں نے زونارا آئی لینڈ کے ہٹ سے جب ساحل کو ناشتا کرتے ہوئے دیکھا تھا تو اس وقت نیویارک میں لگ بھگ نو بجے تھے۔ کم وبیش نو پچیس پر وہ ایشیائی عورت مختلف راہ داریوں سے گزرنے کے بعد دال اسٹریٹ پر نکل آئی تھی اور جب میں نے اسے ''کھویا'' تو صبح کے ساڑھے نو بجے تھے۔ اس حساب کتاب کو اگر ذہن میں مناسب جگہ دی جائے تو پھر یہ نتیجہ سامنے آتا تھا کہ وہ ایشیائی خوبصورت عورت' ساحل کو ناشتا کروانے کے بعد کسی دفتر میں آکر بیٹھتی تھی اور اسٹاک ایکسچینج سے متعلق کوئی ضروری کام کرتی تھی مگر کس آفس میں اور کہاں؟ یہ ایسے سوالات تھے جن کا فی الحال میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا!

جب مزید پانچ منٹ تک بھی مذکورہ عورت کے' اپنی سیٹ سے اٹھنے کا کوئی امکان نظر نہ آیا تو میں اس کے آفس کے ماحول کو ذہن میں بسا کر وہاں سے چلا آیا۔

میں آنکھیں بند رکھتے ہوئے تازہ ترین صورت حالات پر غور کرنے لگا۔ آنکھیں کھولنے کا مطلب تھا' رائیل کی بولتی کا ڈھکن اٹھا دینا اور فی الحال اس موڈ میں نہیں تھا۔ اسی سوچ بچار میں میرے ذہن میں خیال آیا کہ ایک مرتبہ پھر ربی کوٹرائی کروں۔

میں نے ربی موشے ہائمن کے نقش ونگار اور تاثر انگیز شخصیت کو اپنے تصور میں تازہ کیا اور اس کے ماحول میں اترنے کے لیے اپنی تھرڈ آئی کو زحمت دی لیکن تاریکی کی ایک موٹی دیوار نے میری تصوراتی بصارت کا راستہ بلاک کردیا۔ میں ربی کے ماحول تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ دو تین مرتبہ کی سعی کے بعد جھنجلا کر میں نے یہ کوشش ترک کردی۔ ربی نے خود تک پہنچنے والے ہر راستے کو اپنے کسی پُراسرار علم یا عمل سے بند کررکھا تھا۔ اس ناکام .... کوشش سے ایک نہایت ہی اہم نکتہ میرے ہاتھ آگیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے اس نکتے پر غور کرنے لگا۔

میں براہِ راست ربی کو نشانہ بنا کر اس کے ماحول میں

نہیں جھانک سکوں گا۔ ہاں البتہ وہ جس ماحول میں موجود ہو وہاں کے کسی اور کردار کے ذریعے میں اس ماحول تک رسائی حاصل کرسکتا ہوں جیسا کہ ساحل والے معاملے میں ہوا تھا۔ جب وہ چرچ کاؤچ پر دراز تھی تو میں ربی کا تعاقب کرتے ہوئے بیڈروم کے دروازے تک چلا گیا تھا۔ اب مجھے کسی بھی طرح اس ماحول تک رسائی حاصل کرنا تھی جہاں ربی موشے ہائمن موجود ہو۔ اس طرح میں ربی کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا اور یہ جاننا نہایت ہی دشوار کام تھا کہ ربی کس وقت' کس ماحول میں کن لوگوں کے ساتھ موجود ہوگا اور آیا ان لوگوں میں سے میں کسی کا صورت آشنا بھی ہوں گا یا نہیں! یہ موقع سوائے اتفاق کے میرے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔

یہ سچ ہے جاننا بہت بڑا عذاب ہے اور قبل از وقت کی جان کاری ایک عظیم عذاب! جو انسان جتنا زیادہ باخبر ہوتا ہے وہ ذہنی اور جسمانی طور پر اتنی ہی زیادہ اذیت سے گزرتا ہے۔ صلاحیت چاہے جسمانی ہو یا ذہنی یا پھر روحانی ہو' اپنے استعمال کے جواب میں وہ ہم سے بھی ''تقاضا'' کرتی ہے۔ وہ ایک مخصوص ''خراج'' حاصل کیے بغیر جان نہیں چھوڑتی۔

اس سسٹم میں جس کا ہم حصہ ہیں' ادائی کے بغیر کچھ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ادائی البتہ پری پیڈ بھی ہوسکتی ہے اور پوسٹ پیڈ بھی۔ بالکل کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈ کی طرح۔ یہ سسٹم ''اس ہاتھ لو' اس ہاتھ دو'' کے تحت دو اور دو چار کی طرح کام کرتا ہے۔ جو لوگ واقعی باصلاحیت ہیں اور سسٹم کے ''طریقہ واردات'' کو جانتے ہیں وہ شب و روز اس تجربے سے گزرتے رہتے ہیں۔ غور وفکر کرنے والوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جب سے میں نے تیسری آنکھ کا استعمال شروع کیا تھا' مذکورہ تجربے سے گزر رہا تھا۔

میں نے اِدھر اُدھر کے خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور اپنے تصور کے گھوڑے کو تھرڈ آئی کے چابک سے ساحل کی جانب دوڑا دیا۔ وہ اسی بیڈ پر موجود تھی لیکن اب اس کی آنکھیں بند تھیں اور سینے کا زیر و بم بتاتا تھا' وہ حالتِ نیند میں داخل ہوچکی تھی۔ یہ سونے کا وقت تو نہیں تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا اسے زیادہ تر بے ہوش یا نیند کی حالت میں رکھنے کے لیے کوئی مخصوص دوا دی جارہی تھی۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا تھا' ربی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کی نیند کو اپنی مرضی کے مطابق سیٹ کردیا ہو!

میں نے آنکھیں کھول دیں اور ٹیکسی میں حاضر ہوگیا۔

اسی وقت رائیل پر میری نگاہ پڑی۔ وہ زیرِ لب مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نظر ملی تو اس نے استفسار کیا' ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں تمہیں جگانے ہی والی ہوں؟''

''بس اندازے ہی سے میں نے آنکھیں کھول دیں۔''

''اس کا مطلب ہے تمہاری نیند پوری ہوگئی!'' وہ شرارت بھرے لہجے میں مستفسر ہوئی۔

میں نے سرزنش آمیز نظر سے اسے دیکھا لیکن خاموش رہا۔

وہ خاموش نہ رہ سکی اور پوچھ بیٹھی ''کوئی کامیابی ہوئی؟''

میں نے نفی میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا اور ٹیکسی کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

میرے انکار کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں دانستہ اس سے کچھ چھپا رہا ہوں۔ وہ میری صلاحیتوں اور سرگرمیوں سے آگاہ ہوچکی تھی۔ میں اس وقت تک خود بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا' رائیل کو کیا بتاتا۔ تھوڑی دیر بعد میڈیلین کیب نے ایکسپریس ہائی وے کو چھوڑ دیا اور ایک نیم بیضوی دائرے میں سفر کرتے ہوئے سیدھی فلیٹ بش ایونیو میں داخل ہوگئی۔ فلیٹ بش ایونیو مین ہیٹن برج کے اوپر سے گزر کر سیدھی چانا ٹاؤن میں داخل ہوجاتی ہے۔ برج کے اختتام پر یہ ایونیو' کینال اسٹریٹ اور کریسنٹ اسٹریٹ میں تقسیم ہوجاتی ہے۔

دو جنوری کا آخری ہفتہ تھا اور درجۂ حرارت صفر کے آس پاس چل رہا تھا۔ فضا میں اچھی خاصی دھند بھی موجود تھی۔ نیویارک کو امریکا کی سرد ترین ریاستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ انتہائی شمال میں کینیڈا سے جڑی بیٹھی ہے۔ موسم سرما میں یہاں کا درجۂ حرارت بعض اوقات منفی دس درجہ سنٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ دھندلکی فضا کے سبب مین ہیٹن ڈاؤن ٹاؤن بھی دھندلا دھندلا نظر آرہا تھا۔ اس نظارے میں ایک عجیب سے سحر کا تاثر تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مین ہیٹن برج پر سے گزر کر ہم خوابوں کے کسی جزیرے میں داخل ہورہے ہیں۔

نیویارک' خصوصاً مین ہیٹن خوابوں کا ایک جزیرہ ہی ہے۔ موسیقار اور شاعر لوگ بھی بڑے کمال کے ہوتے ہیں۔ معاشرے کی بڑی گہری عکاسی کرتے ہیں۔ جس طرح ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں' اچھا اور برا۔ ڈراک اینڈ لائٹ۔ بالکل اسی طرح نیویارک کے بھی دو رخ ہیں۔ انتہائی خوبصورت اور دل کش نیویارک..... اور گندا غلیظ نیویارک! کسی زمانے میں جیز (JAZZ) موسیقاروں نے نیویارک کی چکاچوند اور دل کشی کے پیشِ نظر اسے بگ ایپل (BIG APPLE) کا خطاب دیا تھا۔ بعد میں اس خطے کے تاریک پہلو دکھانے کے لیے ''ہوبوز گروپ'' نے اس ریاست کو بگ

بن (BIG ONION) قرار دیا۔ مقصد یہ بتانا تھا کہ یارک کی بعض گلیوں میں موجود کچرے کے متعفن انباروں کے قریب سے گزریں تو آنکھوں میں ویسے ہی پانی اتر آتا ہے جیسے پیاز کو کاٹتے وقت! مرحوم اشفاق احمد نے اس جزیرے کے ریک پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

راکیل نے مجھے بتایا کہ ہر سال لگ بھگ پینتیس ملین زادنیو یارک یاترا کو آتے ہیں۔ ان کی دلچسپی اور توجہ کا مرکز و ور خوابوں کا جزیرہ ''مین ہیٹن'' ہی ہوتا ہے۔ مین ہیٹن کو ے طریقے سلیقے سے آباد کیا گیا ہے۔ جنوب اور شمال کے رمیان بہنے والی تمام سڑکیں ایونیوز ہیں جب کہ جزیرے کے مشرق کو مغرب سے ملانے والی چھوٹی سڑکیں اسٹریٹس کہلاتی ہیں۔ مین ہیٹن میں ففتھ ایونیو کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ جزیرے کے قلب سے گزر کر اسے مشرقی اور مغربی میں تقسیم کر دیتی ہے۔ ہر ایسٹ اسٹریٹ جب ففتھ ایونیو کو کراس کرتی ہے تو وہ ویسٹ اسٹریٹ میں بدل جاتی ہے مگر اس کا نمبر تبدیل نہیں ہوتا۔ مین ہیٹن میں شرقاً غرباً ایک سو اکانوے اسٹریٹس ہیں۔ ڈاؤن ٹاؤن مین ہیٹن ایک سے تیرہ اسٹریٹس تک ہے۔ اسٹریٹ چودہ سے اسٹھ تک مڈ ٹاؤن مین ہیٹن ہے اور اسٹریٹ ساٹھ سے ایک سو اکانوے تک اپ ٹاؤن مین ہیٹن کہلاتا ہے۔ متعصب اور نسل پرست کالوں کا خطرناک علاقہ ''ہارلم'' اپ ٹاؤن میں ہی واقع ہے۔

ہم بذریعہ ییلو میڈ یلین ہیمن ہیٹن برج کو عبور کر کے چائنا ٹاؤن میں داخل ہو گئے۔ ییلو میڈ یلین کیب کو نیو یارک کی لائسنس یافتہ ٹیکسی ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور اس کا اترانا لائسنس یافتہ پونی (PONY) سے کہیں زیادہ ہے۔ پونی ایک مخصوص شناخت ہے جو لائسنس یافتہ ''پراسٹیچوٹس آف نیو یارک'' کی پہچان ہے۔

کیب نے کینال اسٹریٹ پر تھوڑا فاصلہ طے کیا اور بائیں جانب بادری اسٹریٹ پر مڑ گئی۔ کچھ دیر بعد ہم کیتھم اسکوائر میں تھے۔ ڈرائیور نے گلاس پارٹیشن کو ہٹایا اور ہم سے استفسار کیا۔

''کیتھم اسکوائر میں کہاں روکوں؟''

اس دوران میں راکیل مسلسل باہر دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک سمت ڈرائیور کی توجہ مبذول کرائی اور فیصلہ کن لہجے میں کہا ''اس بینک کے سامنے روک دو۔''

ٹیکسی مذکورہ بینک سے تھوڑے فاصلے پر سڑک کے کنارے رک گئی۔ کرایہ صرف اکتیس ڈالر بنا تھا۔ راکیل نے رائیور کو پینتیس ڈالر ادا کیے اور ''کیپ دی چینج'' کہتے ہوئے ٹیکسی سے اتر گئی۔ اگر ہم دوسرے راستے سے مین ہیٹن میں داخل ہوتے تو کم و بیش بیس ڈالر کرایہ ادا کرنا پڑتا۔ راکیل نے چارڈ الرز ڈرائیور کو ٹپ کی مد میں دے دیے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا' قانوناً کسی ٹیکسی والے کو پندرہ فی صد سے زیادہ ٹپ نہیں دی جا سکتی۔ اکتیس پر چار کا تناسب تقریباً اتنا ہی بنتا تھا۔

امریکا میں کرنسی نوٹ کا استعمال بہت کم اور نچلی سطح پر ہوتا ہے۔ بیس ڈالر سے نیچے نیچے۔ اس سے اوپر عموماً کیش ڈیلنگ نہیں ہوتی بلکہ ادائی خالصتاً کریڈٹ کارڈز کے ذریعے کی جاتی ہے۔ کیش کے معاملات صرف بینک تک محدود ہیں۔ اوپن مارکیٹ' ہوٹلوں' دکانوں وغیرہ میں کیش قبول نہیں کیا جاتا۔ امریکی کرنسی ایک' دو' پانچ' دس' بیس' پچاس اور سو ڈالر کے نوٹوں پر مشتمل ہے۔ پانچ سو ایک ہزار' پانچ ہزار' دس ہزار اور سو ہزار کے نوٹ عام نہیں ہیں۔ یہ تمام بڑے نوٹ فیڈرل ریزرو سسٹم اور ٹریژری ڈیپارٹمنٹ کی ڈیلنگ کے لیے ہیں۔ سب سے زیادہ اہمیت بیس ڈالر کے نوٹ کو حاصل ہے آج کل امریکا میں جو حالات ہیں ان کے پیش نظر اس سال کے وسط تک فیڈرل ریزرو بینک پانچ سو ڈالر کا نوٹ عام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ امریکی عوام کی طرف سے حکومتی سطح پر کی جانے والی اس ''حرکت'' پر شدید احتجاج کی توقع ہے۔ سننے میں یہ بھی آ رہا ہے کہ مستقبل قریب میں بینک دولت پاکستان بھی بیس' پانچ ہزار اور دس ہزار کے کرنسی نوٹ کے اجرا کی تیاریوں میں ہے۔ امید نہیں کہ پاکستانی عوام اس کا کوئی سنجیدہ نوٹس لے..... کیونکہ یہ ایک بے بس عوام ہے' امریکی عوام کی طرح طاقتور اور حقوق یافتہ نہیں..... اور یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے!

ٹیکسی چھوڑنے کے ٹھیک ایک منٹ بعد ہم ''ونگ ہنگ فوٹو آرٹ'' میں داخل ہو رہے تھے۔ ونگ ہنگ کا یہ شان دار فوٹو اسٹوڈیو کیتھم اسکوائر میں ''مین ہیٹن سیونگ بینک'' کے نزدیک ہی واقع ہے۔ بینک کی عمارت کسی چائنیز ٹیمپل سے مشابہ ہے۔ قریب ہی تھوڑے فاصلے پر عظیم چینی فلسفی کے نام پر تعمیر کی جانے والی عمارت ''کنفیوشس پلازا'' استادہ ہے۔

ونگ ہنگ نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ وہ چالیس سال کا ایک صحت مند شخص تھا۔ میانہ قد اور جسم مائل بہ فربہی۔ آنکھوں پر نظر کا چشمہ۔ سانگ فو نے اسے ہماری آمد کی اطلاع دے دی تھی اور اس کے رویے سے یہی ظاہر ہوتا تھا' وہ ہمارے لیے سراپا تعاون ہے۔ ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہو چکی تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

''فوری طور پر میں آپ لوگوں کے لیے کیا کر دوں؟''

ونگ ہنگ انگلش کے علاوہ مینڈرن بھی روانی سے بولتا تھا تاہم اس وقت ہمارے درمیان ...بات چیت انگریزی ہی میں ہورہی تھی۔ سانگ فو نے ہمارا تعارف اپنے خاص آدمیوں کی حیثیت سے کرایا تھا اس لیے بھی ونگ ہنگ بچھا جارہا تھا۔ اسے ہمارے مشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ ہم چند دن مین ہیٹن میں گزار کر واپس چلے جائیں گے اور اس دوران میں اسے ہماری ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔ میری طرح راکیل بھی اس سے پہلی مرتبہ مل رہی تھی۔ البتہ سانگ فو نے اسے ہمارے ماسک میک اپ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ہماری شخصیت کی تبدیلی نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اس وقت ہم کسی خاص ٹاسک پر تھے۔ میں نے اس کے سوال کے جواب میں کہا۔

''مسٹر ہنگ! اگر آپ چائنا ٹاؤن کے کسی متوسط ہوٹل میں ہمارے لیے قیام کا بندوبست کردو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ فی الحال ہماری ضرورت یہی ہے۔ باقی بعد میں دیکھا جائے گا۔''

وہ مسکرایا اور بولا'' چائنا ٹاؤن میں ہوٹلز برائے نام ہی ہیں اور یہاں کا ماحول بھی آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ غیر چینی افراد کے لیے بڑے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر تم لوگ محسوس نہ کرو تو میرا فلیٹ حاضر ہے۔ وہ فلیٹ کی طرز پر بنا ہوا ایک خالص گھر ہے جہاں میں اکیلا رہتا ہوں یا میرا گھریلو ملازم ہوتا ہے۔ میں آپ لوگوں کو ایک کمرا دے سکتا ہوں۔''

یہ اچھا آئیڈیا تھا۔ کسی ہوٹل کی بہ نسبت ایک مقامی شخص کا گھر ہمارے لیے زیادہ موزوں اور محفوظ تھا۔ میں نے اس کے مشورے سے فوراً اتفاق کرلیا اور پوچھا''مسٹر ہنگ! تمہارا وہ فلیٹ یہاں سے کتنا دور ہے؟''

''کچھ بھی دور نہیں۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا اور بتانے لگا''یہ اسٹوڈیو تھم اسکوائر میں ہے اور فلیٹ ادھر موٹ اسٹریٹ پر' بدھ عبادت گاہ کے نزدیک۔ میں ابھی جا کر تمہیں دکھا دیتا ہوں۔''

آئندہ دس منٹ میں میرے اور راکیل کے درمیان طے ہوگیا کہ ہم ونگ ہنگ کے فلیٹ پر ہی قیام کریں گے۔ میں نے واضح الفاظ میں اس سے کہا۔

''مسٹر ہنگ! ہم عموماً رات گزارنے ہی تمہارے فلیٹ پر آئیں گے۔ دن کا سارا وقت ہم باہر ہی گزاریں گے۔''

''ٹھیک ہے' میں فلیٹ کی ایک چابی تمہیں دے دیتا ہوں۔'' اس نے اپنی میز کی دراز کھولتے ہوئے کہا''ویسے تو میرا ملازم گھر ہی میں رہتا ہے۔ بہرحال احتیاطاً چابی رکھ لو اور میرے ساتھ چل کر فلیٹ بھی دیکھ لو۔''

''ہمیں ایک گاڑی بھی چاہیے۔ کیا رینٹل کار کمپنی.....''

''اس کی ضرورت نہیں۔'' وہ قطع کلامی کرتے ہوئے بولا''میرے پاس دو گاڑیاں ہیں۔ ایک تم استعمال میں لے آؤ۔ میں شیوی تمہیں دے سکتا ہوں۔ ماڈل چند سال پرانا ہے لیکن نئی گاڑیوں سے زیادہ کارکردگی کی حامل ہے۔''

''او کے' ڈن!'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا''ہمیں تمہاری شیوی (شیورلٹ) قبول ہے۔''

اس کے بعد ونگ ہنگ ہمیں اپنے ساتھ گھر دکھانے لے گیا۔ اس کے فلیٹ کا راستہ بہت ہی آسان تھا۔ ہم کنتھم اسکوائر سے واپس باوری اسٹریٹ پر آئے اور کینال اسٹریٹ سے پہلے ہی بائیں جانب بیارڈ اسٹریٹ پر مڑ گئے۔ بیارڈ اسٹریٹ آگے جا کر موٹ اسٹریٹ سے جا ملی۔ ہم نے دائیں جانب ٹرن لیا اور سیدھے بدھ عبادت گاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ پھر ہمیں ہنگ کے گھر تک پہنچنے کے لیے بہ مشکل پانچ منٹ لگے ہوں گے۔

☆☆☆

دوپہر کا وقت تھا۔ فضا میں رگوں میں خون منجمد کردینے والی ٹھنڈک رچی بسی تھی۔ صبح سے اب تک سورج نے ایک مرتبہ بھی نیویارک کے باسیوں کو آنکھ دکھانا گوارا نہیں کیا تھا' پورے کھڑے کی جلوہ نمائی تو بہت دور کی بات تھی۔ تاہم اس شدید موسم کے باوجود بھی نیویارک میں کاروبارِ زندگی اپنے معمول پر تھا۔

میں اس وقت راکیل کے ساتھ فورتی فائیو ڈویژن اسٹریٹ پر''کینٹن'' میں بیٹھا تھا۔ کینٹن (CANTON) اپنی سی فوڈ ڈشز کے حوالے سے بہت معروف ہے جو مین ہیٹن برج کے نزدیک ہی' چائنا ٹاؤن میں واقع ہے۔ ناشتا ہم نے ہوٹل طیارے ہی میں کرلیا تھا۔ مجھے کوئی خاص بھوک نہیں تھی لیکن بھوک کے معاملے میں راکیل بڑی بے صبری اور کچی ثابت ہوئی تھی۔ اس نے پیٹ پوجا کیے بغیر آگے بڑھنے سے انکار کردیا۔ میں پہلی فرصت میں وال اسٹریٹ پہنچنا چاہتا تھا مگر راکیل کی کمزوری کا خیال کرتے ہوئے اس ریسٹورنٹ میں چلا آیا تھا۔

کھانے کے بعد ہم نے کریڈٹ کارڈ سے ادائی کی اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔ گارشیا اور ڈسلوا کا تعلق سسلی سے تھا۔ وہ امریکن نیشنل تھے اور اسی حیثیت سے''ان دونوں'' کے پاس مختلف کریڈٹ کارڈز بھی تھے..... یعنی ہمارے پاس ڈائنرز

کلب' ویزا اور ماسٹر کارڈز تھے۔ کریڈٹ کارڈز کے باوا آدم' ''ماسٹر کارڈ'' کو امریکا والے''ایکسیس'' کا نام دیتے ہیں۔ ماسٹر کارڈ یعنی ایکسیس (ACCESS) کو سب سے زیادہ خوش دلی سے قبول کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ڈائنرز کلب (DINERS CLUB) کو بھی''عزت'' کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ونگ ہنگ نے اپنی گاڑی کے بارے میں بالکل درست کہا تھا۔ شیوی کے انجن میں بے پناہ طاقت تھی اور رفتار میں اضافے کے ساتھ ہی وہ گویا سڑک پر بچھتی چلی جاتی تھی۔ پورے امریکا میں ٹریفک لیفٹ ہینڈ ڈرائیو کے اصول پر رواں دواں ہے اور سگنلائزیشن اپنے مربوط انداز میں کی گئی ہے کہ آنے جانے والوں اور دائیں بائیں مڑنے والوں کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بس ٹریفک قوانین سے آپ کو واقف ہونا ضروری ہے۔

ہم نے ریسٹورنٹ سے نکل کر ڈویژن اسٹریٹ پکڑی اور کنتھم اسکوائر پہنچ گئے۔ ظاہر ہے' گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر اس وقت راکیل ہی براجمان تھی۔ میں تو ڈاؤن ٹاؤن مین ہیٹن کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے میں مصروف تھا۔ کنتھم اسکوائر سے راکیل نے شیوی کو پارک روپر ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد ہم سٹی ہال کے قریب سے گزر رہے تھے۔ بروکلین برج بھی مین ہیٹن آنے والوں کو سٹی ہال (سوک سینٹر) ہی پہنچاتا ہے۔ سٹی ہال اور کرمنل کورٹ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے''ہماری'' شیوی بڑی آن بان کے ساتھ''براڈوے'' میں داخل ہوگئی۔ ہم نے تھوڑی دیر بعد براڈوے کو خیرباد کہا اور وال اسٹریٹ پر مڑ گئے۔

اس وقت میرے دل کی دھڑکن میں قدرے اضافہ ہوگیا تھا۔ یہ وہی اسٹریٹ تھی جہاں کہیں فٹ پاتھ''برونز بل'' استادہ تھا۔ اس کے آس پاس ہی کہیں وہ عمارت موجود تھی جہاں میری ساحل کو رکھا گیا تھا۔ میں اضطراری انداز میں وال اسٹریٹ کو اور اس کی عمارتوں کو دیکھنے لگا۔

وال اسٹریٹ پر کھڑی بلڈنگز' مین ہیٹن ایریا کی اسکریپرز کے مقابلے میں کم بلند ہیں تاہم انہیں فلک بوس کہا جاسکتا ہے۔ ڈبل لین ٹریفک جاری وساری تھا۔ وال اسٹریٹ کے عین وسط میں ایک کشادہ فٹ پاتھ موجود تھی۔ فٹ پاتھ کے ٹائلز کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ اگلے ہی لمحے مجھے یاد آگیا کہ میں نے''برونز بل آف وال اسٹریٹ'' کو جس فٹ پاتھ پر استادہ دیکھا تھا' اس کے ٹائلز بھی ایسے ہی تھے۔ میرے رگ وپے میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

میں نے ہیجان خیز انداز میں راکیل سے کہا''گاڑی کی رفتار کم کردو۔''

''کیوں کچھ نظر آگیا؟'' اس نے پوچھا۔

''نظر نہیں آیا..... مگر آنے ہی والا ہے۔'' میں نے گمبھیر آواز میں کہا''تم یہ دسطی فٹ پاتھ دیکھ رہی ہو نا' کانسی کا وہ سانڈ اسی راستے پر کھڑا تھا۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولی''جانتی ہوں۔ ہم برونز بل کے نزدیک پہنچنے ہی والے ہیں۔ وہ سامنے دیکھو۔''

میں نے راکیل کے اشارے کے تعاقب میں نگاہ دوڑائی تو مجھے وہ برونز بل نظر آگیا۔ میں نے جلدی سے کہا''راکیل! تم وہاں پہنچ کر گاڑی روک دینا۔ میں اس سانڈ اور اس کے گرد و نواح کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔''

مجھے امید تھی' اگر میں نے اس سانڈ کے گرد و نواح پر نگاہ دوڑائی تو وہ بلڈنگ میری نظر میں آجائے گی جہاں سے میں نے اس خوبصورت ایشیائی عورت کو برآمد ہوتے دیکھا تھا۔ مذکورہ بلڈنگ کسی ہیولے کے مانند میری یادداشت میں لہرا رہی تھی۔

راکیل نے گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے کہا''میں برونز بل سے تھوڑا آگے جا کر شیوی کو روک لوں گی۔ تم گاڑی سے اتر کر برونز بل کی طرف آجانا۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آجاؤں گی۔ اس طرح ہماری سرگرمی کسی کی نظر میں نہیں آئے گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا''اگرچہ اس وقت ہم بدلے ہوئے حلیوں میں ہیں لیکن احتیاط برتنا بری بات نہیں۔''

ہم بپھرے ہوئے سانڈ کے مجسمے سے آگے گزر گئے تو راکیل نے سڑک کے کنارے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ میں نے پسنجرز سائیڈ کا دروازہ کھولا اور پیدل چلتے ہوئے مذکورہ فٹ پاتھ پر آگیا۔ چند قدم چلنے کے بعد میں سانڈ کے مجسمے کے قریب پہنچ گیا۔ ازیں قبل میں نے اسے اپنی تیسری آنکھ کی مدد سے دیکھا تھا۔ اس نظارے اور اس نظارے میں رتی بھر فرق نہیں تھا۔ بلکہ تصور والا منظر زیادہ واضح تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ باطنی آنکھ ظاہری دو آنکھوں سے زیادہ صاف دکھاتی ہے۔

میں برونز بل کے نزدیک یوں کھڑا ہوگیا جیسے مجھے کسی کا انتظار ہو۔ وہ ایشیائی عورت بھی کچھ اسی انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس دوران میں' میں ارد گرد کی عمارتوں کو بھی بہ غور دیکھ رہا تھا وہاں قدیم اور جدید دونوں طرح کی عمارتیں استادہ تھیں

گاڑی کے اندر بیٹھنے کے بعد میں نے راکیل سے کہا ''میں چند منٹ کے لیے غروب ہو رہا ہوں۔ تم خاموش رہنا۔ اٹ از ویری امپارٹنٹ۔''

''اوہ!'' وہ ایک دم سنجیدہ ہوگئی ''یہاں غروب ہو کر کہاں طلوع ہونے کا ارادہ ہے؟''

''ساحل کی اٹینڈنٹ کے آفس میں'' میں نے سرسری انداز میں کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔

مذکورہ عورت کے نقش ونگار میری یادداشت میں محفوظ تھے۔ میں نے اپنی تیسری آنکھ کے سامنے اس کا سراپا روشن کیا اور اگلے ہی لمحے میں اس کے دفتر میں تھا۔ میں نے اسے کلوزنگ کی پوزیشن میں دیکھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے کمپیوٹر آف کیا پھر تمام اسیسریز کو کور سے ڈھانپ دیا۔ صبح کی طرح اس وقت بھی وہ اس آفس میں اکیلی ہی تھی۔ اس کا آفس ایک چھوٹے سے چیمبر پر مشتمل تھا۔

دفتری اشیا کو سمیٹنے کے بعد اس نے اپنے لباس کا جائزہ لیا پھر پرس سے بے بی مرر نکال کر فیس ٹچنگ کرنے لگی۔ میک اپ کے نام پر اس نے صرف لپ اسٹک لگا رکھی تھی۔ میرے خیال میں یہ بھی ایک تکلف ہی تھا ورنہ اسے کسی لپ اسٹک کی ضرورت نہیں تھی۔ گوری چٹی رنگت پر زندگی سے معمور اور رعنائی سے بھرپور گلابی ہونٹ کسی کاسمیٹک زیور کے محتاج نہیں تھے۔

بناؤ سنگار عورت کا بنیادی حق ہے۔ اس کو ''ضرورت'' کے خانے میں بند نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کی حسین ترین عورت کو بھی بننے سنورنے کا اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا کسی میک اپ کی محتاج عورت کو!

وہ اپنے اس ازلی ابدی حق کو استعمال کر کے فارغ ہوئی تو اس کی حرکات وسکنات نے مجھے بتا دیا کہ وہ اپنے دفتر سے نکلنے والی تھی۔ دفتر سے نکلنے کے دو ہی مطالب تھے۔ یا تو وہ ساحل کو اٹینڈ کرنے جا رہی تھی یا پھر اس عمارت سے باہر آنے والی تھی۔ میں نے اپنے رگ وپے میں ایک سنسنی سی دوڑتی محسوس کی پھر میں نے تیسری آنکھ کو پورے انہماک سے اس پر مرکوز کر دیا۔

اس نے پرس اٹھایا اور اپنے آفس سے نکل آئی۔ میں کسی ماہر جاسوس کی طرح اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ اس وقت جیمس بانڈ ڈبل او سیون مجھے دیکھ لیتا اور اس کی سمجھ میں آجاتا کہ میں کیا کر رہا ہوں تو وہ میری کارکردگی پر اش اش کر اٹھتا! میں اس کی دھرتی پر اس کا باپ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا سیدھا اپنے مصنف این فلیمنگ کے پاس پہنچتا اور اس سے میرے لیے کوئی فلم لکھوانے کی درخواست کرتا۔

میرا ٹارگٹ مختلف راہ داریوں سے گھوم پھر کر جب عمارت کے زیریں حصے میں پہنچا تو میں نے سانس روک لی۔ کوئی لمحہ جاتا تھا کہ وہ ایشیائی عورت اس عمارت سے باہر قدم رکھنے والی تھی۔ پھر جیسے ہی وہ عمارت کے بیرونی گیٹ کی جانب بڑھی' میں نے آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھولتے ہی میں نے بے ساختہ اپنے ہیڈ کا دروازہ کھولا اور شیوی سے باہر آگیا۔ اپنے عقب میں میں نے راکیل کو کہتے ہوئے سنا ''یہ بیٹھے بٹھائے اٹھ کر کہاں چل دیے؟''

میں نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا اور پیلے پتھروں والی بیس منزلہ عمارت کے مین گیٹ کو نگاہ میں رکھتے ہوئے تیزی سے ادھر بڑھنے لگا۔ اگر میری نظر ایک لمحے کو بھی چوک جاتی تو میں ایک بار پھر اس عورت کو کھو دیتا۔ حالات و واقعات یہی بتاتے تھے' وہ اس عمارت سے باہر آنے والی ہے۔

لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ میں مذکورہ عمارت کے سامنے فٹ پاتھ پر موجود رہا۔ اس دوران میں راکیل نے بھی مجھے جوائن کرلیا تھا۔ یہ اس مضطرب انتظار میں دس منٹ گزر گئے تو مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ راکیل کے استفسار پر میں نے اسے صورتِ حالات سے آگاہ کیا تو اس نے کہا۔

''کیا ضروری ہے کہ وہ اسی عمارت سے باہر آنے والی ہو!''

''میرا تصور مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔'' میں نے مستحکم انداز میں کہا۔

راکیل ایک لمحے تک گہری نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر گمبھیر آواز سے بولی ''وجدان! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے اس عمارت کو نیچے سے اوپر تک وزٹ کیا ہے۔ ہم اگرچہ ایک ایک کمرے میں نہیں جھانک سکے لیکن تم نے مختلف فلورز کی لابیز اور کوری ڈورز کو تو توجہ سے دیکھا ہے۔ کیا اس ایشین عورت کے ماحول میں بھی یہی سب کچھ موجود تھا؟''

راکیل نے بڑا ہی کانٹے کا سوال کیا تھا۔ میں جوشِ جذبات میں اس طرف دھیان نہیں دے سکا تھا۔ اب جو غور کیا اور ذہن کے یادداشتی خانے کو کھنگالا تو مجھے اس اور اس ماحول میں نمایاں تبدیلی محسوس ہوئی۔ میں نے اس عورت کو ابھی اپنی تصور کی نگاہ سے جن راستوں سے گزرتے دیکھا تھا وہ اس بلڈنگ سے میچ نہیں کرتے تھے جس کے سامنے اس وقت ہم

ے تھے۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا' وہ عورت اس میں تھی اور نہ ہی یہاں سے نکلی تھی۔

میں نے چونک کر راکیل کی طرف دیکھا اور پوچھا ''کیا اسٹریٹ کی کسی اور بلڈنگ میں بھی اسٹاک ایکسچینج سے ن کام ہوتا ہے؟''

''تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''میں نے اس عورت کو کمپیوٹر پر اسٹاک ایکسچینج سے متعلق فائل کھولے دیکھا تھا۔'' میں نے بتایا۔

راکیل نے بتایا ''وال اسٹریٹ کی اکثر عمارتوں میں اسی کے دھندے ہوتے ہیں مگر اس کام کا مرکز ''نیویارک ایکس چینج'' ہے۔''

''یہ یہاں سے کتنا دور ہے؟'' میں نے جلدی سے سوال

''وال اسٹریٹ ہے ہی کتنی طویل کہ کچھ دور ہو۔'' وہ ھے اچکاتے ہوئے بولی ''جب ہم براڈوے کو چھوڑ کر اسٹریٹ میں داخل ہوئے تھے تو دائیں جانب جو دوسری ے واقع ہے وہ براڈ اسٹریٹ کہلاتی ہے۔ براڈ اسٹریٹ وال اسٹریٹ سے بننے والے کونے پر جو بلڈنگ کھڑی وہی نیویارک اسٹاک ایکس چینج ہے۔ ایڈریس کے ب سے یہ نیو ٹمنی براڈ اسٹریٹ کہلائے گی۔ کیا تم اس طرف نے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

وہ بولی ''ادھر دیکھو' وہ سامنے ہی تو ہے نیویارک اسٹاک نج'' اس نے ایک جانب اشارہ بھی کر دیا ''چلو پیدل ہی ہیں۔''

''پیدل نہیں'' میں نے گاڑی کی طرف قدم بڑھاتے قطعی لہجے میں کہا ''اس عورت کو کسی بھی عمارت سے نکلے کم از کم دس منٹ ہو گئے ہیں۔ اس وقت وہ اپنی گاڑی کی روڈ پر ہوگی یا پھر کسی اور عمارت میں۔ ہم شیوی میں اس کا تعاقب کریں گے۔''

اس گفتگو کے دوران ہی میں ہم شیوی کے قریب آگئے۔ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کے بعد مجھ سے ''کس طرف چلوں؟''

اس کے سوال کرنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے میں نے کا تعین کرلیا ہو۔ میں نے کہا ''فی الحال کسی سمت بھی چل میں اس عورت کی درست لوکیشن معلوم کر کے تمہیں بتاتا

بات ختم کرتے ہی میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ راکیل کی بڑبڑاہٹ سے مشابہ آواز مجھ تک پہنچی ''میں براڈوے ہی کی طرف نکلتی ہوں۔''

میں اس کے بیان پر توجہ نہیں دی اور رخشِ تصور کو خوب روایشیائی عورت کے تعاقب میں دوڑا دیا۔ اگلے ہی لمحے میری باطنی آنکھ نے مجھے اس کے ماحول میں پہنچا دیا۔ وہ ایک شاندار گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا' وہ ابھی تک اپنی منزل تک نہیں پہنچی تھی۔ میں نے چند لمحات تک اس کے ماحول کو سمجھا پھر آنکھیں بند رکھتے ہوئے راکیل سے کہا۔

''وہ اس وقت سرخ کیڈلک میں موجود ہے۔''

یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ مجھے خدشہ تھا' کہیں بولنے سے میرا تصور کرچی کرچی نہ ہو جائے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے راکیل سے بات کی تھی لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔ میرا اندیشہ غلط ثابت ہوا اور سرخ کیڈلک کے اندر اس حسین عورت کے ساتھ موجود رہا۔ میرے لیے یہ تجربہ نہایت ہی خوش آیند تھا۔ گویا میں آنکھیں بند رکھتے ہوئے کسی بھی مقام کی منظر کشی اور وہاں پیش آنے والے واقعات پر رواں تبصرہ کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے تن بدن میں مسرت سے بھرپور ایک لہری دوڑتی محسوس کی۔ اسی لمحے راکیل کی ہیجان آمیز آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''وجدان! یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو' وہ اس وقت کہاں سے گزر رہی ہے تاکہ میں اس کے قریب پہنچ سکوں۔ ابھی تو تاحدِ نگاہ کوئی سرخ کیڈی (کیڈلک) دکھائی نہیں دے رہی۔''

میں پوری طرح اس عورت کی گاڑی میں جم کر ''بیٹھ'' گیا۔ کیڈی کے اندر رہتے ہوئے میں نے ونڈ اسکرین کے پار نگاہ دوڑائی اور ایک عمارت کو دیکھ کر چونک گیا۔ وال اسٹریٹ کی طرف آتے ہوئے ہم اس عمارت کے قریب سے گزرے تھے لیکن اس وقت مجھے مذکورہ عمارت کا دوسرا رخ نظر آرہا تھا۔

''راکیل!'' میں نے بدستور آنکھیں بند رکھتے ہوئے راکیل کو مخاطب کیا اور بتایا ''سرخ کیڈی اس وقت سٹی ہال کے پاس ہے مگر یہ وہ رخ نہیں جدھر سے ہم آئے تھے۔''

''اوہ!'' راکیل نے ایک طویل سانس خارج کی اور شیوی کی رفتار کو بڑھاتے ہوئے بولی ''اس کا مطلب ہے وہ ابھی براڈوے پر ہی ہے..... مگر ہم سے آگے۔''

میں نے اپنا کام جاری رکھا اور تھوڑی دیر بعد راکیل کو بتایا ''اس کے دائیں ہاتھ مین ہیٹن پلازا ہے اور..... اور اب

پھر میری نگاہ پہلے پتھروں سے بنی ہوئی ایک عمارت پر ٹک گئی۔ میری یادداشت نے گواہی دی کہ ساحل کی اٹینڈنٹ وہ ایشیائی عورت اسی عمارت سے نکلی تھی۔ مذکورہ عمارت کے زیریں حصے میں بلند و بالا محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ بالائی حصہ ویسا ہی تھا جیسے دوسری عمارتوں کا ہوتا ہے۔ میری نگاہ نے شمار کیا تو مجھے اندازہ ہوا' وہ پہلی عمارت بیس منزلہ تھی۔ اس اندازے میں ایک آدھ منزل کی کمی بیشی ممکن تھی۔ میں نے مذکورہ عمارت کے مین گیٹ پر نظر جمادی۔

اس عمارت میں مسلسل لوگوں کی آمد و شد جاری تھی جس سے یہی ظاہر ہوتا تھا' وہاں مختلف قسم کے دفاتر ہوں گے۔ ویسے تو پورا فنانشل ڈسٹرکٹ ہی دفاتر کا مجموعہ ہے لیکن وال اسٹریٹ خاص طور پر اس نوعیت کے لیے مشہور ہے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر میں الجھ گیا۔ مجھے ایک سو ایک فی صد یقین تھا کہ ساحل کی دیکھ بھال کرنے والی عورت اسی عمارت سے نکلی تھی۔ اگر یہ عمارت خالصتاً کاروباری مقاصد کی حامل تھی تو پھر وہ بیڈروم کیا حیثیت رکھتا تھا جہاں میں نے ساحل کو ربی موشے ہائمن کی قید میں دیکھا تھا؟

میں انہی خیالات کی جمع تفریق میں غرق تھا کہ راکیل میرے قریب آ گئی۔ پھر سرسری انداز میں بولی ''کیا تم اپنی مطلوبہ عمارت کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے؟''

جواب میں' میں نے پہلے پتھروں سے تعمیر شدہ عمارت کی جانب اشارہ کر دیا۔

راکیل نے متذبذب انداز میں میری طرف دیکھا اور نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی ''یہ کیسے ہو سکتا ہے وجدان!'' اس کا استائش سرگوشیانہ تھا ''اس عمارت میں کسی کی رہائش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں جانتی ہوں' یہاں نیسیئرز کا کاروبار ہوتا ہے۔ تم شناخت میں کہیں غلطی تو نہیں کر رہے؟''

راکیل نے شیئرز کا حوالہ دیا تو میرے ذہن میں اسٹاک ایکسچینج کی وہ فائل گھوم گئی جو میں نے ایشیائی عورت کے سامنے رکھے کمپیوٹر کے مانیٹر پر دیکھی تھی۔ اس کا مطلب تھا' وہ عورت اسی عمارت کے کسی کمرے میں چھپی بیٹھی تھی۔ ایک مرتبہ میں اس تک پہنچ جاتا تو پھر ساحل کا سراغ لگانا مشکل نہ رہتا۔

راکیل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے کہا ''میں ہر جگہ کو غلطی نہیں کر رہا۔ ساحل کو اسی عمارت کی کسی بیڈروم میں رکھا گیا ہے۔''

''بیڈروم!'' اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا' تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

میں نے اس کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا

''کیا ہم اس عمارت کے اندر جا سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں۔'' اس نے کندھے اچکائے اور بولی

''ابھی وزیٹرز آرز ختم نہیں ہوئے۔ ہم اس بلڈنگ کی سیر کر سکتے ہیں۔''

پھر آئندہ پانچ منٹ میں ہم دونوں اس عمارت کے اندر تھے۔ میں نے پورے ایک گھنٹے تک نیچے سے اوپر اس عمارت کو جھانک ڈالا اور عمارت کے کسی بھی حصے میں ایسے آثار نظر میں نہ آ سکے کہ وہاں کوئی بیڈروم بھی ہوگا..... اور ایسا ڈانگن بھی ہوگا جہاں میں نے ساحل کو نشا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اول آخر وہ پوری عمارت کاروباری مقاصد کے لیے استعمال ہو رہی تھی۔ اس میں نیچے سے اوپر تک مختلف کمپنیوں کے دفاتر کھلے ہوئے تھے۔ اس صورتِ حالات نے مجھے چکرا کر رکھ دیا اور میرا ذہن لامحالہ ربی موشے ہائمن کی کسی عیاری کے بارے میں سوچنے لگا۔

اس عمارت کے ایک ایک کمرے کے اندر جھانکنا ممکن نہیں تھا لہٰذا مایوس ہو کر ہم عمارت سے باہر نکل آئے۔ ایک مرتبہ پھر برونز بل کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور تازہ ترین حالات کا جائزہ لینے لگا۔ اگر ساحل کو اسی عمارت میں رکھا گیا تھا تو پھر یہ راز ربی موشے ہائمن اور اس کے چند قابلِ اعتماد افراد تک ہی محدود ہوگا..... اور اس رہائشی حصے کو بھی نہایت خفیہ رکھا گیا ہوگا۔ یہاں کام کرنے والے ہزاروں افراد ساحل کی اقامت گاہ کی بھنک بھی نہیں ہوگی۔ وہ نائن ٹو فائو کے چکر میں روزانہ یہاں آتے جاتے ہوں گے۔

اسی سوچ بچار کے دوران میں ایک مرتبہ پھر اس دل آ ایشیائی عورت کا چہرہ میرے خیال میں روشن ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں روشنی کا ایک تیز جھماکا ہوا اور میں نے بے اختیار راکیل کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا ''چلو!''

''کہاں؟'' وہ میرے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے متذبذب لہجے میں بولی۔

میں نے کہا ''شیوی میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ مجھے کچھ ضروری کام یاد آ گیا ہے۔''

اس نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ضروری کے بارے میں استفسار نہیں کیا اور میرے ساتھ چلتی رہی۔ میں نے ''برونز بل آف وال اسٹریٹ'' کو عقب میں چھوڑا اور ٹائلز والے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اپنی گاڑی کے پاس

مجھے اسی سمت میں فیڈرل آفس بلڈنگ اور کسٹمز کورٹ دکھائی دے رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ اس نے براڈوے کو بڑی مستقل مزاجی سے پکڑ رکھا ہے۔'' راکیل نے کہا ''وجدان! تم تو آنکھیں بند رکھتے ہوئے بھی بہت کچھ دیکھ رہے ہو لیکن میں کھلی آنکھوں سے ابھی تک سرخ کیڈی کو نہیں دیکھ سکی ہوں۔''

میں نے راکیل کو کوئی جواب دینے کے بجائے اپنا مشاہدہ جاری رکھا ''اب ہماری یعنی اس عورت کی بائیں جانب مجھے فرینکلن پلازا نظر آرہا ہے۔ وہ اس پلازا کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ رہی ہے۔''

''کیا تم کیڈی کا نمبر معلوم کرسکتے ہو؟''

''اس کے لیے مجھے کیڈی سے باہر نکلنا ہوگا۔'' میں نے کہا ''گاڑی کی نمبر پلیٹ کو سامنے سے یا پیچھے سے جھانکنا ہوگا اور..... فی الحال میں کیڈی سے باہر آنے کا رسک نہیں لے سکتا۔''

''اوہ۔'' راکیل ایک بوجھل سانس لے کر رہ گئی۔

میں نے کیڈی کے بدلتے ہوئے تیور دیکھے تو جلدی سے کہا ''راکیل' وہ دائیں جانب مڑنے والی ہے اور..... اور اس نے گاڑی کو موڑ لیا.....''

راکیل نے کہا ''فرینکلن پلازا کے بعد براڈوے' کینال اسٹریٹ کو کراس کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ کینال اسٹریٹ میں داخل ہوئی ہے۔''

''کیا یہ وہی کینال اسٹریٹ ہے جو مین ہیٹن برج سے جاملے گی؟''

''بالکل وہی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے' وہ چائنا ٹاؤن کی طرف جارہی ہے۔''

''آثار تو یہی دکھائی دیتے ہیں۔''

''تم رفتار کو اور بڑھاؤ۔'' میں نے کہا۔

وہ بولی ''ہم اس وقت فرینکلن پلازا کے نزدیک ہی ہیں۔ تم فکر نہ کرو' وہ بچ کر نہیں جائے گی۔''

میں آنکھیں بند رکھتے ہوئے اس ایشیائی عورت سے چپکا رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے شیوی کو دائیں جانب مڑتے محسوس کیا۔ اس کا یہی مطلب تھا' راکیل نے گاڑی کو کینال اسٹریٹ پر ڈال دیا تھا۔ وہ چائنا ٹاؤن سے گزرتے ہوئے بڑی تیزی سے مین ہیٹن برج کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس دوران میں اس نے ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے اپنے موبائل فون پر کوئی کال بھی ریسیو کی۔ افسوس کہ میں اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ اس نے کس سے بات کی تھی۔ موبائل پر بات ختم ہوئی تو اس نے موبائل پسنجرز سیٹ پر رکھ دیا۔ اسی لمحے راکیل کی تیز آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''وجدان! کیڈی کے پیچھے ہی جانا ہے یا کچھ اور چیز کروں؟''

''بیوی!'' میں اچھل پڑا۔

راکیل نے بیوی نہیں' بیوی کہا تھا۔ بیوی بروزن ہوا۔

اس کے الفاظ پر میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت ہماری گاڑی ایک سگنل پر کھڑی تھی۔ میں نے مڑ کر راکیل کی طرف دیکھا اور پوچھا ''تم کس بیوی کی بات کررہی ہو؟''

اس نے بائیں سمت بہتے ہوئے ٹریفک کی طرف اشارہ کیا اور بولی ''ابھی ابھی میں نے اپنے سامنے سے ایک بیوی میں برنارڈ لیو کو گزرتے دیکھا ہے۔''

''کیا کہہ رہی ہو؟'' میرے لیے یہ بہت بڑا انکشاف تھا ''برنارڈ لیو اور یہاں..... تمہیں کوئی مغالطہ تو نہیں ہوا؟''

''لیو اور ربی کے سلسلے میں مجھے کوئی مغالطہ کبھی نہیں ہوا ہے۔'' وہ اسٹیرنگ پر مخروطی انگلیوں سے دستک دیتے ہوئے بولی ''میں نے اپنے طویل عرصہ ماؤنٹ مکنلے میں ان دونوں کے ساتھ گزارا ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت بادوری اسٹریٹ سے کینال اسٹریٹ کو کراس کررہی ہے۔ میں اسی اسٹریٹ میں نیوی بلیو بیوی (بی ایم ڈبلیو) کی عقبی نشست پر برنارڈ لیو کو براجمان دیکھا ہے۔ وہ گاڑی بادوری کی طرف جارہی ہے۔ جلدی فیصلہ کرو۔ سگنل کھلنے ہی والا ہے۔''

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنا سر ہلا دیا ''تم نیوی بلیو بی ایم ڈبلیو کا تعاقب کرو۔ میں کیڈی کی خبر گیری کرکے آتا ہوں۔''

میری بات ختم ہوئی ہی تھی کہ سگنل کھل گیا۔ خوب صورت ایشیائی عورت کا تصور کیا اور ایک مرتبہ پھر سرخ کیڈی میں پہنچ گیا۔ وہ مین ہیٹن برج کو پیچھے چھوڑ کر کینال اسٹریٹ پر آگے ہی آگے بڑھتی جارہی تھی۔ اسکوائر پر پہنچ کر اس نے کیڈی کو ایسٹ براڈوے اور سیورڈ پارک کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک اپارٹمنٹس بلڈنگ میں داخل ہوگئی۔ میں نے یہ جاننے کوشش ہی نہیں برتی کہ وہ عورت سیورڈ پارک اپارٹمنٹس میں تھی۔ میں اس کی پشت سے چپکا رہا اور اپارٹمنٹ کے تک پہنچ گیا پھر میں اس کے ساتھ ہی اپارٹمنٹ کے

ہوگیا۔

تھرٹی فورا ایک شاندار لگژری اپارٹمنٹ تھا لیکن یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ وہ عورت اس اپارٹمنٹ میں بالکل اکیلی تھی۔ اس نے اپنی اقامت گاہ کے جن جن حصوں میں گردش کی وہ تمام گوشے اور کونے کھدرے میں نے اپنی یادداشت میں محفوظ کرلیے۔ پھر جب اس نے واش روم کا رخ کیا تو میں اس کے ماحول کو ''بائے بائے'' کہتے ہوئے شیوی میں حاضر ہوگیا۔ اس وقت ہماری گاڑی بادوری اسٹریٹ پر سفر جاری رکھتے ہوئے ''بادوری'' میں داخل ہوچکی تھی۔

مجھے آنکھیں کھولتے دیکھا تو راکیل نے اپنے سامنے ساٹھ گز دور اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہ نیوی بلیو گاڑی دیکھ رہے ہو نا' اس میں ہے لیو۔''

''میں نے تصدیق کی خاطر آنکھیں بند کیں اور لیو کے سراپا کو ذہن میں لاتے ہوئے اسے اپنے ذہن میں اجاگر کرنے کی کوشش کی اور میری یہ کوشش صد فی صد کامیاب ٹھہری۔ اگلے ہی لمحے میں بی ایم ڈبلیو کے اندر تھا۔ برنارڈ لیو گہری سنجیدگی کے ساتھ بیوی کی عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک باوردی شوفر کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ لیو جہاں بھی جارہا تھا' بڑے تزک و احتشام کے ساتھ جارہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔

راکیل نے ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے پوچھا ''تسلی ہوگئی؟''

''ہاں۔'' میں نے مختصر جواب دینے پر اکتفا کیا۔

اس نے استفسار کیا ''کیڈی والی کا کیا بنا؟''

''وہ سیورڈ پارک اپارٹمنٹس میں پہنچی ہے اور اس وقت گرم شاور لے رہی ہے۔''

''اوہ! تو تم اس کے واش روم میں بھی گھس گئے؟' وہ شرارت بھرے لہجے میں بولی۔

''میں صرف واش روم کے دروازے تک اس کے ساتھ رہا پھر لوٹ آیا۔'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''وہ اپارٹمنٹ نمبر تھرٹی فور میں رہتی ہے۔''

''وجدان! میں سیورڈ پارک اپارٹمنٹس کے بارے میں جتنا جانتی ہوں اس کے مطابق وہاں نیویارک کے متمول لوگ رہتے ہیں۔ کسی ایرے غیرے کو ادھر گھسنے کی ہمت نہیں ہوسکتی۔''

''میرے بارے میں کیا خیال ہے؟'' میں نے ذومعنی انداز میں کہا۔

اس نے آنکھیں پھیلائیں ''میں سمجھی نہیں!''

میں نے کہا ''جب اس حسینہ کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگیا ہے تو مجھے وہاں گھسنا بھی ہوگا۔ کیا میں یہ ہمت کرسکتا ہوں۔ تم مجھے بھی کوئی ایرا غیرا تو نہیں سمجھ رہی ہو؟''

وہ میرے لطیف مذاق کی حد میں پہنچ گئی اور جلدی سے بولی ''تمہیں کہیں بھی گھسنے کے لیے ہمت کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی سے اجازت لینے کی۔ تم تو تھوڑی دیر پہلے بلا اجازت' غیر محسوس طریقے سے اس کے اپارٹمنٹ کو کھنگال آئے ہو۔'' وہ ایک لمحے کو رکی پھر اضافہ کرتے ہوئے اپنی بات مکمل کردی ''میری مراد وہاں رہائش اختیار کرنے سے تھی۔''

میں نے برجستہ کہا ''کون کافر یہاں رکنے آیا ہے!''

لٹل اٹلی اور بادوری کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہم ایسٹ ویلج میں داخل ہوگئے۔ بیوی اس دوران میں ہم سے آگے لگ بھگ پچاس ساٹھ گز کے فاصلے پر ہی رہی۔ ہم دونوں تبدیل شدہ حلیوں میں تھے لہٰذا فکر اور پریشانی والی کوئی بات نہیں تھی۔ برنارڈ لیو بھولے سے بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ جو دو افراد ان کے لیے ''موسٹ وانٹیڈ'' کی حیثیت رکھتے ہیں' وہ چند گز کے فاصلے پر اس وقت اس کے تعاقب میں آرہے ہیں۔

میں اس ایشیائی عورت کا کھوج لگا چکا تھا لہٰذا کسی بھی وقت اسے چھاپا جاسکتا تھا۔ اب لیو کی منزل اور نیویارک میں آمد کا مقصد جاننا تھا۔ وہ خواہ مخواہ ہی ماؤنٹ مکنلے کو چھوڑ کر مین ہیٹن تو نہیں آیا ہوگا اور جب کہ..... اس کا گرو ربی موشے ہائمن بھی یہیں موجود تھا۔ میں ربی کی کسی گہری سازش کے بارے میں سوچتے ہوئے ہائی الرٹ ہوگیا۔ عین ممکن تھا' لیو ربی ہی کے پاس جارہا ہو!

میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں راکیل سے کہا ''نیوی بلیو بی ایم ڈبلیو کو نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے دینا۔ میں محسوس کررہا ہوں' ہم ربی کے قریب پہنچنے والے ہیں۔''

''اگر ایسا ہوگیا تو یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔'' وہ پرعزم لہجے میں بولی ''ویسے میرے خیال میں اوجھل اور ظاہر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم ہونا!''

اس نے بڑی گہری نظر سے مجھے دیکھا اور دوبارہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے بولی ''میں نے سرخ کیڈی اور اس میں موجود ایشیائی عورت کو ایک نظر بھی نہیں دیکھا اور تم یہاں میرے پہلو میں رہتے ہوئے اس کے واش روم تک ہو آئے ہو! کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟''

بات ختم کرتے کرتے اس کا انداز بہت شوخ اور چھیڑ

چھاڑ والا ہوگیا تھا میں نے کوئی تبصرہ کرنا ضروری نہ سمجھا اور وِنڈ اسکرین کے پار نیوی بلیو بیوی کو دیکھتا رہا۔

شیوی ایسٹ ویلج سے گزری اور باوری اسٹریٹ پر رہتے ہوئے ایسٹ فورٹین اسٹریٹ میں داخل ہوگئی۔ پھر یونین اسکوائر سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ چودھویں اسٹریٹ میں آنے کا مطلب تھا' ہم ڈاؤن ٹاؤن سے مڈ ٹاؤن مین ہیٹن میں داخل ہوگئے تھے۔ اسٹریٹ چودہ سے انسٹھ تک مڈ ٹاؤن کا علاقہ تھا۔ مین ہیٹن کا سب سے زیادہ جگمگاتا علاقہ!

اس دوران میں میرے اور رائیل کے بیچ موجودہ حالات پر انتہائی سنجیدہ گفتگو بھی جاری تھی۔ ہم برنارڈ ویو کی گاڑی کا تعاقب کرتے ہوئے ایسٹ فورٹین اسٹریٹ کو چھوڑ کر ففتھ ایونیو میں داخل ہوگئے۔ اب ہم مین ہیٹن کے قلب سے گزر رہے تھے۔

کچھ دیر تک جنوب سے شمال کی جانب ہمارا یہ سفر جاری رہا۔ ہم نے تیئیس ویں اسٹریٹ پر براڈوے کو کراس کیا پھر میڈیسن اسکوائر پارک کو پیچھے چھوڑتے ہوئے چونتیس ویں اسٹریٹ کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ ان دونوں سڑکوں کے ملاپ سے جو کارنر بنتا ہے وہیں پر مشہور و معروف ''ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ'' استادہ ہے۔

کسی زمانے میں اسی جگہ ''والڈورف آسٹوریا ہوٹل'' ہوا کرتا تھا۔ پھر اکتوبر انیس سو انتیس عیسوی میں اس ہوٹل کو ختم کردیا گیا اور دو سال سے بھی کم مدت میں اسی مقام پر ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ کھڑی کردی گئی۔ اس زمانے میں اس بلڈنگ کی تعمیر پر ڈھائی کروڑ ڈالر خرچ ہوئے تھے۔ ایک سو دو منزلہ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے اوپر دو سو تین فٹ اونچائی دی انٹینا نصب ہے۔

ہم اس عظیم الشان بلڈنگ کے قریب سے گزرے پھر نیویارک پبلک لائبریری' راک فیلر سینٹر' سینٹ پیٹرک کیتھیڈرل اور جی۔ ایم کارپوریشن سے گزرتے ہوئے سینٹرل پارک پہنچ گئے۔ سینٹرل پارک کے آغاز سے اپ ٹاؤن مین ہیٹن شروع ہوجاتا ہے۔ یہ پارک اسٹریٹ ساٹھ سے لے کر اسٹریٹ ایک سو دس تک جنوب باشمالاً پھیلا ہوا ہے۔

اس تعاقب سے اب مجھے کوفت سی محسوس ہونے لگی تھی۔ پتا نہیں برنارڈ ویو کہاں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے بیزاری سے یہی سوال جب رائیل کے سامنے رکھا تو وہ پُراسرار لہجے میں بولی۔

''وجدان! میرا خیال ہے' بیوی کی منزل آگئی۔ دیکھو اس کی رفتار بہ تدریج کم ہورہی ہے۔''

اس وقت ہم اسٹریٹ اکسٹھ سے باسٹھ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ میں نے غور کیا تو رائیل کے اندازے کو بالکل درست پایا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے برنارڈ ویو والی گاڑی اسٹریٹ باسٹھ کے کارنر پر رک گئی۔ اسی وقت رائیل نے سنسنی خیز سرگوشی کی۔

''اوہ! یہ تو سائنا گاگ ہے۔''

رائیل کا اشارہ اس عمارت کی جانب تھا جس کے سامنے نیوی بلیو بی ایم ڈبلیو ٹھہری تھی۔ رائیل کا انکشاف رگوں میں پارا دوڑانے والا تھا۔ برنارڈ ویو کسی سائنا گاگ (اہلِ یہود کی عبادت گاہ) پہنچا تھا تو اس کا یہی مطلب تھا' وہ کسی ربی سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ موشے ہائمن کے مین ہیٹن میں ہوتے ہوئے وہ بھلا کسی اور ربی سے کیوں ملتا! میرے رگ و پے میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔

اس دوران میں رائیل نے بہت عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور شیوی کو اسٹریٹ باسٹھ میں موڑنے کے بعد فوراً روکا نہیں بلکہ دو بلاک آگے جاکر میڈیسن ایونیو کے نزدیک سڑک کے کنارے کھڑا کردیا۔ سائنا گاگ تک جانے کے لیے ہمیں اسٹریٹ باسٹھ کو عبور کرنا پڑتا جو اب دو بلاک پیچھے ہمارے عقب میں تھا۔

رائیل نے گمبھیر لہجے میں کہا ''ہم دونوں کا سائنا گاگ کے اندر داخل ہونا فی الحال ممکن نہیں اور وہ بھی کسی پلاننگ کے بغیر۔ تم ہی ذرا اندر جھانک کر حالات کا جائزہ لو۔ پھر سوچتے ہیں' کیا کیا جاسکتا ہے!''

رائیل کو ابھی تک یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ربی کے سلسلے میں میری یہ صلاحیت فی الحال کسی کام کی نہیں۔ میں نے ماؤنٹ مکنلے میں ربی کے تنویمی عمل کے جواب میں اسے جس طرح بیوقوف بنایا تھا اس بارے میں رائیل کو سب معلوم تھا۔ میں نے ربی والا نکتہ اس پر واضح کیا اور کہا۔

''ٹھہرو میں برنارڈ ویو کو چیک کرتا ہوں۔''

اس بار میں نے ایک نیا تجربہ کیا۔ آنکھیں بند کیے بغیر میں نے تیسری آنکھ کو زحمت دینا چاہی لیکن مجھے اس میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ تین چار مرتبہ کی ناکامیاب کوشش کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ظاہری آنکھوں کو بند کیے بغیر باطنی آنکھ سے کام نہیں لیا جاسکتا تھا۔ اس نتیجے کے بعد میں ایک اور تجربے کا خواہاں تھا جو سردست ممکن نہیں تھا۔ میں کسی اندھیرے میں بیٹھ کر جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ہو' آنکھیں کھلی رکھ کر تھرڈ آئی کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ فی الحال ایسی گہری تاریکی مجھے میسر نہیں تھی لہٰذا میں نے

آنکھیں بند کیں اور تیسری آنکھ کے توسط سے برنارڈ لیو کے ماحول میں جھانکنے لگا..... اور اسی لمحے میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔

برنارڈ لیو اپنے گرو ربی موشے ہائمن کے ساتھ ایک کمرے میں موجود تھا۔ وہ دونوں ایک چرمی کاؤچ کے پاس گمبھیر صورتیں بنائے کھڑے تھے۔ چرمی کاؤچ پر کوئی چت پڑا تھا۔ اس کا گردن سے نیچے کا بدن ایک سفید شیٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ جیتے لیٹے ہوئے انسان کے چہرے کی جانب نگاہ گھمائی تو مجھے حیرت کا ایک اور زبردست جھٹکا لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسا میرے خون میں انڈیل دیا ہو!

میں ان لمحات میں واقعی توقع کر رہا تھا کہ میری تصوراتی نگاہ ساحل کے چہرے کو بوسہ دے گی لیکن میری نظر اپنے ہی چہرے سے ٹکرا کر رستہ بھول بیٹھی تھی۔ میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں اور بے اختیار بڑبڑایا۔

''وجدان..... اور یہاں!..... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

''کیا ہوا وجدان؟'' راکیل نے فکرمندی سے میری جانب دیکھا ''تم کس وجدان کا ذکر کر رہے ہو؟''

''نقلی وجدان — میرا ڈپلیکیٹ.....'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

وہ بڑی حیرت سے آنکھیں کھول کر مجھے تکنے لگی۔

ہارپر لاج ہوٹل میں، میں نے جب صدف کو فون کیا تھا تو راکیل بھی اس وقت پر بستر پر میرے ساتھ موجود تھی۔ اس روز تک نقلی وجدان کراچی ہی میں تھا۔ یہ چار پانچ دن پہلے کی بات تھی۔ اس شیطان کی مین ہیٹن میں موجودگی ظاہر کرتی تھی، پچھلے چار روز ہی میں اسے پاکستان سے امریکا پہنچایا گیا تھا۔ ربی موشے ہائمن بہت بااثر شخصیت تھا۔ وہائٹ ہاؤس کے علاوہ امریکی سی آئی اے اور ایف بی آئی والے بھی اس کے اشاروں کو پہلی اہمیت دیتے تھے۔ مجھے اور ساحل کو سی آئی اے کے ایجنٹ جانسن پلیدر نے ایک چارٹرڈ طیارے میں کراچی سے اسٹنگر تک پہنچایا تھا۔ ایسے کام ان لوگوں کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل بن کر رہ گئے ہیں۔ اس وقت دنیا کا ہر باشعور شخص یہ ادراک رکھتا ہے کہ یہودی قوم کس قدر طاقت ور ہو چکی ہے اور امریکا بہادر کو فرنٹ پر رکھ کر وہ اقوام عالم کو اپنا غلام بنانے کی سعی میں مصروف ہیں۔ کوئی شوقین اور صاحب حیثیت شخص لاکھوں روپیا خرچ کر کے امریکا کی سیر کو جانا چاہے تو ویزا آفس والے سوالات کر کے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دیتے ہیں۔ ایک انتہائی پے چیدہ اور لایعنی ویزا فارم کو بھرنے کے بعد جب خواہش مند اس قسم کے توہین آمیز سلوک والے انٹرویو میں فیل ہو کر ویزا آفس سے باہر آتا ہے تو اس کی حالت افسوس ناک ہوتی ہے۔ امریکا جانے کا خیال تو اس کے دل سے نکلا ہو یا نہ نکلا ہو البتہ اور بہت سی مفید چیزیں اس کے دماغ سے خارج ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ اس ہتک آمیز تجربے سے گزرے ہیں، وہ میرے جذبات کو محسوس کر سکتے ہیں اور اس بات میں مضمر نکتے کو سمجھ سکتے ہیں!

یہ رویہ صرف عام اور امریکا کے لیے غیر مفید لوگوں کے ساتھ ہے۔ البتہ مختلف اقوام اور ممالک کے وہ افراد جو زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور اپنی بہترین دماغی صلاحیتوں سے امریکا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اس کی مزید اور لامتناہی ترقی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں، ان ہنرمند اور عبقری افراد کے لیے امریکا کی ساری سرحدیں کھلی ہوئی ہیں اور ہر سرحد، دخول کے ہر راستے پر ''ویل کم'' کا بورڈ آویزاں ہے..... آؤ اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو امریکی عوام، یہودی نسل کی فلاح و بہبود کے لیے صرف کر دو۔ تمہیں کیا چاہیے؟ پیسا نا! وہ ہم منہ مانگا دیں گے۔ پتا نہیں، کیسے کیسے دماغ انہی یہودی پالیسیوں کا ایندھن بن گئے۔ صیہونی سازش کو سمجھنا آسان نہیں۔ آج امریکا ترقی اور بلندی کے جس مقام پر فائز نظر آتا ہے، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس میں یہودی قوم کا کوئی کمال ہے تو وہ دنیا کا سب سے بڑا احمق ہے۔ یہ تو ان ہنرمندوں کی محنت کا ثمر ہے جو دنیا کے مختلف خطوں سے اپنی زمین کو چھوڑ کر امریکا میں آباد ہیں اور اس کی مزید ترقی کے لیے کوشاں!

مجھے فون پر صدف سے بات کرتے دیکھ کر راکیل تشویش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس وقت اس نے پوچھا بھی تھا کہ میری کزن (میں نے راکیل سے صدف کا تعارف کزن کی حیثیت سے کرایا تھا) کے ساتھ کیا مسئلہ ہے لیکن کوئی واضح جواب دینے کے بجائے میں نے اسے ٹال دیا تھا۔ جب میں راکیل سے اتنا زیادہ بے تکلف نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ میرے معاملات میں پوری طرح شامل ہوئی تھی مگر اب صورت حال مختلف تھی۔

میں نے راکیل کو نہایت ہی مختصر الفاظ میں نقلی وجدان کے بارے میں بتایا اور آنکھیں بند کر کے پتا نہیں، سائنا گاگ کے کس حصے میں پہنچ گیا۔ بہرحال میں بالکل درست مقام پر پہنچا تھا۔ برنارڈ لیو اور ربی موشے ہائمن اب بھی نقلی وجدان کے پاس کھڑے تھے۔ وہ آپس میں کچھ باتیں بھی کر رہے تھے لیکن ظاہر ہے ان کی آوازیں مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھیں، اگر

کہ وہ بدمعاش نقلی وجدان بھی ان سے متاثر نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور یوں لگتا تھا، وہ گہری نیند میں ہو..... یا نقلی نیند۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے نقلی وجدان کو ربی نے مکمل طور پر اپنے قابو میں کر لیا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہو گیا تھا تو یہ ربی کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ نقلی وجدان ہاشا کے ٹرانس میں آنے والی چیز نہیں تھا۔ میں اسے ایک عرصے تک بھگت چکا تھا اور اس وقت میری تشویش کا سبب یہ تھا کہ پتا نہیں اور کتنے عرصے تک اور کس کس انداز میں اسے بھگتنا ہوگا۔ اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں ہو سکتی تھی کہ ربی اس فتنہ پرور کو اپنے حق میں اور میرے خلاف استعمال کرنے والا تھا۔ محترم سانگ فو نے بھی کچھ اسی قسم کی پیش گوئی کی تھی۔ نقلی وجدان ایک منفی قوت کی شکل میں میرے مقابل آنے والا تھا جس کی لگام شاطر الشاطرین ربی موشے ہائمن کے ہاتھ میں ہوتی اور یہ ایک لمحہ فکریہ تھا!

میں نے سائنا گاگ کے اس حصے میں رہتے ہوئے اپنے طور پر یہ اندازہ قائم کیا کہ ربی لیو کو نقلی وجدان کے بارے میں کچھ بتا رہا تھا۔ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں، میں دعوے سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ مجھے گونگوں میں رہنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد ربی لیو کو اپنے ساتھ لے کر ایک دوسرے کمرے میں آ گیا۔ میں خوش ہو گیا کہ وہ دونوں یونہی کمرا در کمرا ہوتے ہوئے شاید ساحل کے پاس پہنچ جائیں یا یہ بھی ہو سکتا تھا، وہ سائنا گاگ ہی سے باہر نکل آئیں۔ کسی سائنا گاگ میں ایک بیڈروم کا تصور خاصا مضحکہ خیز نظر آتا ہے لیکن جب کسی شیئر مارکیٹ میں ایسا بیڈروم وجود رکھتا تھا تو پھر ممکن اور ناممکن کی کیا اہمیت تھی!

دوسرے کمرے میں آنے کے بعد ربی نے برنارڈ کو بھی ایک چرمی کاؤچ پر لٹا دیا۔ وہ لیو پر کوئی خاص عمل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایک گرو گھنٹال اپنے چیلے چانٹے کو کسی کوئی دنیا سبق سکھانے کا جائزہ لینے لگا۔

ربی کا ''تماشا'' شروع ہوئے بہ مشکل دو منٹ ہوئے ہوں گے کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک لائٹ چلی گئی ہو۔ میں تاریکی کے اتھاہ سمندر میں معلق ہو گیا۔ اس ویرانی اور بے سروسامانی سے گھبرا کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔

میں شیوی کے اندر راکیل کے پہلو میں بیٹھا تھا اور سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا میں چھوڑ کر گیا تھا۔ راکیل نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''کیا ہوا، تم خاصے نروس دکھائی دے رہے ہو؟''

''ابھی آ کر بتاتا ہوں۔''

میں نے یہ کہتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور تھرڈ آئی کے توسط سے برنارڈ لیو تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن متعدد بار کی سعی کے بعد بھی جب میری تیسری آنکھ کے سامنے ایک دبیز سیاہ چادر تنی رہی تو جھنجلا کر میں نے کوشش ترک کر دی۔ ربی اپنے عمل کے دوران میں برنارڈ لیو کو کسی ایسے فیز میں لے گیا تھا جہاں تک تیسری آنکھ کے ذریعے دیکھنا میرے لیے ممکن نہیں رہا تھا۔ پتا نہیں یہودیوں کا وہ ربی مربی کیسے کیسے سحر پھونکنا جانتا تھا۔

مجھ پر جھنجلاہٹ تو سوار ہو ہی چکی تھی۔ اس کوفت زدگی میں، میں نے براہِ راست ربی کو ٹریس کرنا چاہا لیکن نتیجہ سابق تجربے کی صورت میں برآمد ہوا۔ سٹ پٹا کر میں نے شیطان کے فرسٹ کزن نقلی وجدان کا رخ کیا اور اس مرتبہ بھی مجھے ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میری تیسری آنکھ اس سائنا گاگ کے کسی بھی گوشے تک رسائی کے قابل نہیں رہی تھی۔ آنکھ پہلی دوسری ہو یا تیسری، اسے دیکھنے کے لیے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظاہرہ آنکھیں بصارت کے لیے روشنی کو واسطہ بناتی ہیں جب کہ باطنی آنکھ بصیرت کے لیے کسی میڈیم کی متلاشی ہوتی ہے۔ میرے میڈم کو ربی موشے ہائمن نے اپنے کسی تیر بہ ہدف عمل کی مدد سے کیموفلاج کر دیا تھا۔ بے بسی کے احساس کے ساتھ ہی میں نے آنکھیں کھول دیں۔

میرے چہرے کے تاثرات کوئی راکیل سے چھپے ہوئے نہیں تھے۔ وہ فکرمندی سے بولی ''وجدان! تم کچھ بتاتے کیوں نہیں ہو۔ سائنا گاگ کے اندر کیا صورت حال ہے؟''

میں نے اسے اندر کی صورت حال اور اپنی معذوری سے آگاہ کر دیا۔

اس کی فکرمندی میں اضافہ ہو گیا۔

☆☆☆

ہم اس وقت ''گولڈن یونی کارن'' میں بیٹھے بوفے ڈنر کا مزہ اڑا رہے تھے۔ ہمارے حالات ایسے نہیں تھے کہ بے فکری سے مزے اڑاتے پھرتے تاہم پیٹ پوجا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں اور اپنے حالات سے نبرد آزمائی کے لیے زندہ تو رہنا پڑتا ہے نا!

ربی موشے ہائمن نے برنارڈ لیو کو اپنے کسی طلسمی عمل سے گزار کر میرے لیے بے کار کر دیا تھا۔ نقلی وجدان پہلے ہی میری دسترس سے کوسوں دور تھا اور ربی..... اس تک بھی میں ابھی براہِ راست رسائی حاصل نہیں کر سکا تھا چنانچہ ایسٹ ہاسٹھ

اسٹریٹ والے سائنا گاگ میں کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔ وہاں کی حساس اور انتہائی فعال سیکورٹی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے' اندھے بیل کی طرح اندر گھسنا سراسر حماقت ہوتی۔ یہ خواہ مخواہ خود کسی مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہوتا۔

ویسے بھی ربی یا اس کا چیلا لیو میری فوری ضرورت نہیں تھے۔ مجھے اپنے ساحل کی تلاش تھی اور اس تک مجھے وہ ایشیائی عورت ہی پہنچا سکتی تھی جسے میں سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس میں چھوڑ آیا تھا۔ راکیل سے باہمی مشورے کے بعد ہی میں نے واپسی کا قصد کیا اور اس وقت ہم ''گولڈن یونی کارن'' میں موجود تھے۔

گولڈن یونی کارن ''لذتِ کام ودہن'' کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ یہاں عمدہ قسم کا بوفے ڈنر صرف پچیس ڈالر فی کس میں کیا جا سکتا تھا اور یہاں بیٹھنے کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ یہ طعام گاہ' سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس سے بہت قریب تھی۔ گولڈن یونی کان اٹھارہ ایسٹ براڈ وے کی میں برآمد ہوئی تھی۔ اس دوران میں ہم دونوں بھی گولڈن یونی کارن سے اٹھ کر اپنی شیبوی میں بیٹھ چکے تھے۔

سرخ کیڈی جب ایسٹ براڈ وے پر آئی تو ہم نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اب چونکہ وہ ہماری نظروں کے سامنے تھی اس لیے میں باطنی آنکھ کا شٹر گرا کر راکیل کے پہلو میں حاضر ہو گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بہ دستور راکیل کا قبضہ تھا۔ ویسے پچھلے چند گھنٹوں میں ہم نے مین ہیٹن کی اسٹریٹس اور ایونیوز کی جو خاک چھانی تھی اس کے نتیجے میں مجھے اتنا تجربہ ہو گیا تھا کہ اکیلے ڈرائیونگ کرنا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا۔ مین ہیٹن بہت ہی طریقے سلیقے سے آباد کیا گیا ہے۔ ناجائز تجاوزات کا وہاں کوئی تصور نہیں۔

کیڈی اسٹرا اس اسکوائر سے کینال اسٹریٹ پر آئی تو ہم چالیس پچاس گز کے فاصلے پر اس کے تعاقب میں تھے۔ راکیل نے کہا ''کہیں یہ واپس اپنے دفتر تو نہیں جا رہی؟''

''کیوں' اس وقت دفتر جا کر کرے گی کیا۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''کیا وہاں کچھ بھول آئی ہے؟''

سرخ کیڈی کینال اسٹریٹ کو چھوڑ کر جب بادری اسٹریٹ میں داخل ہوئی اور اس کا رخ شمال کی سمت ہو گیا تو راکیل نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''یہ دفتر نہیں بلکہ کہیں اور ہی جا رہی ہے۔ ممکن ہے سائنا گاگ میں اور موشے ہائمن کے پاس جا رہی ہو!''

راکیل کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ یہ عین ممکن تھا کہ ایسٹ ہاسٹھ اسٹریٹ پر واقع یہود عبادت میں ربی سے ملنے جا رہی ہو۔ یہ راستہ تو اسی سمت اشارہ کرتا تھا۔ ہم خود برنارڈ لیو کی بیوی کا تعاقب کرتے ہوئے اسی راستے سے گاگ پہنچے تھے۔ اگر وہ ایشیائی عورت واقعی ربی کے پاس تھی تو اس کا یہی مطلب تھا' وہاں سائنا گاگ میں کوئی نہ کوئی خطرناک پلاننگ ہو رہی تھی۔

عورت سو کر اٹھے گی تو اپارٹمنٹ سے باہر ضرور نکلے گی اور میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں اسے چھاپنے کی کوشش کروں گا پھر اس سے ساحل کا پتا اگلوانا میرے لیے چنداں مشکل نہ ہوتا۔ میں تو دو گھنٹے پہلے ہی اسے گھیرنے کے موڈ میں تھا لیکن برنارڈ لیو کی اچانک انٹری نے ہمارا رخ پھیر دیا تھا۔

دس بجے رات میری امید بر آئی وہ عورت بیدار ہوئی۔ دس پندرہ منٹ اس نے فریش اپ ہونے میں لگائے پھر میری توقع کے عین مطابق وہ تیار ہو کر اپارٹمنٹ سے باہر نکل آئی۔ اپارٹمنٹس بلڈنگ سے وہ اپنی سرخ کیڈلک ہی میں برآمد ہوئی تھی۔ اس دوران میں ہم دونوں بھی گولڈن یونی کارن سے اٹھ کر اپنی شیبوی میں بیٹھ چکے تھے۔

سرخ کیڈی جب ایسٹ براڈ وے پر آئی تو ہم نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اب چونکہ وہ ہماری نظروں کے سامنے تھی اس لیے میں باطنی آنکھ کا شٹر گرا کر راکیل کے پہلو میں حاضر ہو گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بہ دستور راکیل کا قبضہ تھا۔ ویسے پچھلے چند گھنٹوں میں ہم نے مین ہیٹن کی اسٹریٹس اور ایونیوز کی جو خاک چھانی تھی اس کے نتیجے میں مجھے اتنا تجربہ ہو گیا تھا کہ اکیلے ڈرائیونگ کرنا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا۔ مین ہیٹن بہت ہی طریقے سلیقے سے آباد کیا گیا ہے۔ ناجائز تجاوزات کا وہاں کوئی تصور نہیں۔

کیڈی اسٹرا اس اسکوائر سے کینال اسٹریٹ پر آئی تو ہم چالیس پچاس گز کے فاصلے پر اس کے تعاقب میں تھے۔ راکیل نے کہا ''کہیں یہ واپس اپنے دفتر تو نہیں جا رہی؟''

''کیوں' اس وقت دفتر جا کر کرے گی کیا۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''کیا وہاں کچھ بھول آئی ہے؟''

سرخ کیڈی کینال اسٹریٹ کو چھوڑ کر جب بادری اسٹریٹ میں داخل ہوئی اور اس کا رخ شمال کی سمت ہو گیا تو راکیل نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''یہ دفتر نہیں بلکہ کہیں اور ہی جا رہی ہے۔ ممکن ہے سائنا گاگ میں اور موشے ہائمن کے پاس جا رہی ہو!''

راکیل کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ یہ عین ممکن تھا کہ ایسٹ ہاسٹھ اسٹریٹ پر واقع یہود عبادت میں ربی سے ملنے جا رہی ہو۔ یہ راستہ تو اسی سمت اشارہ کرتا تھا۔ ہم خود برنارڈ لیو کی بیوی کا تعاقب کرتے ہوئے اسی راستے سے گاگ پہنچے تھے۔ اگر وہ ایشیائی عورت واقعی ربی کے پاس تھی تو اس کا یہی مطلب تھا' وہاں سائنا گاگ میں کوئی نہ کوئی خطرناک پلاننگ ہو رہی تھی۔

میں نے آنکھیں بند کیں اور ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ بہ دستور آنکھیں بند کیے اسی بیڈ روم میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا' وہ اس وقت گہری نیند میں ہے۔ مجھے اس کی کیفیت پر شدید حیرت ہوئی۔ آج صبح لگ بھگ ساڑھے دس بجے میں نے اسے اسی بیڈ روم میں محوِ خواب دیکھا تھا۔ تو کیا وہ پچھلے بارہ گھنٹے سے اسی حالت میں تھی؟

اس ہولناک سوال نے مجھے لرزا کر رکھ دیا پھر میں نے یہ سوچتے ہوئے خود کو تسلی دی کہ ممکن ہے اس دوران میں وہ چند گھنٹوں کے لیے جاگتی بھی رہی ہو۔ بہر حال ایسا تھا بھی تو اس کی کنڈیشن اور پوزیشن میرے لیے انتہائی تشویش ناک تھی۔ میں آنکھیں کھول کر گاڑی میں حاضر ہو گیا۔

راکیل کو میں نے ساحل کے بارے میں مختصراً بتایا تو اس نے کہا ''جس دوران میں تم ساحل کے پاس تھے' سرخ کیڈی والی نے موبائل فون پر کسی سے بات کی ہے۔''

میں اس وقت کیڈی پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔ راکیل کی بات ختم ہوئی تو میں نے دیکھا' اس ایشیائی عورت نے ایک مرتبہ پھر موبائل اپنے کان سے لگا لیا تھا۔ میں جان نہیں سکتا تھا' وہ موبائل پر کس سے کیا بات کر رہی تھی اور یہ نہ جاننا مجھے ایک عجیب سے اضطراب میں مبتلا کر رہا تھا۔

وہ لفل اٹلی اور بادری کے اندر سے گزری پھر باوری اسٹریٹ پر ہی رہتے ہوئے اس نے ایسٹ ونتھ عبور کیا اور یونین اسکوائر سے وہ ایسٹ فورٹین اسٹریٹ پر مڑ گئی تو میرے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو گیا۔ اب اگر وہ آگے جا کر فقط ایونیو پکڑ لیتی تو پھر یہ بات یقینی تھی کہ وہ سائنا گاگ ہی جا رہی تھی مگر اس نے میری توقع کے بالعکس عمل کیا۔

سرخ کیڈی فقط ایونیو کراس کر کے اسٹریٹ فورٹین پر آگے ہی بڑھتی چلی گئی۔ مجبوراً ہمیں بھی تعاقب میں اس کے پیچھے ہی آنا پڑا۔ ایسٹ فورٹین اسٹریٹ' فقط ایونیو کے بعد ویسٹ فورٹین اسٹریٹ میں بدل گئی تھی۔ کیڈی نے فقط کے بعد سکستھ' سیونتھ' ایٹھ اور نائنتھ ایونیو بھی کراس کیا اور چار سو میٹر ویسٹ فورٹین اسٹریٹ پر جا کر رک گئی۔ ہم نے اسی اسٹریٹ پر تھوڑا آگے جا کر ٹینتھ ایونیو کے آغاز پر اپنی گاڑی روکی اور ایک عمارت میں داخل ہو گئی۔

''یہ یہاں کس سے ملنے آئی ہے؟'' میں نے راکیل کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ تشویش ناک لہجے میں بولی ''یہ پوچھو' وہ یہاں کیا کرنے آئی ہے؟''

''کیا مطلب؟'' میں نے الجھن زدہ نظر سے اسے دیکھا۔

''وہ بے یقینی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہنے لگی ''کیا تم واقعی کچھ نہیں جانتے؟''

''کیا نہیں جانتے مطلب؟'' راکیل کے انداز نے مجھے مزید الجھا دیا۔

''میں کلٹ کلب (CLIT CLUB) کی بات کر رہی ہوں۔'' راکیل کی نگاہ میں بے یقینی موجود رہی ''وہ عورت کلٹ کلب میں داخل ہوئی ہے۔''

''تو؟'' میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا تھا۔

اس نے افسوس ناک انداز میں گردن جھٹکی اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''اب مجھے یقین ہو گیا کہ تم کلٹ کلب کی حقیقت سے بے خبر ہو۔''

''کیا یہ کوئی گوگو کلب ٹائپ کا کوئی کلب ہے؟''

''گوگو!'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی ''کلٹ کلب' گوگو سے کہیں آگے کی چیز ہے۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں؟'' راکیل کا ڈھکا چھپا انداز میرے لیے الجھن کا باعث تھا۔

اس کو وضاحت کرنا پڑی۔ بیک ویو مرر میں وہ سرخ کیڈی کا جائزہ لینے کے بعد بولی ''کلٹ کلب ایک لزبئن کلب ہے..... کمس نیشنز لزبئن کلب!''

''اوہ!'' میں انگشت بہ دنداں رہ گیا۔

کمس نیشنز لزبئن کلب..... یعنی مختلف الاقوام اختلاط باہم صفاں کی مظاہرہ گاہ! میں نے اپنے کانوں کی لوؤں کو تپتے ہوئے محسوس کیا۔ میں نے لزبئن عورتوں اور ان کے کرتوتوں کے بارے میں صرف سن ہی سن رکھا تھا اور یہ سنا ہوا بھی رونگٹے کھڑے کر دینے والا تھا۔ آج ایک لزبئن کلب (LESBIAN CLUB) کو باہر سے دیکھنے کا اتفاق ہو رہا تھا۔

ایک فوری خیال کے تحت میں نے راکیل سے استفسار کیا ''مجھے تو اس عمارت پر کسی کلب وغیرہ کا کوئی سائن نظر نہیں آیا۔ تم نے کس بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ عورت لزبئن کلب میں گئی ہے؟''

''ایسے کلبز کے کھلم کھلا نیون سائن آویزاں نہیں کیے جاتے۔'' راکیل نے بتایا ''بلکہ جس عمارت میں کوئی لزبئن یا گائے کلب موجود ہو وہاں صنف کی مناسبت سے ایک مخصوص نشان بنا دیا جاتا ہے۔ تم اسے خفیہ پبلسٹی سمجھ لو۔ ضرورت مند

کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ میں اس مخصوص نشان کو دیکھ کر ہی یہ بات کہہ رہی ہوں۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوئی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''فورٹین ویسٹ اسٹریٹ کے اس کلٹ کلب کے بارے میں میں نے کسی میگزین میں ایک فیچر پڑھا تھا۔ یہ کلب کچھ عرصہ پہلے ہی قائم ہوا ہے۔ اس کی روح رواں اور آرگنائزرز دو عورتیں ہیں جن کے نام جوسیلن ٹیلر اور جولی ٹولنٹینو ہیں۔ اس فیچر میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس کلب میں ''ایڈز فری سیف سیکس'' پر معلوماتی لیکچرز بھی دیے جاتے ہیں اور پورن ویڈیوز بھی دکھائی جاتی ہیں۔ جوسیلن ٹیلر اور جولی ٹولنٹینو مستقبل قریب میں نہ صرف امریکا بلکہ دنیا کے تمام بڑے اور ماڈرن شہروں میں ''کلٹ کلبز'' کی چین چلانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔''

''تمہاری معلومات حیرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ خطرناک بھی ہیں؟'' میں نے کہا۔

وہ بولی ''کوئی بھی معلومات نہ تو خطرناک ہوتی ہے اور نہ ہی محفوظ۔ اس کا استعمال اس کی نوعیت کا تعین کرتا ہے۔ میں ہر قسم کے میگزین کا مطالعہ کرتی ہوں۔ خود کو اپ ٹو ڈیٹ رکھنا پڑتا ہے۔''

راکیل بالکل درست کہہ رہی تھی۔ مجھے اس کی بات سے سو فی صد اتفاق تھا۔ اس کے ذریعے جو معلومات مجھ تک پہنچی تھی اگر میں اس کا منفی استعمال نہ کرتا تو وہ کسی بھی پہلو سے خطرناک ثابت نہیں ہو سکتی تھیں لیکن میرے ذہن میں پیدا ہونے والا سوال ہنوز تشنہ تھا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر راکیل سے اس عورت کی یہاں آمد کے بارے میں پوچھا تو شوخی سے بولی۔

''تم خود ہی ذرا ادھر جھانک کر دیکھ لو۔''

''کیا کہہ رہی ہو؟'' میں نے اسے گھورا

اس نے کہا ''پریشانی کی کوئی بات نہیں وجدان۔ ابھی تو وہ آئی ہے۔ اس نے آتے ہی اپنے فن کا مظاہرہ تو شروع نہیں کر دیا ہوگا۔ تم ایک نظر ادھر ڈال کر واپس آ جاؤ۔ اس کا ماحول تمہیں سمجھا دے گا وہ اس وقت کہاں ہے!''

راکیل کی تجویز معقول تھی۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ مذکورہ خوبرو ایشیائی عورت کا تصور کیا اور پلک جھپکتے میں اس کے ماحول میں انٹر ہو گیا۔ وہ اس وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھی جہاں کوئی نیوڈ فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ چند اور عورتیں بھی تھیں جن میں سے دو حسین و جمیل ''امریکنیں'' اپنے فن کے جوہر دکھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

میں نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں راکیل نے شرارت بھرے لہجے میں پوچھا ''کیا ہوا؟''

''تم بالکل درست کہہ رہی تھیں۔'' میں نے اس کے دعوے کی تصدیق کر دی۔

راکیل نے مجھے بتایا کہ ایسے کلبز عام نظر سے اوجھل رکھے جاتے ہیں۔ کلب میں داخل ہوں تو فرنٹ پر ایک بار روم دکھائی دیتا ہے۔ بادی النظر میں وہ کوئی شراب خانہ ہی دکھائی دیتا ہے۔ کمرے کے ایک کونے میں ایک میز مختلف کارڈز رکھے ہوتے ہیں۔ آپ اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق اس کارڈ کے اندر اندراج کر دیں۔ باقی معاملات بار والے خود ہی دیکھ لیتے ہیں یہاں ''آپ'' سے میری مراد لز بمنز ہے۔''

وہ ذرا دیر کو رکی پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولی ''بظاہر ایک بار نظر آنے والے کمرے کے عقب میں ایک پوشیدہ کمرا بھی موجود ہوتا ہے جہاں لز بمن عورتیں اپنے فن اور تیکنیک کا مظاہرہ کرتی ہیں۔''

''بھاڑ میں جائیں یہ عورتیں اور ان کے فنی مظاہرے۔'' میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا ''میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں وہ ایشیائی عورت کلٹ کلب سے کب باہر نکلے گی؟''

''اپنے پروگرام کے بارے میں تو ٹھیک طور پر وہی بتا سکتی ہے۔'' راکیل نے میری بیزاری اور جھنجلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے چھیڑنے والے انداز میں کہا ''اگر تم کہو تو میں اس سے پوچھ کر آ جاتی ہوں۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔'' میں بڑبڑایا۔

وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر رہ گئی۔

میں امریکا کی اس ترقی اور آزادی کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ واقعہ تو کچھ عرصہ پہلے کا ہے جب ڈھکے چھپے انداز میں سہی نیویارک میں کئی لز بمنز اور گے کلبز کھلے ہوئے تھے۔ آج کل تو وہاں ہم جنس افراد کی شادی کو قانونی حیثیت دے دی گئی ہے۔ اگر آپ مرد ہیں تو اپنی پسند کے مرد سے شادی کر سکتے اور عورت ہیں تو اپنی پسند کی عورت سے شادی کر سکتی ہیں۔ امریکی ''ماہرین'' اسے ''ایڈز'' سے بچاؤ کا راستہ بھی بتاتے ہیں لیکن اس غیر فطری اختلاط کے نتیجے میں آگے جا کر جو ناقابل علاج اور مہلک بیماریاں سامنے آئیں گی ان ''ماہرین'' کے باپ بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ خطرناک اور موذی امراض کے سامنے ''ایڈز'' تو بچوں کا جمعہ جمعہ آٹھ دن کا بچونگڑا نظر آئے گی۔ امریکا کی تعریفوں کے پل باندھنے والے دیسی افراد کے لیے یہ ایک لمحۂ فکریہ

اگر ہر قسم کی بے راہ روی کو آزادی کا نام دے دیا جائے اور اس آزادی کو ترقی کا زینہ سمجھ لیا جائے تو پھر یہ ترقی بڑی ہی گھٹیا ترقی ہوگی۔ فطرت سے متصادم ہونے والا کبھی پنپ نہیں سکتا۔ جلد یا بدیر اسے تباہ ہونا ہوتا ہے۔ خدا نے عورت کے لیے مرد اور مرد کے لیے عورت کو پیدا کیا ہے۔ اس فطری اصول سے انکار درحقیقت خدا کا انکار ہے' اس کے آفاقی قانون کا پامال ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے!

سرخ کیڈی والی ایشیائی عورت رات ایک بجے کے بعد کس نیشنز کلٹ کلب سے برآمد ہوئی۔ یہ وقت ہم نے کس کوفت میں اور کہاں کہاں گھوم پھر کر گزارا اس کی تفصیل میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں' بہرحال اس دوران میں ہمارے درمیان ایک لائحہ عمل ترتیب پا چکا تھا..... اس عورت کو ٹریپ کرنے کا منصوبہ!

آئیڈیا میرا تھا اور راکیل کی تائید مجھے حاصل تھی۔ میرے اندازے کے مطابق' اس عورت کا تعلق برصغیر پاک و ہند سے تھا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا' وہ انڈین ہے۔ میں ایک گیم کھیلنا چاہتا تھا۔ منصوبے کے مطابق میں اسٹریٹ کراس کر کے نائنتھ ایونیو کے کونے پر سڑک کے کنارے کھڑا ہو جاتا۔ راکیل ٹینتھ ایونیو پر اپنی گاڑی میں موجود رہتی۔ اس عورت کو واپسی کی راہ اختیار کرنے کے لیے ہماری شیوی کے پاس سے گزر کر اسٹریٹ کی دوسری سمت آنا پڑتا۔ جب وہ نائنتھ ایونیو پر پہنچتی تو میں ہاتھ کے مخصوص اشارے سے اس سے لفٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اگر وہ مجھے لفٹ دینے پر تیار ہو جاتی تو فبہا ورنہ اس کے آگے نکل جانے کی صورت میں ہم شیوی میں اس کا تعاقب کرتے اور کوئی ''موزوں'' سی جگہ دیکھ کر اسے گھیر لیتے۔ اس ''کام'' کے لیے ایسٹ ویلیج کا علاقہ زیادہ مناسب ثابت ہوا۔

اور اگر خوش قسمتی سے وہ مجھے لفٹ دینے پر تیار ہو جاتی تو میں انڈین کے طور پر اپنا تعارف کراتا اور کسی طرح اسے اپنے شیشے میں اتارتا' اس بارے میں' میں نے فی الحال کچھ نہیں سوچا تھا۔ مجھے امید تھی میں اس سے نمٹ لوں گا۔ میں نے ایک طویل عرصہ انڈیا میں گزارا تھا۔ وہاں کے رہن سہن اور علاقوں سے بہ خوبی آگاہ تھا۔ اسے ہینڈل کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ اس دوران میں راکیل ایک مخصوص فاصلہ رکھتے ہوئے شیوی میں پیچھے آتی۔

کلب کی عمارت سے نکل کر جب وہ اپنی کیڈی کی طرف بڑھی تو اس کی چال نے مجھے بتا دیا کہ وہ اچھی خاصی پیے ہوئے تھی۔ اس کیفیت میں اس فن کا نتیجہ بھی شامل تھا جس کا مظاہرہ کرنے وہ یہاں اپنی رہائش سے اتنی دور آئی تھی۔ اس کے قدموں میں شامل ہلکی ڈگمگاہٹ میرا کام آسان کرنے کے لیے مفید ثابت ہوتی۔ میں اس کو نظر انداز کر کے تیز قدموں سے اس مقام کی طرف بڑھ گیا جہاں مجھے گھات لگا کر کھڑا ہونا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سرخ کیڈی میں مجھے اپنے جانب آتے دکھائی دی۔ میں نے بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کر کے انگوٹھے کی ڈاؤن ورڈ حرکت سے، اس سے لفٹ مانگی۔ میں نے نفی نفی کے چانس پر وہ اسٹیپ لیا تھا لیکن اس نے مجھے مایوس نہ کیا۔ میرے پچاس فی صد اندازے کو سینٹ پرسینٹ میں بدلتے ہوئے اس نے کیڈی میرے نزدیک روک دی۔ میرا کام شروع ہو گیا۔

میں نے رکوع کے بل جھکتے ہوئے پسنجرز سائیڈ والے شیشے سے اندر دیکھا۔ اس دوران میں وہ شیشہ گرا چکی تھی۔ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بوجھل آواز میں بولی ''کہاں جاؤ گے؟''

''کسی بھی سستے سے ہوٹل تک پہنچا دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔'' میں نے یہ جملہ ہندی میں ادا کیا تھا اور یہ میری ایک چال تھی۔

اس نے چونک کر سر تا پا میرا تنقیدی جائزہ لیا اور ہونٹ سکوڑتے ہوئے ہندی ہی میں بولی ''انڈیا سے آئے ہو؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ میرا تیر گویا نشانے پر جا بیٹھا تھا!

اس نے پسنجرز سائیڈ کا دروازہ کھول دیا اور لڑکھڑاتی آواز میں بولی ''گیٹ ان!''

میں نے ''ان'' ہونے میں ایک لمحہ تاخیر نہ کی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کیڈی آگے بڑھا دی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے بتایا ''ڈی سوزا۔''

''اپنی شکل اور حلیے سے انڈین نظر نہیں آتے ہو۔'' وہ اب باقاعدہ ہندی میں بات کرنے لگی تھی ''لیکن تمہاری زبان سے بھاشا سن کر یقین کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئی غیر ہندوستانی اتنی صاف بھاشا (ہندی) نہیں بول سکتا۔''

میں نے بھرپور اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا ''دراصل میں اینگلو انڈین ہوں۔ میرا باپ ہندوستانی اور ماں انگریز تھی۔ میں ہندی اور انگلش ایک جیسی روانی سے بول اور سمجھ سکتا ہوں۔''

''انڈیا میں تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟'' وہ میری ذات

میں دلچسپی لینے لگی تھی۔

میں نے بتایا ''پنک سٹی۔''

''اوہ.....'' اس نے حیرت سے بھرپور مخمور میں کہا ''جے

''

میں نے نشانہ تاک کر تیر چھوڑا ''تم بھی تو بڑی صاف ندی بول رہی ہو۔ کیا تمہارا تعلق بھی بھارت سے ہے؟''

''میرا نہیں بلکہ میرے ماتا پتا انڈین تھے۔ وہ برسوں پہلے امریکا آ گئے تھے۔'' اس نے خمار آلود انداز میں بتایا ''میں امریکا بورن ہوں۔ اس دنیا میں آنکھ کھولنے سے لے کر اب تک امریکا ہی کی فضا میں سانس لے رہی ہوں۔ تم جسے سینٹ پرسینٹ امریکن کہہ سکتے ہو۔ یہاں پر نسل خاندان رخون کوئی نہیں دیکھتا۔ ذات برادری کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر آپ امریکی ہیں تو سب سے برتر ہیں۔'' بات ختم رتے کرتے اس کے انداز میں ایک تفاخر شامل ہو گیا۔

میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ اس وقت پوری رح اپنے حواس میں نہیں تھی۔ اس کی اس کیفیت میں سب سے بڑا ہاتھ مے نوشی اور خود فراموشی کا تھا۔ وہ کلٹ کلب میں سے یہ دونوں ''سوغاتیں'' اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ سچی ت تو یہ ہے کہ اس وقت اس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے مجھے راہبت کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہاں موجود رہنا میری وری تھی۔ میرے شکار نے دانے پر منہ مارنے کے لیے ل میں قدم رکھ دیا تھا۔ اب مجھے نہایت ہی صفائی سے جال سمیٹتے ہوئے اسے اپنے قابو میں کرنا تھا۔ اپنا مقصد حاصل رنے کے لیے بعض اوقات ناخوشگوار صورتِ حال سے گزرنا ا ہے۔ میں یہ جبر اسے برداشت کرتا رہا اور پوچھا۔

''تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا؟''

''روئے'' وہ مخصوص امریکی لہجے میں بولی ''بینا روئے!''

دراصل اس نے بتایا تھا کہ اس کا نام ''بینا رائے'' ہے۔

میں نے اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا ''تمہاری ڑی اور پہناوے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم خاصی مال دار تمہارا ذریعۂ آمدنی کیا ہے؟''

وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولی ''پرائیوٹ ل!''

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی اور سوال کرتا' وہ مجھ سے فسار کرنے لگی ''تم کسی سستے ہوٹل میں کیوں جانا چاہتے اور تمہارے ساتھ کیا پریشانی ہے۔ تم آدھی رات کے ہاں کھڑے کیا کر رہے تھے؟''

بینا رائے کے یہ تمام سوال میری کہانی کے انٹرو کی بنا پر

خوف!

ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے

خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔
خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔
خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔
خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔
خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔
خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔
شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک۔

اردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب

اسلام حسین کے قلم سے

خوف و شرم

اور اس کا سدباب

کا مطالعہ کیجیے

اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کر کے
کامیاب اور خوش و خرم زندگی گزاریے

قیمت: 50 روپے | ڈاک خرچ: 23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کے لیے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ کراچی 75500

تھے۔ وہ نشے میں ضرور تھی تاہم میں نے محسوس کیا' وہ اپنی ذات کو میرے سوالات سے بچانے کے لیے پوری طرح حساس تھی۔ بس اس نے اپنی زبان سے جو بتا دیا' بتا دیا۔ میں نے اس کے استفسار کے جواب میں کہا۔

''میری پریشانی کی کہانی بہت طویل ہے۔ سنو گی تو تم بھی خواہ مخواہ پریشان ہو جاؤ گی اس لیے رہنے ہی دو۔'' میں نے بڑے دل شکستہ انداز میں توقف کیا پھر اپنے لہجے میں مسکینیت بھرتے ہوئے اضافہ کیا ''بس سمجھ لو میرے ساتھ ایک بہت بڑا دھوکا ہو گیا ہے۔ میرا پاسپورٹ دیگر ضروری کاغذات بھی سامان میرے پاس نہیں رہا۔ بس جیب میں سوڈیڑھ سو ڈالر بچے ہیں۔ اگر کسی سستے ہوٹل میں رات گزارنے کا موقع مل جائے تو.....''

''مین ہیٹن میں اتنی رات گئے تمہیں کسی بجٹ ہوٹل (سستے ہوٹل) میں کوئی جگہ نہیں ملے گی اور پھر تم غیر امریکی بھی ہو اور تمہارے پاس کوئی دستاویز یا ''آئی ڈی'' بھی نہیں۔'' وہ ہمدردانہ لہجے میں میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑی ''تمہارے لیے بڑی مشکل ہو جائے گی۔''

''پھر میں کیا کروں؟'' میں نے اپنے لہجے میں اس شخص کی بے بسی شامل کر لی جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو۔

''تم کیا کرو گے' میں ہی کچھ کرتی ہوں۔'' وہ ہونٹ سکوڑتے ہوئے بولی ''ایسا کرو فی الحال تم میرے ساتھ چلو۔ یہ رات میرے اپارٹمنٹ پر گزار لو۔ صبح کی صبح دیکھیں گے۔''

اس کی پیشکش نے میرا کام آسان ترین کر دیا۔ اگر وہ مجھے اپنے گھر کے اندر لے جاتی تو پھر میں اسے زیر کر کے ساحل کے بارے میں سب کچھ اگلوا سکتا تھا۔ اسے زیر کرنا کون سا مشکل تھا۔ وہ اپنے اعمال کے ہاتھوں اس وقت خود ہی زیر و زبر ہو رہی تھی۔ البتہ اس صورت میں راکیل ضرور پریشان ہو جاتی۔ مجھے امید تھی' وقتی پریشانی کے بعد وہ سمجھ جاتی کہ میں کس سچویشن میں ہوں لہٰذا وہ سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس کے قریب ہی موجود رہتی۔

''کس سوچ میں گم ہو؟'' بیٹا رائے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''آں' ہاں۔'' میں نے چونکنے کی اداکاری کی ''کک ..... کچھ نہیں۔''

''کیا میری پیش کش پسند نہیں آئی؟''

''ایسی بات نہیں۔'' میں متذبذب انداز میں بولا۔

''پھر؟''

میں نے تامل کرتے ہوئے کہا ''وہ دراصل میں اس وقت تمہیں کوئی تکلیف.....''

''بس بس رہنے دو یہ تکلفات۔'' وہ بے تکلفی سے بولی ''یہ سب کچھ انڈیا ہی میں اچھا لگتا ہے۔ میں نے تمہاری باتوں سے اندازہ لگا لیا ہے کہ تم ایک بھلے آدمی ہو۔ مجھے تم سے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔'' ایک لمحے کو رک کر اس نے استفسار کیا ''تم میری ذات سے اپنے لیے کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟''

''ہرگز نہیں۔'' میں نے قطعیت سے کہا۔

باقی کا راستہ ہلکی پھلکی گفتگو میں کٹ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خمار میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس دوران میں' میں نے اپنی کامل اداکاری کے جوہر دکھائے اور کسی ''اپ سیٹ'' کے بغیر ہم ٹھیک دو بجے رات سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس میں پہنچ گئے۔

بیٹا رائے لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے اپارٹمنٹ کے اندر پہنچی تھی۔ میں نے سوچا تھا گھر کے اندر محفوظ ہو جانے کے بعد میں اس سے دو دو ہاتھ کروں گا۔ اس وقت وہ پوری طرح ٹن تھی لہٰذا اس کی زبان سے اپنا مقصد اگلوانے میں مجھے کوئی دقت پیش آتی اور نہ ہی کوئی خاص محنت کرنا پڑتی لیکن اس نے اندر داخل ہوتے ہی میری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

ہم جیسے ہی اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے سے اندر آئے بیٹا نے ٹٹول کر دروازہ بند کر دیا پھر بہکے بہکے ہاتھوں سے اپنے پرس میں کچھ تلاش کرنے لگی۔ میں یہی سمجھا وہ کوئی الیکٹرانک چابی ڈھونڈ رہی ہے جس سے بیرونی دروازے کو ڈبل لاک کیا جا سکے مگر جب اس کا متلاشی ہاتھ پرس سے برآمد ہوا تو میں ٹھٹک کر رہ گیا۔

اس کے ہاتھ میں مجھے ایک چمکتا ہوا خطرناک لیڈا پسٹل نظر آیا۔ اس نے مجھے ٹارگٹ پر رکھتے ہوئے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا ''کون ہو تم؟''

میں بیٹا رائے سے صرف چند قدم کی دوری پر تھا اور اس کے تیور بتاتے تھے' اگر میں نے اس کے سوال کا جواب دینے میں لمحے بھر کی تاخیر بھی کی تو وہ میرے سینے میں جان لیوا چھید ڈال دے گی۔ ان لمحات میں وہ مجھے نارمل سے کہیں زیادہ باہوش و حواس دکھائی دی۔ گویا' مدہوشی کا وہ ناٹک مجھے زچ کرنے کے لیے تھا۔ میں اسے مدہوش سمجھ بیٹھا تھا' جب کہ وہ میرے ہوش اڑانے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی۔ یہ تو وہی بات ہو گئی.....

لو' آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!

کھیل بگڑ گیا تھا۔ بگڑے ہوئے کھیل کو بنانا آسان نہیں ہوتا، خاص طور پر جب اس کامیاب بگاڑ کے پیچھے کسی خوب صورت عورت کا ہاتھ ہو۔ حالات کو اپنے حق میں پھیرنے کے لیے پھر ''میم'' سے کام لینا پڑتا ہے۔ منافقت، مکاری اور مکھن کاری!

بینا رائے مجھے بدستور نشانے پر رکھتے ہوئے ایک مرتبہ پھر غرائی ''میرے سوال کا جواب دو۔ کون ہو تم؟''

میں نے کچھ دیر پہلے شروع ہونے والی اداکاری میں کوئی تعطل نہ آنے دیا اور حیرت بھرے لہجے میں کہا ''میں تمہیں بتا چکا ہوں، میرا نام ڈی سوزا ہے اور میں پنک سٹی.....''

''بکواس نہیں، میں حقیقت جاننا چاہتی ہوں!'' وہ میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی خوں خوار لہجے میں بولی پھر ٹانگوں میں تھوڑا پھیلاؤ پیدا کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ کو بھی پسٹل تک پہنچادیا۔ اس کی آنکھوں میں مجھے سفاکی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

اس موقع پر حاضر دماغی اور اداکاری ہی سے کام لیا جاسکتا تھا تاکہ ''حرکت'' کے لیے کوئی راہ نکل سکے۔ ہمارے درمیان صرف چار قدم کا فاصلہ تھا۔ میں کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے کی پوزیشن میں تھا۔ بس، پسٹل والی کو یہ احساس دلانا تھا کہ میں اس قسم کی ''حرکت'' کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ میرے ساتھ ایک یقینی دھوکا ہوا تھا..... اور اس کے مابعد اثرات کو کسی دھوکے ہی سے کاٹا جاسکتا تھا۔

میں نے اچانک اپنے چہرے پر بے بسی کے آثار پیدا کیے اور کہا ''اگر تم مجھے لوٹنے کا ارادہ ہی رکھتی تھیں تو وہیں کلب کے سامنے پسٹل دکھا کر میری جیب خالی کروالیتیں۔ اتنا لمبا ڈراما رچانے کی کیا ضرورت تھی اور پھر میرے پاس ہے ہی کیا۔'' میں نے بے بسی سے کندھے جھٹکے اور اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں تو پہلے ہی سب کچھ گنوائے بیٹھا ہوں۔ یہ عزت اور سو، ڈیڑھ سو ڈالر بچے ہیں۔ کیا تم ان پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہتی ہو؟''

اس نے بڑی زہریلی نظر سے مجھے دیکھا اور سنسناتے ہوئے لہجے میں بولی ''میں نے کہا نا، میں تمہاری حقیقت جاننا چاہتی ہوں۔ شرافت سے بتادو، تم کون ہو اور کس مقصد سے میرے تعاقب میں لگے ہوئے ہو۔ اگر نہیں بتاؤ گے تو وہ خود تم سے پوچھ لیں گے جو تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچنے والے ہیں۔'' پرس میں سے پسٹل نکالنے کے بعد ہنڈی کو یکسر بھول کر وہ امریکی انگریزی پر اتر آئی تھی۔ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پسٹل کو غیر محسوس حرکت دی اور بولی ''کم آن!''

میں اس کے انکشاف سے چونک اٹھا تھا تاہم میں نے اپنے چہرے کے تاثرات سے اندرونی کیفیت ظاہر نہیں ہونے دی۔ اس نے اپنے تعاقب اور کسی کے یہاں پہنچنے کا ذکر کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا ہمارا ''راز'' بڑی حد تک اس پر کھل گیا تھا اور یہ بڑی تشویش ناک صورت حال تھی۔ میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''پتا نہیں، تم کس قسم کی عجیب وغریب باتیں کررہی ہو۔ میں بھلا تمہارا تعاقب کیوں کروں گا اور..... یہاں کون آنے والا ہے؟''

''اداکاری اچھی کرلیتے ہو۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی ''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ تم شیورلٹ میں جس لڑکی کے ساتھ میرا تعاقب کررہے ہو، وہ اب تک میرے آدمیوں کے قابو میں آچکی ہوگی..... اور وہی لوگ تم سے ملنے یہاں آرہے ہیں۔''

راپکیل اور شیبوی کے بارے میں بینا رائے کا انکشاف سن کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا اور میں سناٹے میں آگیا۔ مجھے اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو نہ رہا اور اضطراری لہجے میں میرے منہ سے نکلا ''یہ..... نہیں ہوسکتا.....''

یہ میرا ایک فطری ردعمل تھا۔ اس دوران میں بینا رائے مسلسل میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ بڑے کٹیلے الفاظ میں بولی۔

''یہ ہوچکا ہے احمق! تم نادانی میں ایک عفریت کے جبڑے میں قدم رکھ بیٹھے ہو..... اور میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔'' اس نے حقارت بھری نظر میرے چہرے پر ڈالی اور کہنے لگی۔ ''تمہیں اداکاری کی اے بی سی بھی نہیں آتی!''

''مجھے اداکاری کی اے بی سی نہیں آتی لیکن تمہیں ایکس وائی زیڈ سکھا سکتا ہوں۔ کیا تم جانتی ہو، اے سے پہلے اور زیڈ کے بعد کیا آتا ہے؟'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

میرے انداز نے اسے اور ہوشیار کردیا ''یعنی وہ ''ڈیڑھ ہوشیار'' ہوگئی۔ بڑی فراخ دلی سے پوچھ بیٹھی ''وھاٹ ڈو یو مین؟''

ڈیڑھ ہوشیار ہمیشہ مار کھاتا ہے اور بڑی بری مار کھاتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ترکی بہ ترکی کہا ''آئی مین، یو آر ویری مین..... اسٹنگی!''

''وھاٹ نان سینس؟'' وہ غضب ناک لہجے میں بولی۔

اس سے پہلے کہ بینا رائے کی آنکھوں سے چھوٹنے والی

چنگاریاں مجھ تک رسائی حاصل کرتیں، میں حرکت میں آگیا اور اس وقت یہ حرکت بڑی ہی بابرکت ثابت ہوئی۔

میں نے ٹٹولنے والے انداز میں اپنے ہاتھوں سے پینٹ کی جیبوں کو تھپتھپایا اور چہرے پر اضطراری کیفیت طاری کرلی پھر بڑبڑانے والے انداز میں کہا ''پتا نہیں، کہاں چلی گئی.....؟''

''اے، ہینڈز اپ!'' وہ خطرناک انداز میں پسٹل کو لہراتے ہوئے بولی۔

میں نے اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلند کرتے ہوئے کہا ''ٹھیک ہے، تمہاری مرضی۔ میں تو اپنی جیبوں میں وہ چابی تلاش کررہا تھا جس سے تمہارا سبق شروع ہوتا۔ میں تمہیں اے سے پہلے اور زیڈ کے بعد.....''

''شٹ یور ماؤتھ۔'' وہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی چلائی ''ٹرن اراؤنڈ!''

میں نے اس کی ''ٹرن اراؤنڈ'' والی ہدایت پر بعین عمل کیا۔ میں بڑے شریفانہ انداز میں، ہاتھوں کو سر سے بلند رکھتے ہوئے گھوم گیا لیکن اس گھماؤ کی تکمیل سے قبل ہی میری رائٹ ویل کک اپنا کام دکھا چکی تھی۔ پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل کر بائیں دیوار سے جا ٹکرایا۔

غنیمت تھا، ٹریگر پر بینا کی انگلی نہیں دبی ورنہ فائر کی آواز لوگوں کو اس اپارٹمنٹ کی طرف متوجہ کردیتی۔ میری ویل کک نے پسٹل چھڑانے کے ساتھ ساتھ اس کے پسٹل بردار ہاتھ کا مزاج بھی پوچھ لیا تھا۔ وہ مضروب ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے پستول کی سمت لپکی مگر اب میں اسے کسی کارکردگی کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے ایک طویل جست بھری اور بینا رائے کو عقب سے دبوچ لیا پھر ہم ایک دوسرے سے گتھم گتھا فرش پر لوٹ پوٹ ہوگئے۔ وہ ایسا وقت اور موقع نہیں تھا کہ اٹھا پٹخ کا مظاہرہ کیا جاتا۔ اگر آس پڑوس میں سے کسی کی توجہ ہماری جانب مبذول ہوجاتی تو میرے لیے بے انتہا مشکلات کھڑی ہوسکتی تھیں۔ بینا رائے کے خوف ناک انکشاف نے پہلے ہی میرے دماغ میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ مجھے جو بھی کرنا تھا، آنِ واحد میں کر گزرنا تھا۔

میں نے بینا کے نسوانی خطوط کا لحاظ اور اس کی خوب صورتی کا خیال رکھتے ہوئے اپنا ہاتھ ہلکا رکھا اور آئندہ ایک جب وہ بے بسی کی تصویر میں ڈھل گئی تو میں نے ایک بیڈ شیٹ سے اس کی بانہیں پھاڑ کر اس کے ہاتھ پاؤں کو پشت پر جکڑ دیا اور اپنی بانہوں میں اٹھا کر بیڈ روم میں لایا۔ وہ بیڈ کے اوپر کسی گٹھری کے مانند اچھل کر رہ گئی۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی آنکھوں میں جھانکا اور سنسناتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

''ساحل اس وقت کہاں ہے؟''

''سا..... حل.....'' اس کی آنکھوں میں سراسیمگی تیر گئی پھر وہ جلدی سے بولی ''م..... میں کسی ساحل کو نہیں جانتی۔''

''تم جانتی ہو..... اور بڑی اچھی طرح جانتی ہو۔'' میں نے اسی کے پسٹل کو اس کی پیشانی پر ٹکاتے ہوئے کہا ''تم میری ساحل کی اٹینڈنٹ بنی ہوئی تھیں لیکن اب ساحل کو وال اسٹریٹ والے ٹھکانے سے ہٹادیا گیا ہے۔ وہ کسی دوسرے بیڈ روم اور نئے ماحول میں ہے..... اور اس بیڈ روم، اس ماحول تک تم مجھے پہنچاؤ گی۔''

بینا رائے کو بیڈ روم تک پہنچانے کے بعد میں اس کا پسٹل اٹھالایا تھا اور اس وقت وہ اپنی ہی گن کے نشانے پر تھی۔

''میری ساحل'' کے الفاظ نے اس کی دہشت بھری آنکھوں میں اچھا خاصا پھیلاؤ پیدا کردیا تھا۔

''کک..... کیا تم..... وجدان ہو.....؟'' وہ سراسیمہ لہجے میں مستفسر ہوئی۔

میں نے گمبھیر لہجے میں کہا ''میں کون ہوں، تم اس چکر میں نہ پڑو۔ وجدان کا نام زبان پر لاکر تم نے ثابت کردیا ہے، تم ربی موشے ہائمن کے لیے کام کرتی ہو۔ اب شرافت سے ساحل کا ٹھکانا بھی بتادو۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ تمہارے وہ لگتے لگاتے جنہوں نے میری ساتھی کو قابو کیا ہے اور تمہارے بقول، وہ یہاں پہنچنے ہی والے ہیں، میں ان سے ملاقات کا ہرگز ہرگز ارادہ نہیں رکھتا لہٰذا میں جو پوچھ رہا ہوں، بتادو..... اگر تمہیں اپنی زندگی پیاری ہے تو ورنہ.....''

میں نے پسٹل کی نال کو اس کی پیشانی میں چبھوتے ہوئے دانستہ خطرناک انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تو اس کی آنکھوں میں موجود دہشت دوچند ہوگئی۔ وہ لکنت زدہ انداز میں بولی۔

''م..... میں نہیں جانتی، وہ لڑکی اس وقت کہاں ہوگی۔''

''اس کا مطلب ہے، تم زندہ نہیں رہنا چاہتی ہو؟''

''میری بات کا یقین کرو.....''

ایک لمحے کے توقف سے میں نے درشت لہجے میں کہا ''ساحل کا پتا بتاتی ہو یا میں تمہارا قصہ تمام کردوں؟''

''تم میری بات کا یقین کرو۔'' وہ تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

''آج علی الصباح اس لڑکی کو وال اسٹریٹ والے ٹھکانے سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔''

''اتنا تو میں بھی جانتا ہوں۔'' میں غرایا ''تم مجھے بتاؤ، ساحل کو کس جگہ پہنچایا گیا ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔ آئی سویئر!'' وہ بے بسی سے بولی ''اس لڑکی کو ربی کے حکم پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا گیا ہے۔ وہی اس کے بارے میں جانتے ہیں۔''

بینا رائے کی حالت بتاتی تھی، وہ دروغ گوئی سے کام نہیں لے رہی ہے تاہم تصدیق کی خاطر میں نے ایک چال چلی اور سفاکی سے کہا۔

''ٹھیک ہے، جب تم ساحل کے بارے میں کچھ جانتی نہیں ہو تو پھر تمہیں زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ تمہارے ساتھی جب یہاں پہنچیں گے تو انہیں تمہاری لاش ملے گی۔''

وہ گڑگڑانے لگی ''فار گاڈ سیک.....''

اس کا جملہ ابھی نامکمل ہی تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ یہ بینا کا موبائل تھا جو اس کے پرس کے ساتھ رکھا تھا۔ میں پسٹل کے ساتھ اس کے پرس کو بھی بیڈروم میں اٹھا لایا تھا۔ بینا بات ادھوری چھوڑ کر اپنے پرس کی طرف دیکھنے لگی۔

''تمہارے ساتھیوں کی کال ہوگی۔ ٹھہرو، میں سنتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے پرس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

وہ تشویش ناک لہجے میں بولی ''موبائل مجھے دو، میں اٹینڈ کروں گی۔''

''تمہارا کھیل ختم ہو چکا بینا۔'' میں نے پرس میں سے موبائل فون باہر نکالتے ہوئے کہا ''یہاں سے میرا کھیل شروع ہوتا ہے۔ تم چپ چاپ خاموشی سے دیکھتی رہو۔''

اس دوران میں موبائل فون کی گھنٹی ایک مرتبہ پھر بج چکی تھی۔ میں نے ''یس'' کا بٹن دبانے کے بعد موبائل کان سے لگا لیا۔ میں نے ''ہیلو'' کہنے کے بجائے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔

''ہیلو رائے!'' دوسری طرف سے ٹھہرے ہوئے انداز میں بینا کو مخاطب کیا گیا ''ہم نے اس کی ساتھی پر قابو پا لیا ہے۔ اس وقت وہ ہمارے قبضے میں ہے۔ لعل اٹلی کے اختتام پر ہم اس نے اس کی شیورلٹ کو گھیر لیا تھا پھر اسے اپنی گاڑی میں منتقل کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس کی گاڑی کو وہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ تم نے بھی اپنے شکار پر قابو پا لیا ہوگا؟''

آخری جملہ بولنے والے نے سوالیہ انداز میں ادا کیا تھا لیکن میں چپ سادھے رہا۔ میری اس خاموشی نے دوسری طرف سے بولنے والے کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔ وہ الجھے بھرے لہجے میں بولا۔

''رائے! تم خاموش کیوں ہو۔ ہیلو رائے!'' اس کی آواز میں ہیجان بھرنے لگا۔ ''تم ٹھیک تو ہو۔ کیا موبائل اس وقت تمہارے ہی ہاتھ میں ہے؟ جواب دو رائے؟ ہمارے آدمی اسٹرا اس اسکوائر سے ایسٹ برادوے میں داخل ہو رہے ہیں۔ ٹھیک دس منٹ بعد وہ تمہارے اپارٹمنٹ پر ہوں گے اپنی پرابلم؟''

اگرچہ میں اس وقت بڑی پرابلم میں تھا لیکن پوچھنے والے نے رائے کی پرابلم کے بارے میں استفسار کیا تھا لہٰذا میں نے ''نو'' کا بٹن دبا کر کال منقطع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے موبائل کو آف کرنے کے بعد جیکٹ کی جیب میں ٹھونس لیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے بینا رائے کو الوداع نظروں سے دیکھا تو وہ پوچھ بیٹھی۔

''کس کا فون تھا؟''

''تمہارے رشتے دار کا۔''

''تم نے مجھ سے بات کیوں نہیں کرائی؟'' وہ برہمی سے بولی۔

''بات کر کے کیا کرتیں، وہ دس منٹ میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا ''تم ان کے گلے مل مل کر رونا اور رو رو کر انہیں اپنا احوال سنانا۔'' پھر میں نے اس کی بندوقوں کا جائزہ لیا اور انہیں اطمینان بخش پایا۔ میں نے اس کے اپارٹمنٹ سے رخصت ہونے سے قبل نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''دیکھو رائے! میں نہیں جانتا تم نے مجھے اپنا نام صحیح بتایا ہے یا غلط، البتہ تم ''رائے'' تو ضرور ہو۔ موبائل فون پر تمہیں رائے کہہ کر ہی مخاطب کیا گیا تھا۔''

''میں بینا رائے ہی ہوں۔'' وہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بول اٹھی۔

''اوکے بینا!'' میں نے اس کی وحشت بھری آنکھوں میں جھانکا ''ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔ تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن اس وقت ایک لمحے کی فرصت نہیں۔'' پھر میں نے اس کے ہاتھ پاؤں کی بندشوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ''تم جیسی خوب صورت عورت کے ساتھ یہ سلوک کرنے کا مجھے افسوس ہے مگر میں مجبور ہوں..... اور مجھے مجبور کرنے والی بھی تم ہی ہو۔ گڈ نائٹ.....''

''نت..... تم میرا پسٹل اور موبائل تو دے جاؤ۔'' ملتجیانہ انداز میں بولی۔

میں نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا، جواب دینا تو دور کی بات تھی۔ اگلے ہی لمحے میں بیناررائے کے اپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا۔ وہ بیناررائے تھی یا نا بینا دھوئے، مجھے اس کے رونے دھونے سے کوئی سروکار نہیں تھا!

☆☆☆

میں جس قسم کے حالات سے گزر رہا تھا ان میں دس منٹ دس گھنٹوں سے زیادہ اہم اور طویل ہوتے ہیں۔ میں نے بینا کے اپارٹمنٹ سے نکلنے کے بعد، سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس کو چھوڑنے میں بہ مشکل تین منٹ لگائے ہوں گے، یعنی راکیل کو قابو کرنے کے دعوے دار افراد کے، سیوارڈ پارک اپارٹمنٹ نمبر تھری فور میں قدم رکھنے سے پانچ منٹ پہلے۔ اس وقت مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں اطمینان سے بیٹھ کر میں راکیل کے ماحول میں جھانک سکتا۔

میں سیوارڈ پارک میں داخل ہوگیا۔ ولیم۔ ایچ سیوارڈ پارک ایک کوے میں بنا ہوا ہے اور اسٹراس اسکوائر سے جڑا ہوا۔ موبائل فون پر بات کرنے والے نے اپنے اسٹراس اسکوائر پر ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا، اب تک وہ لوگ یہاں سے گزر کر ایسٹ براڈوے پر آگے بڑھ گئے ہوں گے..... اور اب تب میں وہ بیناررائے کے اپارٹمنٹ میں داخل ہونے والے ہوں گے۔ ان کی بعد میں بھی خبر گیری کی جاسکتی تھی۔ میں راکیل کی جانب متوجہ ہوگیا۔

پارک میں اس وقت نیم تاریکی اور سناٹا تھا۔ اِکا دُکا گارڈن لائٹ روشن تھیں۔ یہ ماحول میرے لیے بہت سازگار تھا۔ اگرچہ موسم اپنی شدت دکھا رہا تھا اور اسی شدت کے سبب پارک میں ویرانی تھی لیکن میرا ذہن موسم کی شدت اور حالات کی حدت کو خاطر میں لانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں نے ایک خالی بینچ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کیں اور تھرڈ آئی کے توسط سے راکیل کے ماحول میں پہنچ گیا اور وہاں پہنچتے ہی میرے دماغ کو ایک جھٹکا لگا۔

میں نے بند آنکھوں کے پیچھے راکیل کا تصور کیا تھا، گارشیا کا نہیں..... اور میرے تصور نے مجھے راکیل اینڈ رسن ہی کے ماحول میں پہنچایا تھا۔ اس کے چہرے پر موجود گارشیا کا میک اپ اتارا جاچکا تھا۔ وہ اس وقت چار افراد کے نرغے میں تھی جو اس سے مختلف قسم کے سوالات کررہے تھے۔ راکیل ان کے استفسار کے جواب بھی دے رہی تھی لیکن ظاہر ہے، وہاں کی کوئی آواز مجھ تک نہیں پہنچ پارہی تھی۔ اس لیے میں وہاں ہونے والی گفتگو سے ناواقف تھا۔ راکیل کے ماحول سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اس وقت ایک کمرے میں موجود تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا، موبائل پر بات کرنے والے کے دوسرے ساتھی راکیل کو اپنے ساتھ کہیں اور لے گئے تھے۔ سب سے زیادہ تشویش ناک بات یہ تھی کہ راکیل کا رازدار نہیں رہا تھا..... گویا میرا راز بھی کھلنے والا تھا۔

یہ بڑی واہیات صورتِ حال تھی۔ میں نے جھنجلا کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر مجھے ساحل کا خیال آیا اور ایک مرتبہ پھر آنکھیں بند کرکے میں ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ بدستور اسی بیڈروم میں تھی جہاں میں نے آخری مرتبہ اسے دیکھا تھا اور وہ گہری نیند میں لگتی تھی۔ رات کے آخری پہر اسے نیند ہی میں ہونا چاہیے تھا۔ میں چند لمحے اس کے ماحول میں رہا اور پھر مطمئن ہوکر پارک میں حاضر ہوگیا۔

دوبارہ راکیل کی طرف تصوراتی چھلانگ لگانے سے قبل میں نے بیناررائے کو جھانکنا چاہا اور اس کے خال وخط پر توجہ مرکوز کرکے میں تیسری آنکھ کے طفیل اپارٹمنٹ نمبر تھری فور میں پہنچ گیا۔ میں نے اسے دو افراد کے ساتھ اسی بیڈروم میں پایا جہاں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔ تاہم اب اس کے ہاتھ پاؤں کی بندشیں کھول دی گئی تھیں اور وہ خاصا ریلیکس محسوس کررہی تھی۔ اس کے پاس جو دو افراد موجود تھے، وہ اپنی صورتوں ہی سے چھٹے ہوئے بدمعاش نظر آتے تھے لیکن چونکہ وہ بینا کے ساتھی تھے اس لیے اس کے ساتھ کوئی بدمعاشی نہیں کررہے تھے۔ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس وقت میں ہی ان کی باتوں کا مرکز ومحور ہوں گا۔ میں ان پر لعنت بھیج کر وہاں سے رخصت ہونے ہی والا تھا کہ چونک اٹھا۔

جیسے چور، چوری سے باز آئے مگر ہیرا پھیری سے نہیں، بالکل اسی طرح وہ بدمعاش بھی شرافت کے مظاہرے کے بعد کمینے پن پر اتر آئے۔ ان میں سے ایک نے اپنی جیب سے سائلنسر لگا پسٹل برآمد کیا اور پلک جھپکتے میں، دو گولیاں بینا کے سینے میں اتار دیں۔ کوئی فائر کی آواز پیدا ہوئی اور نہ ہی بیناررائے کی چیخ خارج ہوئی۔ وہ سینے میں دو شگاف ڈلوا کر کٹے ہوئے شہتیر کے مانند زمین بوس ہوگئی۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں، میں نے حیرت اور استعجاب کی ملی جلی کیفیت واضح طور پر محسوس کی۔ شاید اسے اپنے بھیانک انجام کا یقین نہیں آیا تھا..... وہ بھی اپنوں کے ہاتھوں!

ایسا ہوتا ہے۔ انسان سب سے زیادہ نقصان اسی شخص کے ہاتھوں اٹھاتا ہے جو اس سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ قربت دراصل اعتماد پیدا کرتی ہے۔ دوسروں پر بھروسا اور یقین ہونے لگتا ہے، پھر انسان آنکھیں بند کرکے ان پر انتہا

کرنے لگتا ہے۔ انہیں اپنا سمجھنے لگتا ہے..... خود سے بھی زیادہ اہم! اور یہیں سے دھوکے اور دغا کا دروازہ کھلتا ہے۔ انسان سب سے زیادہ اپنی زندگی کو عزیز رکھتا ہے اور وہ بھی ایک دن اسے دغا دے جاتی ہے۔ آج تک یہ طے نہیں ہوسکا کہ دوسروں پر بھروسا کرنا چاہیے یا نہیں مگر یہ طے ہے کہ آنکھیں کھول کر اعتماد کرنا چاہیے..... اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے!

میں دوبارہ راکیل کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اکیلی تھی اور ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں کو کرسی کے ہتھوں پر بڑی مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا اور پاؤں بھی کرسی کی ٹانگوں سے جکڑے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اس کی آنکھیں بند اور سر کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا ہوا تھا۔ وہ اگر اس وقت سو نہیں رہی تھی تو پھر حالاتِ حاضرہ پر غور کررہی ہوگی۔ اس صورتِ حال میں سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پتا نہیں، وہ چاروں افراد کہاں غائب ہوگئے تھے جنہیں میں نے تھوڑی دیر پہلے راکیل سے استفسارات کرتے دیکھا تھا!

میں بڑی تشویش سے، راکیل کو پیش آنے والے حالات پر غور کرنے لگا تاہم تصوراتی طور پر میں اس کے ماحول ہی میں رہا۔ موبائل فون پر بیناررائے سے بات کرنے والے نے بتایا تھا کہ انہوں نے راکیل کو لٹل اٹلی کے اختتام پر گھیرا تھا۔ بیناررائے کی سرخ کیڈی میں بیٹھنے کے بعد میں راکیل پر مسلسل نظر نہیں رکھ سکا تھا۔ اگر میں ایسا کرتا تو بینا کو مجھ پر شک ہوجاتا اور اس سلسلے میں، میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ یہ بات الگ ہے کہ اس سفر کے اختتام پر جب بینا نے اپنا رنگ دکھایا تو میری خوش فہمی خاک میں مل کر رہ گئی۔

کیڈی کے اندر بینا سے محتاط گفتگو کے دوران میں، میں گاہے بہ گاہے راکیل کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ فورٹین اسٹریٹ پر تو برابر وہ ہمارے تعاقب میں رہی تھی پھر یونین اسکوائر کراس کرنے کے بعد وہ باوری اسٹریٹ پر بھی مڑی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں، بینا کو گھیرنے کے لیے جو ہلکا سا خاکہ بنایا تھا، اس کے مطابق ''ایسٹ ویلیج'' موزوں جگہ تھی۔ باوری اسٹریٹ اس کے اندر سے گزرتی تھی لیکن اس دوران میں بینا مجھے اپنے ساتھ جانے کی دعوت دے چکی تھی لہٰذا میں راکیل کی طرف سے خاصا بے پروا ہوگیا تھا۔ مجھے امید تھی، وہ کیڈی کا تعاقب کرتے ہوئے سیدھی سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس تک پہنچ جائے گی۔

میں کیڈی کے اندر بینا رائے کے ساتھ ایسا مصروفِ گفتگو ہوا کہ مجھے پتا ہی نہ چل سکا، ہم ایسٹ ویلیج سے کب ''باوری'' میں داخل ہوئے اور باوری کو چھوڑ کر کب ''لٹل اٹلی'' سے گزرے جہاں میں یہ نہ جان سکا کہ ہمارے دشمنوں نے کس وقت لٹل اٹلی کے اختتام پر راکیل کو گھیر لیا تھا اور شیوی کو وہیں چھوڑ کر راکیل کو اپنے ساتھ لے گئے تھے؟

شیوی والا معاملہ مجھے الگ پریشان کررہا تھا۔ وہ ونگ ہنگ کی گاڑی تھی۔ اگر میرے دشمن اس کی پڑتال میں لگ جاتے تو ہمارے محسن بے چارے ونگ ہنگ کے لیے مشکل کھڑی ہوجاتی۔ مجھے صبح ہونے سے پہلے ونگ ہنگ اور شیوی کا کوئی مناسب بندوبست بھی کرنا تھا۔ یہ تو اچھا ہوا، وہ لوگ گاڑی کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے تھے، لٹل اٹلی ہی میں چھوڑ گئے تھے۔

میں نے راکیل والے کمرے میں دو افراد کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ریڈ الرٹ ہوگیا۔ یہ انہی چار میں سے دو تھے جنہیں میں پہلے راکیل کے قریب دیکھ چکا تھا۔ راکیل کے چہرے پر سے گارشیا کا میک اپ اتر چکا تھا اور اب وہ اس کے فنگر پرنٹس لے رہے تھے۔ راکیل والا معاملہ میری توقع سے زیادہ گمبھیر ہوتا جارہا تھا۔ اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہ رہی کہ راکیل ربی موشے ہائمن کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ فنگر پرنٹس اسے مکمل طور پر راکیل ثابت کردیتے جس کے بعد ربی کو یقین ہوجاتا کہ راکیل کے ساتھ ڈسلوا کے بھیس میں وجدان چھپا ہوا ہے۔ مجھے امید نہیں تھی، راکیل میرے حوالے سے زبان کھولے گی لیکن اگر اس کی زبان کھلوانے کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کیا جاتا تو میں نتائج کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ربی کے نزدیک راکیل کی حیثیت ایک باغی کی سی تھی۔ بغاوت اور غداری کی سزا ہمیشہ بدترین ہی رہی ہے۔

امریکا میں انیس سو اکسٹھ عیسوی اور اس کے بعد پیدا ہونے والے تمام افراد کا فنگر پرنٹس ریکارڈ محفوظ ہے۔ جیسے ہی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، سب سے پہلے اس کے فنگر پرنٹس لیے جاتے ہیں۔ راکیل بہرحال انیس سو اکسٹھ سے بہت بعد میں پیدا ہوئی تھی۔ ریکارڈ تک رسائی حاصل کرنا ربی کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ اور دیگر سرکاری ادارے اس کے اشارۂ ابرو پر حرکت میں آجاتے۔ راکیل اس وقت بڑی مصیبت میں گھر گئی تھی اور یہ مصیبت اس نے مجھے ربی کے چنگل سے نکالنے کے لیے مول لی تھی۔ اس سے پہلے کہ راکیل کو کسی ناروا سلوک سے گزارا جاتا، مجھے اڈکر اس کے پاس پہنچنا تھا..... مگر کیسے اور کہاں؟

یہ سوالات مجھے ایک بند گلی میں لاکھڑا کرتے۔ راکیل

چند روز سے میرے ساتھ تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا، وہ صدیوں سے یونہی میرے قدم سے قدم ملا کر چل رہی ہو۔ اس نے انتہائی بُرے وقت میں میری مدد کی تھی، اب مجھ پر لازم تھا، میں بھی اسے ان کڑے حالات سے باہر نکال لاؤں۔ میں اس پر نگاہِ تصور مرکوز رکھتے ہوئے بڑی تیزی سے سوچنے لگا۔

راکیل کے پاس اس وقت جو دو افراد موجود تھے، ان میں سے ایک نے اس کے فنگر پرنٹس حاصل کیے اور دوسرے نے اس کے بازو میں ایک انجیکشن دے دیا۔ اگلے ہی لمحے راکیل کا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔ یقینی طور پر اسے بے ہوشی کا انجیکشن دیا گیا تھا۔ ویسے راکیل کو کرسی کے ساتھ اتنی مضبوطی سے جکڑا گیا تھا کہ اس کی طرف سے کسی مہم جوئی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی تاہم اسے دیے جانے والے انجیکشن سے ظاہر ہوتا تھا، وہ لوگ راکیل کے معاملے میں بے حد محتاط ہیں۔

میں بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگا کہ وہ لوگ کمرے سے باہر جائیں..... اور اگر اس رہائش گاہ سے بھی باہر نکل پڑیں تو سبحان اللہ! اس صورت میں، میں ان کی لوکیشن سے آگاہ ہو جاتا۔ میری خواہش کا سواستیاناس مارتے ہوئے وہ راکیل والے کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں دیگر دو افراد بھی موجود تھے۔ پھر وہ چاروں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ وہاں سے باہر نکلنے کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں رکھتے تو میں جھنجلا کر پارک میں حاضر ہو گیا۔

اس وقت رات کے (صبح کے) تین بجے تھے اور درجۂ حرارت صفر یا صفر سے نیچے رہا ہوگا۔ میں خود کو بڑی برداشت والا سمجھتا ہوں اور اس وقت میں مناسب گرم لباس میں بھی تھا لیکن بقول کسے، تلفی سی جم کر رہ گئی تھی۔ رات کا باقی حصہ اسی پارک میں بیٹھ کر نہیں گزارا جا سکتا تھا لہٰذا میں نے بیچ چھوڑ دی اور پارک سے باہر نکل آیا۔ اس مقصد کے لیے میں نے پارک کا دوسرا رخ استعمال کیا۔ اب میں ایسٹ براڈوے کے بجائے ایلیکسس اسٹریٹ پر تھا۔

میں جیسے ہی سیوارڈ پارک سے باہر آیا، میرے ذہن میں کوئی جگنو سا چمکا۔ اس لمحاتی روشنی میں مجھے راکیل تک رسائی کا راستہ نظر آ گیا۔ بینا رائے کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرنے والے یقیناً اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچیں گے۔ اگر میں ان کا تعاقب کرتا تو راکیل تک پہنچ سکتا تھا۔ ان دونوں کے حلیے میرے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئے تھے۔ میں ان سفاک اور بدمعاش صورتوں کو کیوں کر بھلا سکتا تھا۔

جلد ہی مجھے ایک میڈیلین کیب مل گئی۔ اگلے ہی لمحے میں ٹیکسی کی پسنجر سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس تیزی کا ایک سبب اس ٹیکسی کا ڈرائیور بھی تھا۔ وہ صورت شکل میں بنا بنایا پاکستانی تھا۔ اس نے ٹیکسی کو آگے بڑھانے سے پہلے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ مطلب یہی تھا، مجھے کہاں جانا ہے؟

میں نے ایک فوری خیال کے تحت کہہ دیا ''لٹل اٹلی چلو۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹیکسی ایلیکسس اسٹریٹ پر شمال کی سمت دوڑنے لگی۔ میں نے اپنے اندرونی تجسس کے باعث ڈرائیور سے پوچھا ''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس نے منہ اور لہجہ بگاڑے بغیر جواب دیا ''وسیم۔''

''اوہ، تم مسلم ہو؟'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مسلم پاکستانی۔'' اس کے جواب نے میرے اندازے کی تصدیق کر دی۔

میں اس وقت ڈسلوا کے بہروپ میں تھا اور امریکن نیشنل ہونے کی وجہ سے خالص امریکی لب و لہجے میں اس سے بات کر رہا تھا۔ وسیم سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اس وقت اس کی ٹیکسی میں اس کا ایک ہم مذہب پاکستانی بھائی بیٹھا ہوا ہے۔

میں نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے دانستہ اردو میں اس سے پوچھ لیا ''اگر تم پاکستانی ہو تو پھر تمہیں اردو بھی آتی ہوگی؟''

ایلیکسس اسٹریٹ پر ٹیکسی تھوڑا سا لہرائی۔ یہ اس ذہنی جھٹکے کا نتیجہ تھا جو مجھے اردو بولتے سن کر وسیم کو پہنچا تھا۔ وہ تو غنیمت تھا، رات کے آخری پہر سڑک سنسان تھی ورنہ ایکسیڈنٹ بھی ہو سکتا تھا۔ ٹیکسی لہراتے ہوئے اپنی لین سے دوسری لین میں جا گھسی تھی۔

وسیم کی حیرت بھری لرزیدہ آواز میری سماعت تک پہنچی۔ ''کیا آپ کو بھی اردو آتی ہے!''

یہ جملہ وسیم نے اردو میں ادا کیا تھا اور اس کا لہجہ چغلی کھاتا تھا کہ اس کا تعلق پنجاب سے ہے۔ میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا ''آتی جاتی رہتی ہے۔''

''آپ پاکستانی تو نظر نہیں آتے!'' میرے منہ سے اپنی قومی زبان سن کر اس کے انداز میں ایک خاص احترام رچ بس گیا تھا۔

میں نے اپنے لہجے کی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے دیکھنے کے بجائے تم اپنی نظر اور توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز رکھو۔ اردو ایک اہم زبان ہے جسے کوئی غیر پاکستانی بھی

استعمال کرسکتا ہے۔ بہرحال، میرا تعلق بھی پاکستان ہی سے ہے۔''

وسیم نے ایسیکس اسٹریٹ چھوڑی اور کیب کو ہیسٹر اسٹریٹ پر ڈال دیا پھر مسرت بھرے لہجے میں بولا ''ایک پاکستانی سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہورہی ہے لیکن آپ کی صورت مجھے ذہنی طور پر الجھا رہی ہے۔ بہرحال، السلام علیکم۔''

میں نے بھرپور انداز میں وسیم کے سلام کا جواب دیا اور کہا ''صورت پر زیادہ بھروسا نہیں کرنا چاہیے، یہ اکثر دھوکا دے جاتی ہے۔ تمہارے اطمینان کے لیے بتادوں کہ میں بھی تمہاری طرح ایک مسلمان پاکستانی ہوں۔'' میں نے ایک لمحے کو توقف کیا پھر وسیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب تم تھوڑی دیر تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں..... اور ہاں..... ذرا احتیاط سے ڈرائیونگ کرو۔ میں کسی معمولی حادثے کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا۔''

وسیم نے بڑی فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ یلو کیب ہیسٹر اسٹریٹ پر آگے بڑھتی چلی گئی۔ وسیم سے بعد میں بھی گفت وشنید ہوسکتی تھی۔ پہلے میں ان کی خبر لینا چاہتا تھا جو ممکنہ طور پر مجھے راکیل تک پہنچانے کا سبب بن سکتے تھے۔

میں نے ان بدمعاشوں میں سے ایک کے خدوخال کو اپنے تصور میں ابھارا اور دوسرے ہی لمحے ان دونوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک گاڑی میں پہلو بہ پہلو بیٹھے تھے یعنی ایک نے اسٹیئرنگ سنبھال رکھا تھا اور دوسرا پسنجر سیٹ پر موجود تھا۔ میں ان کے ماحول میں رہتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ کون سے علاقے سے گزر رہے ہیں!

بینا رائے کو انہوں نے جس سلوک سے گزارا تھا، اس سے ان کی دہشت اور بربریت کا پتا چلتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا، اپارٹمنٹ نمبر تھری فور میں بینا رائے اور ان میں کیا مکالمات ہوئے تھے لیکن میں محسوس کررہا تھا، بینا کو میرے فرار کی سزا دی گئی تھی۔ وہ راکیل کے بعد مجھے بھی اپنے قابو میں دیکھنا چاہتے تھے اور بینا اس سلسلے میں ناکام ہوگئی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا، بینا اب ان کے لیے کسی کام کی نہ رہی ہو اور انہوں نے ادپری احکام پر اس کا پتا صاف کردیا ہو۔ بہرحال، سردست وثوق سے کوئی بات نہیں کی جاسکتی تھی۔

میری جستجو رنگ لائی اور میں یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ وہ لوگ اس وقت ہادری کے اندر سے گزر رہے تھے۔ گاڑی ہادری اسٹریٹ پر رہتے ہوئے شمال کی سمت بڑھ رہی تھی۔ میں اس اسٹریٹ سے گزر چکا تھا لہٰذا راستہ پہچاننے میں مجھے زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ ان لوگوں کا شمال کی طرف سفر کرنا مجھے یہ سوچنے پر مجبور کررہا تھا کہ کہیں وہ ہاسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ میں ربی موشے ہائمن کے پاس تو نہیں جارہے؟ اس تناظر میں ذہن اس نتیجے پر پہنچا تھا، راکیل کو بھی وہیں کہیں پہنچایا گیا تھا۔ میں آنکھیں کھول کر ٹیکسی میں حاضر ہوگیا۔

وسیم میری جانب متوجہ ہوا تو اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی میں نے پوچھا ''لٹل اٹلی پہنچنے کے لیے اور کتنی دیر لگے گی؟''

اس نے بتایا ''ہم اس وقت ہیسٹر اسٹریٹ پر ہیں، یہ آگے چل کر آرچڈ، ایلن اور کرسٹی اسٹریٹ کراس کرے گی پھر ہم ہادری اسٹریٹ پہنچ جائیں گے۔ لٹل اٹلی یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ ویسے آپ کو لٹل اٹلی میں کہاں جانا ہے؟''

''جب ہم لٹل اٹلی کے قریب پہنچیں گے تو بتادوں گا۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''تم ٹیکسی کی رفتار کو ممکنہ حد تک بڑھادو۔ میں کچھ اور سوچنا چاہتا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے آنکھیں بند کرلیں اور اس گاڑی کے ماحول میں پہنچ گیا جو ہمارے آگے شمال کی سمت بڑھ رہی تھی۔ وہ لوگ ہادری کے آخری کنارے پر تھے۔ اگر وہ ہادری اسٹریٹ پر ہی رہتے تو ایسٹ ولیج میں داخل ہوجاتے لیکن ہوسٹن اسٹریٹ سے انہوں نے گاڑی ایک جانب موڑلی یعنی وہ ایسٹ ہوسٹن اسٹریٹ پر آگئے۔ میں نہیں جانتا تھا، یہ اسٹریٹ آگے کہاں جائے گی مگر یہ واضح ہوگیا کہ وہ ایسٹ ہاسٹھ اسٹریٹ پر سائنا گاگ میں نہیں جارہے تھے اور یہ ایک نئی بات تھی۔ میں ان کے ساتھ چپکا رہا اور وہ مغرب کی سمت بڑھتے رہے۔ تھوڑا آگے جاکر براڈوے کو عبور کرنے کے بعد وہ دائیں طرف مرسر اسٹریٹ میں مڑ گئے۔ مرسر اسٹریٹ کی بائیں جانب مجھے رہائشی علاقہ نظر آیا۔ میں نے بڑی محنت سے اس علاقے کے بارے میں معلوم کرلیا۔ وہ ''واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز'' تھے۔ ان لوگوں کی گاڑی واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز کے احاطے میں داخل ہوئی تو میں ہائی الرٹ ہوگیا پھر آئندہ چند منٹ میں، میں ان کا سایہ بن کر ہاؤس نمبر انیس میں داخل ہوگیا جب وہ دونوں اپنے ان چار ساتھیوں کے پاس پہنچے جو راکیل کے اردگرد موجود تھے تو میرے بیٹے سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔ میں راکیل کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

اسی وقت وسیم نے مجھے مخاطب کیا ''سر! ہم لٹل اٹلی میں

داخل ہورہے ہیں۔ آگے کے بارے میں کچھ بتائیں۔''

ہمارے درمیان اب باقاعدہ اردو میں بات چیت ہورہی تھی اور اس سے مجھے ایک خاص قسم کی خوشی بھی مل رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر کھڑکی سے باہر دیکھا اور وسیم سے کہا ''تم ہادری اسٹریٹ پر سفر جاری رکھو لیکن رفتار قدرے کم کرلو۔''

وہ ایک لفظ ادا کیے بغیر میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں مسلسل ٹیکسی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ دراصل مجھے شیوی کی تلاش تھی۔ بینا رائے سے موبائل فون پر بات کرنے والے نے بتایا تھا کہ انہوں نے راکیل کو لٹل اٹلی کے اختتام پر گھیرا تھا۔ اس وقت وہ لوگ شمال سے جنوب کی سمت سفر کررہے تھے۔ جب کہ ہم جنوب سے شمال کے رخ بڑھ رہے تھے اس لیے ہماری شیوی کو لٹل اٹلی کے آغاز پر کہیں سڑک کے کنارے کھڑا ہونا چاہیے تھا اور پھر وہ مجھے نظر آگئی۔

میں نے وسیم سے ٹیکسی روکنے کو کہا اور ٹیکسی رکنے پر میں باہر نکل کر شیوی کی طرف بڑھ گیا۔ یہ غنیمت تھا کہ ہم اپنا سامان ونگ ہنگ کے فلیٹ پر رکھ آئے تھے۔ صرف ڈرائیونگ لائسنس اور چند دیگر ضروری کاغذات ہمارے ساتھ تھے۔ شیوی کے مختصر معائنے سے میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ لوگ راکیل کے ساتھ ہی وہ کاغذات بھی لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے کریڈٹ کارڈز بھی میں نے راکیل کو تھمادیے تھے۔ میں اپنی جیب میں سو، ڈیڑھ سو ڈالر رکھ کر بینا رائے کو چھاپنے نکلا تھا اور خود ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔

میں واپس آکر ٹیکسی میں بیٹھا اور وسیم سے کہا ''ہادری اسٹریٹ پر آگے بڑھو اور ہوسٹن اسٹریٹ پر پہنچنے کے بعد لیفٹ کو مڑ جانا۔ ہمیں ''واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز'' تک جانا ہے۔''

''یہ ہاؤسز واشنگٹن اسکوائر کے نزدیک ہی ہیں۔'' وسیم نے بتایا ''یہ گرین وچ ولیج کا علاقہ ہے۔ نیویارک یونیورسٹی بھی ادھر ہی ہے لیکن سر!'' وہ الجھن زدہ انداز میں لمحے بھر کو خاموش ہوا پھر پوچھنے لگا ''آپ کو تو لٹل اٹلی تک جانا تھا، گرین وچ ولیج کا پروگرام کیسے بن گیا؟''

''لٹل اٹلی میں کام ختم ہوگیا۔ باقی کام ادھر واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز میں ہوگا۔'' میں نے قدرے رکھائی سے کہا ''کیا تمہیں گرین وچ ولیج کی طرف جانے پر کوئی اعتراض ہے؟''

''نو سر!'' وہ جلدی سے بولا اور توجہ ڈرائیونگ پر مبذول کردی۔

میں نے جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر بینا رائے کا موبائل برآمد کیا۔ اس کے اپارٹمنٹ سے رخصت ہوتے وقت میں موبائل فون اور لیڈی پسٹل اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ سلم ماڈل خطرناک پسٹل میری دوسری جیب میں تھا۔ میں نے موبائل سیٹ آن کیا۔ فون کی بیٹری لمبی بخش سگنلز ظاہر کررہی تھی دیگر سگنلز بھی ٹھیک تھے۔ میں نہیں جانتا تھا، بینا کے موبائل میں کریڈٹ کی کیا صورت ہے۔ میں اس وقت چائنا ٹاؤن میں مسٹر ونگ ہنگ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ اسے شیوی کے سلسلے میں ضروری ہدایات دینا چاہتا تھا ورنہ وہ بے چارہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہوجاتا۔ راکیل کو لے جانے والے اہم کاغذات بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

میں نے اسٹیٹ کوڈ ٹو ون ٹو پنچ کرنے کے بعد ونگ ہنگ کا نمبر ملایا اور او کے کرنے کے بعد موبائل کو کان سے لگایا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رات کے آخری پہر پہلی یا دوسری گھنٹی پر فون اٹینڈ کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی لہٰذا میں انتظار کرنے لگا۔ آخر چھٹی گھنٹی پر ریسیور اٹھالیا گیا اور ونگ ہنگ کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''ہیلو۔ کون؟'' میں نے اس کی آواز میں شامل جھلاہٹ کو واضح طور پر محسوس کیا۔

یہ تو ثابت ہوگیا کہ موبائل میں کریڈٹ موجود تھا۔ کتنا؟ اس بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس موبائل سیٹ کے بارے میں میری معلومات محدود تھیں۔

ونگ ہنگ کے استفسار کے جواب میں، میں نے کہا ''ونگ ہنگ! میں ڈسلوا بات کررہا ہوں۔ اس وقت تکلیف دینے کے لیے معافی چاہتا ہوں لیکن سمجھ لو ایمرجنسی ہے۔''

وہ میرا نام سنتے ہی ہشاش بشاش ہوگیا اور مؤدبانہ لہجے میں بولا ''ہاں ڈسلوا! بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟''

میں نے کہا ''مسئلے کی تفصیل تو میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال تم میرے چند سوالات کے جواب دو..... اور جیسا میں کہوں، تم ویسا ہی کرنا۔ ٹھیک ہے؟''

''ہاں ٹھیک ہے۔'' وہ جلدی سے بولا۔

اس کی فرماں برداری سانگ فو کی ہدایات کا نتیجہ تھی۔

میں نے پوچھا ''مسٹر ہنگ! تم نے جو شیورلٹ ہمیں دے رکھی ہے، اس کے بارے میں اور کس کو پتا ہے؟''

''صرف میرے ملازم کو۔ وہ بھروسے کا آدمی ہے۔''

''جب وہ ہمارے پاس نہیں تھی تو رات کو تم اسے کہاں پارک کرتے تھے؟''

''اپنے اسٹوڈیو کے سامنے ہی۔'' اس نے بتایا ''لیکن مسئلہ کیا ہے؟''

میں نے کہا ''مسئلہ خاصا گمبھیر ہے۔ ہمارے ساتھ گڑبڑ ہوگئی ہے جس کے نتیجے میں تمہاری شیوی لعل اٹلی میں ایک سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔'' پھر میں نے اسے شیوی کی درست لوکیشن بتائی اور کہا ''تم صبح جب اپنے اسٹوڈیو جاؤ گے تو شیوی کو غائب پاؤ گے حالانکہ رات تم نے اسے وہیں پارک کیا تھا۔ تم فوراً اپنی گاڑی کی چوری کی رپورٹ درج کراؤ گے۔ تم ہمیں بالکل نہیں جانتے اور نہ ہی تم نے ہمیں گاڑی دی تھی۔ اپنے ملازم کو بھی یہ بات اچھی طرح سمجھا دینا۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟''

میں سوالیہ انداز میں متوقف ہوا تو اس نے پُرسوچ لہجے میں کہا ''تم فکر نہ کرو ڈسلوا! میں تمہاری بات کی تہ تک پہنچ گیا ہوں۔ تم جو کہہ رہے ہو، میں وہی کروں گا۔''

میں نے تنبیہی انداز میں کہا ''کسی بھی حوالے سے تمہارا ہم سے کوئی تعلق یا واسطہ ظاہر نہیں ہونا چاہیے ورنہ تمہارے لیے بڑی مشکل ہوجائے گی۔''

''اوکے، میں حالات کی نزاکت کا خیال رکھوں گا۔'' اس نے یقینی لہجے میں کہا۔

''میں بعد میں تم سے دوبارہ رابطہ کروں گا۔'' یہ کہہ کر میں نے موبائل پر رابطہ موقوف کردیا۔

اس مرتبہ میں نے موبائل کو آف نہیں کیا اور اسی حالت میں جیب میں رکھ لیا۔ وسیم نے حیرت بھری نظر سے مجھے دیکھا اور کہا ''کیا آپ کا نام ڈسلوا ہے؟''

پوچھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کہہ رہا ہو، مجھے تو یقین نہیں آیا۔ وسیم مجھے بھلا آدمی معلوم ہوا تھا۔ پتا نہیں، کیوں میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں اس سے جھوٹ نہ بولوں۔ شاید یہ ہمارے ہم مذہب اور ہم وطن ہونے کا اثر تھا۔ میرے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ غیر مذہب اور غیر وطن افراد سے غلط بیانی کرنی چاہیے۔ میں اپنے احساسات کو بیان کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ وسیم پر اعتبار کرنے اور اسے اپنے قریب لانے کے لیے میں غیر ارادی طور پر سوچ رہا تھا۔ دیار غیر میں کوئی اپنا مل جائے تو شاید سب کو اسی قسم کے احساسات کا سامنا ہوتا ہے!

میں نے وسیم کے سوال کا جواب دیا ''یہ میرا فرضی نام ہے۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بعد میں تفصیلاً بتاؤں گا۔''

''مجھے تو نام کی طرح آپ کا چہرہ بھی فرضی یعنی نقلی لگ رہا ہے؟'' وہ شک زدہ لہجے میں بولا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں اس وقت میک اپ میں ہوں۔''

وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے بولا ''ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے فون پر کسی مسٹر ہنگ سے جو گفتگو کی ہے اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے، آپ نہایت ہی خطرناک حالات سے گزر رہے ہیں..... اور آپ اکیلے نہیں ہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

وسیم کے لہجے میں حد درجہ ہمدردی اور خلوص بھرا ہوا تھا۔ میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''تم غلط نہیں کہہ رہے ہو۔ میری ایک ساتھی دشمن کے قبضے میں ہے۔ انہوں نے اسے ادھر واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز میں رکھا ہوا ہے۔ میں اپنی ساتھی کو چھڑانے کے لیے ہی ادھر جارہا ہوں۔ وہ لوگ اس وقت ہاؤس نمبر انیس میں ہیں۔''

''میں آپ کے لیے کیا کرسکتا ہوں بھائی؟'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''وسیم نے ''بھائی'' کا لفظ اتنے خلوص اور اپنائیت سے ادا کیا تھا کہ میں روح تک متاثر ہوگیا۔ وہ دل کی گہرائی سے میری مدد کرنے کا خواہاں تھا۔ ایسے سچے جذبات والے پُرخلوص لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی ہاتھ آجائے تو اس کے احساسات کی قدر کرنی چاہیے۔ میں نے اس کے چہرے پر ایک بھرپور نظر ڈالی تو یوں لگا، وہ وسیم نہ ہو بلکہ امتیاز ہو..... شہزاد ہو.....!

امتیاز، شہزاد اور وسیم تو محض پہچان ہیں۔ ایسے لوگوں کے اندر ایک جیسا جوہر ہی پوشیدہ ہوتا ہے۔ اخلاص اور وفا کا علم بردار، دوست کی خاطر گردن تک کٹوانے کے لیے تیار! میں نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں یقین کرلیا کہ قدرت نے وسیم کی شکل میں مجھے ایک وفا پیشہ شخص سے ملوا دیا تھا۔

میں نے بڑی توجہ سے وسیم کی آنکھوں میں دیکھا اور پوچھا ''وسیم! تم میرے لیے کیا کرسکتے ہو؟''

''میں نے آپ کو بھائی کہا ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کے لیے جان بھی دے سکتا ہے۔'' وہ جذبات سے مغلوب آواز میں بولا۔

میں نے کہا ''مجھے بھائی بھی کہتے ہو اور میرے ہی سامنے جان دینے کی بات بھی کرتے ہو۔ تمہیں ذرا سی بھی حیا ہے؟''

اس نے اپنی آنکھوں کے نم ہوتے گوشوں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا اور اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے بولا ''مجھے ٹیکسی چلانا آتی ہے یا پھر لڑائی بھڑائی جانتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو تم بولو، میں کرنے کو تیار ہوں۔''

''بس اتنا بھی بہت ہے۔'' وہ ''آپ'' سے ''تم'' پر آیا تو مجھے اچھا لگا ''فی الحال، مجھے تمہاری انہی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔'' میں نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

وہ خوش ہوگیا اور اسی خوشی میں اس نے ٹیکسی کی رفتار کو بھی بڑھا دیا۔ جلد ہی ہم باوری اور لعل اٹلی کو پیچھے چھوڑ کر ہوسٹن اسٹریٹ میں داخل ہوگئے ''منزل'' پر پہنچنے سے پہلے وسیم نے مجھے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا اس کے مطابق، وہ گزشتہ دو سال سے نیویارک میں ٹیکسی چلا رہا ہے۔ ان دو سالوں سے پہلے کا عرصہ بے کاری میں گزرا تھا۔ اس کی رہائش مین ہیٹن اپ ٹاؤن میں تھی۔ ''شوگر ہل'' کا علاقہ اگرچہ ہارلم میں واقع تھا تاہم یہ بہ نسبت محفوظ حصہ تھا۔ شوگر ہل میں مڈل کلاس لوگ رہتے تھے۔ میں نے وسیم سے جب متعصب سیاہ فام کا ذکر کیا تو اس نے بڑی عجیب بات کی۔ کہنے لگا ''یہ کالے صرف چٹی چمڑی والوں کے دشمن ہیں اور ان کا سارا تعصب انہی لوگوں سے ہے۔ ہم چاہے کتنے بھی گورے کیوں نہ ہوں، یہ لوگ ہمیں ہلکی ہی سمجھتے ہیں اس لیے ہم پر ہاتھ نہیں ڈالتے۔ اِکا دُکا واقعات کی بات الگ ہے۔'' وسیم کو شہرہ روڈ گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا اور قسمت بنانے نیویارک آیا تھا۔ قسمت بنی یا نہیں بنی، البتہ وہ نیویارک کا ہوکر رہ گیا۔

اچانک موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے موبائل کو جیب سے نکالا اور کال اٹینڈ کی۔ دوسری جانب وہی شخص تھا جس کی آواز میں نے بینا رائے کے فلیٹ پر سنی تھی۔ میری ''ہیلو'' کے جواب میں اس نے کہا۔

''وجدان! تمہارا مجید کھل چکا ہے اپنی ساتھی کی واپسی کس حالت میں چاہیے؟''

اس نے مجھے براہِ راست وجدان کے نام سے پکارا تو ایک لمحے کو میں ٹھٹکا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں سنبھل گیا اور کہا ''میری دو ساتھی تم لوگوں کے قبضے میں ہیں۔ تم کس کی واپسی کی بات کررہے ہو۔ ساحل یا راکیل؟''

جب ہمارا راز، راز نہیں رہا تھا تو میں نے بھی دوٹوک انداز اختیار کرلیا۔ بات کرنے والے کے لہجے سے اندازہ ہوتا تھا، وہ ان جتھے میں سینئر ہے اور بااختیار بھی۔ اس کی بھاری آواز ایک مرتبہ پھر میری سماعت سے ٹکرائی۔

''راکیل کو بھول جاؤ۔ اس نے ہم سے غداری کی ہے۔ ایک غدار اور باغی کی جو سزا ہونا چاہیے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ بدترین سزا سے گزرے گی۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا ''میں نے تمہاری ساتھی ساحل کا ذکر کیا ہے۔''

''مجھے اپنی دونوں ساتھی زندہ سلامت چاہئیں۔''

''تم سے بحث کرنا فضول ہے۔'' وہ جھنجلاہٹ آمیز انداز میں بولا ''بہرحال میں نے تم سے رابطہ اس لیے کیا ہے کہ اس موبائل کو آف نہ کرنا۔ محترم ربی کسی بھی وقت تم سے بات کرسکتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہی ہوا، تم رائے کے اپارٹمنٹ سے موبائل اٹھا لائے ورنہ تم سے رابطہ کیسے ہوتا۔''

وہ مجھے بہلانے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے محسوس کیا، وہ مجھے ٹریس کرنے کے لیے موبائل فون کو آن رکھنے کی بات کررہا تھا۔ ممکن ہے، ان لوگوں کے پاس ایسی کوئی الیکٹرانک سہولت موجود ہو جس کی مدد سے وہ موبائل کی درست لوکیشن معلوم کرسکتے ہوں۔ اس شخص نے ربی کا حوالہ دیا تھا جس سے یہی ظاہر ہوتا تھا، وہ ربی کا کوئی خاص آدمی ہے۔ میں نے اس کی مکاری کو سمجھتے ہوئے کہا۔

''تم رابطہ نہیں بھی کرتے تو میں تمہارے ربی سے بات کرنے ہی والا تھا۔''

''کک..... کیسے؟'' اس کے استفسار میں حیرت تھی۔

میں نے بتایا ''ایسے کہ میں اس وقت ربی موشے ہائمن کے قریب پہنچنے والا ہوں۔ میری ایک بات ذہن نشین کرلو اور اپنے ربی کو بھی سمجھا دو۔ میری ساتھیوں کا ایک بال بھی بانکا نہیں ہونا چاہیے ورنہ تمہارا یہ گریٹ نیویارک اور اس کی فلک بوس عمارتیں ملبے کے ڈھیر میں بدل جائیں گی۔''

''تم بہت اونچے بول، بول رہے ہو جب کہ ربی اب بھی اپنے دل میں تمہارے لیے بہت گنجائش رکھتے ہیں۔'' اس شخص نے مجھے ہاتھوں میں لگانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''تم بینا رائے کا پسٹل اور موبائل فون اٹھا لائے۔ اگر ہم چاہتے تو فوراً اس کی لائن بند کروا دیتے۔ موبائل تمہارے لیے بے کار ہوکر رہ جاتا مگر ہم نے.....''

''ٹیں ٹیں بند کرو منحوس!'' میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا ''میں نے بہت سن لی تمہاری بک بک۔ میں تو صرف اس کا پسٹل اور موبائل اٹھا لایا ہوں، تم لوگوں نے تو اس کا جنازہ اٹھا دیا!'' لمحے بھر کو میں نے توقف کیا۔ اس توقف میں دوسری طرف بولنے والے کو ایک جھٹکے کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ میں نے انکشاف ہی ایسا کردیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، میں نے یہ کہتے ہی موبائل آف کردیا۔

''میں ربی سے رابطہ کرنے یا اس تک پہنچنے کے لیے کسی موبائل فون کا محتاج نہیں ہوں اس لیے..... وش یو بیڈ لک آف آل آف۔''

دوسری جانب وہ سٹپٹا کر رہ گیا ہوگا۔ میں موبائل کو آن رکھ کر اپنے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میں اس وقت بولنے والے کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ باقی باتیں ''رو برو'' بھی ہو سکتی تھیں۔ ویسے ان لمحات میں ربی موشے ہائمن کی بے چینی نے مجھے مسرور کر دیا تھا۔ وہ میرے خون کا پیاسا ہو رہا ہوگا لیکن مجھے زیرِ دام لانے کے لیے وہ اب بھی محبت اور شفقت بھری مکاری سے کام لے رہا تھا۔ اگر وہ مجھ سے بات کرنا بھی چاہتا تو میں اسے بعد میں بھی یہ موقع فراہم کر سکتا تھا۔ فی الحال، راکیل کا معاملہ ''نمٹانا'' زیادہ ضروری تھا۔

واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز کے قریب پہنچ کر وسیم نے مجھ سے پوچھا ''کیا ٹیکسی کو احاطے کے اندر لے جانا ہے یا باہر ہی کہیں روک دوں؟''

''اندر لے جانا ٹھیک نہیں۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ''مگر زیادہ بہتر یہ ہے کہ روکنے سے پہلے اس رہائشی علاقے کا ایک چکر لگاؤ۔''

وسیم نے کیب کو مرسر اسٹریٹ پر ڈال دیا اور بولا ''یار وجدان!'' میں نے اسے اپنا نام بتا دیا تھا اور اس دوران میں ہمارے بیچ خاصی بے تکلفی بھی پیدا ہو چکی تھی ''تم نے موبائل فون پر جس سے بھی بات کی ہے اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے، تم کسی بہت ہی اونچے گیم میں ہو۔ خاص طور پر کسی ربی سے ٹکراؤ کا مطلب تو یہی ہے، پوری یہودی قوم کو اپنا دشمن بنا لینا!''

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور کہا ''گیم تو واقعی بہت خطرناک ہے۔ میں اس وقت یہودیوں کے نشانے پر ہوں۔ مجھے کمزور بنانے کے لیے انہوں نے میری ایک عزیز از جان ہستی کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔''

''راکیل یا ساحل؟'' وسیم کا استفسار عزیز از جان ہستی سے متعلق تھا۔

میں نے کہا ''میں ساحل کی بات کر رہا ہوں۔'' پھر اضافہ کیا ''راکیل بھی میری ایک جاں نثار دوست ہے۔''

''بڑی ہمت ہے تمہاری!'' وہ توصیفی انداز میں بولا ''یہودیوں کے اندر رہ کر ان سے اتنی زبردست ٹکر لی ہوئی ہے۔''

میں نے... پُرمعنی انداز میں کہا ''اب تمہاری ہمت دیکھنا ہے!''

''تم مجھے خود سے ایک قدم آگے ہی پاؤ گے۔'' وہ جی داری سے بولا۔

میں وسیم کی مدد اور تعاون کا محتاج نہیں تھا تاہم اس نے جتنے خلوص اور عزم سے میرا ساتھ دینے کی بات کی تھی، اس سے میرا سیروں خون بڑھ گیا۔ یہ دنیا سچے دوستوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔ دیارِ غیر میں وسیم جیسے کسی ولولہ انگیز شخص کا مل جانا کسی نعمت سے کم نہیں! اس معاملے میں، واقعی میں بڑا خوش قسمت ثابت ہوا تھا۔

ہم نے مرسر اسٹریٹ، ویسٹ تھرڈ اسٹریٹ، ویسٹ براڈوے اور ویسٹ ہوسٹن اسٹریٹ پر سفر کرتے ہوئے واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز کا ایک چکر لگایا پھر ایک مناسب جگہ دیکھ کر میں نے وسیم سے ٹیکسی روکنے کو کہا۔ وہ مقام احاطے کی انٹرنس کے نزدیک ہی تھا اور نیم تاریکی میں واقع تھا۔ یہاں احاطے سے مراد کوئی باقاعدہ چاردیواری نہیں بلکہ ایک خاص حد ہے۔ مذکورہ ہاؤسز سڑک سے تھوڑا ہٹ کر بنے ہوئے تھے۔ ان کے اور سڑک کے درمیان واقع جگہ ہی ان کا احاطہ تھا۔ اس جگہ میں خوب صورت گھاس اگائی گئی تھی۔

میں اکیلا ہی ہاؤس نمبر انیس میں جانا چاہتا تھا لیکن وسیم بھی مچل گیا اور میں اس کے جوش کو دیکھتے ہوئے ساتھ لے جانے پر مجبور ہو گیا۔ بینا رائے والا چھوٹا پسٹل میں نے وسیم کے حوالے کر دیا۔ اس نے میرا ساتھ دے کر خود کو ایک بہادر اور نڈر شخص ثابت کر دیا تھا ورنہ اس حیثیت کے لوگ امریکیوں اور خصوصاً امریکی طاقت ور یہودیوں کے خلاف قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے!

ٹھیک ساڑھے تین بجے ہم ہاؤس نمبر انیس کے سامنے کھڑے تھے۔ واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز میں اس وقت سناٹے کا راج تھا۔ نیو یارک کے یخ بستہ موسم نے ہر شے کو خاموشی کی دبیز چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ میں نے وسیم سے کہا ''وہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اور میک اَپ کا راز بھی ان پر کھل چکا ہے لہٰذا تم فرنٹ پر رہو۔ جو بھی دروازہ کھولے یا کھولے بغیر استفسار کرے، تم کوئی بھی فرضی نام بتا کر راستہ صاف کرنے کی کوشش کرنا، باقی میں سنبھالوں گا۔ ہمیں ہر صورت میں اندر داخل ہونا ہے۔ میں ایک سائیڈ میں کھڑا ہوں۔ تم گھنٹی کا بٹن دباؤ۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بٹن پر انگلی رکھ دی۔ میں ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ احتیاط اس لیے بھی ضروری تھی کہ اگر یہاں کے منظر کو اندر کہیں دیکھا جا رہا ہو تو میں ان لوگوں کی نظر میں نہ آؤں۔

دوسری گھنٹی پر دروازہ نیم وا ہوا، پھر اس سے پہلے کہ اندر سے کوئی استفساری آواز ابھرتی، وسیم نے بڑی پھرتی دکھائی اور دروازے کو ایک زوردار دھکا دیتے ہوئے چشمِ زدن میں

کے اندر پہنچ گیا۔ میں اس موقع پر بھلا کہاں چوکنے والا تھا میں نے ایک طویل قلانچ بھری اور دوسرے ہی لمحے وسیم 'غلاف' میں، میں بھی روم نمبر انیس میں داخل ہو چکا اندر پہنچتے ہی میں نے دروازے کو لاک کر دیا پھر وسیم کی متوجہ ہوا۔

وہ ایک شخص سے گتھم گتھا اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہا غالباً یہ وہی بدنصیب تھا جو دروازہ کھولنے کے لیے آیا اس کی صورت پر میری نگاہ گئی تو اسے پہچاننے میں مجھے دشواری محسوس نہ ہوئی۔ اسی شخص نے راکیل کے فنگر حاصل کیے تھے۔ وہ ایک گراں ڈیل شخص تھا۔

اسی لمحے گھر کے اندرونی حصے سے ایک تحکمانہ آواز ''الفریڈ! تم کس سے الجھ رہے ہو۔ یہ اٹھا پٹخ کی یں کیسی آ رہی ہیں؟''

استفسار کرنے والے کی آواز نے پلک جھپکتے میں مجھے یہ وہی شخص تھا، موبائل فون پر میں نے دو مرتبہ جس کی کی گی۔ میں نے وسیم سے کہا ''تم اس ساٹھ سے نمٹو۔ ھر جا رہا ہوں۔''

میرے اندازے کے مطابق، راکیل کے علاوہ اس گھر ئے افراد کو ہونا چاہیے تھا۔ ابھی تک ہماری صرف ایک ملاقات'' ہوئی تھی یا پھر دوسرے کی آواز سنائی دی تھی۔ سے پہلے کہ میں اس آواز کے حامل شخص تک رسائی کرتا، اچانک سامنے سے ایک گن بردار نمودار ہوا۔ مجھ پڑتے ہی وہ ٹھٹکا اور اس کی آنکھوں میں شناسائی کے ت ابھرے، اگلے ہی لمحے اس نے گن سیدھی کرنا چاہی اس سے پہلے ہی حرکت میں آ گیا۔

میں نے ایک لمبی جست بھری اور فرش پر رول کرتے ایک صوفے کے عقب میں پہنچ گیا۔ فائر کی آواز گونجی صوفے کے ''گداز'' میں کہیں دھنس کر رہ گئی۔ اس کی میں نے بھی ایک ہی نظر میں اسے شناخت کر لیا تھا۔ اسی ت شخص نے راکیل کو انجکشن دیا تھا۔

صوفے کے پیچھے پہنچتے ہی میں نے میکانکی انداز میں قدام کا فیصلہ کیا اور اس سے پہلے کہ گن بردار دوسرا فائر میں نے صوفے کو ہوا میں بلند کرتے ہوئے اس کی اچھال دیا۔ اس وقت مجھ پر ایک عجیب سی دہشت سوار مَیں خاصا جنونی ہو رہا تھا۔

صوفہ کسی بھاری بھرکم گولے کے مانند گن بردار سے م ہوا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ برآمد ہوئی اور وہ کو اپنے اوپر لیتے ہوئے عقب میں زمین بوس ہو گیا۔

گن اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے قریب آ گری۔ میں نے گن پر قبضہ کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کی اور بڑی سرعت سے زمین بوس شخص کی جانب بڑھا۔

اسی لمحے تحکمانہ آواز ایک مرتبہ پھر ابھری ''یہ کیا ہو رہا ہے گراہم۔ تم نے کس پر گولی چلائی ہے؟'' اب اس آواز میں جھنجلاہٹ کے ساتھ... تفکر بھی شامل ہو گیا تھا۔

میں نے دراز قامت شخص کو جواب دینے کی مہلت فراہم نہ کی اور دوسرا صوفہ اٹھا کر اس کے اوپر پٹخ دیا۔ پہلے صوفے نے تو اسے ایک زوردار دھکا ہی مارا تھا، اس صوفے نے اس کا کچومر نکال دیا۔ اس کے حلق سے ''اوں'' سے مشابہ ایک آواز خارج ہوئی اور وہ وزنی صوفے کے نیچے بے حس و حرکت ہو گیا۔ میں گن سونتے اس آواز کی سمت بڑھ گیا جو اپنے ساتھیوں گراہم اور الفریڈ سے ہمارے بارے میں استفسار کر رہی تھی۔

آواز کی سمت کو ذہن میں ٹیون کر کے میں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں پہنچا پھر تیسرے کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے اندر قدم رکھنے ہی والا تھا کہ کسی نے عقب سے مجھے دھکا دیا۔ میں چونکہ خاصی اسپیڈ میں تھا اس لیے کمر پر پش لے کر میں لڑکھڑایا اور منہ کے بل قالین پوش فرش پر آ رہا تاہم گن پر میری گرفت برقرار رہی۔

میں نے ردِعمل ظاہر کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا اور بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر اپنے عقب میں فائر کر دیا۔ ادھر گولی چلی، ادھر اس شخص کی چیخ بلند ہوئی جو میری فائرنگ کی زد میں آیا تھا۔ وہ ایک صحت مند اور توانا شخص تھا۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

میری گن سے چلنے والی گولی نے اس کے بازو کو چھید ڈالا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اپنے گھائل بازو کو تھامتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں بولا ''وجدان! گن پھینک دو۔ تم چوہے دان میں قدم رکھ چکے ہو، خواہ مخواہ کی ایلی شیسی دکھا کر تم اپنی مشکلات میں اضافہ ہی کرو گے۔''

میں اس وقت ڈسلوا کے روپ میں تھا مگر اس شخص نے مجھے وجدان کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس سے پہلے موبائل پر بات کرنے والے نے بھی مجھے وجدان ہی کہا تھا۔ زخمی شخص مجھے کسی ''شرارت'' کے موڈ میں نظر آیا لہٰذا میں نے پہلی فرصت میں اس کی ہدایت پر عمل کیا اور گن کو اس کے منہ پر دے مارا۔ گن پھینکنا اور کیا ہوتا ہے!

اس نے گردن کی حرکت سے جھکائی دی، گن اس کے اوپر سے اڑتی ہوئی سامنے والی دیوار پر جا لگی۔ پھر اس سے

قبل کہ اس کا جھکا ہوا سر دوبارہ اٹھتا، میں نے ایک دھواں دھار فرنٹ کک اس کے چہرے پر رسید کردی۔ وہ پیچھے کو الٹنے کے لیے پر تولنے لگا تو میں نے ہوا میں اچھلتے ہوئے ایک زبردست فرنٹ فلائنگ کک جڑ دی۔ وہ عقب میں لڑھکتے ہوئے دور جا گرا اور گرنے سے پہلے اس کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا۔

یہ ایسا موقع نہیں تھا کہ میں فائٹ کو طول دیتا۔ مجھے جلد از جلد راکیل تک پہنچنا تھا لہٰذا میں نے مدِمقابل کو نظر انداز کیا اور گھر کے دوسرے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ گراہم اور الفریڈ سے استفسار کرنے والے کی آواز آنا اچانک بند ہوگئی تھی۔ ابھی ابھی میں نے جس شخص کی درگت بنائی تھی اس کے نام سے میں واقف نہیں تھا۔ بہرحال، ابھی دو افراد باقی تھے جن کی صورت دکھائی دی تھی اور نہ ہی آواز سنائی دی تھی..... اور میرے خیال میں یہ وہی افراد تھے جو میری تلاش میں بینا رائے کے اپارٹمنٹ پر پہنچے تھے۔ مجھے نہ پاکر انہوں نے میرے غیاب کا ذمے دار بینا رائے کو سمجھتے ہوئے بڑی بے دردی سے اسے ٹھکانے لگا دیا تھا۔

میں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چکراتا رہا لیکن راکیل کہیں دکھائی نہ دی۔ میرا تصور مجھے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے آخری مرتبہ راکیل کو یہیں ایک کرسی پر بندھے ہوئے دیکھا تھا لیکن اب وہ کرسی کہیں نظر آرہی تھی اور نہ ہی راکیل۔ اور تو اور، منحوس تخمکسانہ آواز کا حامل وہ شخص بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس صورتِ حال میں میرا گڑبڑا جانا لازمی تھا۔

میں زیادہ دیر تک یہاں رکنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اس گھر میں فائرنگ ہوچکی تھی۔ رات کا آخری پہر سہی لیکن آس پڑوس سے اگر کوئی پولیس کو فون کردیتا تو ہمارے لیے بڑی مشکل ہوجاتی۔ میں خود کو پیش آمدہ حالات کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دیسم کی صورت دکھائی دی۔

''تمہاری ساتھی مل گئی وجدان؟'' مجھ سے نگاہ ملتے ہی اس نے گمبھیر لہجے میں پوچھا۔

میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ وہ بھی پریشان ہوگیا اور الجھ کر بولا ''ہم ٹھیک جگہ پر تو آئے ہیں نا؟''

''جگہ تو ٹھیک ہی ہے مگر لگتا ہے، حالات کچھ گڑبڑ ہوگئے ہیں۔'' میں نے کہا ''راکیل کے علاوہ دو اور افراد بھی غائب ہیں اور..... وہ شیطان بھی پتا نہیں، کہاں چلا گیا۔ میں نے موبائل فون پر جس سے بات کی تھی۔ یہاں بھی اس کی جھنجلائی ہوئی آواز میں نے دو مرتبہ سنی ہے۔''

''آؤ، دیکھتے ہیں۔'' دیسم نے پُراعتماد لہجے میں ایک جانب بڑھ گیا۔

آئندہ دو تین منٹ میں ہم نے ہاؤس نمبر انیس کا جھانک مارا لیکن ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی نے اپنے شکار الفریڈ کو انٹاغفیل کردیا تھا۔ اس کا حرکت جسم بیرونی دروازے کے قریب ہی پڑا تھا۔ گینڈا نما الفریڈ کو گھسیٹ کر اس کے دراز قامت ساتھی کے پاس پہنچادیا۔ گراہم ہنوز وزنی صوفے کے نیچے تھا۔ میں نے رکوع کے بل جھک کر اس کا جائزہ لیا۔ گہری بے ہوشی میں تھا یا پھر وہاں پہنچ چکا تھا جہاں کی خبر نہیں ہوسکتی تھی۔ بادی النظر میں مجھے اس میں زندگی کے دکھائی نہ دیے۔

اس شخص نے راکیل کو کوئی زود اثر انجیکشن دے مافیہا سے بے خبر کردیا تھا۔ گراہم کے لیے میرے دل غصے کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ میں دانت پیستے ہوئے کھڑا ہوا اور اس کے نحوست مآب تھوبڑے پر ایک تھیلا رسید کردی۔

اسی وقت گھر سے باہر کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہو مخصوص آواز ابھری۔ رات کے آخری پہر ہر طرف خا بسیرا تھا۔ اس لیے وہ آواز بڑی واضح سنائی دی۔ میں دیسم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ میں نے کہا۔

''وہ شیطان کی اولاد یہاں سے فرار ہورہا ہے اپ۔''

یہ کہتے ہوئے میرے ذہن میں وہی شخص موجود سے موبائل فون پر میری بات ہوئی تھی۔ گراہم اور ہماری نظروں کے سامنے موجود تھے اور وہ شخص جس میں، میں نے گولی اتاری تھی، وہ بھی دیوار کے سا سدھ پڑا تھا۔ شاید اس کا سر دیوار کے ساتھ ٹکرانے میں ٹکرا گیا تھا۔ جس کے سبب اسے دوبارہ اٹھنے کی ہوئی۔ نتالوے فیصد امکان اس بات کا تھا کہ فرار ہو شخص وہی تھا جواب تک تخمکسانہ انداز میں بولتا آیا تھا۔

ہم نے گنز کو اپنی اپنی جیب میں رکھا اور اپارٹمنٹ باہر نکل آئے۔ مذکورہ شخص کا فرار اس بات پر دلالت کہ راکیل اس گھر میں موجود نہیں تھی ورنہ وہ یوں چھا گئے کی کوشش نہ کرتا۔ راکیل اگر وہاں نہیں تھی تو تھی؟ تھوڑی دیر پہلے میں نے اسے اسی گھر میں تھا۔ دس پندرہ منٹ کے اندر وہ کہاں غائب ہوگئی؟

کردیا گیا؟ جو کچھ بھی ہوا تھا، انہی دس پندرہ منٹ کے ہوا تھا۔

میں انہی الجھن زدہ خیالات کو ذہن میں بسائے دیسم ساتھ گھر سے باہر نکلا تو ایک سیاہ گاڑی کو مرسر اسٹریٹ پر تے دیکھا۔ یہ ہماری مطلوبہ گاڑی کے سوا اور کوئی نہیں تھی۔ ڈرائیونگ کا انداز بتاتا تھا، وہ شخص شدید افراتفری عالم میں وہاں سے جارہا تھا۔ یقیناً ہاؤس نمبر انیس میں رف کا کوئی اور دروازہ بھی موجود تھا جہاں سے وہ فرار ہا۔ ہمارے، بلو کیب میں بیٹھنے تک وہ اپنی گاڑی کو مرسر یٹ سے دائیں جانب ویسٹ تھرڈ اسٹریٹ پر موڑ چکا

میں نے ہیجانی انداز میں دیسم سے کہا ''اس کا پیچھا کرو۔ نے نہ پائے۔''

اس نے کوئی جواب دیے بغیر ایک جھٹکے سے بلو کیب ے بڑھادی پھر دیکھتے ہی دیکھتے بلو میڈ بلین ہوا سے باتیں نے لگی۔ رات کے اس پہر مین ہیٹن کی سڑکیں ویران لہٰذا ہم جلد ہی سیاہ گاڑی کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ ٹ تھرڈ اسٹریٹ کو چھوڑ کر براڈوے پر مڑا پھر اپنی گاڑی کو کی سمت بھگاتا چلا گیا۔ ایسٹ ایٹھ اسٹریٹ تک ہم آگے رہے پھر جب وہ مذکورہ بالا اسٹریٹ پر مڑا تو ہمارے ان فاصلہ بڑھ چکا تھا۔ میں نے اضطراری لہجے میں کہا۔

''دیسم! وہ نکلا جارہا ہے۔ تم کیا کر رہے ہو؟''

دیسم نے پُراعتماد انداز میں کہا ''یار! وہ کہیں نہیں جائے م دیکھو، میں اس کے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی دیسم نے بلو کیب کی رفتار میں بے پناہ نہ کردیا۔ اسٹریٹ خالی ہونے کے باعث لین کا کوئی ہتا نہیں رہا تھا۔ اسی اسٹریٹ پر رہتے ہوئے ہم نے پیچھے تھرڈ ایونیو کو کراس کیا اور جب ہم سیکنڈ ایونیو کے ب پہنچے تو دیسم نے رانگ سائیڈ سے کیب سیاہ گاڑی کے نے کردی۔ مجبوراً اسے بریک لگانا پڑے۔ وہ ہمارے پیچھے ٹ کے فاصلے پر رکا تھا۔

اسی لمحے اس شخص کے چہرے پر میری نگاہ گئی اور میں اسے پہچان لیا۔ وہ انہی چاروں میں سے ایک تھا جنہیں نے تصور کی نظر سے راکیل کے آس پاس دیکھا تھا اور جن سے تین اس وقت ہاؤس نمبر انیس میں دنیا و مافیہا سے ر پڑے تھے۔

سیاہ گاڑی جیسے ہی رکی، میں اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول باہر نکل آیا۔ گن میرے ہاتھ میں تھی۔ اس کا امکان صفر کے برابر تھا کہ وہ مسلح ہوگا۔ اگر اس کے پاس کوئی ہتھیار ہوتا تو وہ ہمیں اپنے تعاقب میں آنے سے روکنے کی کوشش ضرور کرتا۔ وہ جس افراتفری کے عالم میں نمبر انیس سے نکلا تھا، اس میں اپنی جان کو ساتھ رکھنا ہی غنیمت تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ کہیں وہ مجھے اپنی جانب گن بدست بڑھتا دیکھ کر گاڑی کو بیک گیئر میں نہ ڈال دے۔ میں نے اس کی سٹی گم کرنے کے لیے پسنجر زسیٹ کا نشانہ لے کر فائر کردیا۔

گاڑی کی ونڈ اسکرین ایک مخصوص آواز کے ساتھ ''داغ دار'' ہوگئی تاہم گولی چلنے کی آواز نے رات کے سناٹے کو مجروح کردیا۔ میں نے اسے مزید وحشت زدہ کرنے کے لیے ایک اور فائر کردیا۔ میں نے یہ گولی بھی بے نشانہ چلائی تھی۔ نتیجہ میری توقع کے عین مطابق برآمد ہوا اور اس شخص نے ڈرائیونگ سائڈ کا دروازہ کھول کر ایک جانب دوڑ لگادی۔

میں گن لہراتا ہوا اس کے تعاقب میں لپکا۔ میں ہرگز اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ میں تو اسے زیرِدام لاکر اس کے اندر سے بہت کچھ برآمد کرنا چاہتا تھا۔ ذرا پتا تو چلتا، رعب دار آواز میں احکام صادر کرنے والا وہ شخص کتنے پانی میں ہے..... اور اگر پانی میں نہیں ہے تو اسے کتنے پانی میں پھینکنا چاہیے!

وہ میرے آگے اندھادھند بھاگ رہا تھا۔ میری فائرنگ نے اسے اچھا خاصا وحشت زدہ کردیا تھا۔ وہ چاہے کتنا بھی تیز دوڑتا، مجھ سے زیادہ تیزی نہیں دکھا سکتا تھا۔ میں اس کے تعاقب میں سیکنڈ ایونیو پر دائیں جانب مڑا اور آگے جاکر ''ٹرنل کالجیٹ چرچ'' کے سامنے اسے چھاپ لیا۔

جب وہ ''نہ پائے رفتن، نہ جائے ماندن'' والی صورتِ حال سے دوچار ہوا تو بھاگنے کا خیال ذہن سے نکال کر ''مرتا کیا نہ کرتا'' کے مصداق مجھ پر حملہ آور ہوگیا۔ میں چرچ کے سامنے کوئی میلہ نہیں لگانا چاہتا تھا لہٰذا دو چار جان دار تیکنیکی ہاتھ مار کر اسے زمین چاٹنے پر مجبور کردیا۔

اسی اثنا میں دیسم کیب کو ہمارے قریب لے آیا۔ ہم دونوں نے ڈنڈا ڈولی کرکے اس شخص کو ٹیکسی کی عقبی نشست پر پہنچایا۔ میں خود بھی وہیں گھس بیٹھا۔ دیسم نے لپک کر اسٹیئرنگ سنبھالا اور کیب کو آگے بڑھادیا۔

میں نے عقبی سیٹ کا منظر دکھانے (ڈرائیور کو) والے آئینے میں دیسم کو دیکھا۔ اس نے زبان سے ایک لفظ ادا نہ کیا اور آنکھوں کے اشارے سے پوچھا ''کہاں..... کس طرف چلوں؟''

میں نے اشاراتی زبان میں جواب دیا ''جہاں.....

جدھر جی چاہے، چلو۔''

پھر اپنے شکار کو سنانے کے لیے کھردرے لہجے میں کہا ''میں پارٹیشن گلاس کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ذرا ''سائمن'' سے دو چار ضروری باتیں کرنا ہیں۔ تم بھی اپنا کام جاری رکھو۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے زیرِ دام آئے شخص کو زبردستی دھکیل کر اپنے پاؤں میں پہنچا دیا۔ اس خلا میں سکونت اختیار کرنے کے بعد وہ آس پاس سے گزرنے والوں کو نظر نہیں آسکتا تھا۔ ہمارے اور دسیم کے درمیان شیشے کی دیوار حائل ہوگئی تو میں نے دھیمی لائٹ میں اپنے شکار کا جائزہ لیا۔

اس کی عمر لگ بھگ چالیس رہی ہوگی۔ وہ ایک صحت مند اور مضبوط شخص تھا لیکن میں نے مارشل آرٹس کے خطرناک ہاتھ دکھا کر اسے بے بس کردیا تھا۔ گن بدستور میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے گمبھیر لہجے میں دریافت کیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''سائمن!'' اس نے بتایا۔

''راکیل کے ساتھ تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟''

''پپ..... پتا نہیں۔'' وہ لرزاں آواز میں بولا ''وہ ہمارے پاس نہیں تھی۔''

میں نے اس کی ناک پر گن کا دستہ مارا۔ تکلیف کی شدت سے وہ بلبلا اٹھا۔ کیب کے شیشے پوری طرح چڑھے ہوئے تھے اس لیے اس کی بلبلاہٹ گاڑی سے باہر نہ جاسکی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔

''تین اور ساڑھے تین بجے کے درمیان راکیل ہاؤس نمبر انیس میں موجود تھی۔ تم لوگ لعل اٹلی میں اسے گھیرنے کے بعد اپنے ساتھ واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز کی طرف لے آئے تھے۔ کیا میرا تعارف کرواتے وقت تمہارے ربی نے یہ نہیں بتایا کہ میں جھوٹ کو برداشت نہیں کرتا؟''

وہ اپنی ناک سے پھوٹنے والے خون کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔ ''میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ واقعی مجھے راکیل کے ٹھکانے کا علم نہیں۔ تم کس بنا پر دعویٰ کررہے ہو کہ وہ ہمارے پاس تھی؟ میں تو یہ جانتا ہوں کہ ہمارے ساتھی اسے کہیں اور لے گئے.....''

اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ میں نے اس کی پسلیوں میں ایک دردناک ٹھڈا مارا اور حقارت آمیز لہجے میں کہا ''جھوٹ پر جھوٹ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ ربی نے تمہیں صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ میں دجدان ہوں، اور کر ڈسلوا کے میک اپ میں، نیویارک میں داخل ہوا ہوں۔ تم لو از جلد مجھ پر قابو پا کر اس کے پاس پہنچا دو جیسا کہ تم نے راکیل کو قابو کرلیا ہے مگر افسوس.....'' میں نے دانستہ جملہ ادھ چھوڑ کر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''افسوس کہ تم لوگوں کو میری خطرناکی سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ میں تمہیں جس اذیت ناک تجربے سے گزارنے والا ہوں، تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔''

''میں ایک مرتبہ پھر یہی کہوں گا.....''

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے اس کی پیشانی کو نشانہ بنایا اور گن کے دستے کو ایک مرتبہ پھر زخمی کردی۔ وہ ذبح ہوئے کسی جانور کی طرح تڑپ کر رہ گیا۔ میں نے اس کی تکلیف کی پروا کیے بغیر ایک اور ضرب لگائی۔ یہ لوگوں کو میرے ہاتھ سے جو تکلیف پہنچ رہی تھی، وہ اس تکلیف کا عشرِ عشیر بھی نہیں تھی جس سے میں اس وقت گزر رہا تھا۔ ان کی چیخیں تھمیں تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''میں نے ہی موبائل پر تمہاری وہ کال اٹینڈ کی تھی جس میں تم نے بینا رائے کو راکیل کے بارے میں بتایا تھا۔ میرے سلسلے میں بھی ضروری ہدایات کی تھیں۔ اس وقت بینا رائے کو اپنے قابو میں کرچکا تھا۔'' میں نے اس کا جملہ کھولتے ہوئے کہا ''سیوارڈ پارک اپارٹمنٹس میں پہنچنے والے تمہارے دو ساتھیوں نے رائے کے ساتھ کیا کیا، وہ تمہیں ہے کیونکہ وہ یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد سیدھے تمہارے پاس واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز پہنچے تھے!''

اس کی آنکھوں میں خوف زدگی کے آثار پیدا ہوئے جن میں استعجاب کا عنصر غالب تھا۔ میرے انکشاف نے اسے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ میں نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے مزید کہا۔

''تم لوگ جب راکیل کو لے کر اپنے ٹھکانے پر پہنچے تو اسے ایک کرسی پر جکڑ دیا گیا۔ پھر الفریڈ نے اس کے پرنٹس لیے اور گراہم نے اس کو ایک انجیکشن لگایا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

وہ حیرت کی شدت سے پھٹ پڑا ''تم نے یہ سب کیسے دیکھا؟''

''جیسے اس وقت میں موت کو تمہارے آس پاس منڈلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے بے رحمی سے کہا ''اگر تم نے میرے سوالات کے تسلی بخش جوابات نہ دیے پھر یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہوگی!''

وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا ''کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟''

''میں کیا کیا جانتا ہوں، یہ جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں۔'' میں نے سفاک لہجے میں کہا ''اور اب میں تمہاری زبان سے کوئی سوال نہ سنوں۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دے رہا ہوں۔ ان ساٹھ سیکنڈ میں اچھی طرح غور و فکر کرلو، تمہیں مرنا ہے یا راکیل کے بارے میں درست معلومات فراہم کر کے زندگی کو انجوائے کرنا ہے..... اور تمہارا وقت شروع ہوگیا!''

سائمن کو میرے سلوک اور انکشاف نے پوری طرح اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ اس پر میں نے ایک منٹ کی مہلت دے کر گویا اس کی زندگی کے ساتھ کاؤنٹ ڈاؤن ٹائم بم منسلک کر دیا۔ اسے مزید دہشت زدہ کرنے کے لیے میں نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی جس پر گزرنے والا ہر سیکنڈ، موت کو اس کی زندگی کے قریب لانے کا اعلان کر رہا تھا۔ ان لمحات میں سائمن کی حالت دیدنی تھی۔ پیشانی کے ایک ہی مقام پر پڑنے والی دو جوتوں نے ایک ''آلو'' کو جنم دے دیا تھا۔ اس کے ماتھے کا گومڑ کسی بے ڈھنگے آلو ہی سے مشابہ تھا۔ ناک سے نکلنے والے خون نے اس کے چہرے کو مزید بھیانک بنا رکھا تھا۔ اگر سائمن دہشت اور خوف کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا تو میری وحشت اور جنون کی ڈگری بھی معمولی نہیں تھی۔

اس دوران میں وسیم نے نہایت ہی چابک دستی سے کیب کو ایسٹ ففتھ اسٹریٹ میں موڑ کر سیکنڈ ایونیو کو خیر باد کہہ دیا پھر کوپر اسکوائر سے تھرڈ ایونیو میں داخل ہوگیا۔ اب وہ تھرڈ ایونیو پر شمال کی سمت میڈیلین کو بھگائے چلا جا رہا تھا۔ اس کا موڈ اور تیور یہی ظاہر کر رہے تھے کہ وہ اپ ٹاؤن مین ہیٹن میں ہارلم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ وسیم کی رہائش ہارلم کے قدرے محفوظ علاقے ''شوگر ہل'' میں تھی۔

''ایک منٹ پورا ہوگیا سائمن!'' میں نے گن اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے سفاکی سے کہا ''تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟''

''مجھے مار کر تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا!'' وہ سراسیمہ لہجے میں بولا۔

''اسی لیے تو تم سے راکیل کا پتا ٹھکانا پوچھ رہا ہوں۔ میں تمہیں زندہ رکھ کر راکیل کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اپنی سفاکی میں کوئی کمی لائے بغیر کہا۔

سائمن کی آنکھوں میں متضاد کیفیت کے رنگ ایک ساتھ لہرائے اور وہ مجھے تذبذب کی انتہا پر کھڑا دکھائی دیا۔ میں نے گن کی نال کو اس کی پیشانی پر نمودار ہونے والے آلو ابھار کے اوپر ٹکا دیا اور اس کی آنکھوں میں گھورنے لگا۔

سائمن کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی اور وہ مردہ سی آواز میں بولا ''وجدان! تم مجھے مار ہی دو تو اچھا ہے کیونکہ..... کچھ نہیں ہوسکتا۔ تم راکیل کو کبھی حاصل نہیں کر.....''

''کیوں؟'' میری غراہٹ نے سائمن کو دہلا دیا۔ کے ساتھ ہی میں نے اس کے پیٹ کے نازک حصے پر کاری ٹھوکر لگائی اور کہا ''فضولیات میں بات نہ کرو۔ جلدی راکیل کے ساتھ تم لوگوں نے کیا کیا ہے اور وہ اس وقت کہ ہے؟''

''دریائے ہڈسن کی تہ میں۔'' سائمن نے نحیف میں بتایا۔

مجھے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ میں سمجھا، شاید مجھے ہوا ہے۔ سائمن نے کچھ اور کہا اور میں نے کچھ اور سنا۔ تھوڑی دیر پہلے تک راکیل ہاؤس نمبر انیس میں موجود تھی، ہڈسن ریور کی تہ میں کیسے پہنچ گئی۔

میں نے چیخ کر پوچھا ''کیا بک رہے ہو؟''

اس نے میرے اس چیختے ہوئے سوال کے جواب جو کچھ بتایا وہ بہت ہی اندوہناک اور دل خراش تھا۔ سا کے مطابق، گراہم نے راکیل کے بازو میں جو انجیکشن د وہ درحقیقت ایک خطرناک پائزن تھا۔ جس نے چند پ راکیل کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ پھر ان کے دو سا سمیت راکیل کو ہاؤس نمبر..... انیس سے دریائے ہڈ طرف لے گئے تھے۔ یہ وہی دو افراد تھے جنہوں نے پا کے اپارٹمنٹ میں پہنچ کر اسے ٹھکانے لگایا تھا۔ سائمن مجھے بتایا کہ راکیل کو اسی آہنی کرسی پر بندھا رہنے دیا تاکہ کافی دنوں تک راکیل کا کوئی سراغ نہ ملے بلکہ ان نے جو بندوبست کیا تھا اس کے پیش نظر تو یہ سراغ کبھی ملتا۔ آہنی کرسی دریائے ہڈسن کی تہ میں پڑی رہتی اور راکیل ڈیڈ باڈی.....!

میں اس سے آگے کچھ سوچ سکا اور نہ ہی سن سکا نے سائمن سے مزید کوئی سوال بھی نہ کیا۔ میرے سا سوال بے جواب ہو کر رہ گئے تھے جب راکیل ہی اس باقی نہیں رہی تھی تو پھر میں بے سود سوالات میں برباد کرتا۔ اب پتا چلا کہ ہاؤس نمبر انیس میں را دکھائی کیوں نہیں دی تھی!

اس وقت میرا دماغ کسی تنور کے مانند دہک رہا پے میں چنگاریاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ راکیل چ

کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے بچھڑ گئی۔ سائمن کو جن حالات سے گزار رہا تھا ان میں وہ دروغ گوئی جیسی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے جو بتایا، ویسا ہوا ہوگا..... سب کچھ ربی موشے ہائمن کی منظوری بلکہ حکم پر ہوا تھا۔ کے لیے میرے دل میں نفرت کا ایک پہاڑ کھڑا ہوگیا۔ کی الم ناک موت نے میرے دماغ کو پہلے ہی منتشر کر تھا۔ میرا جنون انتہا کو پہنچ گیا۔ میں نے گن کی نال کو پیشانی میں گڑ لیا اور خون خوار لہجے میں کہا۔

''اگر راکیل ہڈسن ریور کی تہ میں پہنچ گئی ہے تو تم آؤٹ ڈور کیا کر رہے ہو؟''

اس نے آنکھیں بند کرلیں گویا اسے یقین ہوگیا، ''اب دو پل کے لیے زندہ ہے۔ بند آنکھوں کے پیچھے سے شکست خوردہ لہجے میں کہا ''میں مرنے کے لیے تیار

''تم اب بھی زندہ رہ سکتے ہو۔'' میں نے ایک چال

اس نے ہڑبڑانے والے انداز میں آنکھیں کھول دیں بے یقینی سے مجھے دیکھتے ہوئے منمنایا ''کیسے؟''

میں نے اپنی چال کو آگے بڑھایا ''اگر تم مجھے ساحل کے میں بالکل ٹھیک ٹھیک بتا دو تو میں تمہیں اسی وقت گاڑی نیچے اتار دوں گا۔ مجھے وہ ایڈریس چاہیے جہاں پر ساحل ٹھکانے لگایا ہے۔''

''وجدان! میری موت تمہارے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔'' ان نے بے بسی کی آخری حد کو چھوتے ہوئے کہا ''اگر چہ ہمارے وعدے کا اعتبار نہیں لیکن میں زندگی بچانے کے ضرور رسک لیتا مگر افسوس کہ مجھے ساحل کے ٹھکانے کا علم

''تمہیں علم نہیں تو پھر اس کے ٹھکانے کے بارے میں جانتا ہے؟'' میں نے درشتی سے کہا ''پہلے تو بینا رائے کو اسٹریٹ والے ٹھکانے پر ساحل کی دیکھ بھال کے لیے کیا تھا بعد میں ربی کے حکم پر اسے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ اب تو بینا رائے بھی باقی نہیں رہی!''

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''میرے خیال میں محترم ربی سوا اس ٹھکانے سے کوئی اور واقف نہیں، رائے کی ربی پر نہیں شک ہوگیا تھا اس لیے اسے ختم کر دیا گیا۔''

موت کو چند سانس کے فاصلے پر کھڑا دیکھ کر وہ سچ بولنے ار ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے لہجے کی سنگینی کو برقرار رکھتے سائمن سے پوچھا ''چلو، اپنے ربی کے ٹھکانے کے بارے میں ہی بتا دو۔ میں ساحل کا پتا بر نارڈ لیو سے اسی سے معلوم کرلوں گا۔''

''میں محترم ربی کے ٹھکانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''کوئی رابطہ نمبر؟''

''نہیں۔''

''اس کے احکام کس وسیلے سے تم تک پہنچتے ہیں؟''

''محترم ربی کے دست راست برنارڈ لیو ہم سے رابطہ کرتے ہیں۔'' سائمن نے جواب دیا ''اس کام کے لیے وہ اپنا موبائل فون استعمال کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا، لیو کا قیام کہاں ہے؟''

سائمن نے میرے آئندہ متوقع سوال کا جواب خود ہی دے دیا تو میں نے پوچھا ''تمہیں برنارڈ لیو کا سیل نمبر تو یاد ہوگا؟''

تھوڑے تامل کے بعد اس نے مذکورہ نمبر بتا دیا۔ میں نے وہ نمبر اپنے ذہن میں بٹھایا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے رحمی سے کہا ''سائمن! تمہارے لیے کوئی چانس نہیں بچا۔ جب تم میرے کسی کام نہیں آسکتے تو ربی کے لیے بھی کیوں مفید رہو۔ گڈ بائے!''

اس نے ایک مرتبہ پھر آنکھیں بند کرلیں، اس یقین کے ساتھ کہ میں کسی بھی صورت اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے ذہن کی گہرائیوں سے موت کو قبول کرلیا تھا۔

میں نے اس کے یقین کا پاس کیا اور گن کے کلپ میں موجود باقی ماندہ گولیوں کو سائمن کی پیشانی پر نمودار ہونے والے آلو میں اتار دیا۔ خس کم، جہاں پاک!

☆☆☆

صبح کے ساڑھے چار کا وقت تھا۔ اس وقت سارا نیویارک سو رہا تھا، سوائے میرے جیسے شب بیدار اور خانماں خراب افراد کے۔ میرے ساتھ وسیم بھی جاگ رہا تھا۔ سائمن کے بے جان وجود کو ہارلم ریور میں پھینکنے کے بعد ہم وسیم کی رہائش گاہ پر آگئے تھے۔ وسیم اپنے ایک دوست کے ساتھ اس چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ اس کا دوست نوید ایک ہوٹل کے کچن میں کام کرتا تھا لیکن ان دنوں وہ چھٹی پر تھا اور عید منانے پاکستان گیا ہوا تھا۔ مذکورہ اپارٹمنٹ نہایت ہی چھوٹے چھوٹے دو کمروں پر مشتمل تھا۔ شوگر ہل میں زیادہ تر مڈل کلاس سیاہ فام رہتے ہیں۔ ڈچ اسٹائل میں بنی ہوئی پانچ منزلہ عمارتوں میں زیادہ تر بھورے پتھر اور سرخ اینٹوں کا استعمال کیا گیا ہے۔

راکیل کی موت نے میرے دل کو بوجھل اور ذہن کو تلپٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ میں نے اپنے دکھ کو شیئر کرنے کے لیے سیتل میں محترم سانگ فو کو فون کیا۔ وسیم کے اپارٹمنٹ میں فون کی سہولت موجود نہیں تھی لہٰذا مجھے مجبوراً پینا رائے والا موبائل فون استعمال کرنا پڑا۔ واشنگٹن اسٹیٹ کا کوڈ ٹو زیرو سکس ڈائل کرنے کے بعد میں نے سانگ فو کے نمبرز پنچ کیے۔ اگلے ہی لمحے میرا اس سے رابطہ ہوگیا۔

میں نے نہایت ہی مختصر اور مؤثر الفاظ میں سانگ فو کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ میری بات ختم ہوئی تو اس نے ایک گمبھیر سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

''اس جنم میں راکیل کی سانسیں پوری ہوگئی تھیں۔''

''میرے لیے کیا ہدایت ہے؟'' میں نے پوچھا۔ ''گارشیا اور ڈسلوا کا بھید کھل گیا ہے۔ کیا میں اسی میک اپ میں رہوں یا مجھے اپنی آئی ڈی تبدیل کرنا ہوگی؟''

''گارشیا اور ڈسلوا کا راز ربی اور اس کے قابلِ اعتماد لوگوں پر افشا ہوا ہے لہٰذا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم ڈسلوا کی آئی ڈی کو استعمال میں رکھ سکتے ہو۔ عام لوگوں کو ان معاملات سے کوئی سروکار نہیں کہ تم وجدان ہو، ڈسلوا ہو یا کوئی اور ہو! بہرحال، ربی اور اس کے بندوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔''

میں نے استفسار کیا ''اور اصلی گارشیا ڈسلوا کا کیا ہوگا۔ ہم ان کے نام سے جاری شدہ کریڈٹ کارڈز وغیرہ استعمال کررہے تھے۔ کیا ربی کے آدمی کھوج لگاتے ہوئے آپ تک نہیں پہنچ جائیں گے۔''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ قطعیت سے بولا ''تم نے بتایا ہے کہ ضروری کاغذات اور سامان وغیرہ تم لوگ ونگ ہنگ کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ صرف تمہارے کریڈٹ کارڈز ربی کے آدمیوں کے ہتھے چڑھے ہیں اور وہ بھی تمام نہیں، صرف دو!'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''اصلی ڈسلوا اور گارشیا نے اپنی ضروری اشیا کی، چوری کی رپورٹ درج کروادی تھی۔ اس لیے ان پر کوئی دباؤ نہیں آسکتا۔ میں نے مصلحتاً انہیں سیتل تک پابند کر رکھا تھا۔ اب بھی وہ میرے حکم کے مطابق اسی اسٹیٹ میں رہیں گے۔ ایک دو روز میں انہیں نئے کاغذات مل جائیں گے۔ میں نے رپورٹ والی بات دانستہ تم سے چھپائی تھی۔ بہرحال، یہ احتیاط کام آگئی۔ تم کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ربی یا ربی کے آدمی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بس پولیس والوں سے براہِ راست کوئی ٹکر نہ لینا ورنہ بڑی مشکل میں پھنس جاؤ گے۔ ونگ ہنگ کو تمہارے بارے میں خصوصی ہدایات دے رکھی ہیں۔ کوئی بھی مسئلہ ہو، تم بلاتکلف اس سے کہہ سکتے ہو۔''

سیل کی بیٹری شاید ڈاؤن ہورہی تھی۔ ایک دو فقروں بات کے بعد میں نے رابطہ ختم کردیا۔ پھر موبائل سیٹ دیکھاتے ہوئے کہا ''یار! اس کے چارجر کا کوئی بندوبست یہ بڑے کام کی چیز ہے۔'' ایک لمحے کے توقف سے اضافہ کیا ''ذرا اس کا بیلنس بھی چیک کرو۔''

وسیم نے موبائل اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر اسے گھما دیکھنے کے بعد بولا ''یہ ایک ہائی فائی سیل ہے اور اس پوسٹ پیڈ ہے۔ بیٹری واقعی خاصی لو ہورہی ہے۔ بہر میں اس کی چارجنگ کا انتظام کرتا ہوں۔ میرا مشورہ اس کا فون انڈیکس دیکھ ڈالو، ممکن ہے اس لسٹ میں تمہا کام کا کوئی نمبر موجود ہو!''

وسیم کا مشورہ مفید تھا لہٰذا میں نے موبائل فون بک کو کھنگالنا شروع کردیا۔ وہاں پر بے شمار فون نمبرز تھے لیکن کسی بھی نمبر کے ساتھ مجھے ربی کا نام یا حوالہ نظر نہ آیا سائمن نے اپنی موت سے قبل مجھے برنارڈ لیو کا جو حوالہ دیا پینا رائے کی فون بک میں موجود تھا۔ اگر موبائل کی بیٹری ہورہی ہوتی تو میں اسی وقت اس سے رابطہ کرتا۔ بہر تھوڑی چھیڑ چھاڑ کے بعد میں نے وہ سیل وسیم کے حوا کردیا۔

میں اس وقت شدید تھکن اور نیند محسوس کررہا تھا۔ انیس بیس گھنٹے مسلسل بھاگ دوڑ میں گزرے تھے۔ راکیل کی جدائی نے بھی میرے اعصاب کو بری طرح متا تھا۔ چند روز وہ ساتھ میں راکیل نے مجھے اپنا عادی بنا میں اس کی فرقت کو بڑی شدت سے محسوس کررہا تھا۔ بکری کا بچہ چند دن تک آپ کے ساتھ رہے تو آپ سے بھی گہری انسیت پیدا ہوجاتی ہے، راکیل تو ایک جیتا انسان تھی۔

میں نے جب وسیم کو بتایا کہ میں سونا چاہتا ہوں نے گھر کے فریج میں سے میرے لیے کھانے بندوبست کردیا۔ میں نے رات راکیل کے ساتھ کارن میں بونے ڈنر کیا تھا۔ سرد موسم میں انسان زیادہ بھوک لگتی ہے اور میں مسلسل دوڑ دھوپ میں تاہم مجھے اس وقت کھانے کی کوئی خاص طلب ہورہی تھی۔ اس میں زیادہ ہاتھ راکیل کو پیش واقعے کا بھی تھا۔ سائمن کے مطابق، گراہم نے اس

میں زہر بھرا انجیکشن دے کر اسے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور یہ سب کچھ ربی کے اشارے پر کیا گیا تھا۔ میں نے دراز قامت گراہم کی وہ درگت بنائی تھی کہ اس کا کچومر نکل کر رہ گیا تھا۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا، راکیل کی موت کا ذمے دار وہی شخص ہے ورنہ پتا نہیں میں اس کا کیا حشر کرتا۔ ویسے میں نے اسے جس سلوک سے گزارا تھا اس کے پیشِ نظر گراہم کی زندگی کے امکانات صفر سے زیادہ نہیں تھے۔

وسیم کے اصرار پر میں نے تھوڑا زہر مار کرلیا تو اس نے کہا ''پانچ بجنے والے ہیں۔ تم پانچ چھ گھنٹے تک اطمینان سے نیند لے لو۔ میں گیارہ بجے سے پہلے گھر سے نہیں نکلتا۔''

میں نے دل کا بوجھ اور ذہن کا انتشار کم کرنے کے لیے اپنے دماغ کو مخصوص ہدایت دی اور دیکھتے ہی دیکھتے میں گہری نیند میں پہنچ گیا۔ اس سرعت میں میری تھکاوٹ کا بھی غالب ہاتھ تھا۔

دس بجے کے قریب وسیم نے مجھے جگادیا۔ موبائل فون پر کسی کی کال آرہی تھی۔ میری نیند کے دوران میں وسیم کہیں سے ڈھونڈ کر اس موبائل کا چارجر لے آیا تھا اور موبائل کو آن رکھتے ہوئے چارجنگ پر لگادیا تھا۔

''میں نے سوچا، کوئی ضروری کال نہ ہو اس لیے تمہیں اٹھادیا۔'' وسیم نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

میں نے کوئی تبصرہ کیے بغیر سیل اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اسکرین پر ''آر ایل'' لکھا ہوا آرہا تھا۔ میں نے فون بک میں بہت سے نمبروں کے ساتھ اس قسم کے مختلف کوڈ لکھے دیکھے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا، یہ ''آر ایل'' کس شخص کا کوڈ تھا۔ بہرحال، میں نے کال ریسیو کرلی۔

میرے ''ہیلو'' کے جواب میں دوسری طرف جو آواز ابھری اس نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ وہ ربی موشے ہائمن کی مخصوص تاثر انگیز آواز تھی۔

''گڈ مارننگ میرے بچے!'' اس نے بڑی شفقت سے کہا۔

''تو یہ ''آر ایل'' تمہارا کوڈ ہے؟'' میں نے زہر خند لہجے میں کہا۔

وہ نرمی سے بولا ''آر ایل کا مطلب ہے، ریسپیکٹڈ لارڈ۔ رائے مجھے اسی انداز میں مخاطب کرتی تھی۔ بہرحال، تم سناؤ مائی سن۔ اتنے غصے میں کیوں ہو؟''

میں نے اس کے استفسار پر لعنت بھیجی اور طنزیہ لہجے میں کہا ''وہ تمہارا اتنا احترام کرتی تھی اور تم نے اس کا بڑا بھیانک انجام کیا۔ اس بے چاری کو تم نے یہ اچھا صلہ دیا ہے؟''

''وہ غیروں کے ہاتھ کا کھلونا بن گئی تھی۔'' ربی کی منافقت سے لبریز آواز میری سماعت تک پہنچی ''اس کی وجہ سے مجھے ساحل کا ٹھکانا بدلنا پڑا۔''

میں نے پینا رائے کے جرم کی تفصیل نہیں پوچھی اور تکیلے انداز میں کہا ''شاید تم نے راکیل کو بھی اسی لیے عبرت ناک انجام سے دوچار کردیا ہے کہ وہ میرے ہاتھوں کا کھلونا بن گئی تھی۔''

''تم سمجھ دار اور معاملہ فہم ہو میرے بچے!'' اس نے محبت بھرے انداز میں کہا۔ ربی پُراسرار صلاحیتوں کا مالک تو تھا ہی، اس کے ساتھ ہی بلا کا اداکار بھی تھا۔ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا ''وجدان! تم جانتے ہو، غداری اور بغاوت کی سزا بڑی کڑی ہوتی ہے۔ رائے نے ہم سے غداری کی اور روتی نے بغاوت۔ وہ دونوں اپنے حقیقی انجام کو پہنچ گئیں۔ تم سے میری کوئی دشمنی نہیں اس لیے اب تک میرے کسی آدمی نے آنکھ اٹھا کر بھی تمہاری طرف نہیں دیکھا۔''

وہ چند لمحات کے لیے متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''حالانکہ تم نے قدم قدم پر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ مجھ سے غلط بیانی بھی کی ہے۔ میں نے تمہاری بات کا یقین کیا اور یہی سمجھتا رہا کہ کسی نے تمہیں اغوا کرلیا ہے۔ تم نے راجر بن کر مجھ سے طویل بات کی اور میں نے تمہاری دروغ گوئی پر شک کرنے کے بجائے تمہاری ساتھی ساحل کو تلاش کروایا اور بالآخر اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگیا۔''

''اور پھر ہپناٹائز کر کے اس کے اندر سے ان نایاب پتھروں کا راز اگلوالیا جو بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے تہ خانے میں ہیں۔'' میں نے زہر میں بجھے ہوئے الفاظ میں کہا ''اور آج کل ادھر کھٹمنڈو کے مضافات میں کچھ پُراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ غالباً تمہارے آدمیوں نے عبادت گاہ کو نشانہ بنانے کے لیے پیش قدمی شروع کردی ہے!''

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا میرے بچے!'' ربی کی منافقت پورے عروج پر تھی ''لیکن تمہارے لہجے سے میں محسوس کررہا ہوں، کسی نے میرے خلاف تمہیں زبردست ورغلا دیا ہے۔ تم کو میں نے بڑا فرماں بردار پایا تھا!''

ربی کی مکاری بڑی کلاس کی تھی۔ وہ مجھے اخلاق اور نیت کی مار مارنے کی کوشش کررہا تھا۔ میں نے بدستور اکھڑ لہجے

میں کہا ''مجھے کسی نے نہیں ورغلایا۔ میرا یہ ردِعمل، تمہارے عمل کا نتیجہ ہے۔ میں اب بھی وہی پہلے والا وجدان ہوں۔''

''جیتے رہو میرے بچے!'' اس نے بڑے خلوص سے مجھے دعا دی اور بڑی شفقت سے دریافت کیا ''میرے کس عمل نے تمہیں ٹھیس پہنچائی ہے۔ اپنے دل کا غبار نکال دو وجدان! تمہارے ذہن میں جو لاوا پک رہا ہے، اسے بہہ جانے دو۔ مجھے بتاؤ، تمہیں مجھ سے کیا شکایت ہے؟''

ربی موشے ہائمن میرا ہر قصور، ہر غلطی معاف کرنے پر تلا بیٹھا تھا۔ یہ اس کی ایک گہری چال تھی۔ مجھے ماننا پڑا، وہ عمر کے اس حصے میں بھی بے پناہ اعصابی قوت کا مالک تھا۔ اگر میں اس کی حقیقت سے واقف نہ ہوتا اور اس کے عزائم تک مجھے رسائی حاصل نہ ہو چکی ہوتی تو میں آنکھیں بند کر کے اس پر ایمان لے آتا۔ میں چونکہ اس کی اصلیت کو جانتا تھا اس لیے منافقت کے جال کو منافقت ہی کے بلیڈ سے کاٹنے کا فیصلہ کیا۔ میرے اندازے کے مطابق، وہ میری تھرڈ آئی والی صلاحیت سے آگاہ نہیں تھا۔ میں نے اس کی باتوں سے محسوس کیا کہ وہ میری ''پہنچ'' کو کسی پشت پناہ کی ''مدد'' سے تعبیر کر رہا تھا۔ جب سانگ فو، ربی اور اس کی صلاحیتوں سے باخبر تھا تو یہ ممکن نہیں تھا کہ بدھ ازم اور یہودیت کی اس ارضی چپقلش میں ربی، سانگ فو کے بارے میں نہ جانتا ہو!

ربی موشے ہائمن چونکہ کارڈز چھپا کر کھیل رہا تھا لہٰذا میں نے بھی اسے اپنی اپروچ کے بارے میں کچھ نہ بتایا اور نہ ہی اسے یہ احساس ہونے دیا کہ میں اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر گزشتہ رات ایسٹ اسٹریٹ والے سائنا گاگ میں جا گھسا تھا۔ اس کے محبت بھرے استفسار کے جواب میں میں نے جو بھی کہا۔ لوہا، لوہے کو اسی طرح کاٹتا ہے!

''مجھے تم سے سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ ایک طرف تم مجھے بہت ہی عزیز سمجھتے ہو اور دوسری جانب تم نے میری ساتھی کو مجھ سے چھپا کر رکھا ہوا ہے؟''

''اوہ!'' اس نے ایک گہری اور گمبھیر سانس خارج کی ''پتا نہیں، آج کل تم کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے لگے ہو۔'' اس کا اشارہ واضح طور پر سانگ فو کی سمت تھا ''تمہارا لہجہ خاصا خراب ہو گیا ہے، اس میں سے احترام اور تقدس جاتا رہا ہے۔ پہلے تو تم اس تو تڑاق سے بات نہیں کرتے تھے۔ بہرحال۔''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''میرا ساحل کو تم سے نہیں بلکہ اس کے دشمنوں سے چھپا کر رکھنا ہے۔ میں تو اس کا ہاتھ، تمہارے ہاتھ میں دینے کو تیار ہوں۔''

''پھر دیر کس بات کی ہے؟'' میں نے ترش لہجے میں کہا۔

وہ نرمی سے بولا ''دیر تو تمہاری طرف سے ہو رہی تھی میرے بچے! میں اس دوران میں مسلسل تمہاری تلاش میں رہا ہوں۔ اب جا کر تم ملے ہو۔ میں آج ہی ساحل کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔''

ربی کی اس مہربانی سے کسی گہری سازش کی بو آ رہی تھی۔ میں نے ہر بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنے اسٹائل میں نرمی پیدا کی اور پوچھا۔

''آپ کب اور کہاں ساحل کو مجھ سے ملوا رہے ہیں؟''

''شاباش میرے بچے! تمہارا تسطیق انداز واپس لوٹ آیا ہے جس کی مجھے بے حد خوشی ہے۔'' وہ مجھے خوش فہمی کے ہائس پر چڑھاتے ہوئے بولا ''میں نے آج رات ایک شان دار ڈنر پر تم دونوں کی ملاقات کا بندوبست کر دیا ہے۔''

''محترم ربی! آپ یہ بھی بتا دیں، یہ ڈنر کہاں ہوگا؟'' میں نے احترام بھرے لہجے میں پوچھا۔

اس نے بتایا ''میں نے تمہارے اور ساحل کے لیے نیو یارک کے ایک مہنگے ترین ریسٹورنٹ ''ونڈوز آف دی ورلڈ'' میں ٹیبل ریزرو کروا دی ہے۔ کیا تمہیں اس شاندار ریسٹورنٹ کے بارے میں معلومات ہیں؟''

میں ''ونڈوز آف دی ورلڈ'' کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لہٰذا نفی میں جواب دیا تو اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''یہ ریسٹورنٹ ٹوئن ٹاورز کے ایک سو سات ویں فلور پر بنا ہوا ہے۔''

''ٹوئن ٹاورز!'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ''یعنی ورلڈ ٹریڈ سینٹر؟''

''اس وقت تک نائن الیون والا واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور ٹوئن ٹاورز ''آہ! ورلڈ ٹریڈ سینٹر'' میں نہیں بدلا تھا۔

''میرا مطلب وہی ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔'' موشے ہائمن نے جواب دیا ''تم دونوں ایک طویل عرصے سے ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے ہو۔ حالات جو بھی رہے ہوں بہرحال مجھے تمہارے جذبات کے پامال ہونے کا افسوس ہے۔ نوٹ کر لو، تم دونوں کے لیے جو ٹیبل ریزرو کرائی گئی ہے اس کا نمبر ''ون او فائیو'' ہے وقت پر پہنچ جانا۔ کہیں وہ بے چاری تمہارا انتظار نہ کرتی رہ جائے۔ ساحل ٹھیک نو بجے رات ٹیبل نمبر ایک سو پانچ پر موجود ہوگی۔''

''اور آپ!'' میں نے الجھن زدہ انداز میں پوچھا ''میرے محترم! کیا آپ ہمارا ساتھ نہیں دیں گے؟''

''جوانوں کی بھیڑ میں اس بڈھے کا کیا کام!'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

میں نے اداکاری کی ضرورت کو مسلم جانا اور کہا ''مجھے آپ کی کمی شدت سے محسوس ہوگی میرے محترم!''

''مجبوری ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''ایک تو میں ریسٹورنٹ وغیرہ میں جاتا نہیں ہوں۔ دوسرے، میں اس وقت امریکا میں نہیں ہوں۔''

وہ صریحاً جھوٹ بول رہا تھا۔ میں نے لگ بھگ دس گھنٹے پہلے ربی موشے ہائمن کو ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ میں دیکھا تھا۔ پھر میں نے سوچا، ممکن ہے کہ وہ واقعی امریکا سے باہر چلا گیا ہو! اپنی معلومات اور اس کے بیان کی تصدیق کی خاطر میں نے پوچھ لیا۔

''میرے محترم! آپ اس وقت کہاں ہیں؟''

''اسرائیل میں!'' اس نے بتایا۔

ربی کے جواب نے اس کے جھوٹ کا پول کھول دیا لیکن میں نے اسے محسوس نہیں ہونے دیا اور کہا ''ٹھیک ہے محترم! آپ کا سیل نمبر اس موبائل سیٹ کی فون بک میں موجود ہے۔ مجھے جب ضرورت ہوگی، میں آپ سے رابطہ کر لوں گا۔''

''بڑی خوشی سے میرے بچے۔'' وہ شفقت بھرے لہجے میں بولا ''اچھا ہوا، یہ موبائل سیٹ تمہارے پاس پہنچ گیا۔ یہ ایک پوسٹ پیڈ کنکشن ہے۔ جتنا جی چاہے، استعمال کرو۔ بل کی فکر نہ کرنا۔ وہ میرے اکاؤنٹ سے ادا ہوتا رہے گا۔''

میں نے اس عنایتِ خسروانہ پر اس کا بھرپور شکریہ ادا کیا۔ اس نے مجھے اور ساحل کو ڈھیروں دعائیں دیں اور رابطہ منقطع کر دیا۔

بظاہر سیدھی اور کھری نظر آنے والی ربی کی اس ٹیڑھی چال پر میں گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے میری سوچ کو ایک سوالیہ نشان پر سوچنے کے لیے ڈال دیا تھا۔

☆☆☆

اگر کسی چیز کے آسانی سے حاصل ہونے کے آثار پیدا ہو جائیں تو انسان کو یقین نہیں آتا۔ یہ ایک انہونی سی لگتی ہے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ربی اتنی شرافت سے ساحل کو میرے حوالے کر دے گا۔ اس کے پیچھے اس کی یقیناً کوئی چالاکی چھپی ہوئی تھی۔ اس کی عیاری اور مکاری کو مجھ سے زیادہ بھلا اور کون جان سکتا تھا!

اس کے باوجود بھی میں نے رسک لیتے ہوئے ٹیبل ریزرو کروانے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ساحل کا معاملہ ہی ایسا تھا کہ میں کسی رسک کو خاطر میں نہیں لا سکتا تھا۔ اس بات کے قوی امکانات تھے کہ یہ ''دعوت'' ربی نے مجھے گھیرنے کے لیے دی تھی۔ وہ اتنا سیدھا نہیں تھا کہ اس اہتمام کے ساتھ مجھے ساحل سے ملوا دیتا۔ بہرحال ایک چال باز کو کسی چال بازی ہی سے شکست دی جا سکتی تھی۔ مجھے ہر صورت ریسٹورنٹ پہنچنا تھا اور مضبوط پلاننگ کے ساتھ پہنچنا تھا۔

ناشتے کے بعد وسیم نے دھندے پر نکلنے سے انکار کر دیا ''آج کا دن تمہارے نام ہے وجدان!'' اس نے خلوصِ دل سے کہا۔

میں نیو یارک میں ٹیکسی چلانے والوں کے مسائل سے بہ خوبی آگاہ تھا۔ ایک دن اگر ان کا پہیا رک جاتا تو اچھا بھلا نقصان ہو جاتا تھا۔ میں نے اس کے ایثار سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارے جذبات کو محسوس کر رہا ہوں وسیم! تم خواہ مخواہ اپنا نقصان کیوں کرتے ہو۔ تم حسبِ معمول اپنے کام پر نکلو۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ قطعیت سے بولا ''ایک دن میڈیلین کھڑی رہے گی تو کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔ آج تو ویسے بھی چھٹی کا دن ہے تو ایسے بھی سہی۔''

جب وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا تو میں اسے اپنے ساتھ لے کر ونگ ہنگ کے پاس پہنچ گیا۔ وسیم کی کیب کو ہم نے احتیاطاً شوگر مل ہی میں چھوڑ دیا تھا۔ اس ٹیکسی کے راز سے صرف سائمن ہی آگاہ تھا اور وہ دریائے ہارلم میں ابدی ''سکونت'' اختیار کر چکا تھا بہرحال، کم از کم ایک دن کی احتیاط تو ضروری تھی۔ وسیم نے اس دن ٹیکسی نہ نکالنے کا فیصلہ کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ ہم ایک ٹیکسی پکڑ کر ونگ ہنگ کے گھر پہنچ گئے۔

رسمی علیک سلیک کے بعد ہنگ مجھے ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا۔ اس کا انداز کسی بڑی گڑبڑ کی نشاندہی کر رہا تھا۔ میں سمجھا شاید شیوی والے معاملے میں کوئی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ تنہائی میسر آتے ہی میں نے سوال داغ دیا۔

''مسٹر ہنگ! تم نے شیوی کی چوری سے متعلق رپورٹ درج کروا دی؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور بولا ''سب نمٹ گیا۔ وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔''

''پھر کیا مسئلہ ہے۔ تم اس قدر پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟''

اس نے متذبذب نظر سے مجھے دیکھا اور تامل کرتے ہوئے بولا ''تمہارے لیے ایک بُری خبر ہے۔''

میں سمجھا' شاید وہ راکیل کے بارے میں کوئی انکشاف کرنے والا ہے۔ ویسے میں نے ابھی تک اسے راکیل کی موت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔

''کیسی بری خبر؟'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ بوجھل آواز میں بولا ''سانگ فو گزر گئے!''

میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا اور میں نے تیز آواز میں دریافت کیا ''کب؟ آج صبح ہی تو میری ان سے بات ہوئی ہے..... لگ بھگ پانچ بجے!''

''ابھی تھوڑی دیر پہلے سیٹل سے چاؤلیان کا فون آیا تھا۔'' مسٹر ہنگ نے بتایا ''سانگ فو کی موت آج صبح چھے بجے واقع ہوئی ہے۔''

''اوہ!'' میں ایک تھکی ہوئی سانس خارج کر کے رہ گیا۔

چاؤلیان وہی میک اپ ایکسپرٹ تھا جس نے مجھے کئی مفید ٹپس دی تھیں۔ ہنگ نے کہا ''میں سیٹل جانے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن چاؤلیان نے واضح الفاظ میں مجھے منع کر دیا۔ اس نے بتایا ہے کہ محترم سانگ فو نے آخری لمحات میں ہدایت کی تھی کہ سیٹل میں بھیڑ لگانے کی ضرورت نہیں۔ سب کام اپنی اپنی جگہ پر جاری رہیں گے۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر مونگ کو بھی واپس آنے سے روک دیا گیا ہے۔''

میں نے چونک کر ہنگ کو دیکھا ''تم ڈاکٹر مونگ ریفوشے اور اس کے مشن سے واقف ہو؟''

اس نے بڑے رسان سے اثبات میں سر ہلایا اور کہا ''میں تو تمہارے بارے میں بھی اب جاننے لگا ہوں۔ گزشتہ رات محترم سانگ فو نے مجھ سے رابطہ کر کے تم دونوں کے لیے خصوصی ہدایات جاری کی تھیں اور یہ تک بتا دیا تھا کہ ڈسلوا اور گارشیا کے بھیس میں تم لوگ وجدان اور راکیل ہو۔ مجھے ہر ممکن اور ہر صورت تمہاری مدد کرنا ہے۔ تم سانگ فو کے کسی نہایت اہی اہم مشن پر ہو!'' ایک لمحے کو رک کر اس نے اضافہ کرتے ہوئے بتایا ''محترم سانگ فو تم دونوں کے لیے یہاں آسانیاں چاہتے تھے۔ میں نے اپنے طور پر سوچا ہے 'تمہارے تمام کریڈٹ کارڈز بھی ''اسمارٹ کارڈ'' میں تبدیل کروا دوں۔ اسمارٹ کارڈ کو تم ایک بٹوا سمجھ لو۔ اس ایک کارڈ کے ذریعے تم اپنے تمام پن کوڈز کو استعمال کر سکو گے!''

میں نے سردست اسے کریڈٹ کارڈز کے بارے میں کچھ نہ بتایا اور خاموش رہ کر میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ہنگ کی بات سے اندازہ ہوا' سانگ فو کو اپنی رخصتی کا یقین ہو گیا تھا اسی لیے اس نے ہنگ کو ہماری حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔ ویسے تو وہ مجھ سے بھی بڑے واشگاف الفاظ میں کہہ چکا تھا کہ وہ زندگی کا سفر پورا کر چکا ہے۔ پتا نہیں' کب یہ چراغ بجھ جائے۔ اس نے اپنے دوسرے جنم میں مجھ سے تبت میں ملنے کی پیش گوئی بھی کی تھی کہ وہ مجھے سانگ فو نامی، چار سال کے ایک خوبصورت بچے کے روپ میں ملے گا اور یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ میں اسے دیکھتے ہی پہچان لوں گا۔ اس وقت میں نے سانگ فو کی بات پر زیادہ توجہ اس لیے بھی نہیں دی تھی کہ میں آواگون جیسے نظریے پر یقین نہیں رکھتا ہوں بہرحال' اگر واقعی میں تبت جاتا اور سانگ فو کی پیش گوئی صد فی صد درست ثابت ہوتی تو میں بدھ مت اور ہندو مت کے اس نظریے پر سنجیدگی سے غور کرتا کہ فنا اور بقا' تخلیق اور تردید کا یہ کون سا شعبہ ہے؟ کیا یہ انسانی لاشعور کی منتقلی کا کوئی آفاقی کھیل ہے؟ جیسے ایک موبائل فون کی بیٹری اگر اسی کمپنی کے کسی دوسرے موبائل سیٹ میں لگا دی جائے تو اس کے اندر جان آ جاتی ہے۔ آج کل تو مائیکرو چپ اور ''جی ایس ایم'' کا دور ہے۔ بیٹری والی مثال کو زیادہ تفصیل سے سمجھنے کے لیے ہم ''سم'' کی کارکردگی پر غور کر سکتے ہیں۔ اس ننھے سے کارڈ کے سلسلے میں تو ایک ہی کمپنی کو موبائل سیٹ ہونا بھی ضروری نہیں۔ آپ کا سارا ڈیٹا ایک ننھی منی سم میں محفوظ ہے۔ آپ اسے ایک موبائل سیٹ سے نکال کر دوسرے میں ڈالیں' وہ پہلے موبائل کا دوسرا جنم لے لے گا۔ کمپنی چاہے کوئی بھی ہو' ماڈل چاہے کوئی بھی ہو اور موبائل سیٹ کی شکل و صورت چاہے کتنی بھی مختلف کیوں نہ ہو' سم کی منتقلی کے بعد وہ بھی ''لاشعوری'' طور پر پہلے جیسا ہی ہو جائے گا۔ قدرت کے کھیل نرالے ہیں۔ کیا عجب کہ وہ کسی گزرے ہوئے انسان کے لاشعور کو ایک سم کی مانند آنے والے کسی انسان کے اندر منتقل کر دیتی ہو! قدرت کے کھیل کو سمجھنا آسان کام نہیں اسی لیے انسان اپنی عقل فہم کے مطابق اس کے کھیل کو کوئی بھی نام دے دیتا ہے۔ آواگون یا آواگمن بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے بے شک' قدرت کے راز صرف غور و فکر کرنے والوں پر کھلتے ہیں!

چند لمحات تک ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے پھر میں نے ہنگ کو راکیل کے بارے میں بتایا تو متاسفانہ انداز میں اس نے بھی وہی تبصرہ کیا جو اس سے پہلے سانگ فو کر چکا تھا ''اس جنم میں راکیل کی سانسیں پوری ہو چکی تھیں۔''

میں اپنے طور پر یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ ریسٹورنٹ میں ضرور جاؤں گا اور اس طرح جاؤں گا کہ ربی یا اس کے آدمیوں کی نظر میں نہ آؤں۔ میں وسیم کو فرنٹ پر رکھنا چاہتا تھا۔ میں وجدان کی حیثیت سے ٹیبل نمبر دو ن او فائیو کی جانب بڑھاتا اور خود کسی دوسری میز پر موجود رہتا۔ وسیم سے الگ رہتے ہوئے بھی میں اس کے ماحول کا حصہ بن کر میز نمبر ایک سو پانچ پر پہنچ جاتا۔ ویسے ساحل کی تصدیق کے لیے میں براہِ راست بھی اس میز تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ مجھے ساحل تک کیسے پیش قدمی کرنا ہے اس کا فیصلہ ریسٹورنٹ میں پہنچنے کے بعد ہی کیا جا سکتا تھا۔ فوری طور پر تو مجھے اس ہوٹل میں پہنچنے کا بندوبست کرنا تھا۔ میں نے ہنگ سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے بتایا۔

''وڈز آف دی ورلڈ میں عام لوگ صرف ڈنر ہی کر سکتے ہیں اور اس کے لیے بھی پہلے سے میز بک کروانا ہوتی ہے۔ بریک فاسٹ اور لنچ کی اجازت صرف مہمانوں کو اور ورلڈ ٹریڈ سینٹر کلب کے ممبران کو حاصل ہے۔ بہرحال!'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ میں ابھی فون کر دیتا ہوں۔ تمہارے لیے میز بک ہو جائے گی۔ ویسے اس ریسٹورنٹ کے کچن میں میرا ایک دوست مائیکل لوما نا کو بھی کام کرتا ہے۔ وہ اس ریسٹورنٹ کا ایک نہایت ہی اہم شیف ہے۔''

بات ختم کرتے ہی ہنگ میری فرمائش پر وڈز آف دی ورلڈ کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں فون ڈائل پر حرکت کرتی ہوئی اس کی انگلی کو توجہ سے دیکھتا رہا اور ریسٹورنٹ کا فون نمبر ''فائیو ٹو فور سیون ٹرپل زیرو'' اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ دوسری جانب بات کرنے کے بعد اس نے مجھے خبر دی کہ میرے لیے نارتھ ویو کی ٹیبل نمبر ایک سو نو بک ہو گئی تھی۔ میں نے یہ میز وسیم کے نام سے بک کروائی تھی۔ وسیم کو میں وجدان (ڈسلوا) کی حیثیت سے ساحل والی میز کی طرف بھیجنا چاہتا تھا۔ اس ''تبدیلی'' کے لیے ہم دونوں کو اپنے چہروں پر تھوڑا کام کرنا تھا اور یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں تھی۔ میک اپ کا یہ کام اب میرے لیے بائیں ہاتھ کے کھیل جیسی حیثیت رکھتا تھا۔

ربی موشے پائمن کے مطابق' ساحل ٹھیک نو بجے رات میز نمبر ایک سو پانچ پر میری منتظر ہوتی۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ مجھے (وسیم) کو میز نمبر ایک سو نو پر بٹھایا گیا تھا جو تقریباً ساحل والی میز سے زیادہ فاصلے پر نہ ہوتی۔ میں نے اس سلسلے میں مسٹر ہنگ سے استفسار کیا تو اس نے بتایا۔

''ون او فائیو اور ون او نائن دونوں نارتھ ویو ٹیبل ہیں اور ایک رو کے فاصلے پر واقع ہیں۔''

میں نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کی۔ میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے مسٹر ہنگ مجھے وڈز آف دی ورلڈ کے بارے میں تفصیلاً بتانے لگے۔ اس کے مطابق مذکورہ عظیم الشان ریسٹورنٹ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ایک سو سات ویں فلور پر واقع تھا۔ انیس سو ترانوے میں ایک بم دھماکے کے باعث سینٹر کے بیس منٹ کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ ریسٹورنٹ کا کچن اسی حصے میں واقع تھا چنانچہ کچھ عرصے کے لیے ریسٹورنٹ کو بند کر دیا تھا۔ انیس سو ستانوے میں یہ ریسٹورنٹ دوبارہ کھول دیا گیا اور اب یہ پہلے سے بھی زیادہ اچھی سروس فراہم کرنے لگا۔ ایک نادر کی چھت پر آبزرویشن ڈیک بھی بنا ہوا ہے۔ اس مشاہدے گاہ سے مخصوص دوربین کی مدد سے میلوں (لگ بھگ اسی کلومیٹر) دور تک کا حسین نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ اگر آپ کو نارتھ ویو ٹیبل مل گئی تو اس مڈ ٹاؤن مین ہیٹن کے روشن 'چمکتے دمکتے اسکائی اسکریپرز' سینٹرل پارک' ہڈسن ریور اور چارلز ڈاشنٹن برج کا نظارہ کر سکتے ہیں۔ ایسٹ ویو ٹیبل سے کم و بیش نصف کلومیٹر نیچے 'ایسٹ ریور' مین ہیٹن برج' بروکلین برج اور ولیمز برگ کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے مگر یہ تمام تر ''سکتا ہے'' آج کل ''سکتا تھا'' میں بدل چکا ہے۔

جب ہانس ہی ناپید ہو جائیں تو پھر ہانسری کیوں کر بجے گی!

یہ ریسٹورنٹ انیس سو ستانوے میں جب دوبارہ کھلا تو لوگ اسے وڈز آن دی ورلڈ کے نام سے یاد کرنے لگے مگر بعض اب بھی اسے وڈز آف دی ورلڈ ہی کہتے تھے۔ پھر نائن الیون کے بعد یہ ''آن۔ آف'' کا چکر بھی نکل گیا۔ خدا سے ڈرنا چاہیے اور ہر وقت ذہن میں یہ رکھنا چاہیے کہ..... مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے!

مسٹر ہنگ میرا راز دار بن گیا تھا لہٰذا میں نے اسے اپنے مشن اور تازہ ترین حالات کے بارے میں مختصراً بتا دیا۔ وہ سانگ فو کا قابلِ اعتماد بندہ تھا لہٰذا اس پر بھروسا کیا جا سکتا تھا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ موبائل فون کو صرف ربی یا اس کے آدمیوں سے رابطے کے لیے استعمال کروں ورنہ پوسٹ پیڈ لائن کا جب بل جاری ہو گا تو ربی کو پتا چل جائے گا 'نیویارک میں' میں کس کس شخص سے رابطے میں ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اس سیل پر اس سے اور سانگ فو سے بات کر چکا ہوں' اس نے کہا۔

''جو وقت گزر گیا اسے واپس نہیں لایا جا سکتا۔ آئندہ کے لیے محتاط رہنا۔''

اس کا مشورہ انتہائی معقول تھا لہٰذا میں نے اسے ذہن

نشین کرلیا پھر کہا ''مجھے کچھ رقم کی بھی ضرورت ہوگی۔''

''آج چھٹی کا دن ہے اس لیے تمام بینک بند ہیں۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ''بہرحال میں ڈیبٹ کارڈ (اے ٹی ایم) استعمال کرکے دس ہزار ڈالرز تک کا بندوبست کرسکتا ہوں۔''

میں نے مطمئن لہجے میں کہا ''بس اتنی ہی رقم کافی ہے۔ کام چل جائے گا۔''

''تمہاری پوری کہانی کے پیشِ نظر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم اب ڈسلوا کے بھیس میں رہو یا وجدان کی حیثیت سے گھومو پھرو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نے جن دشمنوں کی خاطر اپنا حلیہ تبدیل کیا تھا وہ تمہاری شخصیت سے پوری طرح واقف ہیں۔ تم کہو تو میں تمہارے لیے نئے کریڈٹ کارڈز بھی بنوا دیتا ہوں۔''

''کارڈز کے بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''پہلے ذرا میں آج کے مشن سے نمٹ آؤں۔''

مسٹر ہنگ نے مجھ سے زیادہ بحث نہیں کی۔ میں نے اسے اپنے اور ردیم کے حلیوں میں تبدیلی سے متعلق آگاہ کیا۔ اس نے کہا ''یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ میں ردیم کو لگ بھگ ڈسلوا اور تمہیں جو کہو گے بنادوں گا۔'' میں نے اسے اپنی میک اپ میں مہارت کے بارے میں بتایا تو وہ خوش ہوگیا ''وجدان! سانگ فو جیسے شخص نے اگر تمہاری تعریف کی ہے تو یہ کوئی عام بات نہیں ہوسکتی۔ تمہیں میک اپ کے سلسلے میں جو بھی سامان درکار ہو میں مہیا کردوں گا اور..... رقم کا بندوبست کرنے میں ابھی جارہا ہوں۔''

اس کے بعد وہ مجھے اور ردیم کو اپنے گھر میں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ میں نے دراصل وہ رقم ردیم کے لیے منگوائی تھی۔ میں مذکورہ دس ہزار ڈالرز کو ردیم کے اکاؤنٹ میں ڈلوانا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا' آئندہ چند روز میں ردیم کے ساتھ ہی رہوں گا۔ رنگ ہنگ سے بار بار ملنا اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہوسکتا تھا۔ ردیم میرا اہم وطن اور جی دار بندہ تھا میں نے انیس واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز میں اس کی ''کارکردگی'' کو اطمینان بخش پایا تھا۔ ازیں علاوہ اس کے فلیٹ میں فی الحال میرے لیے اچھے خاصی گنجائش بھی تھی۔ نوید کے لوٹنے میں ابھی کافی دن باقی تھے۔

ویسے بھی ہارلم کا علاقہ میرے لیے زیادہ ''محفوظ'' تھا۔ ربی یا اس کے گماشتوں کا بھول کر بھی اس طرف دھیان نہیں جاسکتا تھا۔ وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں شوگر ہل (ہارلم) میں کہیں چھپا بیٹھا ہوں۔

رنگ کے جانے کے بعد میں ردیم سے باتیں کرنے لگا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو خود سے متعارف کرایا۔ ردیم ایک باغی لڑکا تھا۔ میں نے بعض نہایت ہی حساس پہلوؤں کو چھوڑ کر اپنے بارے میں اسے سب کچھ بتادیا۔ وہ میری معینہ صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''یار وجدان! مجھے بھی اس جنگی فن کا بہت شوق تھا مگر..... یہ شوق ابتدائی مرحلے ہی میں دم توڑ گیا!'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔ میں نے محسوس کیا' وہ خاصا افسردہ ہوگیا تھا۔

میں نے کہا ''انسان کا شوق کبھی دم نہیں توڑتا۔ یہ آخری سانس تک جاری رہتا ہے اور انسان کے ساتھ ہی قبر میں اترتا ہے۔ تمہاری اداسی کو دیکھ کر لگتا ہے' تمہارے ساتھ کوئی ٹریجڈی ہوئی ہے؟''

''تم ٹھیک کہتے ہو یار!'' وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

میں نے سنجیدگی سے پوچھا ''کوئی لڑکی وغیرہ کا چکر تھا؟''

اس نے متاسفانہ انداز میں مجھے دیکھا اور بولا ''ہاں! لڑکی بھی تھا.....''

''وہ بھی تھا.....'' میں نے اسی کے ادا کردہ الفاظ کو دہرایا اور بہ دستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''اس کا مطلب ہے تم نے ایک سے زیادہ چکر چلا رکھے ہیں؟''

''نہیں یار اب تو سب چکر ختم ہوگئے۔'' وہ جلدی سے بولا ''ہاں تو میں تمہیں اپنے شوق کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس شوق کے دم توڑنے میں کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں بلکہ سب سے بڑی وجہ میرے انسٹرکٹر تھے۔'' میں نے واضح طور پر محسوس کیا وہ لڑکی والے موضوع سے کنی کاٹ رہا تھا۔ میں نے سوچا میں کسی وقت اس سلسلے میں اسے گھیروں گا میں اس کی بات پر متوجہ رہا۔

''انسٹرکٹر!'' میں نے حیرت سے اسے دیکھا ''انہوں نے تمہیں سکھانے سے انکار کردیا تھا؟''

''انکار تو نہیں کیا مگر سکھایا بھی نہیں۔''

''تم ایک الجھی ہوئی بات کررہے ہو ردیم۔'' میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور بتانے لگا ''نیویارک والے باغ میں ایک بہت معیاری مارشل آرٹس سینٹر تھا۔

اپنے علاقے کا ذکر کررہا تھا۔ ''میں انسٹرکٹر مقصود مغل سے یہ فن سیکھ رہا تھا۔ مقصود صاحب ہر فن مولا تھے۔ ہمارے درمیان استاد شاگرد کے علاوہ دوستی کا رشتہ بھی تھا۔ سینٹر سے باہر بھی ہم اکثر ساتھ ہی نظر آتے۔ رات کو دو دو' تین تین بجے تک کنگ فو کی ڈاکومینٹری بھی دیکھتے۔ بروس لی کے ایک ایک اسٹیپ کی ہم پریکٹس کرتے۔ پھر مقصود صاحب اچانک سینٹر چھوڑ کر سعودیہ چلے گئے۔ سینٹر تو ان کے جانے کے بعد بھی چلتا رہا مگر میں پھر ایک دن بھی وہاں نہ گیا۔ بس دل بجھ سا گیا تھا۔''

وہ ذرا دیر کے لیے متوقف ہوا پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''ابو کی نوشہرہ روڈ پر ہی ایک چھوٹی سی فیکٹری تھی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ کام میں لگانا چاہتے تھے لیکن میرا دل کسی کام میں نہیں لگتا تھا۔ میں نے آوارہ گردی شروع کردی اور دنگے فساد کو اپنا شیوہ بنالیا۔ میں شرطیں لگا کر اسٹریٹ فائٹ کرنے لگا۔ اس طرح اچھی خاصی آمدنی بھی ہوجاتی۔ میں اگر دوسروں کو چوٹیں پہنچاتا تو مجھے بھی یہ ''تحفے'' ضرور ملتے۔ ابو کو میری سرگرمیوں کا علم ہوا تو انہوں نے امی کے پاس بٹھا کر مجھ سے فائنل بات کرلی۔ انہوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ اس قسم کے بیٹے کو وہ برداشت نہیں کرسکتے۔ گھر میں رہنا ہے تو بندے کا پتر بن کر رہوں ورنہ چلتا پھرتا نظر آؤں۔ پتا نہیں' میرے دماغ میں کیا آئی کہ میں نے کہہ دیا' آپ مجھے ملک سے باہر بھجوادیں۔ ابو مجھ سے اور میری حرکتوں سے تنگ تو تھے ہی، غصے میں پوچھنے لگے' باہر کس ملک میں جاؤ گے؟ میں نے سعودیہ کا نام لیا تو انہوں نے صاف انکار کردیا۔ بولے اب سعودیہ میں کچھ نہیں رکھا۔ زندگی بنانا ہے تو امریکا جاؤ۔ میری زبان سے نکل گیا' ٹھیک ہے' آپ مجھے امریکا ہی بھجوادیں..... اور انہوں نے کسی طرح کوشش کرکے مجھے امریکا بھجوا دیا۔'' وہ لمحے بھر کو رکا پھر گہری سنجیدگی سے بولا ''میں نے سعودیہ جانے کا فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ مقصود صاحب کا ساتھ حاصل ہوجائے گا لیکن قسمت کے کھیل بڑے نرالے ہیں۔ میں امریکا آگیا' مجھے کیا معلوم تھا' مقصود مغل کے بجائے اب میری ملاقات کسی وجدان سے ہونے والی ہے!''

میں نے کہا ''اسٹریٹ فائٹر ہونا ایک بہت بڑی کوالٹی ہے۔ عملی زندگی میں اسی فن کی ضرورت پیش آتی ہے۔ میرے ساتھ رہو گے تو قدم قدم پر اس کے مظاہرے دیکھنے کو ملیں گے۔ میں نہیں جانتا' میں تمہیں کیا سکھا پاؤں گا لیکن یہ ضرور ہے اگر تم چاہو تو بہت کچھ سیکھ سکتے ہو!''

''تم نے بہت گہری بات کردی ہے!''

''اچھا' کیا واقعی؟''

وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے لگا۔

آئندہ آدھے گھنٹے میں' میں نے وسیم کو رات والے مشن سے آگاہ کیا۔ اس نے پوری توجہ سے میری بات سنی۔ اس دوران میں اس کے چہرے کے تاثرات میں سنسنی سی دوڑتی رہی۔ جو شخص لڑائی بھڑائی کا ماہر ہو' اس قسم کے اسائنمنٹ اس کے اندر ایک کرنٹ سا دوڑا دیتے ہیں۔ اپنی بات کے اختتام پر میں نے کہا۔

''ہمارا یہ میزبان کچھ رقم لے کر واپس آنے والا ہے۔ میری خواہش ہے' وہ رقم تم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کروالو۔ تمہارے ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈز سے میں بھی استفادہ کرتا رہوں گا۔''

وسیم ویزا' ایم ایکس (امریکن ایکسپریس) اور ایکسیس (ماسٹر) کارڈز استعمال کررہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اس کے پاس ڈیبٹ کارڈ (اے ٹی ایم) بھی تھا۔ میں نے اپنے استفادہ کرنے والی بات دانستہ کہی تھی تاکہ اس کے پاس انکار یا ہچکچاہٹ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ میرا یہ حربہ کامیاب رہا اور بلاچون وچرا اس نے میری بات مان لی۔

لنچ ہم نے ونگ ہنگ کے ساتھ کیا اور ہلکی پھلکی شاپنگ کے لیے میں وسیم کے ساتھ باہر نکل گیا۔ وہ چھٹی کا دن تھا تاہم اکا دکا مول (مال) اور ڈیپارٹمنٹل اسٹور کھلے تھے۔ تین بجے ہم واپس ونگ ہنگ کی رہائش گاہ، واقع موٹ اسٹریٹ پہنچ گئے۔

چائنا ٹاؤن میں موٹ اسٹریٹ کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک تو بدھ عبادت گاہ اسی اسٹریٹ پر واقع ہے۔ دوسرے چائنیز پیپلز نیوایئر کے موقع پر یہاں سب سے زیادہ رونق دیکھنے کو ملتی ہے۔ موٹ' بیارڈ اور پیل اسٹریٹس کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے۔ آگ کی شعبدہ گری اور ڈریگن ڈانس اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔ موٹ اسٹریٹ کے ہنگامے بہت ہی ولولہ انگیز اور محظوظ کن ہوتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق چائنا ٹاؤن میں لگ بھگ تین لاکھ چینی آباد ہیں۔ اس علاقے میں داخل ہونے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے' چین میں قدم رکھ دیا ہو!

چینی کیلنڈر کے مطابق نیا سال انیس جنوری کے بعد پڑنے والے پہلے مکمل چاند سے شروع ہوتا ہے۔ چینی کیلنڈر شمسی اور قمری گردشوں کے نچوڑ سے تیار کیا گیا ہے۔ اس حساب سے ان لوگوں کا نیا سال عموماً جنوری یا فروری ہی کی کسی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ ان دنوں بھی پیپلز نیوایئر کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ اس سال یہ تہوار فروری میں منایا جانے والا تھا۔

''ونڈرز آف دی ورلڈ'' کی طرف روانگی میں ابھی دیر تھی۔ میں نے تھوڑے آرام کو ترجیح دی۔ اگر مجھے بجے تک ایک مختصر مگر گہری نیند لے لی جاتی تو زیادہ مستعدی کے ساتھ میں اپنے مشن کو سر کرسکتا تھا۔ ہماری تیاری کے لیے ایک گھنٹا کافی تھا۔ ہم ہنگ کی رہائش گاہ پر ہی دو الگ کمروں میں گھس گئے۔

میں نے خود کو نیند کی بانہوں میں دینے سے قبل تھوڑی سی تصوراتی آوارہ گردی کو ضروری سمجھا اور آنکھیں بند کرکے بستر پر دراز ہوگیا۔ ادھر ظاہرہ آنکھیں بند ہوئیں ادھر ہالنی آنکھ کا شٹر کھل گیا۔ میں تھرڈ آئی کے طفیل ساحل کے پاس پہنچ گیا۔

ساحل کے ماحول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ میں نے لگ بھگ بارہ گھنٹے پہلے اسے جس بیڈروم میں دیکھا تھا وہ اس وقت بھی وہیں موجود تھی' فرق صرف اتنا تھا کہ صبح کے تین بجے وہ گہری نیند میں مجھے نظر آئی تھی اور اب سہ پہر تین بجے وہ پوری طرح بیدار تھی۔ میں بڑے انہماک سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بستر پر چت لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی۔

اس بیڈروم کی ایک ایک شے کو میں نے ذہن میں کندہ کررکھا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوجاتا کہ وہ کمرا کس عمارت میں واقع ہے تو میں کسی گائیڈڈ میزائل کے مانند اپنا راستہ بناتے ہوئے ساحل تک پہنچ جاتا لیکن افسوس کہ فی الحال مجھے یہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔

تقدیر اور تدبیر کی جنگ انسان کو بڑا رلاتی ہے۔ با تدبیر لوگوں کے ساتھ تقدیر سب سے زیادہ اٹکھیلیاں کرتی ہے اور انہیں قدم قدم پر بے بسی کے احساس سے دوچار کرکے یہ باور کراتی ہے کہ تمہاری تدبیر کو پلک جھپکتے میں ملیامیٹ کیا جاسکتا ہے لیکن تدبیر کرنے والے حوصلہ نہیں ہارتے۔ وہ اپنی تگ ودو کو جاری رکھتے ہیں اور بالآخر ایک روز اپنی کسی تدبیر سے مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں!

اس وقت ساحل مجھے بہت پیاری لگی۔ اسے پہلی مرتبہ دیکھنے کے بعد اسے ابھی تک کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا تھا کہ وہ مجھے پیاری نہ لگی ہو لیکن وہ میری دسترس میں تھی' اب پہنچ سے دور ہوتی تھی۔ جس شے کا حصول مشکل ہوجائے وہ زیادہ پرکشش ہوجاتی ہے۔ حالات کی ستم ظریفی نے ایک طویل عرصے سے ساحل کو مجھ سے جدا کررکھا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ جدا کرنے والے ہاتھ بدلتے رہے لیکن میری تکلیف میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ دردِ جدائی اور کربِ فراق بڑھتا گیا۔

چوہدری نوازش علی دو ٹکے کا فنڈا تھا۔ ساحل جب تک اس کی تحویل میں رہی وہ میری نظر سے اوجھل بھی رہی۔ پھر شعیب غوری ولین بن کر سامنے آیا۔ میں یہ تو جان گیا تھا' غوری یہودی لابی کا آلۂ کار ہے اور ان کے مفاد کے لیے پاکستان' خصوصاً کراچی میں کام کررہا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا وہ ساحل کو پکڑ کر یہودیوں..... اپنے خود منتخب کردہ باپوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ اور اب یہ براہِ راست یہودی لابی سے میری ٹھن گئی تھی۔ ربی موشے ہائمن کسی معمولی شخص کا نام نہیں تھا۔ میں اس غیر معمولی شخص کے حصار کو توڑ کر اس پر ثابت کرچکا تھا کہ وہ بھی مجھے کوئی چلتا پھرتا نوجوان نہ سمجھے میں اس کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہوں گا۔

موشے ہائمن نہایت ہی محتاط اور زیرک شخص تھا۔ وہ مجھے کیلنے کے لیے دوستی اور محبت کا منتر پڑھ رہا تھا۔ وہ بڑی شفقت اور بزرگی سے مجھے اپنے ہاتھ کے نیچے لانے کی تگ و دو میں تھا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا' میں اس کے سایے میں آتا ہوں یا پھر سایے بان ہی کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہوں۔

مجھے ربی کے وعدے کا رتی بھر اعتبار نہیں تھا لیکن میں پھر بھی اس کی دعوت پر ریسٹورنٹ جانے والا تھا۔ اگر یہ دھوکا ہی تھا تو پھر مجھے ربی کی طرف سے یہ آخری دھوکا بھی کھانا ہی تھا تاکہ زندگی میں جب بھی ہمارا سامنا ہو تو میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھور سکوں اور لگا ہوں کی زبان میں اس سے کہہ سکوں..... میرا نام دجدان ہے۔ میں جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا کر آتا ہوں اور اس طرح پہنچا کر آتا ہوں کہ وہ خود اپنی نظر میں گر جاتا ہے!

میں نے محسوس کیا' میں ربی کے بارے میں سوچتے ہوئے خاصا تلخ ہورہا تھا۔ میں نے اس کے خیال کو ذہن سے جھٹکا اور اپنی ساحل کو دیکھنے لگا۔ میں کافی دیر تک اس انتظار میں رہا کہ وہ بستر سے اٹھے' اٹھ کر چلے اور چل کر کمرے سے باہر نکلے..... یا پھر اس کو دیکھنے کے لیے کوئی کمرے کے اندر داخل ہوتا کہ میری ''سرگرمی'' کی راہ کھلے لیکن میری خواہش پوری نہ ہوئی۔

میں اس سوچ کے ساتھ ساحل کے ماحول سے نکل آیا کہ رات نو بجے ونڈرز آف دی ورلڈ میں اس سے ملاقات ہونے والی ہے۔ ویسے ایک بات کا مجھے اطمینان تھا اور وہ یہ کہ ساحل کی صحت اور طبیعت مجھے پہلے سے کافی بہتر محسوس ہورہی تھی

گویا ربی اس کا خاصا ''خیال'' رکھ رہا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا پھر ربی کے چٹکی لینے کے لیے تیسری آنکھ کو زحمت دی۔ گزشتہ سے پیوستہ اس بار بھی مجھے ناکامیابی کا سامنا ہوا۔ دوسری کوشش کے طور پر میں نے برنارڈ لیو کی جانب چھلانگ لگائی۔ اس مرتبہ بھی میں اپنا ہدف حاصل نہ کرسکا۔ تیسری ٹرائی میں نے اس آفت زادے پر ماری جو ربی کے کسی ''چمگادڑ'' کے طفیل کراچی سے نیویارک پہنچا تھا اور میں نے برنارڈ لیو کے توسط سے اسے ایسٹ ہاسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ میں دیکھا تھا۔ وہ براہِ راست میری رسائی میں نہیں تھا۔ ازاں بعد ربی نے لیو کو بھی کسی ایسے عمل سے گزارا کہ وہ بھی میری پہنچ میں نہ رہا۔ اس دفعہ بھی میں نقلی وجدان کا سراغ نہ پاسکا۔ برنارڈ لیو اور نقلی وجدان ربی کے زیرِ اثر تھا۔ پتا نہیں وہ انہیں کس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا! میں ''سہ کھمی'' میں ناکامیاب ہوکر واپس لوٹ آیا۔

میں نے گزشتہ روز رات آٹھ بجے سائنا گاگ میں لیو کے توسط سے ربی کو دیکھا تھا۔ پھر چودہ گھنٹے بعد آج صبح دو بجے سیل پر میری اس سے بات ہوئی اور اس نے بتایا کہ وہ اسرائیل میں ہے۔ میں نہیں جانتا تھا' امریکا سے چودہ گھنٹے میں اسرائیل پہنچا جاسکتا تھا یا نہیں۔ ربی کی مکاری مجھ پر کھل چکی تھی اور وہ میری نگاہ میں ایک ناقابلِ اعتبار شخص ٹھہر چکا تھا لہٰذا میں اس کے اسرائیل میں ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اب ..... ان تینوں کو دیکھے کم وبیش انیس گھنٹے بیت گئے تھے۔

مجھے ایک شرارت سوجھی اور میں نے سیل سے لیو کو کال کی۔ لیو کا سیل نمبر میرے موبائل میں موجود تھا۔ وہ میرے تصور میں نہیں آرہا تھا لیکن اس واسطے سے میں اس سے بات تو کرسکتا تھا۔ میری یہ کوشش بھی ناکام ہوئی..... برنارڈ لیو کا سیل آف تھا۔ اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں تھی کہ مذکورہ سیل اب اس کے استعمال میں تھا بھی یا نہیں! ربی کی پُراسرار سرگرمیوں سے تو یہی جواب سامنے آتا تھا..... نہیں!

میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں شام چھے بجے تک نہایت ہی پُرسکون' میٹھی اور گہری نیند سوؤں گا لیکن اس دوران میں اگر اس اقامت گاہ پر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے کے آثار ابھرے تو وقتِ مقررہ سے پہلے ہی میری آنکھ کھل جائے گی۔

اس ہدایت کی تکمیل کے چند سیکنڈ بعد میں نیند کی گداز بانہوں کے ریشمی شکنجے میں گرفتار ہوچکا تھا۔ اس شکنجے سے اسیری اور رہائی کا امتزاج جھلکتا تھا۔

☆☆☆

ٹھیک آٹھ بجے ہم چائنا ٹاؤن سے نکل آئے۔

میں وسیم کے ساتھ بیلو میڈیلین کی عقبی نشست پر براجمان تھا۔ میرے اور وسیم کے قد کاٹھ میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ وسیم کے چہرے پر ہلکا پھلکا میک اپ کرکے اسے ڈسلوا کے بھیس میں یا پھر کسی اور ہی رنگ میں' اور یہ آزادی میرے حق میں جاتی تھی میں نے وسیم کو ڈسلوا سے قریب تر کرنے کی کوشش کی تھی ..... ربی نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی تھی کہ مجھے وجدان کے روپ میں وہاں پہنچنا ہے یا ڈسلوا کے طور پر۔ نیل نمبر ون اوفائیو پر پہنچانا چاہتا تھا اور خود نیل نمبرون اونائن پر رہا کر ادھر کا جائزہ لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اپنے حلیے میں کیے اس نوعیت کی تبدیلی کی تھی کہ میں وجدان رہا تھا اور نہ ہی ڈسلوا! بہرحال میرا نام ''وسیم'' تھا۔ ربی اگر مجھے چھپانا چاہتا تو اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ نیل نمبرون او فائیو والے بندے پر ہاتھ ڈال دیتا۔ پروگرام کے مطابق وجدان کو بھی مجھے اس میز تک پہنچانا تھا۔

سفر کے دوران میں ہمارے درمیان بات چیت جاری رہی۔ ڈرائیور ہماری گفتگو کا ایک لفظ نہیں سن سکتا تھا کیونکہ دونوں ''پارٹیشن'' کے بیچ شیشے کی دیوار حائل تھی۔ ٹیکسی ڈسپارٹمنٹ کا یہ انتظام قابلِ تعریف تھا۔

ہم لیکسم اسکوائر پر پہنچے پھر پارک روپر سفر کرتے ہوئے پیس یونیورسٹی کے قریب سے گزرے اور سینٹ پال چیپل سے بیلو کیب فلٹن اسٹریٹ میں داخل ہوگئی۔ مذکورہ اسٹریٹ آگے جاکر چرچ اسٹریٹ سے مل گئی۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر درحقیقت چار اسٹریٹس کے اندر ''بند'' تھا۔ ٹوئن ٹاورز نے اچھی خاصی جگہ گھیر رکھی تھی۔ لوکیشن کے اعتبار سے نارتھ ٹاور بلڈنگ اور ساؤتھ ٹاور بلڈنگ چرچ اسٹریٹ پر' لبرٹی اسٹریٹ اور ویزے اسٹریٹ کے درمیان استادہ تھے۔ ویسٹ اسٹریٹ عقب میں تھی۔ شیشے اور فولاد سے بنے اس' ایک سو دس منزلہ سینٹر میں پچاس ہزار سے زیادہ افراد کام کرتے تھے۔

چرچ اسٹریٹ کے آغاز پر ہم نے بیلو کیب کو چھوڑ دیا اور ایک شاندار کافی ہاؤس میں آبیٹھے۔ اس وقت رات کے آٹھ بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ میں چند منٹ یہاں رک کر آئندہ کے لیے لائحہ عمل ترتیب دینا چاہتا تھا۔

کافی ہاؤس کے اندر سکون ہی سکون تھا۔ سوچ بچار کے لیے یہ خاصا سازگار ماحول تھا۔ ہم نے کافی کا آرڈر دیا اور وسیم کو چند لمحات تک خاموش رہنے کا اشارہ کرکے میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نو بجنے میں صرف پینتیس منٹ باقی تھے۔ میں کوئی قدم اٹھانے سے قبل ساحل کی تازہ ترین پوزیشن کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ میں آج ڈنڈوز آف دی ورلڈ میں جس ہستی کے ساتھ ڈنر کرنے والا تھا' اس کی خبر گیری بہت ضروری تھی۔

میں نے اسی ہستی کے ان منٹ خال وخط کو تیسری آنکھ کے سامنے ابھارا' دوسرے ہی لمحے میں اپنے ساحل سے جاگا اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ساحل ہنوز اسی بیڈروم میں بستر پر خاموش لیٹی تھی۔ بیڈروم میں اس کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا اور ساحل اس وقت جاگ رہی تھی!

ربی کی مشفقانہ دعوت کا راز فاش ہوگیا۔ اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہ رہی کہ وہ ساحل کا چارا لگا کر مجھے شکار کرنا چاہتا تھا۔ اگر ساحل کو میرے ساتھ ڈنر کرنا تھا تو اس وقت وہ بیڈروم میں لیٹی کیا کررہی تھی۔ اسے تو ریسٹورنٹ میں ہونا چاہیے تھا یا پھر راستے میں!

اس رخ پر سوچتے ہوئے ایک فوری خیال میرے ذہن سے گزرا۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا' ساحل والا وہ بیڈروم ڈنڈوز آف دی ورلڈ سے چند قدموں کے فاصلے پر ہو۔ میں نے ساحل کو بیڈروم میں چھوڑا اور کافی ہاؤس میں حاضر ہوگیا۔ اس ''واپسی'' کا سبب سیل کی مخصوص ٹون تھی۔ موبائل پر کسی کی کال آرہی تھی۔

اس دوران میں کافی سرد کردی گئی تھی۔ میں نے سیل کو جیب سے نکالا تو اسکرین پر ''آر ایل'' کے الفاظ دکھائی دیے۔ وہ ربی کی کال تھی جو اپنے عقیدت مندوں کے لیے ریسپیکٹیڈ لارڈ کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے کال ریسیو کرتے ہوئے احترام بھرے لہجے میں کہا۔ احترام کا اظہار بھی ضروری تھا۔

''ہیلو!''

''گڈ ایوننگ میرے بچے!'' اس نے منافقانہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''تم اس وقت کہاں ہو۔ اب تو ساڑھے آٹھ بجنے والے ہیں؟''

میں نے اس کی مکاری کو فوراً گرفت میں لے لیا ''محترم ربی! آپ تو اس وقت اسرائیل میں ہیں۔ کیا وہاں بھی ساڑھے آٹھ ہی بجنے والے ہیں؟''

وہ گڑبڑا گیا۔ میں نے اس کے لہجے میں واضح طور پر لرزش محسوس کی جو اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے' سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''وجدان! میں نیویارک کے وقت کی بات کررہا ہوں۔ ٹھیک نو بجے تمہیں ریسٹورنٹ میں پہنچنا ہے نا!'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر صفائی پیش کرتے ہوئے بولا ''میں تو اس وقت اسرائیل ہی میں ہوں لیکن مجھے وہاں کی پل پل کی خبر رہتی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا' میں نیویارک کا ذکر کررہا ہوں۔''

وہ اپنے جھوٹ کو نبھانے کے لیے یہ ساری لیپا پوتی کررہا تھا۔ میں یہ خوبی سمجھ رہا تھا' وہ اس وقت امریکا ہی میں تھا اور عین ممکن تھا' ہمارے بہت قریب بھی ہو۔ میں نے جھوٹے کو اس کے گھر کی راہ دکھاتے ہوئے منافقت آمیز لہجے میں کہا۔

''محترم ربی! میں آپ کے اختیارات کو مانتا ہوں۔ آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھ کر زمانے بھر کا احوال جان سکتے ہیں۔ وہ تو ویسے ہی میں نے ایک بات کہہ دی تھی۔ آپ نے بتایا ہے کہ آپ اسرائیل میں ہیں تو پھر یہی بات درست ہے۔''

وہ میٹھے لہجے میں بولا ''کوئی بات نہیں۔ انسان کا ذہن خیالات کی فیکٹری ہے۔ اس میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں سوچنے والے کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ صرف بولتے وقت محتاط رہنا چاہیے۔ بہرحال۔''

وہ لمحے بھر کو رکا پھر گہری سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

''تم اس وقت کہاں ہو۔ مجھے اپنی درست لوکیشن سے آگاہ کرو؟''

میں نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے کہا ''میں اپنے ٹھکانے سے نکل چکا ہوں اور اس وقت ایک ٹیکسی میں ہوں۔'' پھر میں نے اسے چکر دینے کے لیے کہہ دیا ''ہماری کیب اس وقت سینٹرل پارک کے نزدیک سے گزر رہی ہے۔''

''اوہ!'' اس کی تاسف بھری آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''تم تو ابھی کافی دور ہو۔''

''میں ٹھیک نو بجے ڈنڈوز آف دی ورلڈ میں نیل نمبرون اوفائیو پر موجود ہوں گا۔'' میں نے اپنے لہجے کو حتی المقدور یقینی بناتے ہوئے کہا ''آپ اس سلسلے میں زیادہ فکرمند نہ ہوں۔ میں ساحل کو ایک لمحے بھی انتظار کی کوفت سے نہیں گزرنے دوں گا۔''

''وہ تو گزر رہی ہے!'' ربی نے شاطرانہ انداز میں کہا۔

میں نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا ''کیا ساحل ریسٹورنٹ میں پہنچ چکی ہے؟''

''وہ پچھلے دس منٹ سے میز پر موجود ہے۔''

میں اس جھوٹوں کے سردار کے بیان پر دل ہی دل میں

مسکرا کر رہ گیا۔ میں اپنی مسکراہٹ کو رب تک نہیں پہنچانا چاہتا تھا لہٰذا لہجے میں کسی شوخی کو جگہ نہ دی اور یہ پوچھے بغیر کہ وہ کل از وقت ریسٹورنٹ کیوں پہنچ گئی' میں نے کسی انتہائی فرمانبردار بچے کے مانند جلدی سے کہا۔

''مجھے سخت افسوس ہے۔'' میری آواز سے ندامت جھلکتی تھی ''میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔ او کے گڈ بائے.....''

میں کال کو قطع کرنے ہی والا تھا کہ ربی کی اضطراری آواز ابھری ''یہ تو بتاؤ' تم کس حلیے میں ریسٹورنٹ آرہے ہو؟''

''ڈسلوا کے روپ میں۔'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے ربی نے رابطہ ختم کردیا۔

میں موبائل فون کو میز پر رکھ کر وسیم کو دیکھنے لگا۔ اس نے یہ تمام تر گفتگو سنی تھی' فکر مند لہجے میں بولا ''وجدان تمہیں گھیرنے کے لیے زبردست جال پھیلایا جارہا ہے۔ وہ تمہاری لوکیشن اور حلیے سے تمہیں ٹریس اینڈ ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ تم نے سینٹرل پارک کا حوالہ دے کر اسے اچھا خاصا گمراہ کردیا ہے۔''

میں وسیم کو یہ بتا چکا تھا کہ وہ کال یہودیوں کے ربی محترم موشے ہائمن کی تھی۔ میں نے تلخ لہجے میں کہا ''میں نے ربی کو اتنا گمراہ نہیں کیا' جتنے لمبے چوڑے چکروں میں وہ مجھے ڈال رہا ہے۔''

پھر وسیم کے استفسار پر میں نے اسے تازہ ترین صورتِ حالات سے آگاہ کیا۔ اس دوران میں ہم کافی کو ختم کرنے کی کوشش میں بھی مصروف رہے۔ پوری بات سننے کے بعد اس نے الجھن زدہ لہجے میں کہا۔

''میں تمہاری بات پر شک نہیں کررہا ہوں لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں' تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ تمہاری ساتھی ساحل ریسٹورنٹ میں موجود ہیں اور ربی اس سلسلے میں سراسر غلط بیانی سے کام لے رہا ہے؟'' وسیم کی الجھن بجا اور برمحل تھی۔

''میں اپنے سورس کے بارے میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔'' میں نے مصلحت بھرے انداز میں کہا۔ وسیم نے عقل مندی کا ثبوت دیا اور اس سلسلے میں مجھے کریدنے کی کوشش نہیں کی۔

اس نے کہا ''چلو کوئی بات نہیں۔'' پھر موبائل فون کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا ''اس کو فوراً آف کردو۔ ربی تمہاری لوکیشن جاننے کے لیے سخت مضطرب ہے۔ امریکا میں موبائل فون ایمز سسٹم کے تحت کام کرتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہاری اس سے خاصی طویل بات ہوئی ہے۔ اس کے ذرائع کا تم ذکر کر چکے ہو۔ وہ نیٹ ورک کو حکم دے کر کم از کم اتنا تو معلوم کرسکتا ہے کہ تم اس وقت کون سا انٹینا استعمال کررہے تھے۔ تمہارے موبائل کے سگنلز انہیں بتادیں گے کہ تم اس وقت نیویارک کے کون سے علاقے میں موجود ہو۔''

میں نے جلدی سے سیل کو آف کردیا اور کہا ''ایسا صرف اس وقت ممکن ہے جب میں اپنے سیل کو استعمال کررہا ہوں۔ کال کے دوران میں یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ موبائل کا حامل اس وقت نیٹ ورک کا کون سا انٹینا استعمال کررہا ہے۔'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''کیا سیل مصروف نہ ہونے کی صورت میں بھی مجھے ٹریس کیا جاسکتا ہے؟''

''نہیں!'' اس نے قطعیت سے کہا ''یہ ممکن نہیں لیکن سیل کو آف رکھنا عقل مندی ہوگی۔ تم کسی کو فون کردیا نہ کرو' کوئی تو تم سے رابطہ کرسکتا ہے۔ ربی جیسے وسیع ذرائع کے مالک شخص نے نیٹ ورک والوں کا ناک میں دم کررکھا ہوگا۔ وہ اس وقت ہائی الرٹ ہوں گے۔ ادھر تمہارا موبائل نیٹ ورک سے جڑا' ادھر وہ یہ جاننے میں کامیاب ہوگئے کہ سیل تک کس علاقے کے انٹینا سے سگنلز پہنچ رہے ہیں۔'' وہ تھوڑی دیر کو رکا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''اگر واقعی تمہارا دشمن ربی اس وقت نیٹ ورک کو اپنے اشاروں پر نچا رہا ہے تو تمہارا یہ جھوٹ بھی اس پر کھل چکا ہوگا کہ تم سینٹرل پارک کے اردگرد ہو۔ سینٹرل پارک اور چوتھی اسٹریٹ کے درمیان اچھا خاصا فاصلہ ہے اور اس اچھے خاصے فاصلے میں کئی انٹینا نصب ہیں۔''

وسیم کی تشویش بجا تھی۔ میں نے کہا ''اس کا مطلب ہے' ربی یہ جان چکا ہے' اس وقت ہم کس علاقے میں ہیں اس لیے..... ہمیں فوراً یہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔ وہ اپنے گھیرے کو تنگ کرتے ہوئے اس کافی ہاؤس تک رسائی حاصل کرسکتا ہے!''

''ہاں' ایسا ہوسکتا ہے مگر اس میں ان لوگوں کو تھوڑا وقت لگے گا۔'' وسیم نے کہا ''بہرحال ہمیں ڈینجرزون سے فوراً باہر نکل جانا چاہیے۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا اور کہا ''ڈینجرزون سے باہر نکلنے کا مطلب ہے' مشن سے دستبردار ہوجانا..... اور یہ مجھے گوارا نہ ہوگا وسیم!''

''تم کس مشن کی بات کررہے ہو؟'' اس نے عجیب سے نظر سے مجھے دیکھا ''تم نے تو بتایا ہے ساحل کو ریسٹورنٹ میں نہیں پہنچایا گیا۔ تمہارا مشن تو ساحل کے حصول سے مشروط ہے نا!''

''ہاں تم ٹھیک کہتے ہو!'' میں نے گمبھیر آواز میں کہا ''یہاں سے نکلو' پھر بات کرتے ہیں۔''

ہم نے مل ادا کیا اور کافی ہاؤس سے باہر نکل آئے۔ اس وقت میری رسٹ واچ رات آٹھ بج کر پچاس منٹ کا وقت بتا رہی تھی۔ میرے پاس صرف دس منٹ تھے فیصلہ کرنے کے لیے۔ یہ فیصلہ کہ مجھے ''وٹدوز آف دی ورلڈ'' میں قدم رکھنا ہے یا نہیں؟

میں ٹوئن ٹاورز کی جانب بڑھتے ہوئے سوچنے لگا۔ وسیم نے انٹینا' سگنلز اور نیٹ ورک کے حوالے سے جو بات کی تھی وہ خاصی قابلِ غور اور فکر انگیز تھی۔ موبائل فون کا استعمال کسی بھی لمحے میرے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ میرے مدمقابل کوئی معمولی دشمن نہیں تھا۔ موشے ہائمن وہ شخص تھا جس کے احکام کو وہائٹ ہاؤس بھی اولین اہمیت دیتا تھا' ٹیلی کمیونیکیشن والے کیا پیچتے تھے.....! اور اگر یہ ٹریسنگ اسی لمحے سے جاری تھی جس لمحے سے یہ سیل میرے ہاتھ لگا تھا تو یہ اور بھی تشویش ناک بات تھی۔ میں نے شوگر مل میں رہتے ہوئے' اس سیل پر ربی' سانگ نو وغیرہ سے بات کی تھی۔ پھر لٹل اٹلی کے علاقے سے مسٹر ہنگ کو بھی ایک کال کی تھی لیکن میرے خیال میں اس بات کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے کہ اول لمحے سے مجھے ٹریس کیا جارہا ہو۔ اگر ایسی بات ہوتی تو کم از کم ونگ ہنگ ضرور کسی وہاں میں گھر جاتا۔ ہم نے اس کی گاڑی کو استعمال کیا تھا۔ شیوی (شیورلٹ) اور رائیل ربی کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی اور ہنگ نے اپنی گاڑی کی چوری کی رپورٹ درج کروائی تھی۔ اگر وہ لوگ ونگ ہنگ کو پکڑ کرتے تو ہماری چائناٹاؤن میں موجودگی کا راز کھل سکتا تھا۔ میں نے ابھی سر پیر میں اسی سیل سے برنارڈ لیو کو بھی کال کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت میں مسٹر ہنگ کے گھر پر تھا اور مزید پانچ گھنٹے بھی وہیں موجود رہا تھا جو ٹریسنگ کی نفی کرتا تھا۔ بہرحال جو بیت گیا' سو بیت گیا۔ آئندہ کے لیے بے حد احتیاط کی ضرورت تھی۔ مجھے ایک ایک قدم پھونک کر اٹھانا۔

وہ تو ایمز کا زمانہ تھا۔ آج کل جی ایس ایم رائج ہے۔ اس جدید ترین سسٹم' پر نیٹ ورک والے کوشش کرکے' نیٹ ورک کو استعمال کرنے والے' موبائل کے حامل شخص کی بالکل درست لوکیشن بھی معلوم کرسکتے ہیں۔ یہ ٹریس کیا جاسکتا ہے' موبائل استعمال کرنے والا شخص کس مقام پر موجود ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ شخص استعمال کے فوراً بعد اپنی پوزیشن بدل دے!

''جی ایس ایم'' ایک حیرت انگیز ٹیکنالوجی ہے مگر صاحب! امریکی قوم اس سے کہیں زیادہ پیچ دار اور قدم قدم پر حیرت زدہ کردینے والی ''مخلوق'' ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے امریکی ماہرین اور نافذین بالکل مختلف دماغ سے سوچتے ہوں۔ آج جب پوری دنیا میں جدید ترین ٹیکنالوجی ''جی ایس ایم'' کا فراوانی سے استعمال ہورہا ہے لیکن امریکا میں اب بھی ''ایمز'' سے کام چلایا جارہا ہے..... اور بڑے دھڑلے سے چلایا جارہا ہے (جی ایس ایم کا استعمال نہایت ہی محدود پیمانے پر ہے) اس کا یہ مطلب نہیں کہ امریکا نیٹ ورکنگ کی دنیا میں ترقی کا خواہاں نہیں! آئی ٹی کے میدان میں سب سے زیادہ ترقی اسی نے کی ہے۔ اس پر بھی اگر وہاں ایمز استعمال ہورہا ہے تو اسے فرسودگی نہ سمجھا جائے۔ یہ ''یہودگی'' ہے..... ایک مخصوص شاطرانہ ذہنیت! ایمز کی افادیت کو وہ دوسروں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس شعبے کے ماہرین پتا نہیں' میری بات کو تسلیم کریں گے یا نہیں! یہودی کوئی بھی کام خواہ مخواہ اور بغیر کسی مفاد کے تو نہیں کرسکتے!

نو بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے کہ میں نے وسیم کو اپنے فیصلے سے آگاہ کردیا ''تم یہیں رک کر میرا انتظار کرو گے۔ میں ریسٹورنٹ کے اندر جاؤں گا۔''

اس وقت ہم ہوٹل وزٹا انٹرنیشنل کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ نیویارک میں بہت کم ایسے ہوٹل ہیں جن میں سوئمنگ پول بھی موجود ہیں۔ وزٹا انٹرنیشنل فنانشل ڈسٹرکٹ کا ایک عالی شان ہوٹل ہے جس میں پچاس فٹ لمبا سوئمنگ پول موجود ہے۔ وزٹا ایک ہائی فائی ہوٹل ہے۔ سنگل روم دو سو سے ڈھائی سو ڈالر تک ہے' ڈبل روم کا کرایہ ڈھائی سے تین سو ڈالر کے درمیان ہے اور سوئٹ ساڑھے پانچ سو ڈالر سے لے کر ایک ہزار دو سو پچاس ڈالر تک مل جاتا ہے۔ یہ تمام کرایہ جات ایک رات گزارنے کے لیے ہیں۔ اس اماؤنٹ سے ہوٹل کی اونچی حیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وزٹا انٹرنیشنل ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی ساؤتھ ٹاور بلڈنگ کے سامنے ویسٹ اور لبرٹی اسٹریٹ کے سنگم پر واقع ہے۔

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔'' وسیم کے قدم رک گئے ''وجدان! میں تمہیں تنہا تو نہیں جانے دوں گا جب کہ ادھر ریسٹورنٹ کے اندر تمہارے لیے ایک خطرناک پھندا بھی لگایا جاچکا ہے۔''

''اس میں خطرناکی والی کوئی بات نہیں یار۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔'' میں نے اس کے سچے جذبے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا ''اس وقت میں وجدان ہوں اور نہ ہی ڈسلوا۔ میں

بالکل ایک تیسرے اجنبی شخص کے حلیے میں ہوں جس کا نام وسیم ہے جب کہ اصل خطرہ تمہارے لیے ہے۔ تم کسی بھی وقت ڈسلوا کے طور پر دشمن کی نگاہ میں آسکتے ہو۔''

وہ تامل کرتے ہوئے بولا'' کہتے تو تم ٹھیک ہی ہو لیکن تمہارا کیلے جانا مجھے اچھا نہیں لگ رہا!''

''اس وقت اچھا یا برا لگنے کے چکر میں نہ پڑو۔'' میں نے موبائل فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا'' یہ اپنے پاس رکھ لو۔ اگر مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پیش آگئی تو میں ریسٹورنٹ کے اندر سے تمہیں مس کال کروں گا۔ تم اس ''اشارے'' پر فوراً میری طرف آجانا۔ اس کے علاوہ تم اور کوئی کال اٹینڈ نہ کرنا۔ کچھ دیر کے لیے ہمیں سیل کو آن رکھنا ہوگا۔ یہ وقت کی مجبوری ہے۔'' ربی نے مجھے اس موبائل کی لائن کا نمبر بتادیا تھا۔ وہ نمبر میرے ذہن میں محفوظ بھی تھا۔

میری بات وسیم کی سمجھ میں بیٹھ گئی۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا'' ہاں یہ پلاننگ تسلی بخش ہے۔ میں کسی بھی کال کو اٹینڈ نہیں کروں گا۔ تمہاری مس کال کو میں فوراً شناخت کرلوں گا کیونکہ اس کا تعلق اسی اسکیچنج سے ہوگا۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں وزٹا کے قریب ہی موجود ہوں۔ جاؤ اللہ تمہاری حفاظت کرے۔''

وسیم کے یہ دعائیہ کلمات جذبات کی سچائیوں سے معمور تھے۔ میں نے اس پر ایک تحریہ نگاہ ڈالی اور ٹوئن ٹاورز کی جانب قدم اٹھادیے۔ میرے قدموں میں بلا کا اعتماد بھرا ہوا تھا۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت پُرشکوہ ہونے کے ساتھ ہی ایک خاص قسم کی ہیبت بھی رکھتی تھی۔ دونوں ٹاورز کے درمیان ایک مناسب فاصلہ موجود ہے (تھا) کسی زمانے میں ایک سر پھرے فلپ پیٹٹ نامی شخص نے' دونوں ٹاورز کے درمیان تنی ہوئی ایک مضبوط رسی پر ایک ٹاور سے دوسرے ٹاور تک چل کر دکھایا تھا۔ اپنی جان جوکھم میں ڈالنے والے ایسے جاں بازوں کی دنیا میں کمی نہیں!

ربی موشے ہائمن کی سازش کو میں نے بڑی صفائی سے بے نقاب کرڈالا تھا۔ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوگا' میں اس کی چال سے آگاہی حاصل کرچکا ہوں اور اس کی یہ بے خبری میرے حق میں سودمند تھی۔ میں وسیم کی حیثیت سے ٹیبل نمبر ایک سو نو پر جا بیٹھتا اور خاموشی سے ٹیبل نمبر دن او فائیو کا ''نظارہ'' کرتا رہتا۔ وسیم کے طور پر میرے لیے وہاں کسی خطرے کا امکان نظر تو نہیں آتا تھا۔ ویسے مسٹر ہنگ نے اپنے دوست مائیکل لوماناکو فون کرکے بتادیا تھا کہ مجھ سے بھرپور تعاون کیا جائے!

ربی کی نیت کھل جانے کے بعد اصولی طور پر مجھے اس ریسٹورنٹ میں نہیں جانا چاہیے تھا مگر مجھے بھی ایک ضدی ہو چلی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا اس چال باز نے مجھے شکار کرنے کے لیے کون سا چارا لگایا ہے۔ یہ بات طے تھی کہ ٹیبل نمبر ایک سو پانچ بہرحال خالی نہیں ہوگی۔

انہی خیالات کے تانے بانے سے گزرتے ہوئے میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ایک سو سات ویں فلور پر واقع ''ونڈوز آف دی ورلڈ'' میں داخل ہوگیا۔ اسی لمحے میری رسٹ واچ رات کے نو دس کا وقت بتارہی تھی۔

☆☆☆

میں یک ٹک اس مورت کو دیکھ رہا تھا!

میرے دیکھنے میں حیرت اور بے یقینی شامل تھی۔ دونوں میزوں میں اگرچہ ایک رو کا فاصلہ تھا' ہم اس فاصلے کے باوجود بھی میں اسے بہ آسانی دیکھ رہا تھا۔ وہ میز نمبر ایک سو پانچ پر موجود تھی اور اس کا رخ میری ہی جانب تھا اس لیے میرے نظارے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں تھی۔ وہ ہو بہو ساحل تھی۔ میری حیرت اور بے یقینی کا سبب یہ تھا کہ وہ ساحل کیوں کر ہوسکتی تھی؟ میرے حساب سے ساحل تو اس وقت ایک بیڈروم میں موجود تھی۔ زیادہ دیر اس بے یقینی کی کیفیت میں بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں تھا لہٰذا میں نے آنکھیں بند کرلیں۔

ظاہرہ آنکھیں بند کرتے ہی میں نے تمام تر توجہ تیسری آنکھ پر مرکوز کردی۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف اور صرف ساحل ہی کا تصور تھا' اس کا سراپا میری سوچ کی رگ رگ میں منعکس ہورہا تھا۔ تھرڈ آئی نے آن واحد میں مجھے ساحل تک پہنچادیا۔

میری ساحل بیڈ سے نیچے اتر رہی تھی۔ میں پورے استعجاب سے اسے تکنے لگا۔ وہ بیڈ چھوڑ کر سبک خرامی سے چلتے ہوئے ملحقہ واش روم کی جانب بڑھ گئی پھر اگلے ہی لمحے اس نے واش روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی۔ میں آنکھیں کھول کو ونڈوز آف دی ورلڈ میں حاضر ہوگیا۔

ساحل کی ڈپلیکیٹ ٹیبل نمبر دن او فائیو پر موجود تھی۔ ربی نے میرے لیے ایسا بھرپور چارا لگایا تھا کہ میں ریسٹورنٹ میں قدم رکھتے ہی کشاں کشاں اس چارے پر منہ ماروں۔ میری حکمت عملی اس موقع پر بہت کام آئی اور میں ربی کے فریب سے بال بال بچ گیا۔ وہ جو کوئی بھی تھی' ساحل کے کامیاب میک اپ میں تھی۔ زیادہ امکان ماسکنگ کا تھا!

میں ڈپلیکیٹ پر نگاہ رکھتے ہوئے مینیو کا جائزہ لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ایک مناسب سے ڈنر کا آرڈر دے دیا۔ اس دوران میں' میں ڈائننگ ہال میں بھی نہایت ہی محتاط انداز میں نگاہ دوڑاتا رہا اور میری اس احتیاط نگاہی نے یہ جانچ لیا کہ وہاں ڈپلیکیٹ کی نگرانی بھی ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے وہ ربی کے مامور کردہ لوگ ہوں گے۔ وہ اس انتظار میں وہاں موجود تھے کہ جیسے ہی کوئی ڈسلوا میز نمبر ایک سو پانچ پر آ کر بیٹھے وہ اسے چھاپ لیں۔ اچھا ہی ہوا' میں اکیلا ریسٹورنٹ میں آیا تھا ورنہ وسیم کے لیے بڑی مشکل ہو جاتی۔

میں اس موقع کی تاک میں تھا کہ کوئی اس ڈپلیکیٹ سے بات کرے' اس کے قریب آ کر کوئی اشارہ وغیرہ دے تاکہ میں اس خاص شخص کے حلیے کو اپنی یادداشت میں رقم کر سکوں۔ ڈپلیکیٹ سے تصوراتی رابطہ کرنے کی کوشش مجھے اصلی ساحل تک پہنچا دیتی۔ میں نے یہاں جن نگاہوں کو ڈپلیکیٹ کا نگران محسوس کیا تھا' ان کے حلیوں کو بھی یاد کر لیا تھا تاہم میرے خیال میں ان کی افادیت کے سلسلے میں قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

ونڈرز آف دی ورلڈ جیسے مہنگے ریسٹورنٹ میں آرڈر پلیسنگ اور سروسنگ میں تھوڑا وقت لگتا ہے لہٰذا نظری آوارہ گردی کے لیے میرے پاس کافی فرصت تھی۔ میں بہ ظاہر مینیو کارڈ کے ساتھ مصروف رہتے ہوئے ''آوارہ گردی'' وغیرہ کا یہ شوق پورا کرنے لگا۔

''ایکسکیوزمی سر!''

ایک شائستہ آواز نے مجھے چونکا دیا۔ اس وقت میں مینیو کارڈ کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کارڈ پر سے نگاہ اٹھائی تو نظر کے سامنے ایک وردی پوش ویٹر کو پایا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک کارڈلیس تھام رکھا تھا۔ میں نے کسی قسم کی گھبراہٹ کا مظاہرہ کیے بغیر سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

وہ کارڈلیس کو میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا ''سر! آپ کے لیے کال ہے۔''

میں نے اس کے ہاتھ سے کارڈلیس لے لیا۔ مجھے اس کال پر حیرت تو بہت ہوئی تھی لیکن چہرے کے تاثرات سے میں نے ظاہر نہ ہونے دیا۔ ویٹر خاموشی سے ایک جانب بڑھ گیا تو میں نے کارڈلیس کو کان سے لگا لیا۔ میں نے ماؤتھ پیس میں کہا ''ہیلو!''

دوسری طرف وسیم تھا۔ اس کی تشویش بھری آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''وجدان! اس وقت ڈبلیو ٹی سی (ورلڈ ٹریڈ سینٹر) کے احاطے میں پُراسرار سرگرمیاں جاری ہیں۔ تمہیں گھیرنے کے لیے بڑا منظم بندوبست کیا گیا ہے۔ مجھے شک ہے' تمہارے دشمنوں کو وہاں تمہاری موجودگی کا پتا چل گیا ہے۔''

''یہ ممکن نہیں!'' میں نے محتاط الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے کہا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''میرا مشورہ ہے' فوراً وہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ نیچے تمہارے لیے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میں نے پولیس کی ایک بھاری نفری کو بھی متحرک دیکھا ہے۔''

وسیم' ڈسلوا کے میک اپ میں تھا چنانچہ خطرات کی تمام تر رشتے داری اس وقت اسی کے ساتھ تھی۔ میں نے پوچھا ''تم کہاں ہو؟''

''میں نیچے کے حالات دیکھتے ہی وزٹا انٹرنیشنل سے دور ہٹ گیا ہوں۔'' وسیم نے بتایا ''میں اس وقت سب وے۔ انٹرنس گلوب کے نزدیک ہوں اور ایک پبلک بوتھ سے تمہیں کال کر رہا ہوں۔''

''ویری گڈ!'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا ''سب وے گلوب کے پاس ہی رہو۔ میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم ہر حال میں وہیں پر میرا انتظار کرنا۔ اوکے۔''

رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے کارڈلیس کو میز پر رکھ دیا۔ اب یہاں مزید رکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وسیم نے نیچے کی جو صورتِ حال بتائی تھی' وہ غیر معمولی اور تشویشناک تھی۔ یہ اچھا ہوا کہ وہ خود وزٹا سے ہٹ کر سب وے گلوب کے پاس پہنچ گیا تھا ''سب وے'' نیویارک کی انڈر گراؤنڈ ٹرین کو کہا جاتا ہے۔ لندن میں ریلوے کا یہی نظام ''ٹیوب سسٹم'' یا محض ''انڈر گراؤنڈ'' کہلاتا ہے۔ سب وے انٹرنس کی نشاندہی محض "S" والے گلوب سے کی جاتی ہے۔

ویٹر کارڈلیس لینے کے لیے میری میز پر پہنچا تو میں نے اس سے واش روم کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے بتایا ''ڈائننگ ہال سے باہر دائیں جانب۔''

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور میز چھوڑ کر اس طرف بڑھ گیا جدھر ویٹر نے راہ نمائی کی تھی۔ واش روم میں جانے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مجھے تو ڈائننگ سے نکلنے کے لیے ایک ایسا فوری بہانہ چاہیے تھا کہ کچھ دیر تک میری غیر حاضری کو محسوس نہ کیا جائے۔ ویٹر نے میرے اٹھتے ہی ٹیبل پر ایک مخصوص ٹیگ رکھ دیا تھا جو میری عارضی غیر حاضری کی ''وضاحت'' تھا۔

میں پُراعتماد انداز میں چلتے ہوئے ڈائننگ سے باہر آیا اور واش رومز کے نزدیک سے گزرتے ہوئے اس سمت بڑھ گیا جو راستہ لفٹ کی طرف جاتا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد میں ونڈوز آف دی ورلڈ ہی سے نہیں بلکہ ٹوئن ٹاورز کے احاطے سے بھی باہر تھا۔ وسیم نے جس "سرگرمی" کا ذکر کیا تھا وہ میری نگاہ سے بھی گزری اور میں نے اپنے دشمنوں کی نظر بچا کر سب وے انٹرنس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا وسیم کا مشورہ مان کر میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی!

ربی نے مجھے شکار کرنے کے لیے بڑا مضبوط جال بچھایا تھا اور میں اس جال کے پاتال سے ہو آیا تھا۔ موشے ہائمن جیسا شاطر شخص میری اس چالاکی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ربی نے ایک "سیانا کوا" بن کر چال چلی تھی۔ اب یہ مجھ پر فرض تھا کہ میں سیانے کوئے کی سیانپ بتی کا جنازہ نکال دوں۔ اس وقت ربی کے لیے میرے دل و دماغ میں نفرت کا ایک طوفانِ بلاخیز اٹھ رہا تھا۔ میں انہی انتقامی سلگتے ہوئے خیالات کے ساتھ سب وے گلوب تک پہنچ گیا۔

وسیم کی مجھ پر نظر پڑی تو لپک کر میرے قریب آگیا "ربی مسلسل کال کررہا ہے لیکن میں نے ایک مرتبہ بھی اٹینڈ کرنے کی کوشش نہیں کی۔" اس نے سیل میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں اس کی تکلیف کو سمجھ رہا ہوں۔" میں نے زہرخند انداز میں کہتے ہوئے سیل اس کے ہاتھ سے لے لیا "اس کی تکلیف کو دور کرنا مجھ پر فرض ہوگیا ہے وسیم!"

وسیم سمجھ گیا میں انتہائی خطرناک موڈ میں ہوں۔ میرے لہجے کی تپش نے اسے میرے عزائم سے آگاہ کردیا تھا۔ گمبھیر آواز میں پوچھنے لگا "بتاؤ کیا کرنا ہے باس؟"

"ہم ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ جارہے ہیں!" میری آواز سے چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں "ابھی اور اسی وقت۔ ربی کی سرکوبی ضروری ہوگئی ہے۔"

"ٹیکسی پکڑوں؟" اس نے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا۔

میں نے گلوب کی طرف اشارہ کیا "یہ کیسی رہے گی!"

"سب وے نیویارک میں سفر کا تیزترین ذریعہ ہے۔" وسیم نے بتایا "اس اسٹیشن سے سب وے کی تین لائنز (ٹرینیں) اپ ٹاؤن کی سمت جاتی ہیں مگر ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ تک براہِ راست کوئی نہیں جائے گی۔ ہمیں ویسٹ بیالیس اسٹریٹ کے اسٹیشن پر اترنا ہوگا۔ پھر ٹیکسی پکڑ کر آگے جانا ہوگا۔"

"اوکے ڈن!" میں نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا "مین ہیٹن کے سینے پر بہت سفر کرلیا۔ اب ذرا اس کے پیٹ میں جھانک کر دیکھتے ہیں، وہاں کون کون سی الابلا بھری ہوئی ہے۔"

ہم نیچے اترنے ہی والے تھے کہ ربی کی کال آگئی۔ میں نے سوچا پہلے اسے ایک تعارفی ڈوز پلادوں پھر آگے بڑھتا ہوں۔ ربی میری آنکھ کا خار بن گیا تھا۔

"ہیلو!" میں نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

اس کی بے چین آواز میری سماعت تک پہنچی "وجدان..... میرے بچے! تم کہاں رہ گئے۔ اب تو پونے دس بج رہے ہیں۔ تم خیریت سے تو ہو۔ میں اتنی دیر سے ٹرائی کررہا ہوں تم فون اٹینڈ کیوں نہیں کررہے تھے؟"

اس کے متعدد سوالات کے جواب میں، میں نے صرف اتنا کہا "میں اس وقت ایک ہوائی جہاز میں ہوں۔ یہ خود فکر کرو آپ کا کام ہے کہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر کوئی موبائل سیٹ کار آمد رہ سکتا ہے یا نہیں؟" ایک لمحے کے توقف کے بعد میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا "آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے اور وہ یہ کہ میں نے ساحل کا خیال اپنے دل سے نکال دیا ہے اور اب براہِ راست میں آپ کے پاس اسرائیل آرہا ہوں!"

بات مکمل کرتے ہی میں نے رابطہ منقطع کردیا پھر اگلے ہی لمحے میں نے سیل کو آف کردیا۔

پلیٹ فارم کی سمت بڑھتے ہوئے وسیم نے کہا "ہمیں یہاں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ ہر دس منٹ بعد ایک ٹرین موجود ہوتی ہے۔"

وسیم نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ ٹھیک دس بجے رات ہم دونوں سب وے کی ٹرین "ای لائن" پر سوار ہورہے تھے "ای لائن ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے اسٹیشن سے چل کر چیمبرز اسٹریٹ، اسپرنگ اسٹریٹ، گرین وچ ویلج اور پنسلوانیا اسٹیشن سے گزرتے ہوئے ویسٹ بیالیس اسٹریٹ کے اسٹیشن پر پہنچی تو ہم نے "E لائن" سب وے کو چھوڑ دیا۔

ہم زیرِ زمین پلیٹ فارم سے باہر نکلے اور بس ٹرمنل کے قریب سے ایک ٹیکسی پکڑ لی۔ وسیم نے کہا "اس سے تو اچھا تھا میں اپنی کیب ہی لے آتا۔ کم از کم آمد و رفت کا مسئلہ تو حل ہوجاتا۔"

"پہلے سے اگر انسان کو آنے والے حالات کا علم ہوجائے تو مسائل حل ہونے کے بجائے بڑھ جاتے ہیں۔" میں نے گمبھیر آواز میں کہا "آگہی کے عذاب سے وہی لوگ آشنا ہیں جو روز و شب اس تجربے سے گزرتے رہتے ہیں۔"

وسیم خاموش رہا۔ میری پُراسرار سنجیدگی اور گمبھیرتا نے اسے تشویش میں مبتلا کردیا۔ ہم دونوں کے بیچ ایک ایسی خاموشی حائل ہوگئی جو کسی چیختے دہاڑتے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہونے والا تھی۔ ہماری کیب اسٹریٹ بیالیس پر رینگتے ہوئے ٹائمز اسکوائر سے گزری پھر بریانٹ پارک اور نیویارک پبلک لائبریری کو پیچھے

چھوڑتے ہوئے ففتھ ایونیو پر مڑ گئی۔ ففتھ ایونیو پر سفر کرتے ہوئے ہمیں سیدھا ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ پہنچنا تھا۔

میں نہیں جانتا تھا ان لمحات میں وسیم کے دماغ میں کیا چل رہا تھا لیکن میں پوری یک سوئی سے ربی موشے ہائمن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اگر اس شاطر کی گردن تک میرے ہاتھ پہنچ جاتے تو میں ساحل کو حاصل کرسکتا تھا۔ مجھے قوی امید تھی وہ اس وقت اگر سائنا گاگ میں نہ بھی مل سکا تو وہاں سے اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ ضرور دکھائی دے جائے گا۔ سائنا گاگ میں داخل ہونے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ میں بڑی تیزی سے اس "داخلے" کے سلسلے میں غور و فکر کرنے لگا۔

میلو کیب کو ہم نے تھوڑا آگے آکر ایسٹ پینسٹھ اسٹریٹ پر ٹیمپل ایمنوئل کے سامنے چھوڑ دیا اور پیدل ہی پیچھے کو چل پڑے۔

وسیم نے پوچھا "وجدان! سائنا گاگ کے بارے میں سوچا ہے؟"

"اس وقت تو میں تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" میں نے اس کے چہرے پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا "ربی اور اس کے آدمیوں کو جس وجدان کی تلاش ہے، وہ ڈسلوا کے میک اپ میں ہے لہٰذا تم ان کے لیے کسی شکار کی حیثیت اختیار کرچکے ہو۔ تمہارا میک اپ فوری طور پر اترنا بہت ضروری ہے۔"

وہ اپنے چہرے کو چھوتے ہوئے بولا "تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو!"

نیویارک خصوصاً مین ہیٹن میں پبلک ٹوائلٹس کا بڑا کال ہے۔ دن بھر گردش میں رہنے والے افراد اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ریسٹورنٹس اور ریسٹ رومز کے واش رومز کو استعمال کرتے ہیں۔ ایسٹ تریسٹھ اسٹریٹ پر ایک ریسٹ روم موجود تھا۔ ہم نے ادھر کا رخ کیا اور پندرہ منٹ بعد جب ہم وہاں سے نکلے تو وسیم اپنی اصلی شکل و صورت میں آچکا تھا البتہ میرے چہرے پر ایک "اجنبی" شخص کا ہلکا پھلکا میک اپ موجود تھا۔

کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہ کا تقدس بہت اہم ہوتا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں کوشش کروں گا سائنا گاگ کے اندر کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کی نوبت نہ آئے۔ ربی کو بڑے طریقے سلیقے سے وہاں سے نکالنا تھا پھر جیسے بھی ممکن ہوتا اس کی "خبر گیری" کرلی جاتی!

ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ پر پہنچ کر میں نے وسیم سے کہا "تم ادھر ہی رکو میں سن گن لے کر آتا ہوں۔ اگر سائنا گاگ کے اندر گھسنا پڑا تو میں تمہیں اشارہ کردوں گا۔" اس وقت ہم ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ اور ففتھ ایونیو کے کارنر پر کھڑے تھے۔

وسیم نے اثبات میں سر ہلایا تو میں سائنا گاگ کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے وسیم کو جہاں روکا تھا، وہاں سے گاگ کا دروازہ بڑے واضح طور پر نظر آتا تھا۔

میرے ذہن نے ایک سیدھا سادہ منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ اگر سب کچھ نارمل رہتا تو میں اس منصوبے پر عمل کرکے بہ آسانی گاگ کے اندر رسائی حاصل کرسکتا تھا۔

میں سیدھا گاگ کے نگران کے پاس پہنچا۔ سر کی مخصوص جنبش سے اسے "ہیلو" کہا پھر بتایا "میرا نام جیری ہے۔" "میں "لا" سے آیا ہوں۔"

"جیری!" اس نے سرتاپا تنقیدی نظر سے میرا جائزہ لیا اور بولا "لا (لاس اینجلس) سے آئے ہو۔ بولو کیا کام ہے؟"

"مجھے ربی سے ملنا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی پھر بھویں اچکا کر بولا "اس وقت ربی سے کیا کام پڑ گیا؟"

اس وقت رات کے سوا گیارہ بج رہے تھے۔

میں نے کہا "ربی تو اتنی ہمدرد اور عظیم شخصیت ہے کہ ان سے کسی کو کسی بھی وقت کام پڑ سکتا ہے۔" ایک لمحے کا توقف کرکے میں نے اضافہ کیا "لا (ایل اے) کے ایک ربی سیموئیل نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اس کا ایک ضروری پیغام مجھے یہاں کے ربی تک پہنچانا ہے۔ پلیز مجھے جلدی سے ربی تک پہنچادو۔"

"ربی تو گاگ میں موجود نہیں ہے۔" اس نے ایک مرتبہ پھر بڑی بھرپور نظر سے مجھے دیکھا "وہ ٹھیک دس بجے یہاں سے چلے گئے تھے۔"

"کہاں چلے گئے؟" میں نے قدرے الجھن کی اداکاری کی۔

"ظاہر ہے اپنی رہائش پر گئے ہیں۔" اس نے کندھے اچکائے "جہاں وہ روز جاتے ہیں۔" پھر رک کر اس نے استفسار کیا "تم ربی فرینکلن سے ملنے آئے ہو نا؟"

"اوہ نو!" میں نے مخصوص امریکی لہجے میں کہا "میں ربی موشے ہائمن کی بات کررہا ہوں جو الاسکا سے آئے ہوئے ہیں۔ ربی سیموئیل کا پیغام مجھے موشے ہائمن تک پہنچانا ہے..... یا پھر ان کا رائٹ ہینڈ برنارڈ لیونل جائے!"

آخری جملہ میں نے خاص چال کے طور پر ادا کیا تھا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا "سوری! میں سمجھا تم اس گاگ کے ربی فرینکلن کے پاس آئے ہو۔" پھر تھوڑے توقف کے بعد

اس نے اضافہ کیا ''اگیمن سوری' ربی موشے ہائمن سے تمہاری ملاقات نہیں ہوسکتی البتہ برنارڈ لیو فرینکلن کے ساتھ ہی ان کے گھر گئے ہیں۔''

یہ بھی ایک ''خوشخبری'' ہی تھی مگر میں نے چہرے کے تاثرات سے اپنی اندرونی خوشی ظاہر نہ ہونے دی اور قدرے مایوس لہجے میں استفسار کیا ''ربی موشے ہائمن سے ملاقات کیوں نہیں ہوسکتی؟''

''وہ کل رات مین ہیٹن سے چلے گئے تھے۔'' اس نے بتایا۔

مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے کل رات آٹھ بجے اسی سائنا گاگ میں تصور کی نگاہ سے ربی موشے ہائمن' برنارڈ لیو اور نعلی وجدان کو دیکھا تھا۔ اگر اس شخص کی اطلاع درست تھی تو اس کا مطلب تھا ربی نیویارک بلکہ امریکا سے باہر جا چکا تھا۔ تو کیا وہ واقعی اس وقت اسرائیل میں تھا؟ اگر وہ اسرائیل میں تھا تو پھر میری ساحل کہاں تھی؟

یہ تمام تر سوالات سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن میں گزرے اور میں نے گاگ کے نگران سے پوچھا ''ربی موشے ہائمن کل رات کب اور کہاں گئے ہیں؟''

''کہاں گئے ہیں' اس بارے میں تو میں کچھ نہیں جانتا۔'' اس نے عام سے لہجے میں کہا ''البتہ میرا اندازہ ہے وہ اس وقت نیویارک میں نہیں ہیں۔ اس گاگ سے وہ کل رات کم و بیش اسی وقت نکلے تھے۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔

''اوہ!'' میں نے اپنے چہرے پر موجود مایوسی کے تاثرات میں اضافہ کیا اور کہا ''ٹھیک ہے ربی چلے گئے تو ان کے دستِ راست مسٹر لیو کے بارے ہی میں بتاؤ۔ میں انہی سے مل لیتا ہوں۔ ربی فرینکلن کی رہائش کس طرف ہے؟ الا ''LA'' سے بار بار تو نہیں آیا جاسکتا۔ ممکن ہے لیو کو معلوم ہو' موشے ہائمن اس وقت کہاں ہوں گے؟''

اس بندے نے اپنے سر کو کچھ اس طور اثباتی جنبش دی جیسے کہہ رہا ہو..... ہاں یہ بات لیو ہی کو معلوم ہوسکتی ہے۔ پھر اس نے بڑی شرافت سے مجھے ربی فرینکلن کے گھر کا پتا بتا دیا۔ مذکورہ ربی ایسٹ انسٹھ اسٹریٹ پر واقع سن شائن اپارٹمنٹس میں رہتا تھا۔ اس کے اپارٹمنٹ کا نمبر سی۔ سکسٹی ٹو تھا۔ گویا یہ علاقہ سائنا گاگ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ سن شائن اپارٹمنٹس ایسٹ انسٹھ اسٹریٹ پر پارک ایونیو اور لیگزنگٹن ایونیو کے درمیان واقع تھے۔

میں نے گاگ کے نگران کا بے حد شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ اس گفتگو کے دوران میں' میں نے اس شخص کے خال و خط کو اپنے ذہن میں نقش کرلیا تھا۔ اس نے مجھے اپنا نام مورگن بتایا تھا مجھے نہیں لگتا تھا اس نے مجھ سے کوئی غلط بیانی کی ہو۔ میں اپنے طور پر کسی بھی وقت اسے چیک کرسکتا تھا۔ وہ جب بھی گاگ کے اندر جاتا' میں اس کے حلیے کی انگلی پکڑ کر اس کے بیان کی تصدیق کرسکتا تھا۔ ویسے برنارڈ لیو کا سراغ مل جانا بھی ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں وسیم کے ساتھ پیدل مارچ کرتے ہوئے ایسٹ انسٹھ اسٹریٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

وسیم نے گہری سنجیدگی سے پوچھا ''ادھر کیا رہا؟''

''ربی تو نیویارک میں موجود نہیں۔'' میں نے اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے کہا ''البتہ اس کے ایک خاص آدمی برنارڈ لیو کا پتا چل گیا ہے۔ وہ سن شائن اپارٹمنٹس میں ربی فرینکلن کے گھر میں ٹھہرا ہوا ہے۔'' پھر اس سے پہلے کہ وہ پوچھتا' ربی فرینکلن کون ہے؟ میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''فرینکلن اینڈ باسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ کا ربی ہے۔'' پھر میں وسیم کو برنارڈ لیو کے بارے میں مختصراً بتانے لگا۔

ہم نے ایسٹ انسٹھ اسٹریٹ کے آغاز پر ففتھ ایونیو کو چھوڑ دیا اور اپنی مطلوبہ اسٹریٹ میں داخل ہوکر مشرق کی سمت بڑھنے لگے۔ میرے جی میں آئی کہ میں موشے ہائمن کو کال کر کے خوب کھری کھری سناؤں لیکن پھر نیٹ ورک ٹریننگ کے خیال نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا۔ ٹریننگ اینڈ ٹریکنگ ڈیوائس کا استعمال کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ کسی مخصوص موبائل کے سگنلو کے ذریعے اس کی لوکیشن معلوم کرنا اور یہ جاننا کہ وہ ان لمحات میں کون سا انٹینا استعمال کر رہا ہے' خاصا مشکل کام ہے..... اور یہ مشکل کام ربی موشے ہائمن جیسے بااثر شخص کے اشارے پر ہی ممکن تھا ورنہ نیٹ ورک والے اس نوعیت کی دردسری کے چکر میں نہیں پڑتے۔ قصہ مختصر مجھے اگر موبائل فون استعمال کرنا تھا تو پھر جلدی جلدی لوکیشن تبدیل کرنے کی ضرورت تھی یعنی ایک کال اس علاقے سے کی اور فوراً کسی دوسرے علاقے میں پہنچ گئے تاکہ دوسری کال کسی دوسرے لوکیشن کے توسط سے ہو..... اور فی الحال یہ ممکن نہیں تھا لہٰذا سیل کو آف رکھنے ہی میں عافیت تھی!

ہم نے ایسٹ انسٹھ پر رہتے ہوئے پارک ایونیو کو کراس کیا اور سن شائن اپارٹمنٹس کے قریب پہنچ گئے۔ مذکورہ اپارٹمنٹس طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ پیش کر رہے تھے۔ میں نے وسیم کو اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔ پروگرام کے مطابق وسیم کو اپارٹمنٹ کے باہر رہنا تھا اور مجھے اندر داخل ہونا تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق اس وقت سی۔ سکسٹی ٹو میں ربی فرینکلن اور برنارڈ لیو کے سوا اور کوئی نہیں تھا اور ان دو افراد سے نمٹنا میرے لیے چنداں مشکل نہیں تھا۔ اگر میں اندر داخل ہونے کے بعد پندرہ منٹ تک وسیم سے رابطہ نہ کرتا تو

پھر وہ بھی اپارٹمنٹ کے اندر پہنچ جاتا' ورنہ وہ بیرونی حالات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا۔

میں نے موبائل فون اور رائے سے چھینا ہوا ہتھیار وسیم کے پاس چھوڑ دیا اور ایک خطرناک خنجر کو اپنے پاس رکھ کر سی۔ سکسٹی ٹو کے داخلی دروازے کی سمت بڑھ گیا۔ مذکورہ خنجر ایک بڑے چاقو سے مشابہ تھا۔ میں نے وسیم کے ساتھ آج چائنا ٹاؤن میں جو شاپنگ کی تھی' یہ خنجر اسی کا نتیجہ تھا۔ ایک دکان کے شوکیس میں رکھا ہوا یہ ننھا سا خنجر یا بڑا سا چاقو مجھے بے حد پسند آیا تھا اور اسے خریدنے میں' میں نے ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی تھی۔

میں نے سی۔ سکسٹی ٹو اپارٹمنٹ کی ڈوربیل کا بٹن دبایا اور ایک طرف کھڑا ہوکر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ میں اس وقت تبدیل شدہ حلیے میں تھا' کس کے حلیے میں تھا؟ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ سائنا گاگ کے نگران کو میں نے اپنا نام جیری بتایا تھا۔ یہاں بھی میں وہی کارڈ کھیلنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ عین ممکن تھا' نگران مورگن نے فون پر فرینکلن کو بتا دیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک حسینہ کی صورت میری نگاہ سے متصادم ہوئی۔

میں نے اس کی گہری آنکھوں میں جھانکا اور اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''میرا نام جیری ہے۔ میں لاس اینجلس سے آیا ہوں۔ میں ربی سیموئیل کا ایک خاص پیغام لے کر آیا ہوں۔ مجھے برنارڈ لیو سے ملنا ہے۔ میں سائنا گاگ گیا تھا۔ مورگن سے پتا چلا کہ لیو فرینکلن کے ساتھ اس اپارٹمنٹ میں موجود ہیں!''

میں نے ایک ہی سانس میں اپنے بارے میں بہت کچھ بتا دیا۔ وہ کھڑی آنکھیں پٹ پٹاتی رہی۔ میں نے اضافہ کرتے ہوئے الٹا اس سے سوال کیا ''کیا مورگن نے یہاں فون کر کے میری آمد کے بارے میں آپ لوگوں کو کچھ نہیں بتایا؟''

''ایک منٹ ٹھہرو۔'' وہ بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں بولی ''میں فرینکلن کو بھیجتی ہوں!''

اتنا کہہ کر وہ ''یہ جا اور وہ جا'' ہوگئی۔ اس کی صورت غائب ہونے سے قبل دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میں خاموشی سے اندر کے حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ دروازہ کھولنے والی حسینہ کی موجودگی غیر متوقع تھی۔ پتا نہیں اور کون کون اس فلیٹ میں اپنا وجود رکھتا تھا!

میں اگر چاہتا تو دروازہ کھلتے ہی بھرمار کر اندر داخل ہو جاتا مگر یہاں میں قدرے مختلف حکمتِ عملی کو اپنانا چاہتا تھا۔ میں نے جیری بن کر جس کھیل کا آغاز کیا تھا' اس میں مجھے اچھا خاصا مزہ آرہا تھا۔ گاگ میں' میں ہی فرنٹ پر رہا تھا لہٰذا اب بھی میں نے وسیم کو پیچھے ہی رکھا تھا۔ اس بات کے امکانات بڑے قوی تھے کہ مورگن نے فون کر کے ربی فرینکلن کو کسی جیری کی آمد کی اطلاع دے دی ہوگی۔

اسی حسینہ کا چہرہ دوبارہ مجھے دکھائی دیا اور اس نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ میں نے مسکرا کر سر کو اثباتی جنبش دی اور اس کے اشارے پر اپارٹمنٹ کے اندر قدم رکھ دیا' پھر اگلے ہی لمحے میری کنپٹی پر کسی بے رحم گن کی سرد نال آ کر ٹک گئی۔

حسینہ نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا۔ اسی وقت مجھے اپنے عقب میں غراتی ہوئی ایک آواز سنائی دی ''انجلی! اس کی تلاشی لو۔ یہ اینجلس سے آیا ہے۔ ہوسکتا ہے تمہارا کوئی رشتے دار ہو!''

بولنے والا وہی تھا جس کی گن کی آہنی نال میری کنپٹی کا مزاج پوچھ رہی تھی اور اس کی مخاطب وہ حسینہ تھی جس نے بڑی فراخ دلی سے مجھے ویلکم کرنے کے بعد کھٹاک سے دروازہ بند کیا تھا۔

انجلی نامی وہ عورت میکانکی انداز میں میری سمت بڑھی' پھر میرے بالائی لباس کو تھپتھپا کر اس میں کسی ہتھیار کی موجودگی کا سراغ لگانے کی کوشش کرنے لگی۔ ایک بات تو فوراً ہی میری سمجھ میں آگئی کہ ان لوگوں نے میری ربی سیموئیل والی کہانی پر اعتبار نہیں کیا تھا اور اس گن بردار کا انداز بتاتا تھا' اسے خود پر اور اپنی صلاحیت پر بڑا بھروسا ہے۔ میں ہینڈز اپ کھڑا کسی عملی لمحے کو گرفت میں لینے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور..... انجلی نے فوراً ہی مجھے ایسا موقع فراہم کردیا۔

اس کے ''تھپ تھپ'' کرتے ہاتھ بالائی جسم کا معائنہ کرنے کے بعد جب میری رانوں تک پہنچے تو میرے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ یہ سنسنی جذباتی اور محسوساتی دونوں نوعیت کی تھی۔ اگر وہ میری داہنی پنڈلی تک رسائی حاصل کرلیتی تو پھر کیس کے اندر چھپا ہوا خنجر اس کی دسترس سے دور نہ رہتا اور..... میں یوں بے دست و پا ہونے کے موڈ میں قطعاً نہیں تھا۔

گھٹنوں تک پہنچنے کے لیے انجلی کو رکوع کے بل جھکنا پڑا۔ اس سے اچھا عمل کا لمحہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے اس کی عبادت کے طریقہ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے رکوع سے سجدے میں پہنچا دیا۔

میں نے بڑی شرافت کا مظاہرہ کرتے کرتے اچانک ہی ایک پھرتیلی حرکت کر ڈالی۔ میرا گھٹنا انجلی کی پیشانی پر پڑا۔ یہ ٹھوکر اتنی شدید اور ترچھے زاویے کی تھی کہ وہ عقب میں الٹنے کے بجائے میرے قدموں میں منہ کے بل آ رہی لیکن میں نے اسے قدم بوسی کا موقع نہ دیا۔ اگر میں انجلی کو ایسا موقع دے دیتا تو کنپٹی پر ٹکی گن میری کھوپڑی میں ضرور ایک ہوا دان بنا دیتی۔

میری کمر اور گھٹنے نے ایک ساتھ حرکت کی۔ گھٹنا انجلی کی پیشانی پر پڑا اس کے ساتھ ہی میں نے کمر کی ٹوائسٹ سے خود کو ہوا میں روٹیٹ کیا۔ میرا پورا جسم کسی اسپنڈل کے مانند گھوما اور میں توپ میں سے نکلے ہوئے گولے کے مانند پیچھے کو آیا۔ میری اس غیر متوقع اور فوری حرکت نے گن بردار کو بوکھلا دیا۔

میرے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ میں ایک دھکے سے اس کے اوپر آیا۔ اسے فائر کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ عین ممکن ہے اسے ایسی کوئی ہدایت ہی نہ ہو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو لیتے ہوئے زمین بوس ہوگئے۔

گن ابھی تک اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ انجلی کی دردناک چیخ نے اپارٹمنٹ میں ہلچل مچادی۔ میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ کوئی لمحہ جاتا تھا کہ میں بری طرح گھیر لیا جاتا۔ قدموں کی آوازیں بتدریج ہماری طرف بڑھ رہی تھیں۔

میں نے گن بردار کو ڈھال بنانے کے لیے تھوڑی "محنت" کی۔ وہ میرے نیچے دبا ہوا تھا۔ میں نے اس کے گن والے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا اور سیلف ڈیفنس کی ایک مخصوص ٹیکنیک سے اس کی کلائی کی ہڈی کا کڑاکا نکال دیا۔

اس کے حلق سے بڑی وحشت ناک بلبلاہٹ خارج ہوئی۔ میں نے اس کی کلائی کو آزاد کیا اور ایک ہینڈ اسپرنگ لگا کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے زمین بوس دراز قامت شخص کو کھینچ تان کر اپنے سامنے کھڑا کیا اور اس کی گن کو اس کی گردن میں دھنسا دیا۔ اس دوران میں انجلی اٹھنے کی کوشش میں نظر آئی تو میں نے اس کے کولھے پر دھواں دھار ٹھوکر رسید کی۔ وہ لوٹ پوٹ ہوتی ہوئی مجھ سے دس فٹ دور چلی گئی۔ اس لڑھکنے کا اختتام ایک دیوار سے ٹکراؤ کی صورت میں سامنے آیا۔ انجلی کا سر اتنی شدت کے ساتھ اس دیوار سے متصادم ہوا کہ وہ پھر اٹھ نہ سکی۔ بے حس و حرکت ہوگئی۔ ان لمحات میں مجھ پر ایک عجیب سا جنون سوار ہوگیا تھا۔

اسی لمحے دوڑتے ہوئے قدموں والوں کی صورتیں میری نگاہ میں آگئیں۔ ایک صورت کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ وہ برنارڈ لیو تھا۔ اس کے ساتھ جو دوسرا شخص تھا وہ ربی فرینکلن ہوسکتا تھا۔ ان کے چہروں کے تاثرات بتاتے تھے وہ مجھے ڈسلوایا وجدان کی حیثیت سے پہچان نہیں پائے تھے۔ ان کی آنکھوں میں بڑی عجیب سی وحشت ٹھہر کر رہ گئی تھی۔

متوقع ربی فرینکلن نے درشت لہجے میں مجھ سے دریافت کیا "کون ہو تم؟"

"میں تمہارا باپ ہوں..... جیری!" میں نے سلگتے ہوئے انداز میں کہا "اور تمہارے دادا سیموئیل نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"تمہارا اسٹائل مجرموں والا ہے اور تم....."

فرینکلن کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے اپنی گرفت میں آئے ہوئے دراز قامت شخص کی گردن کو مخصوص جھٹکا دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ میرے بازو پر جھول گیا۔ میں نے اسے ایک طرف دھکیل کر پھینک دیا اور فرینکلن کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"تم نے ابھی میرا ایک ہی اسٹائل دیکھا ہے۔ لو اب دوسرا ملاحظہ کرو۔"

بات ختم کرتے ہی میں نے اسے گن کے نشانے پر رکھ لیا اور ہاتھ کو اس انداز میں حرکت دی جیسے میں اسے شوٹ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ربی کی آنکھوں میں موت کا سایہ سا لہرا کر رہ گیا

"یہ..... یہ..... یہ کیا کر..... رہے ہو.....؟" وہ ہکلایا۔

"میں تو مسٹر برنارڈ لیو سے بات کرنے آیا تھا۔" میں نے اسے گھورا "تم بیچ میں کیوں آگئے بڈھے طوطے۔ بتاؤ! مسٹر لیو کہاں ہیں؟"

میں یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے برنارڈ لیو کی شکل سے مجھے واقفیت نہ ہو۔ میرے استفسار پر فرینکلن نے بے ساختہ لیو کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔

"بس بس میں سمجھ گیا یہ مسٹر برنارڈ لیو ہیں۔" میں نے بڑی اداکاری سے لیو کی جانب گن سے اشارہ کیا پھر دوبارہ فرینکلن کی سمت متوجہ ہوگیا "او گنجے پنگے! تم مجھے مسٹر لیو سے بات کرنے دو گے یا میں تمہیں بھی.....!" میں نے جملہ ادھورا چھوڑا اور فرش نشیں بے حس و حرکت دراز قامت کو دیکھا۔

فرینکلن میری بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ گیا اضطراری لہجے میں بولا۔

"نن..... نہیں تم لیو سے جو بات کرنا چاہتے ہو کرو۔ میں تم دونوں کے بیچ نہیں آؤں گا..... بلکہ میں تو دوسرے کمرے میں جارہا....."

"تم کہیں نہیں جاؤ گے۔" میں گن لہراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا "تم دوسرے کمرے میں پہنچ کر میری موت کا ساماں بھی کرسکتے ہو۔ میں تم پر اعتماد نہیں کرسکتا بڈھے طوطے!"

ربی فرینکلن سر سے گنجا تھا اس کی ناک کسی طوطے کی ناک سے مشابہ تھی اور زیادہ عمر کے باعث وہ کوئی بڈھا طوطا اور گنجو پنگا ہی دکھائی دیتا تھا۔

"اچھا میں ادھر ہی بیٹھ جاتا ہوں۔" میرے تیور دیکھ کر.. خاصا فرماں بردار ہوگیا تھا "آپ لوگ میٹنگ کرو۔ میں کوئی

مداخلت نہیں کروں گا۔"

برنارڈ براہِ راست مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا "جیری! تم میرے لیے ربی سیموئیل کا کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

موجودہ چویشن نے برنارڈ لیو کو مصلحت کوشی پر مجبور کر دیا تھا لیکن میں واضح طور پر محسوس کر رہا تھا اس کی مصلحت کوشی منافقت سے لبریز تھی۔ آخر کو وہ ربی موشے ہائمن کا دستِ راست تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے وہ ایک سو ایک فیصد مجھے شک کی نظر سے دیکھ رہا تھا اور اس کا یہ شک بجا بھی تھا۔

میں ربی فرینکلن کے انتہائی قریب آ گیا اور گن کے زور پر بے بس کر کے اس کی گردن کو اپنے بازو کی لپیٹ میں لے لیا پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوری ربی! میں تمہاری کسی بات پر بھروسا نہیں کر سکتا لہٰذا تمہیں کسی مداخلت کے قابل نہیں رہنا چاہیے۔ افسوس کہ تم..... خوامخواہ ہمارے بیچ آ گئے!"

"یہ..... یہ کیا کر رہے ہو؟" میرے الفاظ کی سنگینی اور سفاکی نے لیو کو چیخنے پر مجبور کر دیا "ربی فرینکلن کو چھوڑ دو..... اس کا دم گھٹ جائے گا۔"

"دیکھ لو کیا کر رہا ہوں۔ تم سے کچھ چھپا کر تھوڑی کر رہا ہوں۔" میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا اور بات کے اختتام پر ربی فرینکلن کی گردن کو ایک مخصوص جھٹکے سے نوازا۔

برنارڈ لیو نے اپنے میزبان کا حشر نشر دیکھا تو سراسیمہ لہجے میں بولا "تت..... تم جیری نہیں، ہیرا پھیری ہو۔ بب..... بتاؤ..... کون ہو تم؟"

میں نے فرینکلن کے غیر متوازن بدن کو دراز قامت شخص کے پاس فرش پر پھینک دیا اور لیو کی سمت قدم بڑھاتے ہوئے کہا "تم نے بالکل صحیح کہا لیو! میں واقعی ایک بہت بڑی ہیرا پھیری ہوں۔ تمہاری محبت مجھے اپنا نام بتانے پر مجبور کر رہی ہے۔ میں تمہاری موت وجدان ہوں!"

اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ میں نے ان حیرت بھری آنکھوں میں بے پناہ دہشت اور دہشت کو موجزن پایا۔ اس کی لڑکھڑائی ہوئی زبان سے صرف اتنا خارج ہوا۔

"وجدان..... تم یہاں.....؟"

"کیوں، میں یہاں نہیں آ سکتا کیا؟" میں نے غصیلی نظر سے گھور کر اسے دیکھا اور گن بہ دست آگے بڑھتے ہوئے کہا "اگر تم میرے کام کے ثابت نہ ہوئے تو میں اگلی چھلانگ میں ربی موشے ہائمن کے پاس ہوں گا۔"

"تت..... تم بہت غلط کر رہے ہو!" اس کے الفاظ پگھلی کھاتے تھے کہ وہ میری وجدان والی حیثیت پر ایمان لا چکا ہے۔ ورنہ یوں اس کے چہرے پر ہوائیاں نہ اڑتیں۔

میں دہاڑا "میں غلط کر رہا ہوں اور تم لوگوں نے میرے ساتھ بہت صحیح کیا ہے؟"

اس نے ایک نظر زمین پر پڑے ہوئے انجلی فرینکلن اور دراز قامت شخص کو دیکھا پھر مجھ سے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر دوسرے ہی لمحے اس نے ایک جانب دوڑ لگا دی اور وہ جانب تھی دروازے والی۔

میں اس اٹھا پٹخ میں دوسرے رخ پر آ گیا تھا۔ ہمارے درمیان بہ مشکل دس فٹ کا فاصلہ حائل رہا ہوگا۔ لیو کتنا بھی تیز بھاگتا لیکن میرا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ایک طویل جست بھری اور دروازے سے محض ایک فٹ پہلے اسے جا چھاپ لیا۔ میں اتنے اہم آدمی کو یوں آسانی سے فرار ہوتے ہوئے بھلا کیسے دیکھ سکتا تھا۔ وہ میری گرفت سے نکلنے کے لیے بری طرح مچلنے لگا۔

میں نے جیسے ہی برنارڈ لیو کو پکڑ کر اپنی سمت کھینچا، اپارٹمنٹ کا بیرونی دروازہ کھلا اور کھلے ہوئے دروازے سے وسیم اندر آ گیا۔ ہمارا طے شدہ وقت پورا ہو گیا تھا!

میں نے دراز قامت شخص سے چھینی ہوئی گن وسیم کی طرف بڑھا دی اور کہا "تم ان تینوں کا "خیال" رکھو۔" میرا اشارہ فرش نشینوں کی جانب تھا "مجھے امید تو نہیں کہ ان میں سے کوئی تمہیں پریشان کرے گا۔ بہر حال اگر کوئی ایسی کوشش کرے تو اس سائلنسر لگی گن کو بے دریغ استعمال کرنا۔ او کے۔"

وسیم نے اثبات میں گردن ہلائی اور بولا "تم بے فکر ہو کر اس کا "انٹرویو" کرو۔ میں ادھر کے حالات کو سنبھال لوں گا۔"

میں برنارڈ لیو کو کسی ذبح شدہ جانور کے مانند گھسیٹتے ہوئے ایک کمرے میں لے آیا۔ یہ ایک لونگ روم تھا۔ ابھی تک اس اپارٹمنٹ میں جو بھی کارروائی ہوئی تھی اس کی خبر اڑ کر باہر نہیں جا سکی تھی اور یہ ہمارے حق میں بہت ہی اچھا تھا۔ ویسے تو اگر کوئی گولی وغیرہ بھی چل جاتی تو پھر بھی کسی کے اس جانب متوجہ ہونے کے امکان نہیں تھا، اس گن پر سائلنسر فٹ تھا۔

میں نے لیو کو ایک صوفے پر پھینکا اور پھنکارے مشابہ آواز میں پوچھا "شرافت کے ساتھ انٹرویو دو گے یا پھر تمہاری بدمعاشی کو روکنے کا میں کوئی اور بندوبست کروں؟"

میرے اب تک کے سلوک نے اسے بری طرح دہشت میں مبتلا کر دیا تھا، لکنت زدہ لہجے میں بولا "وجدان! ہم تو تمہارے دوست ہیں۔ تم خوامخواہ....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے الٹے ہاتھ کا ایک زناٹے دار طمانچہ اس کے ہونٹوں پر رسید کیا، اگلے ہی لمحے اس کے

منہ سے خون جاری ہوگیا۔ میرے تھپڑ نے اس کے ہونٹوں کو زخمی کردیا تھا۔ اس کی دہشت میں ہزار گنا اضافہ ہوگیا۔

میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا ''تم نے ثابت کردیا ہے کہ شرافت کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی لہٰذا.....'' میں نے دانستہ جملہ نامکمل چھوڑا اور اپنی پنڈلی پر بندھے ہوئے خنجر کو اس کے کیس سے باہر کھینچ لیا ''میرے پاس وقت بہت کم ہے لیو! اگر جینے کی تمنا رکھتے ہو تو میرے ہر سوال کا سیدھا جواب دینا ورنہ آج تمہارا ربی تمہیں میرے عتاب سے بچا نہیں سکے گا۔ کبھی تم نے مجھے ایک کال کوٹھری میں بند کرکے میرا انٹرویو کیا تھا' آج یہی کڑا وقت تم پر آن پڑا ہے۔ ماؤنٹ مکنلے اور سن شائن اپارٹمنٹس میں جتنا فرق ہے میں اس خنجر کی ایک جنبش سے اس تفاوت کو مٹادوں گا اور.....'' میں نے دانستہ بات ادھوری چھوڑی پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم عیار یہودی کسی غیر یہودی کے دوست ہو ہی نہیں سکتے لہٰذا اس ذلیل میں اپنی ناپاک زبان سے ایک لفظ نہ نکالنا ورنہ میں انٹرویو لیے بغیر ہی تمہیں ''پاس'' کردوں گا۔''

وہ بے حد سراسیمہ نظر سے خنجر کی چمکتی ہوئی دھار کو تکنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں موت کے سائے رقصاں تھے۔ ماؤنٹ مکنلے (الاسکا) والی خفیہ پناہ گاہ میں میں نے برنارڈ لیو کے اندر جو تنتنا اور کروفر دیکھا تھا، وہ اب کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کی کیفیت کچھ ایسی تھی جیسے اس کے سامنے وجدان نہیں بلکہ ملک الموت موجود ہو!

میں نے اس کی ڈری سہمی آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے سوال کیا ''میری ساحل کو کہاں رکھا گیا ہے؟''

''مم..... میں نہیں جانتا۔'' وہ دہشت زدہ انداز میں ہکلایا۔

میں نے بجلی کی سی سرعت سے اپنے ہاتھ کو حرکت دی' اگلے ہی لمحے برنارڈ کے بائیں گال پر ایک سرخ لکیر سی نمودار ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس لکیر سے خون ابلنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی لیو کے حلق سے ایک دبی دبی چیخ بھی برآمد ہوئی۔ میں نے غرا کر کہا ''تم نہیں جانتے یا تمہیں بتانے سے روکا گیا ہے؟''

''تت..... تم میری بات کا یقین کرو وجدان۔'' وہ سراسیمہ انداز میں بولا ''مجھے ساحل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں.....''

بات ختم کرتے ہی اس کے منہ سے ایک چیخ خارج ہوئی۔ میں نے اس کی ٹھوڑی پر ایک کاری چرکا لگادیا تھا۔ اس کے ساتھ میں نے گمبھیر لہجے میں دریافت کیا۔

''ساحل کو پہلے وال اسٹریٹ والے ٹھکانے پر رکھا گیا تھا۔ پھر اس کا ٹھکانا بدل دیا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تم لوگوں کی سرگرمیوں سے بالکل ہی بے خبر ہوں۔ نیویارک آنے کے بعد تم نیوی بلیو کلر بی ایم ڈبلیو میں ایسٹ باسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ پہنچے تھے۔ اس گاڑی کا نمبر ''ایٹ فائیو۔ بی۔ سیون فور ڈبل زیرو'' ہے۔ اس سائنا گاگ میں ربی نے تم پر اور میری ڈپلیکیٹ پر کوئی عمل بھی کیا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

اس کے چہرے پر ایسے تاثرات نمودار ہوئے جیسے وہ مجھے کسی اور ہی سیارے کی مخلوق سمجھ رہا ہو۔ میرے انکشافات اسے ورطۂ حیرت میں سرتاپا غرق کرنے کے لیے بہت کافی تھے۔ میں نے اس کی تشویش آمیز حیرت میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم لوگوں نے مجھے گھیرنے کے لیے وٹزوز آف دی ورلڈ والا چکر چلایا۔ وہاں ٹیبل نمبر ون اوفائیو پر ساحل کی ڈپلیکیٹ کو پہنچا کر مجھے شکار کرنا چاہا۔ تمہارا ربی مجھ سے دوستی کا دم بھرتا ہے اور تم بھی اسی کا راگ الاپتے ہو۔ کیا میں اتنا ہی احمق ہوں کہ آنکھیں بند کرکے تم لوگوں کا فریب کھالوں گا؟'' میں نے کھا جانے والی نظر سے اسے دیکھا اور مزید کہا۔

''لیو! میں تمہیں زندہ رہنے کا آخری موقع دے رہا ہوں۔ سیدھی طرح بتادو میری ساحل کہاں ہے ورنہ تم لیو نہیں رہو گے' میں تمہیں ''کالی کالی بکری'' بنا کر بے دریغ ذبح کرڈالوں گا۔ پھر تمہاری ''میں میں'' سدا کے لیے بند ہوجائے گی!''

میرے الفاظ کی سنگینی نے اسے ایک صحت مند جھرجھری لینے پر مجبور کردیا پھر اس کی آنکھوں میں ایک بے نام سی بے بسی جھلکنے لگی' بڑے مسکین سے لہجے میں گویا ہوا ''وجدان تم یقین کرو' میں تمہاری ساتھی کے ٹھکانے سے واقف نہیں ہوں۔''

میں نے اس کے سامنے بیٹھے بیٹھے ایک جھٹکے سے لات چلائی۔ میری فرنٹ جرک کک نے اس کی گھنگھال ٹھوڑی کا مزاج پوچھا۔ وہ بری طرح بلبلاتے ہوئے صوفے کی پشت سے جا ٹکرایا۔ میں نے خنجر کی نوک سے اس کے ماتھے پر دو تین خونیں لکیریں چمکائیں اور غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''مگر میں تمہارے ٹھکانے سے ضرور واقف ہوں۔ تم آئندہ چند لمحوں میں جہنم واصل کیے جانے والے ہو۔''

اس کی بے بسی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا' تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولا ''وجدان! میں تمہیں یقین نہیں دلا سکتا۔ میں بہت مجبور ہوں۔''

''میں تم سے بھی زیادہ مجبور ہوں لیو۔'' میں نے خنجر کی دھار کو اس کی گردن پر ٹکاتے ہوئے کہا ''جب تم مجھے ساحل کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے تو پھر تمہیں جینے کا کوئی حق نہیں۔''

اس نے بے بسی کی انتہا کو پہنچ کر آنکھیں بند کرلیں۔

میں نے ایک نئی چال آزمائی ''چلو' مرنے سے پہلے اپنے

گروگھنال کے بارے ہی میں بتادو۔ روبی موشے ہائمن اس وقت کہاں ملے گا؟'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''میں روبی ہی سے ساحل کے بارے میں پوچھوں گا۔ وہ گرگِ باراں دیدہ تو ضرور میری ساتھی کے ٹھکانے سے واقف ہوگا؟''

''روبی اس وقت اسرائیل میں ہیں۔'' لیو نے نحیف سی آواز میں بتایا۔

''تم روبی کے کچّے چیلے ہو لیو۔'' میں نے پھنکار کر کہا ''اس کی طرح بڑا پکا جھوٹ بول رہے ہو۔''

وہ منمنایا ''میں تم سے غلط نہیں کہہ رہا۔ روبی واقعی امریکا میں نہیں ہیں۔''

''کل رات آٹھ بجے تو وہ سائنا گاگ میں موجود تھا؟''

''ہاں' وہ نو بجے کے قریب نیویارک سے اسرائیل روانہ ہوگئے تھے۔''

''تمہیں کیسے معلوم.....؟'' میں نے خنجر پر ہاتھ کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا ''تم تو اس وقت روبی کے کسی پراسرار عمل کے زیرِاثر گہری نیند میں تھے؟''

''وہ.....وہ.....'' وہ ہکلا کر رہ گیا پھر جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی بات کو سنبھالتے ہوئے بولا ''میرا مطلب ہے' روبی نے مجھے اپنے پروگرام سے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا۔''

مجھے یقین ہوگیا' وہ دروغ گوئی کر کے مجھے چکر دینا چاہتا تھا۔ اس بات سے قطع نظر کہ روبی امریکا میں تھا یا اسرائیل میں' میں نے دوٹوک انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ''تم روبی کے پروگرام سے تو آگاہ ہوگئے تھے لیکن تمہیں نہیں معلوم' میں نے تمہارے بارے میں کیا پروگرام بنا رکھا ہے۔ اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میں تمہیں یک مشت ختم کردوں گا۔ میں تمہیں قسط وار ماروں گا۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر خنجر کو اس کے گلے سے ہٹاتے ہوئے سفاک لہجے میں کہا ''اس ڈیل کی پہلی قسط پکڑو۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے برنارڈ لیو کی ناک پر خنجر کی دھار کو آزمایا۔ میرے ہاتھ نے زناٹے سے ایک حرکت کی۔ خنجر کی نیچے سے اوپر موومنٹ نے لیو کے چہرے کو ناک کے بوجھ سے آزاد کردیا۔ مقامِ ناک پر ایک بھیانک خلا نمودار ہوگیا۔

درد کی شدت نے لیو کو ذبح ہوتے ہوئے بکرے کے مانند ڈکرانے پر مجبور کردیا۔ وہ بری طرح ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔ میں نے اس پر بس نہیں کی اور اس کے ایک کان کو بھی اڑا کر رکھ دیا۔

''لو یہ دوسری قسط بھی وصول کرو۔'' میں نے تمام تر سفاکی سے کہا۔

لیو کی تکلیف کا بالکل صحیح اندازہ تو وہی لگا سکتا ہے جو کبھی اس اذیت ناک تجربے سے گزرا ہو۔ اس کی حالت بڑی مخدوش تھی۔ شاید اس لیے بھی میں ایسا محسوس کررہا تھا کہ ان لمحات میں ایک جنونی کیفیت میں مبتلا تھا۔ اسی کیفیت میں' میں نے اسے دوسرے کان سے بھی فارغ کردیا۔ وہ گرم ریت پر پڑا ہوئی مچھلی کے مانند تڑپنے لگا۔

میں نے موت سے بھی زیادہ سفاک لہجے میں کہا ''لیو تمہارا ایک ایک عضو اسی طرح میرے خنجر کی پیاس بجھاتا رہے گا۔ جب تک تم زبان نہیں کھولو گے' میں ہاتھ نہیں روکوں گا۔ سب سے آخر میں تمہاری زبان کی باری آئے گی۔ اگر باقی اعضا محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو بتادو' ربی کہاں ہے؟''

''میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں' ربی اس وقت تل ابیب میں ہیں۔'' بات کرتے ہوئے اس کے آنسو بھی نکل آئے۔ ''تم انہیں فون کر کے میری بات کی تصدیق کرسکتے ہو۔ تمہارے پاس ان کا موبائل نمبر موجود ہے۔''

لیو جن لمحات سے گزر رہا تھا ان میں کسی سے جھوٹ کی توقع کم ہی کی جاسکتی ہے۔ میں نے ربی کے اسرائیل میں ہونے کا یقین کرلیا اور لیو کو مزید گھستے ہوئے کہا۔

''میں مان لیتا ہوں' ربی کل رات یہاں سے چلا گیا تو میں ضرورت محسوس کروں گا تو اس کو کال بھی کرلوں گا۔ تم اپنے بچوں کی طرح اب یہ بھی بتادو کہ ساحل کو کہاں رکھا گیا ہے؟''

''مم.....میں ساحل کے ٹھکانے سے آگاہ نہیں ہوں۔'' وہ بڑی بے چارگی سے بولا ''البتہ مجھے اتنا پتا ہے' تمہارا وہ ہم شکل اس بارے میں ضرور جانتا ہوگا۔''

اس کا اشارہ عقلی وجدان کی طرف تھا۔ میں چونک اٹھا ''وہ ہوگا کا کیا مطلب؟''

''ربی اس شخص اور تمہاری ساتھی کے بارے میں کوئی منصوبہ بنا رہے تھے۔'' لیو نے میرے دیے ہوئے زخموں کی اذیت کو برداشت کرتے ہوئے کہا ''آئندہ ان دونوں کو اپنے ساتھ حل کرمود کرنا تھا۔''

لیو کا انکشاف نہایت ہی اہم تھا۔ اگر وہ غلط بیانی نہیں کر رہا تھا تو ساحل اس وقت عقلی وجدان کے پاس ہوسکتی تھی۔ ربی اور اس کی کائیاں اور مکار شخص تھا۔ وہ ساحل کو عقلی وجدان کے ساتھ رکھ کر کے مجھے کمزور بنانا چاہتا تھا۔ اس خیال نے مجھے ہولا کر رکھ دیا کہ ساحل تو اسے اصلی وجدان ہی سمجھتی ہوگی جیسے پچھلے روز تک صدف سمجھ رہی تھی۔ ربی میری کمزوریاں بخوبی جان چکا تھا اور یہ بڑی تشویش ناک بات تھی۔

میں نے لیو سے استفسار کیا ''اس وقت وہ شیطان کہاں ہوگا؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' وہ بولا ''ہاں' یہ جانتا ہوں' وہ نیویارک ہی میں ہے۔''

''وہ ساحل کے ساتھ کس ڈائریکشن میں مود کرنے والا ہے؟''

''ربی کے منصوبے کے مطابق ان دونوں کو مینٹنڈ جانا تھا۔'' اس نے بتایا۔

میں ربی کی شاطر چال پر دنگ رہ گیا۔ اس نے ساحل کو نسبتی بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ تک پہنچانے کا اچھا طریقہ وضع کیا تھا۔ ساحل بے چاری یہی سمجھتی کہ وہ اپنے وجدان کے ساتھ اپنی دھرتی پر واپس جارہی ہے۔ اس چال سے یہ بھی ثابت ہوا' نیپال میں ابھی ربی کو کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکی تھی ورنہ ساحل کو اس طرف روانہ کرنے کی کوئی تک نہیں بنتی تھی۔ ویسے ایک بات ہے' ربی کو اس سلسلے میں بہروپیے پر اچھی خاصی محنت کرنا پڑی ہوگی۔

میں نے لیو سے پوچھا ''اگر وہ آفت زادہ ابھی تک نیویارک میں ہے تو اس کا مطلب ہے' ساحل بھی یہیں کہیں موجود ہے۔ کیا میرا ہم شکل تمہارے رابطے میں ہے؟''

برنارڈ لیو نے اس بہروپیے کو میرا ہم شکل کہا تھا لہٰذا میں نے بھی یہی الفاظ استعمال کیے۔ اس نے جواب دینے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تو مجھے شک ہوا' وہ کچھ چھپانے کے موڈ میں ہے۔ میں نے فوراً خنجر کی نوک اس کی شہ رگ پر رکھ دی۔

''کوئی چکر نہیں لیو!'' میں نے سنگین لہجے میں کہا ''ورنہ ابھی چیر کر رکھ دوں گا۔''

وہ ان لمحات میں پوری طرح میری دہشت کے شکنجے میں کسا ہوا تھا۔ جھوٹ بول کر وہ اپنی زندگی سے جانا' انتہائی بے چارگی کے عالم میں اس نے بتایا۔

''ہم دونوں یک طرفہ رابطے میں ہیں۔ یعنی وہ چاہے تو مجھ سے رابطہ کرسکتا ہے لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں۔ ربی نے سختی سے ہدایت کر رکھی ہے' میں تمہارے ہم شکل کی ہر ممکن مدد کروں لیکن از خود اس کی جانب بڑھنے کی کوشش نہ کروں۔''

بات پوری کرنے کے بعد لیو نے وال کلاک کی جانب کن انکھیوں سے دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے بھی اس نے ایسی ہی حرکت کی تھی لیکن میں نے اس وقت دھیان نہیں دیا تھا۔ اب مجھے محسوس ہوا جیسے وہ کسی خاص مقصد سے ٹائم دیکھ رہا ہو' اس کی نگاہ میں انتظار کی سی کیفیت تھی۔ میرے لیے اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ میں نے خنجر کی نوک کو گوشت کے ذائقے سے آشنا کرتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ آفت زادہ یہاں بھی آتا رہتا ہے؟''

اس نے جواب دینے میں تھوڑا تامل کیا تو میرا شک یقین میں بدل گیا ''ٹھیک ہے' سمجھ گیا میں۔ وہ تمہاری رہائش گاہ سے واقف ہے۔'' میں نے ایک فوری خیال کے تحت کہا پھر پوچھا۔

''کیا اس وقت بھی تم اس کی آمد کی امید کررہے ہو؟''

برنارڈ لیو نے جواب دینے کے لیے اپنے زخمی لب وا کیے ہی تھے کہ ڈور بیل نے اپنی مخصوص آواز سے کسی کی آمد کا اعلان کردیا۔ میں نے لیو کی آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے سوالیہ انداز میں بھویں اچکائیں۔ وہ فوراً سے پیشتر سمجھ گیا' میں اس سے کیا پوچھ رہا ہوں۔ جواب میں اثبات کے طور پر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اطلاعی گھنٹی بجانے والا میرا پرتو عقلی وجدان ہی تھا۔ میرے اعصاب کلف زدہ ہوگئے۔

میرے پاس سوچنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں تھا۔ میں نے نئے نوکیلے خنجر کو برنارڈ لیو کی شہ رگ پر چلا دیا۔ ادھر دھار نے کام دکھایا' ادھر گندے خون کا ایک فوارہ سا چھوٹ گیا۔ میں اچک کر ایک جانب ہٹ گیا۔ اگر میں یہ قدم اٹھانے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی کردیتا تو میرا الباس آلودہ ہوجاتا۔

میں لیو کو تڑپتا' پھڑکتا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ وسیم میری ہی طرف آرہا تھا۔ یقیناً وہ مجھ سے پوچھے بغیر دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ اس دوران میں ایک مرتبہ پھر اطلاعی گھنٹی اپنا فرض پورا کرچکی تھی۔ بیرونی دروازے کے قریب ہی فرش پر اپارٹمنٹ کے اندر تین افراد دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑے تھے۔ جن میں سے آنجلی کی زندگی کا امکان باقی تھا۔ ربی فریڈمکلن اور دراز قامت شنس کا تو میں نے منکا توڑ دیا تھا۔ وہ دونوں اپنی ٹوٹی ہوئی گردنوں سمیت اب کسی اور ہی دنیا کے باسی تھے۔

جب تک تیسری بار گھنٹی بجتی' ہم دونوں نگاہوں ہی نگاہوں میں لائحہ عمل ترتیب دے چکے تھے۔ میں دروازے کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا ہوگیا اور وسیم سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ وسیم نے دروازے کی سمت ہاتھ بڑھانے سے قبل گن کو جیب میں رکھ لیا تھا۔

آنے والا جو کوئی بھی ہوتا' بہرحال وہ ہمارا دوست نہیں ہوسکتا تھا۔ ویسے زیادہ امکان عقلی وجدان کا تھا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس سے یوں دن دو دن میرا سامنا ہوگا۔ میں نے اسے لفٹ نہ کرا کر برہم کردیا تھا اور ربی نے اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے میرے مقابل لا کھڑا کیا تھا۔ ویسے میں عقلی وجدان کی ایک بات کو مان گیا تھا' اس نے کہا تھا اگر میں نے اس پر تصرف حاصل نہ کیا تو وہ بدی کی کسی قوت کے ہاتھ کا کھلونا بن جائے گا۔ ربی کا اب تک جتنا کردار مجھ پر کھلا تھا' وہ اس تعریف پر پورا اترتا تھا۔

وسیم نے میرے اشارے پر جیسے ہی دروازہ کھولا' ایک قد آور شخص اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ وسیم کی صورت کا رنگ بدل

گیا۔ اس کی آنکھوں میں مجھے استعجاب کا پہلو نظر آیا۔ وسیم اس کے لیے ایک اجنبی چہرہ تھا لہٰذا وہ بھی تھوڑا سا چونکا پھر اس سے پہلے کہ وہ تین فرش نشینوں کو دیکھ کر مزید چونکتا' میں نے اسے ایک لات کی سلامی پیش کرنا ضروری جانا۔

اس کی پشت میری جانب تھی۔ میں نے ایک فرنٹ پریشر کک اس کی تشریف پر رسید کی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے تھوڑا آگے گیا پھر پلٹ کر عقب میں دیکھا..... اور میری توقع کی تصدیق ہوگئی۔

اس وقت میں اپنے ہی سامنے کھڑا تھا یعنی نقلی وجدان میرے روبرو تھا۔ وہ جب تک صرف میرا پرتو تھا تو اور بات تھی۔ اب تو وہ ایک سو ایک فیصد نقلی وجدان تھا' ربی نے اپنی پراسرار صلاحیتوں کے طفیل اس میں بہت کچھ بھرنے کی کوشش کی تھی۔

نقلی وجدان نے چونکہ میری لات کھائی تھی لہٰذا اس نے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں کسی اور کے میک اپ میں تھا چنانچہ وہ فوری طور پر میری اصلیت سے واقف نہ ہوسکا' البتہ فرش پر دراز تین بے حس و حرکت افراد کو دیکھ کر اس نے صورتِ حال کا اندازہ لگالیا تھا۔ میں امید کررہا تھا' وہ پلٹ کر مجھ پر حملہ آور ہوگا۔ میں اس کے لیے پوری طرح ذہنی طور پر تیار کھڑا تھا مگر اس موقع پر اس نے بڑی عجیب حرکت کی۔ اس حرکت میں بلا کا اعتماد پایا جاتا تھا۔

وہ ہم دونوں کو یک سر نظر انداز کرکے اندرونی کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ شاید وہ برنارڈ لیو کی طرف جارہا تھا۔ اس نے ہمیں ذرہ برابر اہمیت نہیں دی تھی۔ ہم دونوں نے معنی خیز اور تعجب انگیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ میں نے اضطراری لہجے میں کہا۔

''وسیم! یہ شخص یہاں سے نکل کر نہیں جانا چاہیے۔ برنارڈ لیو سے میں معلوم کرچکا ہوں' میری ساتھی ساحل اس کے قبضے میں ہے۔''

''کیا یہ تمہارے میک اپ میں ہے؟'' وسیم نے میرے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے الجھن زدہ لہجے میں سوال کیا۔

میں نے کہا ''اس کے بارے میں' میں تمہیں بعد میں تفصیلاً بتاؤں گا۔ فی الحال اتنا جان لو یہ کسی میک اپ وغیرہ میں نہیں' اپنی اصل شکل وصورت میں ہے۔''

وسیم حیران و پریشان میرے ساتھ دوڑتے ہوئے اس کمرے میں پہنچا جہاں میں نے بڑی بے دردی سے برنارڈ لیو کو ذبح کیا تھا۔ نقلی وجدان اس وقت متاسفانہ انداز میں لیو کی اجڑی بچڑی لاش کو یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ ہماری موجودگی کو محسوس کرکے وہ ایک جھٹکے سے پلٹا۔ ہم دونوں سے سامنا ہوا تو میں نے اس کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹتی دیکھیں اور نہ ہی کسی قسم کی برہمی کے آثار مجھے نظر آئے۔ یہ عجیب وغریب صورت حال تھی نہیں' ربی نے اسے پینا ٹائز کرکے کیا سے کیا بنادیا تھا۔ یہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

وہ ہم پر ایک اچٹتی ہی نگاہ ڈال کر واپس جانے لگا اس کے راستے میں دیوار بن کر کھڑا ہوگیا ''وجدان! میں ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔''

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اپنی اصلی آواز و لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔ اس کا چونک جانا عین فطری تھی۔ اگلے ہی لمحے' مجھے اس کے چہرے پر تمسخرانہ سلوٹیں دکھائی دیں۔ وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔

''تو تم نے بھی تجسیم بدلنا شروع کردیا۔ مجھے نقلی کہنے خود کسی کی نقل بنے گھوم رہے ہو۔ واہ بھئی واہ۔ تمہارا بھی نہیں۔''

''زیادہ ڈائیلاگ مارنے کی ضرورت نہیں۔'' میں بپھرے ہوئے لہجے میں کہا ''بتاؤ' تم نے میری ساحل کو کہاں رکھا ہے؟''

وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا ''نیویارک میں ہے اور اسے کئی ساحل لگتے ہیں۔ ذرا اس کا طواف کرتے ادھر ادھر نگاہ دوڑاؤ۔ ہوسکتا ہے' گوہرِ مقصود ہاتھ آجائے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس پر حملہ کردیا نے تین زبردست کِکس کے کمبی نیشن سے اسے پیچھے ہوئے دیوار کے قریب' وسیم کے پہلو میں پہنچادیا۔ اتنا اس پر پل پڑا۔ اس کے انداز میں بڑا جارحانہ پن تھا۔

میرے نیکیو (نقلی وجدان) نے وسیم کو آڑے ہاتھ لحاتی کوشش سے وسیم کی گردن اس کے ہاتھ میں آگئی۔ وسیم کی گردن دبوچ کر اس کو اوپر اٹھالیا۔ وسیم ہوا میں پاؤں جھٹکنے لگا۔ یہ بڑی واہیات صورت حال تھی۔

میں وسیم کی مدد کو لپکا اور ایک لمبے اسٹیپ والی ساٹھ نیکیو کی پشت پر رسید کردی۔ وہ تھوڑا سا ڈگمگایا اور وسیم کو گر سے تھامے تھامے دور اچھال دیا۔ وسیم ایک دیوار سے ٹکرا پر آرہا۔ میں نے نیکیو پر تابڑ توڑ حملے شروع کردیے۔

اس نے میرے ہر اٹیک کو مناسب طریقے کرنے کے بعد کاؤنٹر اٹیک کیا پھر ہم دونوں میں ہا گئی۔ کبھی وہ مجھ پر حاوی آنے لگتا اور کبھی میں اس آجاتا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' جیسے میں اپنے آپ سے لڑ میں اس پر جو بھی حملہ کرتا' اس کے پاس اس کا توڑ موجود وہ میرے ہی دماغ سے سوچ رہا تھا۔

پانچ منٹ کی فائٹ فائٹ میں ہم نے ایک دوسرے

خاصی ضربات پہنچائیں۔ بلاکنگ کرتے ہوئے میری دونوں کہنیاں جیسے سن سی ہوگئیں۔ میں نے ایک بھرپور کریسنٹ کک سے اس کے بالائی ہونٹ کو زخمی کردیا۔ اس دوران میں وسیم ایک طرف ساکت کھڑا ہمیں یک ٹک دیکھتا رہا۔ اس نے اس نوعیت کی فائٹ زندگی میں پہلی مرتبہ ملاحظہ کی ہوگی۔

ہمارا مقابلہ جاری ہی تھا کہ نیگیٹو نے ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے ایک ہائی جمپ لگائی اور میرے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے کافی فاصلے پر چلا گیا۔ اب وہ میرے اور داخلی دروازے کے درمیان تین اشٹشمل افراد کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے ایک غصہ دلانے والی معنی خیز نگاہ مجھ پر ڈالی اور دروازے کی جانب قدم بڑھادیئے۔

میں نے اسے پکڑنے کے لیے دوڑ لگادی۔ وسیم نے بھی میری تقلید کی اور جب تک ہم اس تک پہنچتے' وہ دروازہ کھول کر اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

''وسیم' کسی قیمت پر اسے نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے دینا۔ بڑی مشکل سے مجھے ساحل تک پہنچنے کا ایک راستہ ملا ہے۔ اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو غضب ہوجائے گا۔''

ہم اندھا دھند دوڑتے ہوئے اپارٹمنٹ سے باہر آئے۔ نیگیٹو مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ میں نے اس کی تلاش میں چاروں جانب نگاہ دوڑائی۔ وسیم نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

''وجدان! ادھر دیکھو' وہ کتنے اطمینان سے ٹہلتے ہوئے جارہا ہے۔''

میں نے وسیم کے اشارے کا تعاقب کیا تو وہ بدمعاش مجھے نظر آگیا۔ تعلی وجدان ایسٹ انسٹھ اسٹریٹ پر چلتے ہوئے الیگزنڈن ایونیو کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں بلا کا سکون بھرا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بانکا چھبیلا نیویارکر آدھی رات کو سیر گشت کرنے نکلا ہو۔ ہم نے اپنے پاؤں میں بگولے باندھے اور آندھی طوفان کی رفتار سے بھاگتے ہوئے اس کا تعاقب کرنے لگے۔

اس کے اطمینان اور ہمارے اضطراب نے درمیانی فاصلہ بتدریج کم کردیا۔ ہم جب اس سے محض پچاس گز کی دوری پر تھے تو وہ ایک سب وے گلوب کے پاس رک گیا۔ اس نے ایک نظر گلوب کو دیکھا پھر مخصوص انٹرنس میں داخل ہوگیا۔

''وہ سب وے سے فرار ہورہا ہے۔'' وسیم نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔

میں نے اپنی رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے پرعزم لہجے میں کہا ''میں اسے کسی قیمت پر فرار نہیں ہونے دوں گا۔ ہمیں جلدی سے پلیٹ فارم پر پہنچنا ہوگا۔''

ہم انٹرنس گلوب کے سامنے پہنچے تو وسیم ٹھٹک کر رک گیا۔

''کیا ہوا۔ تم رک کے کیوں ہو؟''

''گلوب کا رنگ دیکھ رہے ہو؟'' وہ الجھن زدہ لہجے میں بولا۔

میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ مجھے نیویارک کے سب وے کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ میں نے کہا ''گلوب کا رنگ سرخ ہے' پھر؟''

''سرخ گلوب کا مطلب ہے' یہ انٹرنس عارضی طور پر بند ہے۔'' وسیم نے وضاحت کی ''ایسے پلیٹ فارم پر بے گھر افراد' جرائم پیشہ اسٹریٹ بوائز اور منشیات کے عادی لوگوں کا قبضہ ہوتا ہے۔ تم اسے چھوٹی موٹی کرائم مارکیٹ بھی کہہ سکتے ہو۔ صرف وہ پلیٹ فارم ہارونق اور استعمال میں ہوتے ہیں جن کا انٹرنس گلوب سبز رنگ ظاہر کرتا ہو۔''

''جو بھی ہو' ہمیں اندر اترنا ہے کیونکہ ہمارا شکار اسی طرف گیا ہے۔'' میں نے حتمی لہجے میں کہا ''اس کو پکڑنے کے لیے میں پاتال میں بھی غوطہ لگا سکتا ہوں۔''

وسیم نے کوئی جرح نہیں کی اور ہم سب وے انٹرنس میں داخل ہوگئے۔

پلیٹ فارم تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ سب وے کا وہ اسٹیشن پوری طرح آباد تھا۔ وسیم نے بکھری ہوئی آواز میں کہا ''یہ..... یہ کیسے..... ہوسکتا ہے؟''

میں نیگیٹو کے چنگار پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھ چکا تھا لہٰذا ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''آج سب کچھ ہوسکتا ہے۔ تم آؤ میرے ساتھ!''

اس آفت نے یقیناً انٹرنس والے گلوب کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی تھی۔ اس گڑبڑ پر غور و فکر کا وقت نہیں تھا۔ ہم تیز قدموں سے چلتے ہوئے پلیٹ فارم پر پہنچے۔ پلیٹ فارم پر سب وے سسٹم لائن کھڑی تھی۔ اس کا رخ جنوب سے شمال کی سمت تھا۔ اسٹریٹ ففٹی نائن مڈ ٹاؤن مین ہیٹن کی آخری اسٹریٹ تھی۔ گویا ''6-LINE'' اپ ٹاؤن جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ میری متلاشی نظر پلیٹ فارم پر موجود ایک ایک چہرے کا جائزہ لے رہی تھی..... پھر میں نے اپنی مراد پالی!

میں نے تعلی وجدان کو سب وے کے دروازے کی جانب بڑھتے دیکھا۔ وہ اکیلا نہیں تھا۔ کوئی عورت اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ مذکورہ عورت کا چہرہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا۔ میرے تجسس نے تڑپ کر گواہی دی..... وہ میری ساحل ہے!

پھر ہم دونوں نے سسٹم لائن کی جانب دوڑ لگادی۔

وقت کو تھام کر رکھنا آسان نہیں۔ یہ بڑا کج ادا ہے' پلٹ کر دیکھتا ہے اور نہ ہی پوچھتا۔ اپنی مخصوص رفتار سے دوڑتا چلا جاتا ہے۔ انسان اس کے تعاقب میں دوڑنے پر مجبور ہے ورنہ یہ ریت کی طرح پھسل کر مٹھی سے نکل جاتا ہے!

اس وقت میری مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور میں اندھا دھند سسٹم لائن کی جانب دوڑ رہا تھا۔ وسیم بھی میری تقلید میں تھا۔ مجھے ہر صورت وقت کو اپنی گرفت میں لینا تھا۔ اگر وہ آفت زادہ تعلی وجدان میرے ہتھے چڑھ جاتا تو میں چٹکی بجاتے میں وقت کو پچھاڑ سکتا تھا۔ تعلی وجدان کے قابو آنے کا مطلب تھا' میں نے ساحل کو حاصل کرلیا۔

ہم نے ٹرین کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ آٹو میٹک سسٹم کے تحت اس کا دروازہ بند ہوگیا۔ ہمیں اگر لمحہ بھر... کی تاخیر بھی ہوجاتی تو ٹرین چھوٹنے کا قوی امکان تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب وے سسٹم لائن حرکت میں آگئی۔ ہم اسی بوگی میں سوار ہوئے تھے جس کے اندر میں نے اس بدمعاش کو داخل ہوتے دیکھا تھا۔ سب وے لائنز (ٹرینوں) کی پیشانی پر اور ہر بوگی کے دروازے پر اس کا مخصوص نمبر درج ہوتا تھا تاکہ مسافروں کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

میں اس وقت سخت پریشان تھا کیونکہ میں کوئی عام مسافر نہیں تھا اور نہ ہی کسی معمول کے کام سے سفر کررہا تھا۔ یہ ایک غیر معمولی مشن تھا اور میری پریشانی کا سبب وہ نیگیٹو تھا جو مجھے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرے مضطرب قدم اور متلاشی نگاہ بوگی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسے ڈھونڈ رہی تھی..... پھر وہ مجھے نظر آگیا۔ وہ ایک سیٹ پر اکیلا بیٹھا تھا۔

اس پر نگاہ پڑتے ہی میرا دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا۔ اس کمینے نے اپنے چہرے کے سامنے کوئی میگزین کھول رکھا تھا جس کے سبب اس کی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی تاہم میں نے شکل دیکھے بغیر بھی اسے پہچاننے میں کوئی غلطی نہ کی۔ میری دیکھا دیکھی وسیم کی نگاہ بھی اس تک رسائی حاصل کرچکی تھی۔ اس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ اس کی سرگوشی میں گہری تشویش تھی۔

''وجدان! اس کے ساتھ ایک عورت بھی ٹرین میں سوار ہوئی تھی۔ وہ کہیں نظر نہیں آرہی!''

میں نے بھی سرگوشیانہ انداز ہی میں جواب دیا ''لگتا ہے بدمعاش نے اسے کہیں ادھر اُدھر کردیا ہے۔ اس سے کوئی بھی حیرت انگیز بات بعید نہیں۔'' ایک لمحے کے توقف سے میں نے اضافہ کیا ''مجھے شک ہے اس کی ساتھی عورت ساحل کے سوا اور کوئی نہیں.....''

''اس شک کی تصدیق کرلیتے ہیں۔'' وسیم نے بڑے جوشیلے انداز میں کہا تاہم لہجے کو دھیما ہی رکھا ''یہ چلتی ہوئی ٹرین سے بھاگ کر کہاں جائے گا۔ آؤ اس کا مزاج پوچھتے ہیں۔''

''ٹھہرو!'' میں نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے گمبھیر آواز میں کہا ''تم اس آفت پر نظر رکھو۔ میں چند سیکنڈ میں آتا ہوں۔''

''تم کہاں جارہے ہو؟'' بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

میں نے جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کرلیں۔ دو آنکھیں بند ہوتے ہی تیسری آنکھ بیدار ہوگئی۔ میں نے ساحل کے خال وخد کو تھرڈ آئی کے سامنے اجاگر کیا۔ اس کام میں اب مجھے خاصی مہارت حاصل ہوگئی تھی' پلک جھپکے بغیر میں ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا اور یہ جان کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ وہ اس وقت ٹرین میں نہیں تھی۔

میری ساحل کی' سسٹم لائن میں غیر موجودگی اتنی زیادہ تشویش ناک نہیں تھی۔ نیگیٹو کے پہلو میں چلتی ہوئی عورت کی شکل میں نے نہیں دیکھی تھی۔ یہ میرا اندازہ تھا کہ وہ ساحل ہوگی۔ بعض اوقات قوی اندازے بھی غلط ثابت ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی ممکن تھا وہ کوئی غیر متعلق عورت ہو۔ نیگیٹو کے نزدیک اسے دیکھ کر میرا وجدان آپوں آپ ساحل کی طرف چلا گیا ہو۔ ہاتھ تھام لینا مغرب خصوصاً امریکا میں ایک عام سی بات ہے۔ وہ میری نظر کا دھوکا بھی ہوسکتا تھا۔ تعلی وجدان ایسے فریب دینے کا ماہر تھا۔ سب وے انٹرنس گلوب کے ساتھ بھی اس نے کچھ اسی قسم کا ہاتھ دکھایا تھا۔ میں جس قسم کی صورتِ حالات سے گزر رہا تھا اس میں اس ڈگر پر سوچنا عین فطری بات تھی۔ اب میرے اضطراب..... بلکہ عذاب کا سبب یہ تھا کہ اس وقت ساحل ایک بند وین میں سفر کررہی تھی۔ میں نے آخری مرتبہ اسے اسی بیڈ روم میں دیکھا تھا جہاں وہ پچھلے دو دن سے موجود تھی۔ کسی وین میں اس کا محوِ سفر ہونا حالات میں بہت بڑی تبدیلی کی جانب ایک واضح اشارہ تھا۔ میں اس کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اگلے ہی لمحے میں اس ماحول کا حصہ بن گیا۔

وہ ایک ڈبل کیبن والی وین تھی۔ ساحل کو عقبی کیبن میں رکھا گیا تھا اور وہ وہاں اکیلی تھی۔ فرنٹ کیبن میں ڈرائیور کے علاوہ اور کون کون موجود تھا' میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ساحل کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ایک آرام دہ سیٹ پر دراز تھی۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اس وقت سو رہی تھی

نہیں تھا۔ وہ جیسے ہی میری جانب سیدھا ہوا' میں نے مختصر سے اسٹیپ کے ساتھ اس کے سینے پر ایک پش کک رسید کردی۔

اس کک میں ایک زوردار دھکا پوشیدہ تھا۔ وہ دو قدم پیچھے گیا پھر اپنے عقب میں ٹرین کی ''دیوار'' سے جا ٹکرایا۔ اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بیک پش کی مدد سے وہ تقریباً ہوا میں تیرتے ہوئے میری سمت آیا۔ اس کا انداز فلائنگ کک مارنے والا تھا۔

میں نے سائیڈ بلاک کیا۔ ٹرین میں اتنی جگہ نہیں تھی کہ ہم آزادانہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوسکتے۔ میرا پرتو جذبات میں آکر کچھ زیادہ ہی اچھل کود مچا رہا تھا' شاید اسی لیے اسے بار بار ناکامی... کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا جبکہ اس کے برعکس میں اسٹریٹ فائٹ کے اصولوں پر کاربند تھا۔ موقع کی نزاکت انہی اصولوں کی متقاضی تھی۔

میری بلاکنگ کے نتیجے میں وہ ایک مسافر کے اوپر جا گرا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مضروب مسافر کی گالیاں بلند ہوئیں۔ میرے مدمقابل نے اس مسافر کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور اٹھ کر میری جانب بڑھا۔ اسی لمحے میں نے اس کی ناک پر ایک زوردار مکا جڑ دیا۔

وہ اپنی ناک تھام کر پیچھے کو گیا۔ میں نے اس کی پسلیوں میں ایک پریشر کک ٹکا دی۔ وہ ٹرین کے فرش پر پھسلا اور اسی مسافر کے قدموں میں جا گرا جس کے منہ پر اس نے لمحہ بھر پہلے طمانچہ مارا تھا۔ یہ ایک اتفاق تھا اور خاصا سنگین اتفاق تھا۔ میرے دشمن کی بدنصیبی قابل دید تھی!

وہ مسافر بہت برہم تھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' اپنے بوٹ کو نقلی وجدان کے سینے اور پیٹ پر برسانا شروع کردیا۔ یہ اس کے غصے اور کمزوری کا اظہار تھا اور عین فطری ردِعمل تھا۔ وہ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا' غلطی سے کس مصیبت کے منہ میں ہاتھ دے بیٹھا ہے۔ جلد ہی اسے اس غلطی کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔

فرش پر پڑے ہوئے آفت زادے نے مسافر کی ٹانگوں میں ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھا لیا پھر اسے اپنے پاؤں پر رکھتے ہوئے پوری قوت سے دور اچھال دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بڑی سرعت سے ہینڈ اسپرنگ لگا کر ایک جھٹکے سے اپنے قدموں پر کھڑا ہوگیا۔

مسافر نے فضا میں لمحاتی پرواز کی اور ٹرین کی ونڈو سائیڈ سے جا ٹکرایا پھر ایک جھٹکے سے فرش پر آرہا۔ چند مسافر ہمدردی سے مضروب مسافر کی جانب بڑھے اور اسے سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے۔ نقلی وجدان نے اپنے طرزِ عمل سے مسافروں کے دلوں کو مکدر کرکے رکھ دیا تھا۔ سب نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے، تاہم اس کے خطرناک تیور دیکھتے ہوئے کسی نے اس سے الجھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خاموش تماشائی بنے رہنے میں اپنی عافیت محسوس کررہے تھے۔ پرائی آگ میں کون کودتا ہے!

یہ صورتِ حالات میرے حق میں سازگار تھی۔ میں چشم زدن میں وہاں موجود افراد کی ہمدردیاں سمیٹ چکا تھا۔ ہمارے مابین ہونے والی مکا لے بازی نے انہیں یہ بھی باور کرایا تھا کہ وہ ظالم اور میں مظلوم ہوں میری کسی ساتھی عورت پر اس نے غاصبانہ قبضہ کررکھا ہے۔ نیکی اور بدی کی قوتیں ہرحال میں کھل کر رہتی ہیں' چاہے وہ کسی بھی شکل میں برسرِپیکار کیوں نہ ہوں!

اچانک مجھے پلٹ جانا پڑا۔ میں نے اپنے پہلو میں ایک غیرمعمولی حرکت محسوس کی تھی۔ مجھے ایک لمحے کے لیے غافل پاکر وہ کمینہ میرے قریب آگیا تھا اور عقب سے مجھے اٹھانے کے لیے اپنے دونوں بازو میری... کمر کے گرد حمائل کرنے ہی والا تھا کہ میں بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور میری دائیں کہنی اس کی کنپٹی پر پڑی۔ چوٹ اگرچہ شدید تھی مگر وہ بڑے تحمل سے پی گیا۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی سسکاری برآمد ہوئی تاہم اس دوران میں اس نے میری کمر پر گرفت قائم کرلی۔ اسی حالت میں اس نے مجھے اٹھانے کی کوشش کی تو میں نے بائیں کہنی کو پہلے والے انداز میں آزمایا۔ نتیجہ قدرے مختلف برآمد ہوا۔

اس مرتبہ کنپٹی کے بجائے میری کہنی نے اس کی گردن کا مزاج پوچھا۔ پھر میں نے ان حملہ آور ''حرکتوں'' کو پے در پے آزمانا شروع کردیا۔ وہ پٹتا رہا مگر اس نے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کی اور ٹھہرے ہوئے انداز سے مضبوط قدموں کے ساتھ ٹرین کے دروازے کی جانب بڑھتا رہا۔ اس کے تیور سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ یونہی اٹھائے اٹھائے مجھے ٹرین سے باہر پھینکنے کا فیصلہ کرچکا ہے۔

ٹرین کے دروازے آٹومیٹک سسٹم کے تحت لاک تھے۔ انہیں اپنی مرضی سے نہیں کھولا جاسکتا تھا۔ ٹرین سے متعلق ذمے دار شخص ہی انہیں یا پھر کسی مسافر کی درخواست پر وہ دروازہ کھول سکتا تھا اور وہ بھی ٹرین رکنے کے بعد۔ چلتی ہوئی ٹرین میں تو یہ ممکن نہیں تھا البتہ یہ ہوسکتا تھا کہ وہ شیطان زادہ دور ہی سے مجھے دروازے پر دے مارتا..... اور اتفاق سے اس ٹکراؤ کے نتیجے میں دروازہ کھل جاتا۔

میں اس سے آگے کچھ نہ سوچ سکا۔ اتفاق سے بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اگر وہ واقعی مجھے ٹرین سے باہر پھینک دیتا تو میری سلامتی کے امکانات معدوم ہوجاتے۔ انڈرگراؤنڈ' پتھریلی محدود سرنگ میں دوڑنے والی وہ ٹرین میری آخری سواری ثابت ہوتی اور اس سے باہر پہنچتے ہی میرا جو حشر ہوتا وہ سننے اور دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے کردینے کے لیے کافی ہوتا۔

میں نے لمحہ بھر میں ایک فیصلہ کیا اور جب ہم دروازے سے تین فٹ کی دوری پر تھے تو میں نے اپنے اس فیصلے پر عمل درآمد بھی کرڈالا۔ اس کام کے لیے مجھے بھرپور مکاری دکھانا پڑی۔ میں نے بظاہر کیا جیسے میں اس کی گرفت سے نکل کر نیچے بیٹھنے کی کوشش کررہا ہوں۔ وہ میرے چکر میں آگیا۔ میں نے پھر اس دھوکا دہی کے دوران ہی میں اچانک اپنے بدن کو جھٹکا دیا۔ میرا جسم کمان کی کھڑی کے مانند ہوا میں بلند ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے نقلی وجدان کی گرفت میں رہتے ہوئے دونوں ٹانگیں سامنے کی سمت کھول دیں۔ یہ ایک بے ساختہ اور بھرپور ایکشن تھا۔

میرے پاؤں دروازے کے ہینڈل سے ٹکرائے اور میں نے چشم زدن میں ہینڈل پر پاؤں کے دباؤ سے زبردست پش حاصل کیا اور اپنے پرتو کو ایک جھٹکے سے پیچھے دھکیل دیا۔

وہ شاید میری اس اچانک کارروائی کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔ اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدموں میں لغزش نمودار ہوئی۔ میرے لیے یہ لمحاتی مہلت کسی سنہری موقع سے کم نہیں تھی۔ میں نے کسی نتیجے کی پروا کیے بغیر' اپنے بالائی بدن کو آگے کی جانب جھلایا اور دونوں ٹانگیں فولڈ کرکے پاؤں کی ایڑیاں اس شیطان زادے کے پیٹ کے زیریں حصے پر رسید کردیں۔

ایڑی اور کہنی کی ضرب اپنے اندر دردناک عذاب کا خزانہ سمیٹے ہوتی ہے۔ اس تکلیف کی شدت کو وہی شخص محسوس کرسکتا ہے جو کبھی بدقسمتی سے اس تجربے سے گزرا ہو۔ یہ زبانی کلامی سمجھ میں آنے والی بات نہیں..... اور میں نے ایڑیوں کی یہ ضرب نقلی وجدان کے جسم کے جس حصے پر پہنچائی تھی وہاں اس کی شدت میں ہزار گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔

میری میکانکی حرکت نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اس بہروپے کے حلق سے ایک تکلیف دہ آواز خارج ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے خود کو ٹرین کے فرش کی جانب منہ کے بل گرتے ہوئے پایا۔ میری ضرب نے نقلی وجدان کی گرفت چھڑا دی تھی۔ وہ اس وقت جس قسم کے حالات سے گزر رہا تھا۔ وہاں ہاتھوں کی گرفت قائم رکھنا ممکن نہیں تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ کے مضروب متاثرہ حصے کو دبائے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

اس سے پیشتر کہ میرا چہرہ ٹرین کے فرش سے ٹکراتا' میں نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں فرش پر ٹکائیں اور ہینڈ پش کے ذریعے اپنی باڈی کو ہوا میں اچھالا۔ یہ اچھال نیچے درجے کی تھی۔ اگلے ہی لمحے میں اپنے قدموں پر کھڑا ہوچکا تھا۔

اسی وقت میں نے نقلی وجدان کو سنبھل کر اپنی سمت بڑھتے ہوئے پایا۔ ہم دونوں بہ مشکل ایک دوسرے سے بیچھے فٹ کی دوری پر راہ گزر میں کھڑے تھے۔ ہمارے درمیان فرش سے چھت تک وہ فولادی ڈنڈا استادہ تھا جو کھڑے مسافروں کے لیے سہارے کا باعث ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے سہارے کے لیے ٹرین کی چھت سے آہنی زنجیر والے ہک بھی لٹک رہے تھے۔ نقلی وجدان کا چہرہ غضب ناک ہورہا تھا۔ وہ ایسی نظر سے مجھے دیکھ رہا تھا جیسے میں اس کے ہاتھ لگا تو وہ مجھے چٹکیوں میں مسل ڈالے گا۔ یہ اس انویسٹمنٹ کا کمال تھا جو میں نے اس پر کی تھی۔

میں اس پر نگاہ رکھتے ہوئے فولادی ڈنڈے کے قریب آیا پھر اسے مضبوطی کے ساتھ تھام کر ہوا میں گھوم گیا۔ یہ میری ایک اچانک اور خطرناک حرکت تھی۔ مدمقابل بوکھلا کر رہ گیا۔ اس کی بوکھلاہٹ کے دوران میں میری ٹانگیں اپنا کام دکھا چکی تھیں۔

میں نے فولادی ڈنڈے پر گرفت قائم رکھتے ہوئے اس کے چہرے کو نشانہ بنایا' پھر تابڑتوڑ کراس کِک کی برسات کردی۔ ردِعمل کے طور پر مدافعتی انداز میں اس کے ہاتھ چہرے کی جانب اٹھ گئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ایک ڈبل پش کک اس کے سینے پر رسید کرکے دور دھکیل دیا۔ وہ لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے پندرہ فٹ تک لڑھکتا چلا گیا۔ میں نے فولادی ڈنڈے کو چھوڑا اور جم کر قدموں پر کھڑا ہوگیا۔

اسی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سکس لائن کی رفتار کم ہورہی ہو۔ یہ بات نقلی وجدان نے بھی نوٹ کرلی تھی۔ اس نے چونک کر میری جانب دیکھا اور اٹھتے ہی ایک طرف دوڑ لگادی۔

یہ بڑی واہیات صورتِ حال تھی۔ اگر وہ ہاتھ سے نکل جاتا تو بڑی مشکل ہوجاتی۔ ٹرین کی بتدریج کم ہوتی رفتار اس بات کا اعلان تھا کہ ہنٹر کالج کا اسٹیشن آگیا ہے۔ اگرچہ نقلی وجدان نے تھوڑی دیر پہلے یہی بتایا تھا کہ وہ ساحل کے ساتھ

ایسٹ ہارلم کی طرف جارہا ہے لیکن اس کی بات پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ کم بخت جھوٹوں کا سردار تو اس بات کا دعوے دار بھی تھا کہ ساحل اس وقت ٹرین میں اس کے ساتھ سفر کررہی تھی جب کہ میں اپنی ساحل کو ایک بند وین میں محوِ سفر دیکھ چکا تھا۔

ایسٹ ہارلم کا اسٹیشن ایسٹ ایک سو دس اسٹریٹ پر واقع تھا۔ ہنٹر کالج ایسٹ اڑسٹھ پر تھا۔ اس اسٹیشن کے بعد کلس ایسٹ ستتر' ایسٹ چھیاسی' ایسٹ چھیانوے' ایسٹ ایک سو تین اسٹریٹ سے گزرنے کے بعد ایسٹ ہارلم کے اسٹیشن پر پہنچتی۔ سب وے کے اس ٹریک پر تین ٹرینیں (فورلائن' فائیو لائن اور سکس لائن) مین ہیٹن کے مشرقی حصے میں ڈاؤن ٹاؤن اور اپ ٹاؤن کے درمیان شمالاً جنوباً دوڑتی رہتی تھیں۔ میری ٹھلی وجدان کے اس بیان پر یقین کرنے کو قطعاً تیار نہیں تھا کہ وہ ساحل کے ساتھ ایسٹ ہارلم کی طرف جارہا تھا۔ عین ممکن تھا وہ ہنٹر کالج کے اسٹیشن پر ٹرین سے اتر کر فرار ہونے کی کوشش کرتا۔ وہ مجھ سے چند منٹ میں جیسی درگت بنوا چکا تھا اس کے پیشِ نظر فرار ہی میں اس کی عافیت تھی۔

اگلے ہی لمحے میں اس کے پیچھے لپک گیا۔ اس کا مشن تھا خاموش نہ رہا اور بڑی سرعت سے میرے ساتھ ہولیا۔ ہم دوڑتے قدموں سے اس جانب بڑھے جدھر اس کمینے نے دوڑ لگائی تھی۔ یہ بوگی کا وہ حصہ تھا جہاں واش روم بنا ہوا تھا۔ ٹرین کی رفتار بتدریج کم ہورہی تھی۔

جب ہم مذکورہ مقام پر پہنچے تو وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا "وہ واش روم میں چھپا ہے۔" وسیم نے ہراساں آواز میں کہا "کہیں اور نہیں جاسکتا۔"

میرا اپنا اندازہ بھی یہی تھا کیونکہ وہاں چھپنے کے لیے واش روم سے زیادہ مناسب جگہ اور کوئی نہیں تھی۔ ہم واش روم کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ بند تھا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ میں نے اضطراری انداز میں دروازے کے ہینڈل کو جھنجوڑ ڈالا۔

وسیم نے کہا "اگر وہ اندر ہے تو اسے باہر لانا ہوگا..... فوراً ورنہ ہم کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ ٹرین رکنے والی ہے۔ اس بوگی کے مسافروں میں سے جو کوئی بھی اترے گا وہ یہاں پیش آنے والے حالات کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا۔ پھر متعلقہ پولیس والے سکس لائن کو ہنٹر کالج سے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ تمہارے ہم شکل کے ساتھ پتا نہیں وہ کیا سلوک کریں گے لیکن ہم ضرور اس جھمیلے میں الجھ کر رہ جائیں گے' پھر سن شائن اپارٹمنٹ میں پیش آنے والے واقعات ہمارے گلے کا پھندا بن جائیں گے!"

"پھر؟" میں نے سوالیہ نظروں سے وسیم کو دیکھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں پہلی فرصت میں ٹرین کو چھوڑ دینا چاہیے۔" وسیم نے سنجیدہ لہجے میں کہا "دیکھو ٹرین رکنے ہی والی ہے۔ ہم سب سے پہلے نیچے اتر کر پلیٹ فارم کی بھیڑ میں گم ہوجاتے ہیں۔"

میں نے گمبھیر آواز میں کہا "یہ کم بخت بڑی مشکل سے ہاتھ آیا ہے۔ کیا اسے یونہی چھوڑ دوں؟"

"مجبوری ہے' واش روم کا دروازہ اس نے اندر سے بند کررکھا ہے۔" وسیم فکرمند لہجے میں بولا "اور ہمارے پاس وقت بہت کم ہے..... بلکہ بالکل نہیں ہے۔"

"ہم ٹرین سے ضرور اتریں گے اور اس شیطان کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔" میں نے ٹھوس انداز میں کہا۔

"مگر کیسے؟" وہ الجھن زدہ نظر سے مجھے تکنے لگا "اس نے دروازے کو اندر سے....."

"دروازہ اندر سے بند ہے یا باہر سے' تم اس چکر میں نہ پڑو۔" میں نے قطع کلامی کی اور سنسناتی ہوئی آواز میں کہا "اور تمہارے "کیسے" کا جواب یہ ہے..... دیکھتے جاؤ۔"

میرے لیے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا اور میں نے حتمی طور پر سوچ لیا تھا' آج یہ آفت زادہ میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جائے گا۔ کوئی بند دروازہ کھولنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ میں واش روم کے دروازے کے سامنے ہارس اسٹانس بنا کر کھڑا ہوگیا۔ یہ بریکنگ پوزیشن تھی۔ میں نے چی کی قوت کو آزمانے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ ایک بروقت فیصلہ تھا۔

میں نے دروازے کے ہینڈل کے اوپر نگاہ جمائی' ایک طویل سانس کھینچ کر پھیپھڑوں کو ہوا سے بھرا' پھر میل کرتے ہوئے پھیپھڑوں کی ہوا کو ایک دھکے سے منہ کے راستے خارج کردیا۔ اس کے ساتھ ہی میری دائیں ہتھیلی نے میکانکی انداز میں حرکت کی اور ہاتھ کا ایک قیامت خیز پش ہینڈل پر منتقل ہوا۔ یہ تینوں اسٹیپ بہ مشکل ایک سیکنڈ میں مکمل ہوئے تھے۔

واش روم کا دروازہ اس انداز میں کھلا جیسے کسی چیختے چنگھاڑتے ہاتھی نے اسے اپنی بدمستی کا نشانہ بنایا ہو۔ دروازہ کھلنے کی مہیب آواز میں لاک ٹوٹنے کی صدا کہیں گم ہوکر رہ گئی تھی۔ شاید نقار خانے میں طوطی کی آواز والا محاورہ ایسے مواقع ہی کے لیے ہے۔

ہم دونوں ہکا بکا واش روم کے اندر دیکھ رہے تھے۔ ہماری حد درجہ حیرت کا باعث یہ تھا کہ واش روم کا سونا پن ہمارا منہ چڑھا رہا تھا۔ یہ ہمارے لیے ناقابلِ یقین صورتِ حال

تھی۔ پتا نہیں وہ خبیث ہمیں جُل دے کر کدھر نکل گیا تھا۔ بوگی میں تو وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

واش روم کے سامنے کھڑے ہو کر وقت برباد کرنا سراسر حماقت ہوتی۔ ہم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک بات کی اور تیزی سے دروازے کی جانب لپکے۔ اس دوران میں سکس لائن ہنٹر کالج کے اسٹیشن پر رک گئی تھی۔ اگلے ہی لمحے آٹومیٹک سسٹم کے پابند دروازے کھل گئے۔

میں اپنے ٹیکنیو کو اس ٹرین کے اندر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا لیکن اسے ڈریس کرنے کا وقت نہیں تھا۔ وسیم کے مشورے میں اچھا خاصا وزن تھا۔ ہماری بوگی میں ہونے والی کارروائی ایم ٹی اے (میٹرو پولیٹن ٹرانسپورٹیشن اتھارٹی) پولیس سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ امریکا کی پولیس چاہے کسی ڈپارٹمنٹ ہی کی کیوں نہ ہو، بال کی کھال اور کھال کے بال اکھاڑنے کی ماہر ہے.....اور مجھے کسی بھی صورت براہِ راست پولیس سے نہیں الجھنا تھا۔ چاہے وہ ''ایم ٹی اے'' والے ہوں یا ''این وائے پی ڈی'' والے! یہ محترم سانگ فو کا مشورہ تھا۔ اس مخلص کا مشورہ میرے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا۔

میں نے ٹرین چھوڑنے سے قبل ایک مرتبہ پھر نقلی وجدان کی تلاش میں اپنی نگاہ کو اس بوگی کے طول و عرض میں دوڑایا لیکن بوگی کو اس کے وجود سے خالی پایا، پھر ہم باہر نکل آئے۔

ہم نے ہنٹر کالج اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر قدم رکھا ہی تھا کہ وہ کمینہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ پلیٹ فارم کے آخری سرے پر کسی عورت کا ہاتھ تھامے تیز قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت سکس لائن کی آخری بوگی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ میں نے وسیم کی اس جانب توجہ دلائی اور اندھا دھند ان کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔

اس وقت میرے ذہن میں ان گنت طوفان مچل رہے تھے۔ میرا ٹیکنیو پتا نہیں کن اٹکھیلیوں کے موڈ میں تھا۔ سکس لائن پر سوار ہوتے وقت بھی ایک عورت کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اور اس وقت بھی ایسی ہی صورتِ حال تھی۔ میں ٹھرڈ آئی کے طفیل یہ معلوم کر چکا تھا وہ عورت میری ساحل نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا وہ کون ہے جو ٹرین میں داخل ہوتے ہی غائب ہو گئی اور اب دوبارہ نگاہ میں آ گئی؟ پھر یہ بھی توجہ طلب بات تھی کہ نقلی وجدان کہاں گم ہو گیا تھا اور وہ کب اور کیسے ٹرین سے اترا؟

ان تمام تر سوالات کے جواب صرف وہی دونوں بھگوڑے دے سکتے تھے۔ ان لمحات میں میرے جی میں یہ بھی آئی کہ میں ایک نظر ساحل کو جھانک کر اس کی تازہ ترین پوزیشن کے بارے میں معلوم کروں مگر یہ ہر دست ممکن نہیں تھا۔ تیسری آنکھ سے استفادہ کرنے کے لیے کہیں رکنا اور رک کر آنکھیں بند کرنا ضروری تھا اور ایسا کرنے کی صورت میں اس بھگوڑے کو کھو بیٹھتا۔ فی الحال میں یہ نقصان اٹھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

جب تک ہم دوڑتے ہوئے سکس لائن کی دم تک پہنچے وہ دوبارہ حرکت میں آ چکی تھی۔ اس دوران میں نقلی وجدان اور اس کی ساتھی عورت پلیٹ فارم سے اتر کر ریلوے ٹریک والے حصے میں داخل ہو گئے تھے۔ پتا نہیں ان کی منزل کہاں تھی اور انہوں نے اپنے ذہن میں کیا سوچ رکھا تھا۔ ان کے تیزی سے اٹھتے ہوئے قدم اس بات کی دلیل تھے کہ وہ اپنے تعاقب سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ ان کی پشت ہماری جانب تھی، لہٰذا ابھی تک میں اپنے ٹیکنیو کی ساتھی کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔

ہم آگے پیچھے دوڑتے ہوئے ایسٹ ازسٹھ کے اسٹیشن (ہنٹر کالج) سے بہت پیچھے نکل آئے۔ سرنگ کے اس حصے میں بہت کم روشنی تھی۔ انڈر گراؤنڈ ٹرین کی آمد و رفت کے لیے ایک خصوصی قسم کی سرنگ تیار کر کے زیرِ زمین ریلوے ٹریک بچھایا جاتا ہے۔ یہ سرنگ نما طویل راستہ سگنل پولز کی روشنی کا مرہونِ منت ہوتا ہے سب وے اسٹیشن اور پلیٹ فارم کی چکا چوند اس تعریف سے باہر ہے۔ ہم اسی ملگجی روشنی میں ان کا تعاقب کر رہے تھے کہ ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔

میرے ٹیکنیو کا ہاتھ تھام کر بھاگنے والی عورت کے پاؤں کو ٹھوکر لگی اور وہ کراہتے ہوئے منہ کے بل نیچے گرنے لگی۔ اگر اس کا ہاتھ نقلی وجدان کی گرفت میں نہ ہوتا تو اسے گرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ بہرحال اس صورتِ حال نے اسے قدم روکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنی ساتھی کو سنبھالنے کے لیے رکا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر ہم پر فائر کر دیا۔ یہ اس کی ایک غیر متوقع حرکت تھی۔ پتا نہیں اس نے کب ایک خطرناک گن اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ فائرنگ کے زاویے نے پلک جھپکتے میں بتا دیا وہ ہمیں اپنی جانب بڑھنے سے روکنا چاہتا تھا۔ اس نے براہِ راست ہمیں شوٹ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میرے رکتے ہوئے قدموں نے صورتِ حال کو بھانپ لیا اور میں نے ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اس کی جانب دوڑ لگا دی۔ ہمارے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ اگر وہ چاہتا تو بہ آسانی ہمیں نشانہ بنا سکتا تھا۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا تو اس کا یہی مطلب تھا وہ محض ہمیں خوف زدہ کرنے کا ارادہ رکھتا

تھا۔ اس کا یہ ارادہ میرے لیے مفید تھا۔

نقلی وجدان نے اپنی ساتھی کو بانہوں میں سنبھال لیا۔ اس طرح کہ اب اس کا گن بردار ہاتھ استعمال کے قابل نہیں رہا تھا۔ اسی کشمکش میں، میں نے اس عورت کے چہرے کی ایک جھلک بھی دیکھ لی.....اور وہاں مجھے ساحل کی صورت نظر آئی۔ میں اب کوئی دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھی، ساحل کے بھرپور میک اپ میں تھی۔ عین ممکن تھا یہ وہی عورت ہو جسے آج رات کے ابتدائی حصے میں، میں نے ونڈوز آف دی ورلڈ میں دیکھا تھا!

اس خیال کے ساتھ ہی میں نے اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ میری دیکھا دیکھی میرے کچھی نے اپنی ساتھی کو بغل میں دبایا اور مڑ کر اسی سمت دوڑ لگا دی جدھر وہ پہلے جا رہا تھا۔

اسی لمحے سرنگ کی اندرونی فضا میں ایک مرتبہ پھر فائر کی آواز گونجی۔ اس گونج کے نتیجے میں ایک سریلی نسوانی چیخ بلند ہوئی۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وسیم نے بھگوڑوں کو روکنے کے لیے بیتارائے والی گن کا استعمال کیا تھا۔ میں نے مذکورہ گن اور موبائل فون وسیم کو دے رکھا تھا۔ اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ وسیم کی گن سے نکلنے والی گولی نے نقلی وجدان کی ساتھی نقلی ساحل کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ وہ کسی مردہ چھپکلی کے مانند اس کے ہاتھوں سے نکل کر سنگلاخ زمین پر جا گری۔

نقلی وجدان نے گن والا ہاتھ بلند کیا اور میرے قدموں میں فائر کر دیا۔ ہمارے درمیان اس وقت یہ مشکل بیس فٹ کا فاصلہ رہا ہوگا۔ میں نے اپنی سمت آنے والی گولی کی پروا نہیں کی اور دوڑتے ہوئے قدموں کے ایک اسٹیپ کو گراؤنڈ پش بنا کر فضا میں فرنٹ سمر سالٹ لگا دیا۔ یہ ایک ہلکی قلابازی تھی کیونکہ سرنگ کی چھت کھل کھیلنے کے لیے سازگار نہیں تھی۔

میرے جسم نے ہوا میں نیچی گردش کی اور نقلی وجدان سے دو قدم کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ وہ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر چونکا اور اس سے پیشتر کہ وہ کوئی ایسی ویسی حرکت کرتا میں جلدی سے فرنٹ فٹ پر آیا اور کھینچ کر اس کے منہ پر تھپڑ رسید کرنے کی کوشش کی۔

میری یہ کوشش جزوی طور پر کامیاب رہی، یعنی جزوی طور پر ناکامیاب ہو گئی۔ جب تک میرا ہاتھ اس کے چہرے تک رسائی حاصل کرتا وہ گردن کو ایک جھٹکے سے گھما چکا تھا۔ میرا زناٹے دار طمانچہ اس کی گردن پر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میری کمر پر اس کے پاؤں کی ایڑی لگی۔ اس نے گھومنے کے ساتھ ہی ایک ریئر کک چلا دی تھی۔ یہ اس کا فطری ردِعمل تھا۔

اس کی کک نے مجھے کوئی قابلِ ذکر نقصان نہیں پہنچایا، میں نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اس کی تشریف پر ایک زوردار پریشر کک جڑ دی۔ وہ گرنے کی پوزیشن میں چند قدم جھک کر آگے بڑھتا چلا گیا مگر گرا نہیں، زمین بوس ہونے سے پہلے ہی سنبھل گیا۔

میں اسے سنبھلنے کا موقع دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں نے ایک لمبا اسٹیپ لیا اور اس کے پہلو میں سائیڈ کک ماری۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پسپا ہوا اور بجلی کی سی سرعت سے پلٹ کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے اندر آتے ہوئے ایک نیچی راؤنڈ ہاؤس چلائی پھر اچھل کر مجھے فرنٹ ہک کک مارنے کی کوشش کی۔

یہ کک اگر میری ٹھوڑی پر لگ جاتی تو جبڑے کا سوا ستیاناس ہو سکتا تھا۔ میں اس کے اچھلتے ہی بیک فٹ پر رول کر گیا تھا۔ رولنگ کے اختتام پر میں نے ہینڈ پش لیا اور لگاتار تین بیک فلیک لگائیں۔ بچاؤ کی اس کوشش میں، میں اپنے دشمن سے دس فٹ دور چلا گیا اور اس دوری سے اس شیطان نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالی اور اپنی سمت میں دوڑ لگا دی۔ وہ کوئی کمزور اور بزدل تو مقابل نہیں تھا۔ اس لیے اس کا بار بار پسپا ہونا مجھے کھٹک رہا تھا اور اس مرتبہ تو وہ اپنی ساتھی کو بھی ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ کر فرار ہو رہا تھا۔ پتا نہیں ان ناگہانی لمحات میں اس کے ذہن میں کون سا منصوبہ پنپ رہا تھا!

مجھ پر بھی ایک ضدی سوار ہو گئی۔ میں لمبی قلانچیں بھرتے ہوئے زیرِ زمین سرنگ میں اس کے تعاقب میں دوڑ پڑا۔ یہ تعاقب ایک منٹ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا اور میں نے ہانپتے کانپتے اس کو جا لیا۔ اس کا سینہ بھی دھونکنی کا عمل پیش کر رہا تھا۔ وہ رکا اور اس بار جم کر میرے مقابل کھڑا ہو گیا۔ اس مرتبہ اس کے تیور خاصے خطرناک دکھائی دے رہے تھے۔

وسیم اور ساحل کی ڈپلیکیٹ ہم سے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ یہاں سے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وسیم کا میرے پیچھے نہ آنا ظاہر کرتا تھا اس نے ٹیکنیو کی ساتھی کو ''سنبھال'' لیا تھا۔ یہ اس کا ایک عقل مندانہ فیصلہ تھا۔ اس عورت کو آزاد چھوڑ دینا بے وقوفی ہوتی، جب کہ وہ زخمی بھی تھی۔

ہم چند لمحات تک ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھورتے رہے۔ پھر ہمارے درمیان ایک خون ریز معرکہ شروع ہو گیا۔ جب سے وہ مجھ سے ناامید بلکہ برگشتہ ہوا تھا، میں یہ تو سوچ رہا تھا پتا نہیں زندگی کے کس موڑ پر کس انداز

میں اس سے سامنا ہو! اس قسم کے ٹکراؤ میں بہرحال میں نے توقع نہیں کی تھی اور اس میں آدھے سے زیادہ ہاتھ ربی موشے ہائمن کا تھا۔

اس کی ایک لوئر راؤنڈ ہاؤس کک کو بلاک کرتے ہوئے مجھ سے غلطی ہوئی اور اس کا پاؤں میری بغل میں لگا۔ یہ ایک بھرپور چوٹ تھی۔ میں ڈگمگایا اور دو قدم پیچھے چلا گیا۔ اس نے اپنے قدموں پر اچھل کر ایک دھیل فلائنگ چلا دی۔ اس بار بھی میں جزوی طور پر خود کو بچا پایا۔ اس ادھوری کامیابی نے اسے فتح کے نشے میں مبتلا کر دیا۔ وہ یہی سمجھا کہ میں اس سے زیر ہونے والا ہوں چنانچہ وہ بے احتیاطی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے انتہائی قریب آ گیا۔ اس نے ایک باکسر کا اسٹانس بنا رکھا تھا اور ہولے ہولے قدموں پر اچھل رہا تھا۔

میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے اس کے ہاتھوں پر ایک فرنٹ جرک کک ماری۔ اس کا اسٹانس ٹوٹ گیا اور وہ کسی زخمی بھیڑیے کے مانند غرا کر مجھ پر پل پڑا۔ وہ دھواں دھار مکوں سے میرے چہرے کو بگاڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے بڑی ثابت قدمی سے اس کے تین تیز رفتار پنچ بلاک کیے تو وہ جھنجلا گیا اور پینترا چھوڑ کر اس نے مجھے جھٹکا ڈال دیا۔

اس کی گرفت میں کسی جنگلی ریچھ کی سی تختی اور مضبوطی تھی۔ وہ مجھے اٹھا کر پتھریلی زمین پر پٹخنے کی کوشش میں تھا۔ مجھے ماننا پڑا کہ اس کے بازوؤں میں بجلیاں سی بھری ہوئی تھیں۔ میں اس کے شکنجے میں کسی گنے کے مانند کس کر رہ گیا تھا۔

میں نے ایک فوری خیال کے تحت اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش ترک کر دی۔ نتیجے میں وہ اپنی ہی جھونک میں لڑکھڑا گیا کیونکہ وہ برابر مجھے پٹخنے کے لیے زور مار رہا تھا۔ اس کی لڑکھڑاہٹ سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ اس وقت ہم سگنل پول کے انتہائی نزدیک تھے۔ میں نے ڈبل کک کے انداز میں دونوں پاؤں پول پر مارے۔ کھینچا تانی میں وہ میرے عقب میں ہو گیا تھا۔ اس زبردست پش نے اس کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ ہم ایک دوسرے کو لیتے ہوئے زمین بوس ہو گئے۔

وہ پشت کے بل میرے نیچے پڑا تھا۔ میں نے زمین پر آتے ہی اپنی دونوں کہنیاں اس کے پیٹ میں رسید کر دیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ اٹھا۔ فرار کی کوشش میں یقیناً گھن اس کے ہاتھ سے نکل کر ادھر ادھر ہو گئی تھی ورنہ ہزیمت کے ایسے موقع پر زیردست مسلح شخص اپنے ہتھیار سے یاری ضرور نبھاتا ہے۔ ایسا دوست کس کام کا جو بہ وقتِ ضرورت ساتھ نہ دے۔ ہتھیار تو ہاتھ کا یار ہوتا ہے!

میں ہاتھ آئے ہوئے اپنے نیگیٹو کو بری طرح رگیدنے لگا۔ فرصت اور ''آسانی'' کے لمحات میں اس کے چہرے، سینے اور پیٹ میں سنگین نوعیت کی ضربیں بھی لگا رہا تھا۔ جواب میں مجھے بھی اس کی جانب سے شدید چوٹیں مل رہی تھیں۔ اسی لوٹ پوٹ میں ایک موقع پر وہ میرے سینے پر سوار ہو گیا۔ سواری حاصل ہوتے ہی اس نے میری گردن دبانا شروع کر دی۔

میں اس کے ہاتھوں میں پھنسی ہوئی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک سرنگ کی روشنی میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک مخصوص آواز بھی میری سماعت تک پہنچنے لگی۔ میرے ذہن میں ایک خطرناک خیال نے جنم لیا اور اس کے ساتھ ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ہم اسی وقت ریلوے ٹریک سے مخض ایک ڈیڑھ فٹ کی دوری پر ''نبرد آزما'' تھے۔ وہ مخصوص روشنی اور آواز (ٹرین) کی آمد کا اعلان تھا۔ زمین کی لرزش بھی اس بات کی تصدیق کر رہی تھی کہ کوئی لائن عنقریب ہمارے نزدیک سے گزرنے والی ہے۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ وہ ڈاؤن ٹاؤن سے اپ ٹاؤن آنے والی کوئی لائن تھی۔ فورلائن یا فائیو لائن یا پھر سکس لائن۔ نیویارک کے سب وے میں ہر دس منٹ بعد ایک ٹرین چھوٹتی ہے اور ہماری والی سکس لائن کو نظر کالج، ایسٹ اڑسٹھ اسٹریٹ کے اسٹیشن سے روانہ ہوئے کم بیش اتنا وقت ہو گیا تھا۔

وہ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے۔ ٹرین کی آواز اور روشنی ہر لمحہ ہمارے قریب پہنچ رہی تھی۔ یہ ناممکن تھا کہ میرے مدمقابل نے وہ آواز نہ سنی ہو۔ میری گردن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت اور زیادہ مضبوط ہو گئی۔ وہ مجھ پر سوار تھا اس لیے طاقت اور کامیابی کے نشے میں چور تھا۔ میں نے اس کی ''غفلت'' سے فائدہ اٹھایا اور گردن چھڑانے کی کوشش کے دوران ہی میں، میں نے ایک جھٹکے سے ٹانگیں فولڈ کر کے اپنے دونوں پاؤں اس کے پیٹ سے لگا دیے۔

وہ چونک اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسا تاثر ابھرا جیسے میرا ارادہ بھانپ گیا ہو مگر میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہ دی۔ میرے پاس مہلت تھی ہی کہاں جو میں اسے دیتا۔ سرِعام بانٹتا پھرتا! اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانا سراسر حماقت ہوتی اور اس وقت کسی حماقت کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ موت اور زندگی کے درمیان کھڑا ایک سنہری موقع تھا۔

اس سے پہلے کہ میرا مدِمقابل کوئی مدافعتی حرکت کرتا، میں نے سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں اپنے ارادے پر عمل کر ڈالا۔ چونک جانے کے باعث میری گردن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت قدرے ڈھیلی ہو گئی تھی۔ میں نے نتائج کی پروا کیے بغیر نقلی وجدان کو دونوں پاؤں کے پش سے ریلوے ٹریک کی جانب اچھال دیا اور خود بیک رول کرتے ہوئے ٹریک سے چند فٹ دور نکل گیا۔ اسی لمحے میں نے اپنے نزدیک سے تیز رفتار لائن کو گزرتے ہوئے محسوس کیا۔ اس وقت میری آنکھیں بند تھیں اور تصور کی نگاہ اس آفت زادے کے مشرکو شمار کرنے میں مصروف تھی۔ اغلب امکان یہی تھا کہ اب اس کی باقیات کو تلاش کرنا بھی مشکل ہو گا۔

میں بہ یک وقت متضاد احساسات میں گھر گیا، دکھ اور سکھ کے احساسات۔ مجھے اس بات سے خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ ایک بڑے فتنے کو میں نے نیست و نابود کر دیا اور ساتھ ہی اس احساس نے دل کو بوجھل کر دیا کہ وہ جیسا بھی تھا..... میں تھا!

میں آخر الذکر احساس کو کوئی نام دینے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ زیرِ زمین سرنگ کی سماعت دوبارہ ایک مخصوص نقرئی قہقہے سے گونج اٹھی۔ میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ جو تھوڑی دیر پہلے مجھ سے برسرِ پیکار تھا اسے موت لگ چکی تھی۔

سرنگ میں موجود ملگجی روشنی جو منظر واضح کر رہی تھی اس میں مجھے نقلی وجدان اور نقرئی قہقہے کی حامل ہستی کہیں دکھائی نہیں دی۔ اپنے نیگیٹو کے بارے میں تو میں سوچ سکتا تھا تیز رفتار ٹرین نے اس کا قیمہ بنا دیا ہو گا۔ اس کے جسم کی باقیات سرنگ کی دیواروں اور ریلوے ٹریک پر کہیں تلاش کی جا سکتی تھیں لیکن وہ مخصوص قہقہہ جس ہستی کی طرف اشارہ کر رہا تھا اس کی وہاں موجودگی کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا اور یہ بات بھی نہیں تھی کہ میری سماعت نے اس کی آواز پہچاننے میں کوئی کوتاہی کی ہو۔

ایک لمحے کے لیے اس ویران زیرِ زمین سرنگ میں گونجنے والے نقرئی قہقہے کے رس، سراد، کھنک..... میں نے پلک جھپکتے میں شناخت کر لیا تھا۔ وہ ملکہ کوہ سار میلگری کی جانی پہچانی اور مانی ہوئی آواز تھی!

☆☆☆

صبح کے تین بجنے والے تھے۔ ہم اس وقت شوگر ہل کے ایک تین منزلہ اپارٹمنٹ میں تھے۔ ہم تھوڑی دیر پہلے ہی وہاں پہنچے تھے۔ ہارلم اس وقت گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ نقلی وجدان کا کانا نکل گیا تھا لیکن اس کی چبھن باقی تھی اور یہ چبھن سیکڑوں اندیشوں کو جنم دے رہی تھی، خاص طور پر میلگری کے مخصوص قہقہے نے مجھے غور و فکر کے اتھاہ سمندر میں لا پھینکا تھا۔ زمین دوز ریلوے ٹریک پر اس کی غیر مرئی موجودگی عقل میں سمانے والی بات نہیں تھی۔

میلگری سے ہونے والی آخری ملاقات میرے ذہن میں نقش تھی۔ بوقتِ رخصت وہ ازحد ملول اور دل گرفتہ تھی۔ وہ مجھ سے شاکی تھی کہ میں نے اس کی قدر نہیں کی۔ اس نے تن من دھن مجھ پر نچھاور کر دیا لیکن میں اس کا نہ ہو سکا۔ میں یہ نہیں اپنا بھی تھا یا نہیں۔ اس کا کیسے ہو جاتا۔ یہی شکوہ نقلی وجدان کو بھی تھا۔ وہ میرے تصرف میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے دخترِ رز اغتنا نہ جانا۔ ردِعمل کے طور پر وہ مجھ سے بھڑک کر منفی قوت کے ہاتھ کا میل بن گیا اور اب ربی کو اس سے ہاتھ دھونا پڑ گئے تھے۔ میں نے شاطر ربی کے ہاتھوں کا میل نکال کر زمین دوز ریلوے سرنگ کی دیواروں پر پوت دیا تھا اونہہ، خس کم جہاں پاک!

میلگری مثبت طرزِ فکر کی حامل تھی۔ وہ تو میری کج ادائی سے شاکی تھی۔ وہ مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا بنا کر رکھنا چاہتی تھی لیکن میں ایسی پابندی کا قائل نہیں تھا۔ میری زندگی کا طور اپنا تھا کہ میں اپنے پاؤں میں زنجیر نہیں ڈال سکتا تھا چاہے وہ زنجیر.....!

ایسا سوچتے ہوئے اچانک میری سوچ کو ایک جھٹکا لگا اور آپوں آپ میرا دھیان ساحل کی طرف مڑ گیا۔ وہ ایک ایسی زنجیر تھی کہ جس کی تمنا نے مجھے تڑپا کر رکھا ہوا تھا۔ اس کے حصول کے لیے میں دردر کی خاک چھان رہا تھا۔ وہ کبھی کبھی مجھ سے دور نہیں رہی مگر نزدیکی کے باوجود بھی اس کے حصول میں ان گنت دیواریں اٹھتی چلی گئی تھیں..... اور اب تک اٹھ رہی تھیں۔ ان میں سے بعض دیواریں تو آسمان تک بلند تھیں۔ ان کے قد کاٹھ ناپتے ناپتے میری گردن تھکنے لگتی، آنکھوں میں مرچیں سی بھر جاتیں اور میں سٹ پٹا کر رہ جاتا۔

پتا نہیں، میں نے اس کا نام ساحل کیوں رکھ دیا تھا۔ ڈوبنے والے ساحل کی خواہش میں ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ وہ انہیں چند ہاتھ کی دوری پر دکھائی دیتا ہے لیکن یہ چند ہاتھ کبھی ختم نہیں ہوتے، حتیٰ کہ ان کے ہاتھ پاؤں بے دم ہو جاتے ہیں۔

میں نے محسوس کیا، میری سوچ میں مایوسی در آئی تھی۔ یہ صحت مند نشانی نہیں تھی مگر ہر انسان اپنی نفسیات سے مجبور ہوتا ہے اور حالات کے پیشِ نظر اسے غمی اور خوشی کے دورے پڑتے رہتے ہیں اور میں بھی ایک انسان ہی تھا۔ میں نے

مایوسی کی فضا کو زیادہ دیر تک خود پر طاری نہیں رہنے دیا اور ذہن جھٹک کر اپنی توجہ ہیلگری کی جانب مبذول کردی۔

اس حسن کی دیوی نے کراچی میں' آخری ملاقات کے دوران میں یہ دعویٰ کیا تھا' اب وہ کبھی میرے پاس نہیں آئے گی' بلکہ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور کردے گی۔ اس کا یہ دعویٰ اگر چہ عجیب وغریب تھا تاہم ابھی تک جزوی طور پر سچا ثابت ہوا تھا، یعنی اس ملاقات کے بعد سے اس نے مجھے اپنی جھلک نہیں دکھائی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ مجھے بھی اپنے پاس بلوانے کے لیے مجبور نہیں کرسکی تھی۔

اس روشنی میں سرنگ کے اندر ابھرنے والا ہیلگری کا نقرئی قہقہہ مجھے ذہنی طور پر الجھا رہا تھا۔ میں نے یہ سوچ کر اس قصے کو دماغ سے جھٹک دیا کہ ہوسکتا ہے' وہ میری سماعت کا دھوکا ہو! یہ بڑا موثر ٹوٹکا ہے۔ انسان کسی بھی شے کو دھوکا قرار دے کر خود کو بڑی خوب صورتی سے دھوکا دینے میں کامیاب ہوجاتا ہے!

دیسم مجھ سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا۔ خاص طور پر نقلی وجدان اور میری باطنی صلاحیتیں اس کے ذہن میں ادھم مچا رہی تھیں۔ اس وقت اس کی جو ذہنی حالت تھی وہ پوری طرح اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ وہ بے حد الجھا ہوا تھا۔

دیسم ایک قابلِ اعتماد شخص تھا، لہٰذا میں نے نہایت ہی جامع مگر مختصر اور موثر الفاظ میں اس کی کشتی کردی۔ اپنی باطنی صلاحیت کو میں نے ایک حد تک ہی اس پر واضح کیا تھا۔ وہ نقلی وجدان کا قصہ سن کر بہت محظوظ ہوا پھر یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

''وجدان! میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے۔''

''ہاں بولو۔ کیا آئیڈیا ہے؟''

وہ بولا ''ربی کا آلۂ کار نقلی وجدان اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ چکا۔ اگر تم اپنا میک اپ صاف کرکے اس کی جگہ لے لو تو ربی کو بڑی آسانی سے الو بنایا جاسکتا ہے۔ وہ یہی سمجھتا رہے گا' تم اس کے معمول اس کے آلۂ کار ہو۔ تم اس کی لاعلمی میں چونا کاری کرتے رہنا۔''

''یہ آئیڈیا تمہارے ذہن میں اس لیے آیا ہے کہ تم ربی موشے ہائمن کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''وہ ایک طرف روحانی علوم کا ماہر ہے اور دوسری جانب اس کے اندر عیاری اور مکاری بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہ تو میرا ہی حوصلہ ہے جو اب تک اس کے ہتھے نہیں چڑھا ہوں۔ میں ایک مرتبہ اس کے گھیرے سے نکل آیا ہوں' یہی کافی ہے۔''

''تم اپنے حالات کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہو۔'' وہ پسپائی اختیار کرتے ہوئے بولا ''میرے ذہن میں ایک بات آئی' وہ میں نے کہہ دی۔''

میں نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا ''یہ تھکے ہوئے ذہن میں آنے والی بات تھی۔ زیادہ مناسب یہی ہوگا' تم تھوڑی نیند لے لیں۔ باتیں کل بھی ہوسکتی ہیں۔''

اس نے میری تجویز سے اتفاق کیا اور مجھے سونے کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔ اپارٹمنٹ پر پہنچتے ہی ہم نے کسی [illegible] پوچھا کرلی تھی۔ شکم میں خوراک پہنچے اور ذہن وجسم تھکن سے چور ہوچکے ہوں تو بڑی غضب کی نیند آتی ہے۔ میری آنکھیں بھی بوجھل اور دماغ بھاری ہورہا تھا مگر نیند کی مہربان آغوش میں سر رکھنے سے پہلے مجھے انتہائی اہم کام کرنا تھا..... اور وہ کام تھا اپنی ساحل کی خبر گیری!

نقلی وجدان کی ساتھی عورت اور ساحل کی ڈپلیکیٹ کے نزاعی بیان نے میری سوچ کو تلپٹ کررکھا تھا۔ وسیم کی چلائی ہوئی گولی نے اس عورت کو موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔ ہم اسے زمین دوز ریلوے لائن ہی میں چھوڑ آئے تھے۔ ربی نامی اس عورت سے میں نے چند باتیں کی تھیں اور وہ نہایت ہی اہم مختصر گفتگو تھی۔

ریٹا کے مطابق ربی نے اسے اور نقلی وجدان کو مجھے گھیرنے کے لیے ہیمپٹن میں چھوڑ دیا تھا۔ اصلی ساحل کو وہ اسٹریٹ سے ہٹانے کے بعد نیویارک سے باہر نکال دینے والا تھا۔ اس وقت میری ساحل کہاں تھی' وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس کا مطلب تھا' برنارڈ لیو نے نقلی وجدان اور اصلی ساحل کے حوالے سے مجھ سے غلط بیانی کی تھی۔ ساحل کی نیویارک میں موجودگی اور ان دونوں کا ایک ساتھ گھٹنڈو جانے کا پروگرام ایک فرضی کہانی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ریٹا اور لیو نے یہ متضاد بیانات اپنی زندگی کے بڑے نازک لمحات میں دیے تھے اور ان لمحات میں عموماً سچ بولنے کی توقع کی جاتی ہے۔ اب یا تو ان میں سے ایک سچا اور ایک جھوٹا تھا۔ پھر وہ دونوں ہی حالات کی اصل حقیقت سے لاعلم تھے۔ ربی کی طرف سے جو معلومات فراہم کی گئیں وہ اسی پر یقین کیے بیٹھے تھے!

ریٹا نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ آج رات 'آف دی ورلڈ' میں وہی ساحل کے بہروپ میں مجھے [illegible] گئی تھی۔ اگر میں یعنی وجدان ٹیبل نمبر ون اوفائیو پر [illegible] پھر نقلی وجدان مجھ تک رسائی حاصل کرنے میں ایک

خبر نہ کرتا۔ وہ اسی ریسٹورنٹ میں گھات لگائے میری آمد کا منتظر تھا۔ ڈبلیو ٹی سی کے احاطے میں پولیس کے انتظامات کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ مجھے گرفت میں لینے کے سلسلے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا تھا۔ ریٹا سے بات کرتے ہوئے میں نے وجدان کی حیثیت سے اپنا تعارف کرادیا تھا۔ جاں کنی کی حالت میں مجھ سے مل کر اسے خوشی ہوئی تھی یا افسوس' میں اس بارے میں کوئی اندازہ قائم کرنے سے قاصر تھا۔

اب میرا نیگیٹو زندہ رہا تھا اور نہ ہی ساحل کی ڈپلیکیٹ..... حتیٰ کہ کچھ عرصے بعد تو ڈبلیو ٹی سی ہی اپنے قدموں پر قائم رہا جس کے ایک سوسات ویں فلور پر وہ عالی شان ریسٹورنٹ تھا جہاں مجھے شکار کرنے کے لیے ربی موشے ہائمن نے ریٹا کو چارے کے طور پر آگے بڑھایا تھا۔

ویزے اسٹریٹ' ویسٹ اسٹریٹ' لبرٹی اسٹریٹ اور چرچ اسٹریٹ کے باہمی میل تال سے وجود پانے والا نیم دائرہ کار قطعہ ارض ٹوئن ٹاورز کے جاہ وحشمت سے خالی ہوگیا لیکن سدا کے لیے خالی نہیں رہ سکتا۔ آج کل ڈاؤن ٹاؤن مین ہیٹن کے اس حصے میں ''فریڈم ٹاور'' کی تعمیرات کا کام شروع ہوچکا ہے۔

امریکا کو ''فریڈم ٹاور'' اور ''اسپیچ آف لبرٹی'' جیسی تعمیرات کا بہت شوق ہے۔ پتا نہیں وہ اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ دنیا میں آزادی صرف اسی کا حق ہے۔ دیگر اقوامِ عالم محض اس کی غلام ہیں!

میں نے آنکھیں بند کیں اور ساحل تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں مجھے جلد ہی کامیابی حاصل ہوگئی۔ اگلے ہی لمحے میں اس کے ماحول میں تھا۔

وہ ایک ہوائی جہاز میں سفر کررہی تھی۔ اس تصوراتی انکشاف نے مجھے چونکا دیا۔ اس سے پہلے جب میں نے اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی تو وہ کسی ڈبل کیبن گاڑی میں محوِ سفر تھی۔ کسی طیارے میں اس کی موجودگی تو یہی ظاہر کرتی تھی کہ اسے امریکا سے باہر لے جایا جارہا ہے یا پھر نیویارک سے کسی دوسری اسٹیٹ میں منتقل کیا جارہا ہے۔ اس صورتِ حال نے مجھے ذہنی طور پر الجھا کر رکھ دیا۔

ساحل کو گنوا لگا تھا تو اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے' گویا کہ اڑتالیس گھنٹوں کو لگ بھگ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا' اسے ہوائی جہاز میں سوار ہوئے کتنا وقت گزر رہا تھا اور یہ بھی مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کی آئندہ منزل کہاں ہوگی؟ یہ بات بھی ابھی تک واضح نہیں ہوسکی تھی کہ گزشتہ ڈیڑھ دو دن سے وہ کہاں تھی؟ میں نے اسے ایک مخصوص بیڈروم میں دیکھا تھا۔ پتا نہیں وہ بیڈروم امریکا میں تھا یا نہیں۔ وال اسٹریٹ والے ٹھکانے پر میں نے آخری مرتبہ ساحل کو' سیٹل میں رہتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت نیویارک میں رات کے کم وبیش بارہ بجے تھے۔ اگلے روز میں نیویارک میں تھا اور لگ بھگ ساڑھے دس بجے صبح جب میں نے ساحل کے ماحول میں دوبارہ جھانکا تو اس کا بیڈروم تبدیل ہوچکا تھا۔ میں یہی سمجھا کہ مین ہیٹن کے اندر رہتے ہوئے اس کا ٹھکانا بدل دیا گیا ہے مگر اب میرا ذہن کسی اور زاویے پر سوچ رہا تھا۔ ریٹا کی بات زیادہ درست نظر آرہی تھی۔ وال اسٹریٹ سے ہٹانے کے بعد ساحل کو نیویارک ہی سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ کہاں؟ امریکا ہی میں یا پھر کسی دوسرے ملک میں؟ یہ ایسے سوالات تھے جن کے تسلی بخش جوابات صرف اور صرف ربی موشے ہائمن ہی دے سکتا تھا!

ساحل اس وقت سو رہی تھی۔ جہاز کے دیگر مسافر بھی کم و بیش اسی حالت میں تھے۔ جب تک وہ طیارہ فضا میں تھا' میں اس کی منزل کا تعین نہیں کرسکتا تھا۔ فلائٹ کی ہمواری اور مسافروں کا سکون یہی ظاہر کرتا تھا' وہ اس وقت ہزاروں فٹ کی بلندی پر محوِ پرواز ہیں۔ میں آنکھیں کھول کر بیڈروم میں حاضر ہوگیا۔

جب میں بستر پر لیٹا تھا تو مجھے شدید نیند آرہی تھی مگر تازہ ترین صورتِ حالات نے میری نیند اچاٹ کردی۔ میرے دل میں فی الفور ربی سے رابطہ کرنے کی خواہش جاگی اور میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آخری بار رات دس بجے ربی سے سیلولر رابطہ کیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ میں اس کے پاس' اسرائیل پہنچ رہا ہوں۔ یہ ایک طرح سے میرے شدید غصے کا اظہار تھا۔ پتا نہیں میری اس مختصر اور مبہم گفتگو سے موشے ہائمن نے کیا تاثر لیا ہوگا۔ میں نے اپنی بات کہنے کے بعد موبائل کو آف کرکے سیلولر رابطہ منقطع کردیا تھا۔ ہم اس وقت ڈبلیو ٹی سی (ورلڈ ٹریڈ سینٹر) کی سپ وے انٹرنس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ میں نے اس موقع پر ربی کو جو ڈوز پلایا، وہ اس پر تلملا کر رہ گیا ہوگا لیکن افسوس کہ میں اس کی تلملاہٹ سے محظوظ نہیں ہوسکا تھا!

دیسم کے اس مختصر سے اپارٹمنٹ میں فون کی سہولت میسر نہیں تھی البتہ' بینا رائے والا موبائل فون دیسم کے پاس موجود تھا۔ اس موبائل کا استعمال انتہائی خطرناک تھا تاہم میرے

ذہن میں اس وقت جو طوفان مچل رہا تھا، اس نے مجھے تھوڑا سا غیر محتاط بنا دیا۔ میں بیڈ سے نیچے اترا اور وسیم والے بیڈ روم کی جانب بڑھ گیا۔

وہ جاگ رہا تھا۔ مجھ پر نظر پڑی تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا ''نیند نہیں آ رہی کیا؟''

''تم نے میری نیند اڑا دی ہے وجدان!'' اس نے ہیجان خیز لہجے میں کہا اور ایک طویل جماہی لی ''یہ کمبخت آ بھی رہی ہے اور نہیں بھی آ رہی۔''

میں ایک کرسی کھینچ کر اس کے بیڈ کے نزدیک ہی بیٹھ گیا اور حیرت بھرے لہجے میں پوچھا ''میں نے کس طرح تمہاری نیند میں ہوائی جہاز کا انجن فٹ کر دیا؟''

''تمہارے حالات کسی فلائنگ ساسر (اڑن طشتری) سے کم نہیں ہیں۔'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تمہارے ہم شکل نقلی وجدان اور اس کے بھیانک انجام نے میری آنکھوں میں حیرتوں کے سمندر انڈیل دیے ہیں۔ ان واقعات کے بارے میں سوچتے ہوئے نیند کیوں کر آئے گی!''

''تو ایسا سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

''سوچنا میرے بس میں تو نہیں وجدان!''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''انسان جس قسم کی سچویشن سے گزر رہا ہوتا ہے، اس بارے میں غیر ارادی طور پر بھی سوچتا چلا جاتا ہے۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔''

''تم کیوں نہیں سوئے؟'' اس نے مجھ سے پوچھ لیا۔

میں نے کہا ''میں ایک ضروری فون کرنے کے بعد سوؤں گا۔''

''ضروری فون!'' اس نے چونکے ہوئے لہجے میں کہا پھر قدرے فکرمندی سے بولا ''اس کے لیے تو ہمیں کسی پبلک فون بوتھ تک جانا ہوگا۔ تم جانتے ہو اس اپارٹمنٹ میں فون کی سہولت موجود نہیں اور موبائل فون تو.....!''

''ہم موبائل فون کو ہی استعمال کریں گے لیکن باہر جا کر۔'' میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''اور یہ اس موبائل کا میرے ہاتھوں آخری استعمال ہوگا!''

میرے لہجے کی حتمیت نے وسیم کو باور کرا دیا کہ میں کوئی فیصلہ کرنے کے بعد ہی اس کے پاس آیا ہوں۔ وہ بستر چھوڑتے ہوئے بولا ''ٹھیک ہے ہم اسی وقت باہر جا رہے ہیں لیکن اتنا تو بتا دو یہ ایمرجنسی کال تم کسے کرنا چاہتے ہو؟''

''وہ شخص جو اس موبائل کا بل بھرنے کا ٹھیکے دار بنایا گیا ہے۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا ''میں اس سیل سے چھٹکارا پانے کے بارے میں فیصلہ کر چکا ہوں پھر کیوں نہ اس کے ٹھیکے دار سے دو باتیں کر لی جائیں!''

''اوہ تم ربی موشے ہائمن کو رنگ کرنا چاہتے ہو!'' وسیم نے تاسف آمیز انداز میں کہا۔

ٹھیک دس منٹ بعد ہم یلو میڈیلین میں بیٹھ کر شوگر لینڈ سے نکل رہے تھے۔ وسیم نے اپنی ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی۔ میں اس کے برابر میں پسنجر سیٹ پر موجود تھا۔ میں نے موبائل کو آن کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا میں ہیلن میں کوئی سگنل فری ایونیو بھی ہے؟''

''رات کے آخری پہر میں تم تمام ایونیوز کو سگنل فری ہی سمجھو۔'' اس نے جواب دیا ''سخت ترین سرد موسم میں کسی کو سڑکوں پر ورش لگانے کی مصیبت نہیں پڑی۔ ہم جس بھی ایونیو یا اسٹریٹ میں داخل ہوں گے، وہ تا حد نگاہ ہمیں خالی ہی نظر آئے گی۔'' ایک لمحے کے توقف سے اضافہ کرتے ہوئے اس نے پوچھا ''ویسے تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے گہری نظر سے سے دیکھا اور کہا ''کیا تم کوئی گھبراہٹ محسوس کر رہے ہو؟''

''نہیں تو۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا ''گھبراہٹ کیسی!''

میں نے کہا ''خیر چھوڑو..... ہاں سنو۔'' میں چند لمحات کے لیے متوقف ہوا پھر ٹھہری ہوئی آواز میں اضافہ کیا ''تم بس ٹیکسی کو دوڑاتے جاؤ۔ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ تم کہاں کہاں سے گزرو گے اور کیسے گزرو گے۔ بس ٹیکسی کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکنا چاہیے۔ میں نہیں چاہتا موبائل پر گفتگو کے دوران میں نیٹ ورک کا کوئی انٹینا (ٹاور) ہماری لوکیشن کو جانچنے میں کامیاب ہو۔ ٹریسنگ اور ٹریکنگ کے امکانات کو ایک لمحے کے لیے بھی ذہن سے خارج نہ کرنا!''

''او کے باس!'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا ''تمہیں مجھ سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوگی۔ تم نہایت اطمینان سے ربی موشے ہائمن کے نمبرز پنچ کر سکتے ہو۔''

میں مطمئن ہو کر موبائل کے کی پیڈ سے ''کھیلنے'' لگا۔ اگلے ہی لمحے ربی سے رابطہ ہو گیا۔ میں نے اس کے ''ہیلو'' کے جواب میں چھوٹتے ہی کہا ''ریسپیکٹیڈ لارڈ! کیسے ہو؟''

میرے لب و لہجے سے ربی کے لیے منافقانہ احترام بھی رخصت ہو گیا۔ حالات جس نہج پر پہنچ گئے تھے وہاں کسی مصلحت یا منافقت کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم ایک دوسرے کے کھلے دشمن تھے اور اس حقیقت کو کسی ملمع کاری سے گزارنے

کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔

''میرے بچے وجدا.....''

''چاپلوسی اور منافقانہ شفقت کا وقت گزر چکا موشے ہائمن!'' میں نے نہایت ہی سخت الفاظ میں کہا تو اس کا جملہ ادھورا رہ گیا ''تیاؤ..... کب کہاں اور کن شرائط پر ساحل کو میرے حوالے کردگے؟''

اس نے ایک بوجھل سانس خارج کی اور سرسراتی ہوئی آواز میں بولا ''تو میری ساری محنت ضائع ہوگئی!''

''عنقریب تم بھی ضائع ہونے والے ہو۔'' میں نے ترش لہجے میں کہا ''جس طرح رات کے درمیانی حصے میں تمہارا دستِ راست برنارڈ لیو' آلۂ کار نقلی وجدان اس کی ساتھی ڈپلیکیٹ آف ساحل ریٹا' ایسٹ ہاسٹھ اسٹریٹ والے سائنا گاگ کا ربی فرینکلن اور اس کا دراز قامت ساتھی میرے ہاتھوں ضائع ہوچکے ہیں۔'' میں سانس لینے کو رکا پھر کہا ''تم تو بڑے بااختیار اور باخبر ربی ہو۔ دنیا میں کہیں بھی موجود ہو' تازہ ترین اطلاعات تمہاری دسترس میں رہتی ہیں۔ یہ نیوز تو تمہاری اپنی ہیں' یقیناً تم تک پہنچ چکی ہوں گی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

اس کی پھنکار سے مشابہ مگر ٹھہری ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی ''وجدان! سن شائن اپارٹمنٹ اور زمین دوز ریلوے ٹریک پر جو افسوس ناک واقعات پیش آئے' اس سلسلے میں میں تمہاری ہر غلطی کو معاف کرتے.....''

''تم کون ہوتے ہو معاف کرنے والے؟'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی درشت لہجے میں کہا۔

وہ سنگین نرمی سے بولا ''وجدان! میں تمہیں دوست بنانا چاہتا.....''

میں نے ایک مرتبہ پھر اس کی بات کاٹ دی ''ہم کبھی دوست تھے اور نہ آئندہ کبھی بن سکتے ہیں۔ میرے کیا' تم یہودی کسی بھی غیر یہودی کے دوست نہیں ہوسکتے۔ آج تک تم لوگوں نے جس سے بھی دوستی کی وہ گیا کام سے۔ تم لوگ جس ملک میں دوست بن کر قدم رکھ دو وہاں قحط سالی اور فاقہ کشی کی نوبت آجاتی ہے۔ اس دنیا کے کتنے ہی ممالک کو تم لوگوں نے دوستی کی آڑ میں دشمنوں سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ یہودی صرف یہودی کا دوست ہے اور ذاتی مفاد کی خاطر وہ کسی بھی مصلحت کی بنا کر راستے کا خار جان کر اپنے دوست کا پتا بھی صاف کرسکتا ہے..... اور تمہیں یہ دوستی کا ناٹک رچاتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آرہی؟ تم نے مجھے ٹریپ کرنے کے لیے ریٹا کو ساحل کے بہروپ میں وِنڈوز آف دی ورلڈ میں بھیج دیا اور کہتے ہو تم مجھ پر بہت شفیق اور مہربان ہو۔ وہ تو میری حکمتِ عملی کام آگئی ورنہ میں تمہاری جھوٹی دوستی کی نذر ہو چکا ہوتا۔ یہ ہے تمہاری محبت اور دوستی؟''

مصلحت اور منافقت کے درمیان حائل تمام پردے اٹھ گئے تو وہ بھی بدلے ہوئے انداز کے ساتھ بولا ''تم کبھی بھی میری دسترس سے باہر نہیں رہے۔ میں جب چاہوں' تمہیں اچک لوں۔ میں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا مگر اب کرنا ہوگا۔ میری ڈھیل کا تم نے غلط مطلب لیا۔ تمہیں میرے اختیارات کا اندازہ نہیں۔''

''یہ ڈائیلاگ کسی مرعوب اور معتوب شخص کے سامنے مارنا۔'' میں نے زہر خند لہجے میں کہا ''میں مانتا ہوں تم بہت اونچی اپروچ والے ہو لیکن یہ بات بکواس ہے کہ میں تمہاری دسترس میں رہا ہوں۔ اگر تمہیں میرے بارے میں ذرا سا بھی سراغ مل جاتا تو تمہارے ہرکارے لمحے بھر میں مجھ تک پہنچ جاتے پھر میری شہ رگ اور تمہارے ہاتھ ہوتے!''

وہ پتھریلے لہجے میں بولا ''فکر نہ کرو اب ایسا ہی ہوگا۔ مجھ سے مرعوب نہ سہی لیکن معتوب ضرور ہو۔ تم پر چار امریکی شہریوں برنارڈ لیو' ربی فرینکلن' ریٹا اور ایڈمنڈ کے قتل کا الزام ہے (ایڈمنڈ وہ دراز قامت شخص تھا جو فرینکلن کے پہلو میں مردہ پڑا تھا) دنیا کا کوئی ملک تمہیں پناہ دینے کی غلطی نہیں کرے گا..... بھاگو..... میں دیکھتا ہوں تم کتنا تیز بھاگ سکتے ہو!''

وہ شاطر بڑی صفائی سے نقلی وجدان کا تذکرہ گول کر گیا تھا۔ اس کے عزائم کی خطرناکی سے متاثر ہوئے بغیر میں نے کہا۔

''ربی! اس نوعیت کا ایک الزام پہلے بھی مجھ پر عائد کیا گیا تھا جب کراچی میں' میں نے یہودی انسل ارپ پیٹی مین نیل آرمز اس کی خوب روسیکریٹری شیبا اور امریکی فائٹر ڈیوڈ کتے کی موت مارا تھا۔'' ایک لمحے کو متوقف ہوکر میں نے کہا ''مائونٹ مکنلے کی بارودی گزرگاہ سے فرار ہوتے وقت میں نے یو۔ ایس آرمی کے چند افراد کو نقصان پہنچایا تھا۔ یہاں مین ہیٹن میں الفریڈ' گراہم اور سائمن کو میں نے عذاب سے گزارا ہے وہ بھی تم سے مخفی نہیں اور آئندہ بھی فتنہ پرور یہودی میرے ہاتھوں.....''

''سب..... سب۔'' جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کی اضطراری آواز میرے سماعت سے ٹکرائی ''ان سب اموات کو تمہارے کھاتے میں درج کیا جائے گا۔ مجموعی طور پر تم ایک درجن امریکی یہودیوں کو قتل کر چکے ہو۔ تم مطلوب ہی نہیں بلکہ ''مطلوب'' کی حیثیت اختیار کر چکے ہو۔ موسٹ وانٹیڈ پرسن فار می اینڈ اسٹیٹس۔''

میں نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا ''ربی! تم تو مجھے ایمل کاسی کا بھی گرد ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہو!''

''ایمل نے چند اہم افراد کو قتل کیا تھا۔ تم اس سے کہیں بڑے مجرم ہو۔''

''سی آئی اے کے ایجنٹ کہتے ہوئے تمہارے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے جو ''اہم افراد'' جیسے الفاظ استعمال کررہے ہو؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وہ میرے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنی کہتا چلا گیا ''ایمل کا جرم اسے پوری دنیا میں دوڑاتا پھرا اور بالآخر ہم نے اسے گرفتار کرہی لیا اور وہ بھی تمہارے ہی ملک سے۔ آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس کے لہجے میں حقارت در آئی ''اب وہ ہماری گرفت میں ہے۔ اس پر امریکا میں مقدمہ چلایا جارہا ہے اور عنقریب اسے بدترین سزا سے بھی گزارا جائے گا۔''

اس وقت تک ایمل کاسی کا انجام نہیں ہوا تھا۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''موشے ہائمن! میں ایمل نہیں ہوں جو سی آئی اے کے ایجنٹوں کے ڈر سے ایک ملک سے دوسرے ملک بھاگتا پھروں گا۔ میں اس وقت تم لوگوں کے اندر گھسا بیٹھا ہوں..... اور اندر رہ کر ہی تمہارا کباڑا کرتا رہوں گا۔ سچ می اف یو کین!''

میری زبان سے ادا ہونے والا آخری جملہ ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ ایسا چیلنج آج تک کسی شخص نے امریکا بہادر کو نہیں دیا ہوگا۔ دوسری جانب ایک لمحے کے لیے موت کا سا سناٹا پھیل گیا پھر ربی کی مہیب آواز سنائی۔

''کیا تم اس ہٹ دھرمی اور یہود دشمنی میں اپنی ساتھی کو بھی فراموش کردو گے۔ اگر تم اسٹیٹس ہی میں بیٹھے رہے تو اس کا کیا ہوگا؟''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی خوف ناک کیکڑے نے میرے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔ میں تصور کی نگاہ سے اسے ایک ہوائی جہاز میں محوِ پرواز دیکھ چکا تھا' اس کا غالب مطلب یہی تھا' وہ امریکا سے باہر کہیں جارہی تھی۔ میں تڑپ کر رہ گیا۔ یہ کیسے ممکن تھا میں اپنے وجود کے سب سے اہم عضو کو فراموش کر بیٹھوں!

''کس سوچ میں گم ہو؟'' میری لمحاتی خاموشی کے پیشِ نظر ربی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز دی ''تمام تر دشمنی کے باوجود بھی میں تمہارے لیے ایک دروازہ کھلا چھوڑ رہا ہوں وجدان۔ تم اس دروازے سے گزر کر اپنی ساحل تک پہنچ سکتے ہو!''

میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''تم کس دروازے کا ذکر کررہے ہو؟''

وہ بولا ''تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھ سے سوال کیا تھا..... میں کب کہاں اور کن شرائط پر ساحل کو تمہارے حوالے کروں گا..... تو نوٹ کرلو۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا ''یہ شرائط نامہ صرف ایک ننھی سی فرمائش پر مشتمل ہے۔ اگر ساحل کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلی فرصت میں میرے پاس اسرائیل چلے آؤ۔''

وہ بہت ہی گہری چال چل رہا تھا۔ اس پیش کش کے زور پر وہ مجھے پناہ گاہ سے نکال کر منظر پر لانا چاہتا تھا۔ یہ ایک طرح سے اس کی ناکامی کا اعتراف بھی تھا۔ اس کا یہ دعویٰ کہ وہ دیوار کی سی حیثیت کا حامل تھا کہ وہ جب اور جہاں چاہے مجھے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے!

میں نے کسی بحث میں پڑنے کے بجائے اس سے کہا ''اسرائیل آنے کی دعوت تو تم مجھے اس طرح دے رہے ہو جیسے ساحل بھی وہاں موجود ہو!''

''تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔'' وہ رعب دار آواز میں بولا ''صرف اتنا بتادو' کب اور کس فلائٹ سے اسرائیل پہنچ رہے ہو۔ ائرپورٹ پر میرے خاص آدمی تمہارے استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔ وہ تمہیں سیدھا میرے ٹھکانے پر پہنچادیں گے۔''

''ربی! میں تمہارے ظرف اور مہمان نوازی کو سیلوٹ کرتا ہوں۔'' میرے الفاظ میں طنز کے نشتر چھپے تھے ''درجن بھر افراد کے قاتل کو تم کتنی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہے ہو!''

''یہ بھی دشمنی کا ایک انداز ہے۔'' وہ فخریہ لہجے میں بولا ''تمہاری مجرمانہ حیثیت اپنی جگہ لیکن اگر تم امریکا سے اسرائیل آجاتے ہو تو میں اپنا وعدہ ضرور پورا کردوں گا۔ تم ساحل کو یہاں پاؤ گے۔''

''میری اس سے بات کراؤ۔'' میں نے اچانک ایک داؤ لگایا۔

وہ مکاری سے بولا ''وہ اس وقت ہاتھ لے رہی ہے۔ ابھی ابھی سو کر اٹھی ہے۔ سوری میں تمہاری فرمائش پوری نہیں کرسکتا۔''

مجھے اس کی عیاری پر غصہ آگیا ہے۔ بے ساختہ میرے

منہ سے نکلا ''کاش! لاکھوں کروڑوں یہودیوں کو یہ پتا چل جائے کہ ان کا ربی مرتی کتنے فراٹے سے جھوٹ بولتا ہے۔''

ٹیڑھی صورت والے کسی شخص کو آئینہ دکھا دیا جائے تو وہ غصے سے پاگل ہو جاتا ہے۔ ربی کی سیرت میں ٹیڑھ اور نیت میں پھیر تھا' میرے الفاظ کی تلخی نے اسے آتشِ زیرپا کی کیفیت میں پہنچا دیا' برہمی سے بولا۔

''کیا بک رہے ہو؟''

''میں یہ فرما رہا ہوں کہ ساحل اس وقت ایک ہوائی جہاز میں سفر کر رہی ہے۔''

دوسری جانب متاسفانہ خاموشی چھا گئی پھر ربی کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری ''اس کا مطلب ہے تمہارے بارے میں میرا اندازہ درست ہے!''

میں نے اس سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ میرے بارے میں کس قسم کی اندازے بازی کرتا رہتا ہے۔ ربی کا واضح اشارہ میری اس مخفی صلاحیت کی جانب تھا جس کے طفیل میں ساحل کی وقوع پذیری سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اگلے ہی لمحے ربی کی ٹھہری ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

''ٹھیک ہے جدعان! میں تمہیں اپ گریڈ کر رہا ہوں۔''

''اور گریڈ اور ڈی گریڈ نہ کرنا۔ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔'' میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا ''باقی سب گریڈ چلیں گے!''

وہ میرے طنز اور تمسخر کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا ''اگر تمہاری ساتھی اس وقت طیارے میں ہے تو میرے ہی حکم پر ہے۔ اس وقت یہاں اسرائیل میں دن کے بارہ بجنے والے ہیں۔ جب نیویارک کی گھڑیاں اس وقت کو چھوئیں گی تو ساحل میرے پاس پہنچ چکی ہو گی..... اور اب اس کی حیثیت مہمان کی نہیں بلکہ قیدی ایسی ہو گی۔ تم اپنی کسی بھی ذہنی اور روحانی صلاحیت کے بل بوتے پر اس تک کسی بھی قسم کی رسائی حاصل نہیں کر سکو گے۔ تم جانتے ہو میں عملیات کے شعبے میں کیا کیا کر سکتا ہوں۔ نیویارک میں تو بارہ بجیں گے ہی' میں نے تمہارے بھی بارہ نہیں بجا دیے تو میرا نام بھی ربی موشے ہائمن نہیں! میں دیکھتا ہوں تم کب تک اور کس بل میں چھپ کر بیٹھے رہتے ہو۔ میں تمہارے لیے ایسا شیرہ لگاؤں گا کہ کسی دیوانی مکھی کے مانند تم سر دھنتے ہوئے میری جانب لپکو گے..... اسرائیل' میرے قدموں میں پہنچو گے!''

''میں تمہارے لیے عزرائیل بن کر اسرائیل پہنچوں گا۔'' میں نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا ''وش یو بیڈ لک بکی لوشے ڈیمن!''

بات ختم کرتے ہی میں نے سیل کو آف کر دیا' پھر بڑے اطمینان سے اپنی سائیڈ کا شیشہ گرایا اور اس دستی موبائل فون کو کھڑکی سے باہر' مین ہیٹن کی ٹھٹھرتی ہوئی فضا میں دور اچھال دیا۔ یلو کیب اتنی تیز رفتاری سے بھاگ رہی تھی کہ اس ایونیو نے میرے دیے ہوئے ''تحفے'' کا کس طور استقبال کیا' یہ معلوم نہ ہو سکا۔

میں شیشہ چڑھا کر سیدھا ہوا ہی تھا کہ وسیم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''اگر اب تک تم ٹریس آؤٹ نہیں ہوئے یا ٹریس آؤٹ نہیں کیا گیا تو آئندہ اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔ ربی سے ہونے والی تمہاری طویل گفتگو بڑی خطرناک اور ہلچل مچانے والی ہے۔ تم اس وقت ہائی رسک پر ہو۔''

''تم نہیں..... ہم کا لفظ استعمال کرو۔'' میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا ''تم نے ٹریننگ اور رسک کے حوالے سے واحد کا صیغہ اپنایا ہے۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ اس وقت میں ایک اجنبی ٹیکسی والے کے ساتھ بیٹھا ہوں جو مجھے میری منزل پر پہنچانے کے بعد کرایہ وصول کرے گا اور آگے بڑھ جائے گا۔''

ربی سے ہونے والی بات چیت کو یک طرفہ طور پر وسیم نے بھی سنا تھا اور نفسِ گفتگو کو بڑی وضاحت سے سمجھ گیا تھا۔ اس کی تشویش بجا تھی مگر میں اس وقت بہت مختلف موڈ میں تھا۔ یہ اسے آزمانے کا موقع بھی تھا لہٰذا میں دوٹوک رہا۔

''آئی ایم ویری سوری یار۔'' وہ ندامت آمیز لہجے میں جلدی سے بولا ''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ ہم دونوں اب ایک ساتھ ہیں۔ ہمارا دکھ سکھ' نفع نقصان مشترک ہے۔ پتا نہیں بے دھیانی میں میرے منہ سے کیا نکل گیا۔ ایگین' آئی ایم سوری۔''

''وسیم!'' میں نے بدستور ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا ''میری تو ساری زندگی ریڈ الرٹ اور ہائی رسک پر گزری ہے لہٰذا ربی سے پڑنے والا دنگل میرے لیے معمول کی بات ہے۔ البتہ تم اگر یہ محسوس کر رہے ہو کہ.....''

''سوری بول دیا نا یار۔'' وہ خفگی آمیز انداز میں بولا ''کچھ تو اسٹیرنگ چھوڑ کر تمہارے پاؤں پڑ جاتا ہوں۔ اس طرح اور کچھ ہو نہ ہو' ربی کا کام ضرور آسان ہو جائے گا۔ ہائی اسپیڈ پر دوڑتی ہوئی کسی گاڑی کا اسٹیرنگ چھوڑنے کا مطلب جانتے ہو نا؟''

''کافی کا موڈ ہو رہا ہے!'' میں نے سادگی سے کہا۔ وسیم کی دوستی اور اخلاص کو کسی آزمائش کی ضرورت نہیں

تھی۔ وہ سوال میں نے اپنے حالات کے دباؤ کے تحت اس سے کیا تھا۔ اس نے گزشتہ رات میرے ساتھ جس سفر کا آغاز کیا تھا' آگے چل کر وہ پتا نہیں' اسے کیا کیا رنگ دکھلاتا اس لیے ابتدائی مرحلے پر ہی اس کی ڈرائی کلیننگ مناسب تھی۔

کافی کے ذکر پر اس نے حیرت بھری نظر سے مجھے دیکھا اور کافی دیر تک خاموش نظر سے دیکھتا چلا گیا۔ میری سنجیدگی میں جب کوئی فرق نہ آیا تو وہ سرسری انداز میں کہا۔

''اس وقت کون سا کافی ہاؤس کھلا ہو گا!''

میرے دل و دماغ میں نفرت کا ایک الاؤ روشن تھا۔ مخصوص منافقانہ اور دغا باز یہودی ذہنیت سے نفرت کسی بھی قوم کے سارے افراد ایک جیسے نہیں ہوتے مگر یہودی دنیا کی وہ واحد قوم ہیں جن کے عمومی مزاج میں قدرِ مشترک پائی جاتی ہے۔ میں اس وقت ایک خاص کیفیت میں تھا' اس لیے وسیم کی بات کے جواب میں کہا۔

''یار! یہ مین ہیٹن ہے یا امریکیوں کا لنڈا بازار۔ اس کا نام تو سنتے منہ ہونا چاہیے۔'' میں ایک ترنگ میں بولتا چلا گیا ''اپنا پیارا وطن سب سے اچھا ہے۔ پاکستان کے دل لاہور اور دماغ کراچی میں یہ ''بے رونقی'' تو دیکھنے میں نہیں آتی!''

''مین ہیٹن کے بعض کیسینو تو ساری رات کھلے رہتے ہیں۔'' وسیم نے ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے کہا ''مگر کسی کافی ہاؤس کا آن سروس ملنا محال ہے۔''

میں نے مذاق کے رنگ میں جلدی سے کہا ''کیسینو اور پب میں جانے کا مجھے شوق نہیں۔ اگر کافی نہیں مل سکتی تو واپس اپارٹمنٹ چلو۔''

''میں تھیٹر ڈسٹرکٹ کو ٹرائی کرتا ہوں۔'' وسیم نے کہا ''شاید ٹائمز اسکوائر میں بات بن جائے۔ وہاں کی رونق آسانی سے ختم نہیں ہوتی۔''

تیرہ میل طویل اور دو میل عریض مین ہیٹن کے علاقے کو مختلف اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے اور وہاں کی خصوصیت کے پیشِ نظر اضلاع کے نام رکھے گئے ہیں۔ بینکنگ' اسٹاک' ٹریڈ اینڈ فنانس کے لیے فنانشل ڈسٹرکٹ۔ ملبوسات' شوز' جیولی سیلون اینڈ پارلرز' لنگریز اور ہر قسم کے پہناوے کا مرکز گارمنٹ ڈسٹرکٹ۔ شوبز اور کلچر ہاؤسز کی منڈی تھیٹر ڈسٹرکٹ وغیرہ وغیرہ۔

ہر دیس کا اپنا ایک چلن ہوتا ہے۔ خوش یا بد' اس سے بحث نہیں!

سکستھ ایونیو' ایٹتھ ایونیو' ویسٹ فورٹی اسٹریٹ اور ویسٹ ترپن اسٹریٹ کے درمیان واقع مستطیل قطعہ مین ہیٹن ''تھیٹر ڈسٹرکٹ'' کہلاتا ہے اور ٹائمز اسکوائر اس ڈسٹرکٹ کا دل ہے۔ ٹائمز اسکوائر درحقیقت براڈوے' سیونتھ ایونیو اور ویسٹ چوالیس اسٹریٹ کے انٹرسیکشن سے وجود پاتا ہے۔ اس کا تک نیم ''دی کراس روڈز آف دی ورلڈ'' ہے۔ یہاں ہر وقت رنگ و نور کا ایک سیلاب سا آیا رہتا ہے۔ آپ یہاں کی عمارتوں کو نیون سائنز کی مارکیٹ سمجھ لیں۔

وسیم نے یلو ٹیکسی ''ایم۔ ٹی وی'' براڈ کاسٹنگ بلڈنگ کے نزدیک سے گزاری اور دوسری جانب میکڈونلڈ کو پہلو میں چھوڑتے ہوئے ''ڈزنی اسٹور'' پہنچ گیا۔ ڈزنی اسٹور کے اندر متعدد ریسٹورنٹس' کافی ہاؤسز' ہوٹلز' بیز اور دفاتر واقع ہیں۔ اتفاق سے ہمیں اپنے مطلب کا ایک کافی ہاؤس کھلا مل گیا۔

اپنی طلب پوری کرنے کے بعد جب ہم واپس شوگر ہل پہنچے تو صبح کے چھے بج رہے تھے۔ وسیم حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ اس سنجیدگی میں ایک خاص قسم کی الجھن پائی جاتی تھی۔ میں نے اسے ٹٹولنے کے لیے ربی کا ذکر چھیڑ دیا۔

''پتا نہیں' اس بندے کے ذرائع اطلاعات کہاں سے کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ سن شائن اپارٹمنٹ اور سب وے ٹریک والے واقعات کو چند گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ یہ برننگ اسٹوریز اس تک پہنچ گئیں۔ میری تو سمجھ کام نہیں کر رہی!''

وسیم میری چال میں آ گیا' سنجیدگی کو توڑتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''جدعان! ربی تو جو ہے' سو ہے مگر تم بھی بہت اونچی چیز ہو۔ تمہارا نیوز نیٹ ورک میری سمجھ سے بالاتر ہے۔''

''نیوز نیٹ ورک؟'' میں نے تعجب خیز نظر سے اسے دیکھا۔

''اور نہیں تو کیا۔'' وہ جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولا ''ہم نقلی وجدان اور اصلی ساحل کے پیچھے لپک کر سکس لائن پر سوار ہوئے لیکن جب ٹرین کے اندر ساحل نظر نہیں آئی تو تم نے فتویٰ صادر کر دیا' وہ ٹرین پر سوار ہی نہیں ہوئی۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں' تمہیں ساحل کے بارے میں یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اپنے لہجے کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''اور تھوڑی دیر پہلے تم نے ربی کے منہ پر الفاظ کا طمانچہ رسید کرنے کے لیے انکشاف کیا کہ ساحل اسرائیل میں نہیں بلکہ کسی ہوائی جہاز میں محوِ پرواز ہے۔ یہ اچنبھک خبر تم تک کیسے

پہنچی؟ ربی نے تمہارے انکشاف کی تردید نہیں کی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

''تم غلط کہہ رہے ہو اور نہ ہی تمہارے سوال کرنے پر کوئی پابندی عائد ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ کر اسے گلے سے لگالیا پھر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے بڑے رسان سے کہا۔

''میں نے اپنی خفیہ صلاحیتوں کے بارے میں بعض باتیں تمہیں نہیں بتائی تھیں۔ چھپانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں تمہیں بتانا نہیں چاہتا! بلکہ میں اس گفتگو کے لیے مناسب موقع کی تلاش میں تھا..... اور میرا خیال ہے اب وہ مناسب موقع آگیا ہے۔''

وسیم نے مجھے سختی سے بھینچ لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے وجود الگ ہوئے تو دونوں کی آنکھوں میں نمی اتری ہوئی تھی۔ یہ غم کی نہیں' خوشی کی نمی تھی۔ اعتبار اور اعتماد کی دلیل تھی جو ہم ایک دوسرے پر کرنے لگے تھے۔ اس ایثار اور قربانی کا ثبوت تھی جس کے جذبات ایک دوسرے کے لیے ہم اپنے دلوں میں رکھتے تھے۔

آئندہ ایک گھنٹے میں' میں نے وسیم کو اپنے بارے میں سب کچھ بتادیا۔

دنیا میں جتنے بھی منہ بولے رشتے پائے جاتے ہیں ان میں سب سے پائیدار اور کھرا رشتہ دوستی کا ہے۔ ہمارے درمیان یہ رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ اگر خالص رشتے کی عمارت کھڑی کرنا ہو تو بنیاد سچ پر رکھنا چاہیے!

☆☆☆

دماغ کو مخصوص ہدایات دے کر سونے کا فائدہ یہ ہے کہ نیند کے دوران میں یہ کسی ہوشیار چوکیدار کی طرح نہ صرف بیدار رہتا ہے بلکہ آپ کے احکام کی تعمیل بھی کرتا ہے۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

میں سات بجے صبح سونے کے لیے لیٹا اور اپنے دماغ کو دوپہر گیارہ بجے تک پُرسکون اور محفوظ نیند کی ہدایت کی مگر ٹھیک نو بجے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا' میرے ماحول میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تھی ورنہ یوں مقررہ وقت سے پہلے میری آنکھ نہ کھلتی۔

میں نے بستر پر لیٹے لیٹے پہلے اس کمرے کا تنقیدی جائزہ لیا۔ وہاں سب ٹھیک تھا۔ میں نے بستر چھوڑ دیا اور وسیم والے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ بے خبر سو رہا تھا۔ اپارٹمنٹ کے دیگر حصوں میں بھی امن و امان قائم تھا۔ اس کا یہی مطلب تھا' جو بھی غیر معمولی بات ہوئی تھی اس کے اثرات ابھی تک اپارٹمنٹ کے اندر نہیں پہنچے تھے مگر..... کسی بھی وقت پہنچ سکتے تھے۔

میرے کمرے کی ایک کھڑکی باہر کی سمت کھلتی تھی۔ میں اپنے کمرے میں واپس آیا اور مذکورہ کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اپارٹمنٹ اس بلڈنگ کے سیکنڈ فلور پر واقع تھا۔ میں نے پردہ ہٹائے بغیر ہاتھ ڈال کر ایک مخصوص ٹیکنیک سے کھڑکی کھول لی اور ایک سائیڈ سے محتاط انداز میں پردہ سرکا کر باہر سڑک کا جائزہ لینے لگا۔ اگلے ہی لمحے میں چونک اٹھا۔ میرے دماغ نے بروقت مجھے ایک بڑے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔

نیچے سڑک پر پولیس کی تین گاڑیاں آگے پیچھے آکر رکیں اور درجن بھر پولیس والے باہر نکل کر اس عمارت کے داخلی دروازے کی سمت بڑھے جس میں وسیم والا اپارٹمنٹ واقع تھا۔ میرے اعصاب تن گئے اور میکانکی انداز میں نے وسیم والے بیڈروم کی جانب قدم بڑھادیے۔

پولیس والے اپنی مخصوص نیلی یونیفارم میں تھے۔ انھی کے بیچ میں نے ایک دو سویلین یونیفارم افراد کو بھی مستعدی سے آگے بڑھتے دیکھا تھا۔ اس کا یہی مطلب تھا' یہ پولیس سے کچھ ادھر کا معاملہ تھا۔ یہ اندازہ لگانا ناممکن نہیں تھا' وہ کس مقصد سے عمارت میں داخل ہوئے ہیں مگر پیش آمدہ حالات کی بنا پر میرے ذہن نے یہی فیصلہ دیا کہ وہ میری تلاش میں وہاں آئے ہیں..... اور یہ تلاش ہائی لیول پر کی جارہی ہے۔ کوئی لمحہ جاتا تھا کہ ہمارے دروازے پر تیز دستک سنائی دیتی!

میں محض پانچ سیکنڈ میں وسیم تک پہنچا اور آئندہ بیس سیکنڈ کے اندر میں اسے جھنجوڑ کر بیدار کر چکا تھا۔ اس کے اعصاب مضبوط تھے کہ آنکھ کھولنے کے بعد اس نے کسی ہڑبڑاہٹ اور افراتفری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے صورتِ حال کی سنگینی سے آگاہ کیا اور کہا۔

''ہمیں ابھی اور اسی وقت اپارٹمنٹ سے باہر نکلنا ہے ورنہ یہ فلیٹ ہمارے لیے چوہے دان ثابت ہوگا!''

اس نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا۔ میرے چہرے پر پھیلے ہوئے پُرتشویش تاثرات نے اسے حالات کی نزاکت سے روشناس کر دیا تھا۔ ٹھیک ایک منٹ بعد ہم اپارٹمنٹ کو لاک کر کے اوپر جانے والے زینے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ سیکنڈ اور تھرڈ فلور کو ملانے والے زینے کی ٹرنک پر کونے میں ایک کنگ سائز گملا رکھا تھا جس میں انڈور پلانٹس کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ مذکورہ گملا تین ہائی تین فٹ کا تھا۔ اس کی اونچائی بھی کم و بیش اتنی ہی تھی۔ قبل اس کے کہ پولیس والے

سیکنڈ فلور تک رسائی حاصل کرتے' ہم لپک کر اس گملے کے عقب میں پناہ گزیں ہو چکے تھے۔ میں وہاں رک کر یہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ واقعی میرے طلب گار ہیں!

وسیم نے سرگوشی کی ''وجدان! کیا افتاد آن پڑی ہے؟''

''میں نے این ڈائے پی ڈی کی بھاری نفری کو اس عمارت میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔'' میں نے بھی سرگوشیانہ انداز ہی میں جواب دیا ''اگر وہ ربی کے حکم پر میری تلاش میں ادھر آئے ہیں تو سمجھو بہت بڑی افتاد نے تمہارے اپارٹمنٹ کا راستہ دیکھ لیا ہے۔''

''اوہ!'' اس نے متاسفانہ انداز میں سانس خارج کی اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

میں گملے کی اوٹ سے راہ داری کے دوسرے سرے کو تکنے لگا۔ اس راہ داری کے دونوں سروں پر زینے بنے ہوئے تھے۔ میری نگاہ جس زینے پر جمی تھی وہ فرسٹ فلور کو سیکنڈ فلور سے ملاتا تھا اور جس زینے کے کونے میں' گملے کے پیچھے ہم نے پناہ لے رکھی تھی' وہ سیکنڈ کو تھرڈ فلور سے ملاتا تھا۔ پولیس والے سیکنڈ فلور پر قدم رکھتے تو فوراً ہی میری نظر میں آجاتے۔

اگلے ہی لمحے وہ میری نظر میں آگئے۔ وہ صرف چار افراد تھے جب کہ نیچے میں نے درجن بھر کو دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ ان کی حکمتِ عملی سے تو یہی لگا کہ باقی نیچے رک گئے ہیں تاکہ میرے فرار کی ہر کوشش کو ناکام بنایا جاسکے۔ یہ بڑی سنسنی خیز صورتِ حال تھی۔

دو سیکنڈ بعد اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وہ لوگ میرے فراق ہی میں وہاں پہنچے تھے۔ ان چاروں کے قدم وسیم والے اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے کے سامنے رک گئے۔ وہ چاروں نہایت ہی مستعد اور مسلح تھے۔ وسیم نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ پولیس کو اتنی شدومد سے اس کی تلاش ہوتی۔ وہ مجھے ہی سونگھتے ہوئے وہاں نازل ہوئے تھے۔ پتا نہیں' ربی نے انہیں میرا کون سا استعمال شدہ کپڑا سنگھا دیا تھا کہ وہ بالکل درست مقام تک چلے آئے تھے۔ وسیم اگرچہ جرم میں ملوث نہیں تھا تاہم مجھ سے دوستی اس کی جان کا وبال بننے والی تھی۔

ایک پولیس والے نے اپارٹمنٹ کی ڈور بیل پر انگلی رکھ دی۔ ان کے تیور بتاتے تھے' اگر چند لمحات میں دروازہ نہیں کھلا تو وہ اسے توڑ کر اندر گھس جائیں گے۔

''انہیں یہاں کے بارے میں کس نے بتایا؟'' وسیم کی متفکر سرگوشی ابھری۔

''یہ ساری باتیں بعد میں بھی سوچی جاسکتی ہیں۔'' میں نے ٹھہری ہوئی سرگوشی کی ''یہ بتاؤ اس عمارت میں آمد و رفت کا کوئی دوسرا راستہ بھی ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں گردن ہلادی۔

وسیم کا اپارٹمنٹ اس گملے سے پچاس گز کی دوری پر تھا۔ ہماری سرگوشیاں پولیس والوں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں' پھر بھی ہم بہت زیادہ احتیاط کر رہے تھے۔ وسیم نے تجویز دی۔

''انہیں اپنی تسلی کر کے جانے دیں۔ اس وقت ہم یہیں چھپے رہتے ہیں۔''

میں نے کہا ''یہ اتنی آسانی سے نہیں ٹلیں گے بلکہ دروازہ توڑ کر تمہارے اپارٹمنٹ میں ڈیرا ڈال کر بیٹھ جائیں گے۔''

ادھر میری بات ختم ہوئی ادھر پولیس والوں نے دروازہ توڑنے کی کارروائی کا آغاز کر دیا۔ وسیم نے الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھا۔ میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''اس طرح تو ہونا ہے اس طرح کے کاموں میں۔''

اس کے چہرے پر طاری تشویش میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ اس دوران میں پولیس والے اپنی توڑ پھوڑ کی کارروائی میں کامیاب ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھرمار کر اپارٹمنٹ کے اندر داخل ہو گئے۔

میں نے وسیم کے کندھے کو تھپکا اور سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا ''چلو!''

اس نے نہیں پوچھا' کہاں چلو! میں جیسے ہی کنگ سائز گملے کی آڑ سے نکل کر اوپر جانے والے زینے کی سمت بڑھا' وسیم نے بھی میرے تعاقب میں قدم اٹھادیے۔ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہا تھا کہ ہم عمارت کی چھت کا رخ کرتے۔ ممکن ہے وہاں سے فرار کی کوئی راہ دکھائی دے جاتی۔ نیچے کی جانب حرکت کرنا تو ایسا ہی ہوتا جیسے خود کو موت کے منہ میں دھکیل دینا۔ کسی غلطی میں کی جانے والی ہماری یہ حرکت بڑی بے برکت ثابت ہوتی!

ہم تھرڈ فلور پر پہنچے' پولیس والوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ دونوں فلور کے درمیان زینے کے چودہ پندرہ اسٹیپ تھے۔ ہم نے وہ اسٹیپس تقریباً دوڑتے ہوئے طے کیے لیکن تھرڈ فلور پر پہنچتے ہی ہم نے اپنی رفتار نارمل کر لی۔

ہماری خوش قسمتی کہ راستے میں وسیم کا کوئی شناسا نہیں ملا اور ہم بہ خیر و خوبی عمارت کی چھت تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ شوگر مل کی وہ اپارٹمنٹ بلڈنگ دیگر کئی رہائشی عمارتوں سے جڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے اکثر پانچ منزلہ تھیں۔ ان عمارتوں کی تعمیرات کی ایک اور قدرِ مشترک سرخ اینٹیں' بھورے پتھر اور ڈچ اسٹائل تھا۔

ہم ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری چھت کے

اوپر سے گزرتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ ہم اس وقت اس رہائشی علاقے کی آخری چھت پر کھڑے تھے۔ اگر مذکورہ عمارت کے زینے اتر کر ہم باہر نکل جاتے تو این وائے پی ڈی (نیویارک پولیس ڈیپارٹمنٹ) والوں کا باپ بھی ہمارے پاؤں کی گرد کو نہیں چھو سکتا تھا!

میں چھت اور زینے کے بیچ حائل دروازے کی جانب بڑھا تو معلوم ہوا' اسے دوسری طرف سے لاک کیا گیا ہے۔ یہاں مجھے چچی کی قوت کو آزمانا پڑا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد ہم اس عمارت کا زینہ اتر کر باہر سڑک پر قدم رکھ چکے تھے۔

نو سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا تاہم سورج کا کہیں نام و نشان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ گہری دھند نے پورے نیویارک کو اپنی لپیٹ میں سمیٹ رکھا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا اگر مزید تھوڑی دیر تک یونہی کھلی فضا میں رہا تو کانپنے لگوں گا۔ درجۂ حرارت اگر صفر سے نیچے نہیں تو آس پاس ضرور تھا۔ اس وقت ہمارے جسم پر مناسب گرم لباس بھی نہیں تھا۔ جس ڈریس میں سوئے تھے' اسی میں اٹھ کر بھاگنا پڑ گیا تھا۔ میرا سامان تو ونگ ہنگ کے گھر رکھا تھا۔ وسیم بھی جس افراتفری میں بھاگا تھا' اس میں کوئی سامان سمیٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ غنیمت تھا کہ والٹ اس کی جیب میں موجود تھا ورنہ رقم کے سلسلے میں بڑی مشکل ہو جاتی۔

دو اسٹریٹ تک ''چہل قدمی'' کرنے کے بعد ہم نے ایک یلو کیب پکڑ لی۔ وسیم نے ڈرائیور کو ''لی ناکس' ایونیو چلنے کو کہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا' لی ناکس (LENOX) ایونیو کہاں ہے اور وسیم وہاں کیوں جانا چاہتا ہے۔ سر دست سب سے اہم بات یہ تھی کہ ہم جائے وقوعہ سے دور جا رہے تھے۔ پناراے والی گن اپارٹمنٹ پر ہی رہ گئی تھی جب کہ خطرناک خنجر اپنے کیس کے اندر میری پنڈلی پر موجود تھا۔ میں نے اس ہتھیار کو اپنے جسم کا حصہ بنا لیا تھا۔

ٹیکسی میں سفر کے دوران میں ہمارے درمیان گفتگو نہیں ہوئی۔ ہم دونوں اپنی اپنی سطح پر گہری سوچ میں ڈوبے رہے۔ ویسٹ ڈن ٹوئنٹی سکس اسٹریٹ پر وسیم نے ٹیکسی رکوائی اور کرایہ ادا کرنے کے بعد ہم نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ ہم اسٹریٹ کے کنارے پیدل ہی چلنے لگے تو میں نے وسیم سے استفسار کیا۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''سلویا!'' اس نے ایک لفظ پر مبنی جواب دیا۔

''سلویا!'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ''کیا یہ کوئی تمہاری گرل فرینڈ ہے؟''

وہ زیر لب سنجیدگی سے مسکرایا اور بتانے لگا ''سلویا ایک کوالٹی فوڈ ریسٹورنٹ ہے۔ ہمیں کہیں نہ کہیں بیٹھنا ہی ہے تو کیوں نہ گلے ہاتھ ناشتا بھی کر لیں۔''

''اچھا ہے۔'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

اس نے بھی زندہ دلی کا مظاہرہ کیا ''دیکھے بغیر ہی فیصلہ سنا دیا۔''

میں سمجھ گیا' وسیم کا اشارہ سلویا ریسٹورنٹ کی جانب تھا۔ میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''میں ریسٹورنٹ کی نہیں تمہارے آئیڈیا کی بات کر رہا ہوں۔''

''اوہ۔'' اس نے ذومعنی انداز میں مجھے دیکھا اور بولا ''ویسے ریسٹورنٹ بھی برا نہیں اور..... اس کی مالکن سلویا اپنی عمر سے بیس سال کم لگتی ہے۔''

اب کے میں نے ایک طویل ''اوہ!'' خارج کی اور پوچھا ''ویسے اس کی اصل عمر کتنی ہے جو وہ بیس سال کم کی دکھائی دیتی ہے؟''

''وہ پچاس کے پیٹے میں ہے۔'' وسیم نے بتایا۔

''کیا تم اکثر یہاں آتے رہتے ہو؟'' میں نے ایک فوری خیال کے تحت پوچھا۔

''اکثر نہیں کبھی کبھار۔'' اس نے بتایا۔

''تمہاری سلویا سے دعا سلام تو نہیں؟''

''ارے نہیں یار!'' وہ جلدی سے بولا ''سلویا کے بارے میں یہ معلومات تو ہارلم کے ہر دوسرے بندے کے علم میں ہیں۔ میرا اس سے دور کا بھی تعلق واسطہ نہیں۔''

میں نے اطمینان بھری سانس چھوڑی۔ دراصل میں نے یہ تمام تر سوالات وسیم سے اس لیے کیے تھے کہ کہیں سلویا کے ذہن میں یہ ندرہ جائے کہ آج وسیم کے ساتھ میں نے اس کے ریسٹورنٹ میں ناشتا کیا تھا۔ میں جس نوعیت کے حالات سے گزر رہا تھا اس کے پیش نظر یہ احتیاط ضروری تھی۔

تین سو انتیس لی ناکس ایونیو اور ویسٹ ایک سو چھبیس اسٹریٹ کے سنگم پر واقع ''سلویا'' نامی وہ ریسٹورنٹ واقعی ایک عمدہ مرکز طعام تھا۔ اس کا اندرون جنگل گرین اور لیمن یلو دال پینٹرز سے سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر بڑی بڑی عالی شان پلاسٹک کی موم بتیاں اور فریم شدہ تصاویر آویزاں تھیں۔ یہ سب مشہور شخصیات کی تصاویر تھیں جن میں جیسی جیکسن' مسز میئر ڈنکنز' ڈینی منڈیلا اور خود سلویا کی فریم شدہ تصویر سب سے زیادہ نمایاں تھیں ''سلویا'' کی خصوصی ڈشز میں کارن بریڈ' فرینچ چکن' سیاہ آنکھوں والے مٹر اور میٹھے آلو شامل ہیں۔

ہم نے ایک ہلکا پھلکا آرڈر دیا اور دھیمے لہجے میں باتیں

کرنے لگے۔ میرے حالات میں پہلے ہی ایمرجنسی نافذ تھی' تازہ ترین صورت حال نے مزید سنگینی دوڑا دی۔ میں تو دربدر تھا ہی' میرے ساتھ اب وسیم کی بھی شامت آ گئی تھی۔ پولیس یقیناً میری تلاش میں راہ سوجھتے ہوئے اس کے اپارٹمنٹ تک پہنچی تھی۔ وہ بیچارہ اب گھر جانے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہا تھا اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا تھا!

میں نے گمبھیر لہجے میں اس سے پوچھا ''تم گزشتہ دو سال سے نیویارک میں ٹیکسی چلا رہے ہو۔ کیا تم نے ایسا بھی کوئی دوست بنایا ہے جس کے پاس ایک آدھ دن قیام کیا جا سکے۔ فی الحال تمہارے اپارٹمنٹ کی طرف جانا ٹھیک نہیں۔''

ایک لمحہ سوچنے کے بعد اس نے بتایا ''فوبی کیٹ نامی ایک لڑکی سے میری اچھی دوستی ہے۔ میں اسے فون کر کے معلوم کرتا ہوں۔''

''فوبی کیٹ!'' میں نے زیر لب دہرایا ''یہ کون ہے اور کیا کرتی ہے؟''

وہ بولا ''فوبی کیٹ ایک کلب ڈانسر ہے۔ ایل باریو (EL BARRIO) میں رہتی ہے۔ ایل باریو ہسپانوی کمیونٹی کا علاقہ ہے فوبی بھی ہسپانوی ہے۔ ایل باریو والے انگلش مکس ہسپانوی بولتے ہیں جس کا نام انہوں نے سپینگلش یعنی (SPANGLISH) رکھا ہوا ہے۔ اس علاقے کے تمام نیون سائنز ''سپینگلش'' ہی میں دکھائی دیتے ہیں۔''

میں نے پوچھا ''کیا ایل باریو یہاں سے قریب ہی ہے؟''

اس نے اثبات میں جواب دیا اور بتایا ''فوبی کیٹ ''ڈانس ٹیریا'' نامی کلب میں جاب کرتی ہے۔ ڈانس ٹیریا (DANCE TERIA) میڈیسن ایونیو اور پارک ایونیو کے درمیان ایسٹ انتیس اسٹریٹ پر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے' عالمی شہرت کی حامل گلوکارہ اور رقاصہ میڈونا نے اپنے کیریئر کا آغاز ڈانس ٹیریا ہی سے کیا تھا۔ اس کلب میں ''راک اینڈ رول لنگری'' کا تھیم'' بھی ہوتا ہے۔ اس کا تھیم میں سب سے زیادہ جنسی کشش رکھنے والے بدن کے حامل کو بمبلغ تین سو ڈالر کا انعام بھی دیا جاتا ہے۔''

میں نے خاموشی سے اس کی بات سنی اور اس دوران میں ناشتے میں بھی مصروف رہا۔ میرے لیے ٹھکانے کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اصولی طور پر مجھے سیدھا ونگ ہنگ کی طرف رخ کرنا چاہیے تھا لیکن پولیس کا تیزی سے حرکت میں آنا مجھے بہت دور تک سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ اسی وقت این وائے پی ڈی کی دو تین گاڑیوں میں پولیس والوں نے ونگ ہنگ کے ٹھکانے پر بھی چڑھائی کر ڈالی ہو۔ میں تب تک وہاں کی صورت حال سے آگاہ نہ ہو جاتا، ٹاؤن کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔

ایک فوری خیال کے تحت میں نے وسیم سے کہا ''تم ناشتا جاری رکھو۔ میں پانچ منٹ میں ایک ضروری فون کر کے آتا ہوں۔''

''فون کہاں سے کرو گے؟'' اس نے پوچھا۔

''میں نے بتایا ''پبلک بوتھ زیادہ مناسب رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''تمہاری جیب میں پیسے ہیں؟''

''ہاں' سو ڈیڑھ سو ڈالر رکھے ہیں۔''

''پبلک بوتھ استعمال کرنے کے لیے ریزگاری چاہیے ہوگی۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ''فون مشین میں ایک کوارٹر (پچیس سینٹ) کا سکہ ڈالو گے تو کام چلے گا۔'' بات ختم کرتے ہی اس نے اپنے بٹوے میں سے ایک ڈالر کا نوٹ نکال کر میری جانب بڑھا دیا اور بولا ''نیوز پیپر بھی پکڑ لو۔ اس طرح کھلا بھی ہو جائے گا۔''

وسیم کی تجویز انتہائی معقول تھی۔ میں ایک ڈالر کا نوٹ جیب میں رکھ کر سلواسے باہر نکل آیا۔ نیوز اسٹینڈ کے لیے مجھے زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ میں نے ''دی نیویارک ٹائمز'' چالیس سینٹ میں خریدا۔ اس طرح ایک ڈالر میں سے ساٹھ سینٹ مجھے واپس مل گئے۔ پچیس سینٹ والے دو سکے اور ایک دس سینٹ والا۔ امریکی ڈالر کی ریزگاری پانچ' دس' پچیس اور پچاس سینٹ کے سکوں پر مشتمل ہے۔ پانچ سینٹ کا سکہ نکل' دس سینٹ کا سکہ ڈائم' پچیس سینٹ کا سکہ کوارٹر اور پچاس سینٹ کا سکہ ہاف ڈالر کہلاتا ہے۔ ہاف ڈالر کے سکے پر سوسن بی انتھونی کی شبیہ موجود ہے۔ پچیس سینٹ کا سکہ سب سے زیادہ مستعمل ہے۔ ٹیلیفون بوتھ' سگریٹ وغیرہ اور دیگر مشینوں میں استعمال کے لیے اسی کی زیادہ مانگ ہے۔

تہ شدہ اخبار کو میں نے بغل میں دبایا اور نارمل انداز میں چلتے ہوئے ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ میں گھس گیا۔ اگلے ہی لمحے میں جانتا ٹاؤن میں ونگ ہنگ کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ میں نے پہلے گھر کو ٹرائی کیا تھا۔ میری یہ ٹرائی کامیاب رہی۔ تیسری گھنٹی پر مسٹر ہنگ نے فون ریسیو کر لیا۔

میری آواز پہچانتے ہی وہ تشویش بھرے لہجے میں بولا ''تم کہاں ہو جوجدان! میں پوری رات تمہارے انتظار میں جاگتا رہا ہوں۔ تم خود آئے اور نہ ہی کوئی فون کیا۔''

"بس حالات اتنی تیزی سے پیش آئے کہ میں تم سے رابطہ نہ کرسکا۔" میں نے محتاط الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے کہا "تم سناؤ۔ وہاں چائنا ٹاؤن میں تو سب خیریت ہے نا۔ پولیس نے میرے حوالے سے تمہیں تنگ کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

ونگ ہنگ نے بتایا "ابھی تک تو خیریت ہی ہے لیکن تمہاری باتوں سے لگتا ہے کہ تم کسی لمبے چھڑے میں پھنس گئے ہو!"

"ہاں ایسی ہی صورتِ حال ہے۔"

"میرے پاس چلے آؤ۔"

"آنکھیں بند کرکے منہ اٹھائے نہیں آسکتا۔" میں نے کہا "این وائے پی ٹی والوں نے وسیم کے اپارٹمنٹ پر ریڈ کیا ہے۔ ہم بڑی مشکل سے فلیٹ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ میں خواہ مخواہ تمہیں کسی بڑی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا لیکن تم سے ملنا بھی ضروری ہے۔ بہت سی اہم باتیں ڈسکس کرنا ہیں۔"

"تم اس وقت کہاں پر ہو۔" اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا "اپنی درست لوکیشن بتاؤ۔"

"میں وسیم کے ساتھ سلوار ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوں۔"

"تم لی ناکس ایونیو والے سلوا کی بات کررہے ہو؟"

"بالکل وہی۔" میں نے کہا اور اپنی میز کی لوکیشن بھی اسے بتادی۔

"وہیں بیٹھو۔ میں دس منٹ میں تمہیں کال کرتا ہوں۔" اس نے گمبھیر آواز میں کہا "میں جوزف کے نام پر تمہیں فون کروں گا۔"

"کیا یہاں کا فون نمبر ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں ہے۔" اس کے اعتماد سے ظاہر ہوتا ہے وہ سلویا میں آتا رہتا تھا۔ مذکورہ ریسٹورنٹ کا نمبر دہراتے ہوئے اس نے کہا "ڈبل نائن سکس زیرو ڈبل سکس زیرو۔"

میں نے ریسیور کو کریڈل کیا اور بوتھ سے نکل آیا۔

جب میں سلویا کے اندر پہنچا تو وسیم ناشتے سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے مجھ سے فون کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اخبار کھول کر پڑھنے لگا۔ ایک منٹ بعد ہی اس نے چونکے ہوئے لہجے میں مجھ سے کہا۔

"اب سمجھا' پولیس میرے اپارٹمنٹ تک کیسے پہنچی ہے!"

اس کی آواز دھیمی مگر لہجہ سنسنی خیز تھا۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا "کیا ہمارے بارے میں کوئی خبر شائع ہوئی ہے؟"

"لو' تم خود ہی پڑھ لو۔" اس نے متعلقہ صفحے پر کھلا ہوا نیویارک ٹائمز میری جانب بڑھادیا۔

میں نے وہ خبر پڑھی اور سناٹے میں رہ گیا۔ واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز کے ہاؤس نمبر نون نائن کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا گیا تھا..... ایک روز پہلے مذکورہ اپارٹمنٹ میں قتل اور اغوا کی جو واردات ہوئی تھی اس سلسلے میں مزید باتیں سامنے آئی ہیں۔ اس واردات میں ملوث شخص ایک امریکا دشمن پاکستانی دہشت گرد ہے۔ اس نے ہاؤس نمبر انیس میں گراہم اور نارمن نامی دو افراد کو قتل کیا' ان کے ایک ساتھی الفریڈ کو مار پیٹ کر بے ہوش کیا اور چوتھے شخص سائمن کو اغوا کرکے اپنے ساتھ لے گیا۔ ابھی تک سائمن کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ پولیس کو اس بلڈنگ کی تلاش ہے جس میں وہ دہشت گرد واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز تک پہنچا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے ٹیکسی ڈرائیور بھی اس دہشت گرد کا کوئی ساتھی ہے۔ الفریڈ کو اتفاق سے جلد ہی ہوش آگیا اور اس نے بلڈنگ کا نمبر نوٹ کرلیا۔ یہ نمبر کچھ یوں ہے "فور نائن۔ ای۔ ون نائن تھری نائن۔"

شہر یوں سے پُرزور اپیل ہے' جیسے ہی کسی کو یہ کیب نظر آئے وہ فوراً پولیس کو اطلاع دے۔ سائمن کی پُراسرار گمشدگی کا مطلب تھا' ہارلم ریور سے ابھی تک اس کی لاش دستیاب نہیں ہوئی تھی' میں نے اخبار کے دیگر صفحات بھی دیکھ ڈالے مگر مین ہٹن اپارٹمنٹ اور زمین دوز ریلوے ٹریک پر پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ اس کا مطلب تھا یا تو دانستہ کسی مصلحت کی بنا پر وہ خبر روک دی گئی تھی اور یا پھر یہ تفصیل ابھی اخبارات تک پہنچی نہیں تھی۔

"میری کیب کا نمبر اخبارات کی زینت بن گیا۔ کسی نے ہمیں سڑکیں ناپتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔" وسیم گہری تشویش سے بولا "اسی لیے پولیس کی بھاری جمعیت نے میرے اپارٹمنٹ تک رسائی حاصل کرلی۔ اب میں اپنے اپارٹمنٹ جاسکتا ہوں' نہ ٹیکسی استعمال کرسکتا ہوں اور نہ ہی فوبی کیٹ مجھے پناہ دینے کو تیار ہوگی۔ اس معاملے میں پولیس براہ راست ملوث ہوگئی ہے۔ ایک امریکن سٹیزن ہونے کے ناتے فوبی کسی قسم کا رسک نہیں لے گی۔ وہ میری کیب کے نمبر سے آگاہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے ہم اس کے پاس جائیں تو وہ مجھے پہچاننے ہی سے انکار کردے!"

"اور یہ بھی ہوسکتا ہے وہ تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی پہچان لے!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا تاہم انداز میں جھجک رچی بسی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وسیم نے متذبذب نظروں سے مجھے دیکھا۔

میں نے اپنا مطلب واضح کرتے ہوئے کہا "امریکی عوام ایک لحاظ سے قابلِ ستائش ہے کہ یہ قانون کی مدد کرنے کے لیے اپنی جان کو جوکھم میں ڈال دیتے ہیں۔ پولیس کی فعالیت میں ان کے تعاون کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔" ایک لمحے کو متوقف ہونے کے بعد میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ عین ممکن ہے' تمہاری وہ ہسپانوی فوبی کیٹ ہمیں دیکھتے ہی خوشی سے پھول جائے۔ وہ تمہارے ساتھ مجھے دیکھ کر فوراً سمجھ جائے کہ میں ہی وہ پاکستانی دہشت گرد ہوں جس نے واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز والی واردات کی ہے۔ نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والی خبر سے واضح ہے کہ اسی تناظر میں کل کے اخبارات میں بھی اس واقعے کی خبریں شائع ہوچکی ہیں۔ امریکی عوام بہت باخبر اور باشعور ہیں۔ فوبی نے کل کے اخبارات ضرور دیکھے ہوں گے۔ وہ ہمیں بڑے چاؤ سے اپنے گھر کے اندر بٹھائے گی پھر پولیس کو فون کرکے ہمیں گرفتار کروادے گی۔"

"ہاں' ایسا ہوسکتا ہے۔" وہ فکرمند لہجے میں بولا "کاش ہم نے کل کے اخبارات دیکھے ہوتے!"

"سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" میں نے کہا "فوبی کیٹ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں میں کچھ اور بندوبست کررہا ہوں۔"

"کیسا بندوبست؟"

"دیکھتے جاؤ۔" میں نے مبہم لہجے میں کہا "ویسے اس خبر سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تم اس پاکستانی دہشت گرد یعنی میرے ساتھی ہو۔ تم کہہ سکتے ہو' میں نے گن پوائنٹ پر تمہیں اپنا ساتھ دینے پر مجبور کیا تھا۔" یہ بات میں نے محض اس کی تسلی کے لیے کہی تھی ورنہ صورتِ حال ایسی سیدھی سادی نہیں تھی۔

وہ بڑی شدت سے نفی میں گردن جھٹکنے لگا "نہیں ڈیوڈ جان! شاید تم نے خبر کو غور سے نہیں پڑھا۔ پولیس کو میری ٹیکسی کا نمبر بتانے والا الفریڈ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جسے میں نے ہی مار مار کر ادھ موا کیا تھا۔ ہم دونوں نمبر انیس میں جس طور داخل ہوئے تھے اس انداز سے یہی ظاہر ہوتا ہے' ہم دونوں ساتھی ہیں۔ میرے لیے واپسی کا ہر دروازہ بند ہوچکا تھا۔"

"میں تمہیں واپس نہیں دھکیل رہا ہوں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دبی آواز میں کہا "اب ہم ہر قدم ایک ساتھ اٹھائیں گے۔ تم اپنے اپارٹمنٹ اور کیب کو

کتاب میں شامل چند عنوانات

- ہپناٹیزم کی ابتدائی تاریخ
- ہپناٹیزم کیا ہے؟
- ہپناٹیزم کے مزید طریقے
- ہپناٹیزم اور ذہنی گہرائیاں
- طبی استعمال
- اثر کی شدت
- جذباتی الجھنوں کا علاج
- روحانی قوتیں
- ہپناٹیزم کے ذریعے شخصی خامیاں دور

قیمت:-/50 روپے | ڈاک خرچ:-/23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز III ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

ذہن سے جھٹک دو۔"

"جھٹک دیا۔" اس نے باقاعدہ گردن کو جھٹکا اور بولا "ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی" یہ پاکستانی دہشت گرد اور امریکا دشمن والا آئیڈیا پریس والوں کو کہاں سے مل گیا!"

میں نے پُرسوچ انداز میں کہا "اس کے پیچھے مجھے ربی کا مکار ذہن کام کرتا نظر آرہا ہے۔ وہ ایک طرف مجھ سے دوستی کی کوشش میں تھا اور دوسری جانب پولیس کے توسط سے اس نے اپنا کام جاری رکھا تھا۔ اس کی منافقت آمیز دوستی' دشمنی آمیز مصلحت پر مبنی تھی۔"

"وہ ابھی تک اگر ڈھکے چھپے انداز میں پولیس کو ایک امریکا دشمن پاکستانی دہشت گرد یعنی تمہارے پیچھے دوڑا چکا ہے تو آئندہ وہ کھل کر وار کرے گا۔" وسیم نے ایک اہم نکتہ اٹھایا "تم نے اس سے جو طویل تلخ گفتگو کی ہے اس کے ردعمل کے طور پر اس کے اشارے پر تمہارا نام بھی مطلوبہ افراد میں آسکتا ہے۔ سن شائن اپارٹمنٹ اور سب وے ٹریک والے واقعے کو وہ آسانی سے فراموش نہیں کرسکتا۔"

"ہاں' اب سب کچھ ممکن ہے۔" میں نے رسانیت بھرے لہجے میں کہا "ہمیں ہر نوعیت کی سنگین صورتِ حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

اس نے پوچھا "وجدان! تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ فوری طور پر پناہ کے لیے تم کیا بندوبست کررہے ہو؟"

اس سے پہلے کہ میں اس کے سوال کا جواب دیتا' ایک ویٹر کارڈ لیس تھامے' جوزف کی تلاش میں ہماری میز کے قریب آگیا۔ میں سمجھ گیا' وہ ونگ ہنگ کا فون تھا۔ ویٹر کارڈ لیس مجھے تھما کر چلا گیا تو میں نے ریسیور کو کان سے لگا کر ماؤتھ پیکشن میں دھیرے سے "ہیلو" کہا۔

جواب میں ونگ ہنگ کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی "اس وقت تم کس حلیے میں ہو؟" وہ میرا نام لیے بغیر مخاطب ہوا تھا۔ اس کی احتیاط کو دیکھتے ہوئے میں سمجھ گیا' کوئی گڑبڑ ہے۔ میں نے بھی محتاط انداز میں جواب دیا "ایک اجنبی کے حلیے میں اس حلیے کو تم پہچان سکتے ہو۔"

میں نے ونگ ہنگ کے سامنے ہی میک اپ کیا تھا۔

"اور تمہارا ساتھی؟" اس نے وسیم کا نام لینا ضروری نہ سمجھا۔

میں نے جواب دیا "اپنے اصلی رنگ روپ میں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔

میں نے پوچھا "کوئی گڑبڑ ہے؟"

"بہت زبردست۔" اس کی سنگین آواز میری سماعت تک پہنچی "فون پر تفصیلی بات کرنا مناسب نہیں۔ تم دونوں فوراً سلویا سے نکلو۔ ایک اسٹریٹ کا فاصلہ پیدل طے کرو۔ پھر ویسٹ ایک سو پچیس اسٹریٹ پر تمہیں سب وے کا انٹرنس گلوب نظر آئے گا۔ تم وہاں سے "ایکسپریس تھری لائن" پکڑو اور سیدھے وال اسٹریٹ پہنچ جاؤ۔ جب تم وال اسٹریٹ والے اسٹیشن سے باہر نکلو تو بائیں جانب روڈ پر تمہیں سلیٹی رنگ کی ایک گاڑی کھڑی نظر آئے گی۔ تم دونوں خاموشی کے ساتھ مذکورہ گاڑی کا عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ جانا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر میں تمہیں بیٹھا ہوا ملوں گا۔ گاڑی کا نمبر "سی۔ ٹرپل فور زیرو ایٹ ہے۔"

"اس قدر رازداری سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ....."

"پلیز' وقت بہت کم ہے۔" اس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اپنی کہی اور سلسلہ منقطع کردیا۔

میں حیران پریشان نگاہ سے کارڈ لیس کو دیکھنے لگا۔

وسیم نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا "کس کا فون تھا؟"

"ونگ ہنگ کا۔" میں نے بتایا "ہمیں فوراً وال اسٹریٹ پہنچنا ہے۔"

"کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"وہیں جاکر پتا چلے گا۔" میں نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

اس کے بعد ہم نے سلویا میں ناشتے کا بل ادا کیا اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔ سلویا ویسٹ ایک سو چھبیس اسٹریٹ پر واقع تھا۔ ویسٹ ایک سو پچیس والے انٹرنس گلوب تک پہنچنے میں ہمیں بہ مشکل پانچ منٹ لگے ہوں گے۔ ٹھیک دس بجے ہم ایکسپریس ٹرین "تھری لائن" پر سوار ہورہے تھے۔ تقدیر کی بازی گری بڑی عجیب ہے۔ اب سے ٹھیک بارہ گھنٹے پہلے یعنی گزشتہ رات دس بجے ہم دونوں پر دیسی ڈبلیو سی والے اسٹیشن سے "ای لائن" پر سوار ہوئے تھے اور..... جانے کہاں کہاں سے کس کس "لائن" پر سوار ہونا نصیب ہمارا لکھا تھا!

ویسٹ ون ہنڈرڈ فائیو والے سب وے اسٹیشن سے صرف دو ٹرینیں (ٹو اینڈ تھری لائنز) چلتی تھیں۔ یہ دونوں ٹرینیں لی ناکس ٹرمینل اور برونکس کی طرف سے آتی تھیں۔ اسٹریٹ ایک سو سولہ اور اسٹریٹ ایک سو دس کے اسٹیشنوں سے گزرنے کے بعد یہ سینٹرل پارک کے نیچے سے دوڑتی ہوئی اسٹریٹ ایک سو تین سے ایک نئے ٹریک میں داخل ہوجاتیں۔ اسی ٹریک پر' واشنگٹن ہائٹس اور سٹنز برج کی جانب سے آنے والی دو ٹرینیں (ون اینڈ نائن لائنز) بھی آتیں۔

اس کے بعد یہ ٹریک ون' ٹو' تھری اور نائن لائن کی گزرگاہ بن جاتا۔

ہم تھری لائن میں بیٹھے تھے۔ مذکورہ اسٹیشنوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ اسٹریٹ چھیانوے' اسٹریٹ بہتر' اسٹریٹ چھیاسٹھ لنکن سینٹر' اسٹریٹ انسٹھ کولمبیا سرکل' اسٹریٹ پچاس' ہائسٹر اسکوائر' اسٹریٹ چونتیس پنسلوانیا اسٹیشن' اسٹریٹ چودہ' ہوسٹن اسٹریٹ' کینال اسٹریٹ' چیمبرز اسٹریٹ' پارک پلیس' فلٹن اسٹریٹ سے ہوتے ہوئے وال اسٹریٹ کے اسٹیشن پر جارکی۔

ہم اسٹیشن سے باہر نکلے تو بائیں جانب' اسٹریٹ پر سلیٹی رنگ کی وہ گاڑی موجود تھی جس کا نمبر مسٹر ہنگ نے مجھے بتایا تھا۔ مذکورہ گاڑی میں ٹنٹڈ گلاس نصب تھے۔ ہم ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گاڑی کے اندر جا بیٹھے۔

"ویل کم اینڈ گڈ مارننگ!" ونگ ہنگ نے گردن گھما کر مسکراتے ہوئے چہرے سے ہمیں دیکھا اور گاڑی آگے بڑھادی۔

میں پوچھے بنا نہ رہ سکا "مسٹر ہنگ! یہ سب کیا ہے؟"

"کل ایک ایونجنگر میں تمہارے بارے میں خبر چھپی تھی۔" وہ بلاتمہید بتانے لگا "تمہارے جانے کے بعد وہ اخبار میری نظر سے گزرا۔ خبر میں واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز والا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا تھا۔ میں ایک معتبر اپونگر (شام کا اخبار) کی بات کررہا ہوں۔" وہ ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے رکا پھر مزید بتاتے ہوئے بولا۔

"آج صبح کے تمام اخبار میں اس واقعے سے متعلق مزید خبریں چھپی ہیں۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں تمہیں پاکستانی دہشت گرد اور امریکا دشمن قرار دیا گیا ہے اور میرے خیال میں یہ سب کچھ ربی موشے ہائمن کے اشارے پر کیا گیا ہے۔"

ونگ ہنگ میرے پیش آمدہ تازہ ترین حالات سے بہ خوبی آگاہ تھا۔ وہ جانتا تھا' آج کل یہودی لابی سے میری بری طرح ٹھنی ہوئی ہے۔

میں نے کہا "میں نے دی نیویارک ٹائمز میں ایسی ایک خبر پڑھی ہے۔"

"اس خبر کے بعد بھی بہت سی سنسنی خیز خبریں چھپ گئی ہیں وجدان!"

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو مسٹر ہنگ؟"

ہنگ نے گاڑی وال اسٹریٹ سے نکال کر براڈوے پر لے لی اور کہا "جب تمہارا فون آیا اس وقت میں ناشتے سے

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)
سلام حسین
ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جدید ترین اردو کتاب
نئے طریقے' نئی مشقیں' سوال و جواب
کتاب کے چند عنوانات
ٹیلی پیتھی ایک علم' ایک سائنس
ٹیلی پیتھی کا ماضی اور حال
ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی مختلف مشقیں
ٹیلی پیتھی میں یوگا کا استعمال
غیر معمولی حس ادراک اور روحانی قوتیں
مستقبل کی پیش گوئی
قیمت:-/45 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

ذہن سے جھٹک دو۔"

"جھٹک دیا۔" اس نے باقاعدہ گردن کو جھٹکا اور بولا "ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی" یہ پاکستانی دہشت گرد اور امریکا دشمن والا آئیڈیا پریس والوں کو کہاں سے مل گیا!"

میں نے پُرسوچ انداز میں کہا "اس کے پیچھے مجھے ربی کا مکار ذہن کام کرتا نظر آرہا ہے۔ وہ ایک طرف مجھ سے دوستی کی کوشش میں تھا اور دوسری جانب پولیس کے توسط سے اس نے اپنا کام جاری رکھا تھا۔ اس کی منافقت آمیز دوستی' دشمنی آمیز مصلحت پر مبنی تھی۔"

"وہ ابھی تک اگر ڈھکے چھپے انداز میں پولیس کو ایک امریکا دشمن پاکستانی دہشت گرد یعنی تمہارے پیچھے دوڑا چکا ہے تو آئندہ وہ کھل کر وار کرے گا۔" وسیم نے ایک اہم نکتہ اٹھایا "تم نے اس سے جو طویل تلخ گفتگو کی ہے اس کے ردعمل کے طور پر اس کے اشارے پر تمہارا نام بھی منظر عام پر آسکتا ہے۔ سن شائن اپارٹمنٹ اور سب وے ٹریک والے واقعے کو وہ آسانی سے فراموش نہیں کرسکتا۔"

"ہاں' اب سب کچھ ممکن ہے۔" میں نے رسانیت بھرے لہجے میں کہا "ہمیں ہر نوعیت کی سنگین صورتِ حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

اس نے پوچھا "وجدان! تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ فوری طور پر پناہ کے لیے تم کیا بندوبست کررہے ہو؟"

اس سے پہلے کہ میں اس کے سوال کا جواب دیتا' ایک ویٹر کارڈ لیس تھامے' جوزف کی تلاش میں ہماری میز کے قریب آگیا۔ میں سمجھ گیا' وہ ونگ ہنگ کا فون تھا۔ ویٹر کارڈ لیس مجھے تھما کر چلا گیا تو میں نے ریسیور کو کان سے لگا کر ماؤتھ پیکشن میں دھیرے سے "ہیلو" کہا۔

جواب میں ونگ ہنگ کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی "اس وقت تم کس حلیے میں ہو؟" وہ میرا نام لیے بغیر مخاطب ہوا تھا۔ اس کی احتیاط کو دیکھتے ہوئے میں سمجھ گیا' کوئی گڑبڑ ہے۔ میں نے بھی محتاط انداز میں جواب دیا "ایک اجنبی کے حلیے میں اس حلیے کو تم پہچان سکتے ہو۔"

میں نے ونگ ہنگ کے سامنے ہی میک اپ کیا تھا۔

"اور تمہارا ساتھی؟" اس نے وسیم کا نام لینا ضروری نہ سمجھا۔

میں نے جواب دیا "اپنے اصلی رنگ روپ میں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔

میں نے پوچھا "کوئی گڑبڑ ہے؟"

"بہت زبردست۔" اس کی سنگین آواز میری سماعت تک پہنچی "فون پر تفصیلی بات کرنا مناسب نہیں۔ تم دونوں فوراً سلویا سے نکلو۔ ایک اسٹریٹ کا فاصلہ پیدل طے کرو۔ پھر ویسٹ ایک سو پچیس اسٹریٹ پر تمہیں سب وے کا انٹرنس گلوب نظر آئے گا۔ تم وہاں سے "ایکسپریس تھری لائن" پکڑو اور سیدھے وال اسٹریٹ پہنچ جاؤ۔ جب تم وال اسٹریٹ والے اسٹیشن سے باہر نکلو تو بائیں جانب روڈ پر تمہیں سلیٹی رنگ کی ایک گاڑی کھڑی نظر آئے گی۔ تم دونوں خاموشی کے ساتھ مذکورہ گاڑی کا عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ جانا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر میں تمہیں بیٹھا ہوا ملوں گا۔ گاڑی کا نمبر "سی۔ ٹرپل فور زیرو ایٹ ہے۔"

"اس قدر رازداری سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ....."

"پلیز' وقت بہت کم ہے۔" اس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اپنی کہی اور سلسلہ منقطع کردیا۔

میں حیران پریشان نگاہ سے کارڈ لیس کو دیکھنے لگا۔

وسیم نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا "کس کا فون تھا؟"

"ونگ ہنگ کا۔" میں نے بتایا "ہمیں فوراً وال اسٹریٹ پہنچنا ہے۔"

"کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"وہیں جاکر پتا چلے گا۔" میں نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

اس کے بعد ہم نے سلویا میں ناشتے کا بل ادا کیا اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔ سلویا ویسٹ ایک سو چھبیس اسٹریٹ پر واقع تھا۔ ویسٹ ایک سو پچیس والے انٹرنس گلوب تک پہنچنے میں ہمیں بہ مشکل پانچ منٹ لگے ہوں گے۔ ٹھیک دس بجے ہم ایکسپریس ٹرین "تھری لائن" پر سوار ہورہے تھے۔ تقدیر کی بازی گری بڑی عجیب ہے۔ اب سے ٹھیک بارہ گھنٹے پہلے یعنی گزشتہ رات دس بجے ہم دونوں پر دیسی ڈبلیو سی والے اسٹیشن سے "ای لائن" پر سوار ہوئے تھے اور..... جانے کہاں کہاں سے کس کس "لائن" پر سوار ہونا نصیب ہمارا لکھا تھا!

ویسٹ ون ہنڈرڈ فائیو والے سب وے اسٹیشن سے صرف دو ٹرینیں (ٹو اینڈ تھری لائنز) چلتی تھیں۔ یہ دونوں ٹرینیں لی ناکس ٹرمینل اور برونکس کی طرف سے آتی تھیں۔ اسٹریٹ ایک سو سولہ اور اسٹریٹ ایک سو دس کے اسٹیشنوں سے گزرنے کے بعد یہ سینٹرل پارک کے نیچے سے دوڑتی ہوئی اسٹریٹ ایک سو تین سے ایک نئے ٹریک میں داخل ہوجاتیں۔ اسی ٹریک پر' ڈاؤنٹاؤن ہائٹس اور سٹنز برج کی جانب سے آنے والی دو ٹرینیں (ون اینڈ نائن لائنز) بھی آتیں۔

اس کے بعد یہ ٹریک ون' ٹو' تھری اور نائن لائن کی گزرگاہ بن جاتا۔

ہم تھری لائن میں بیٹھے تھے۔ مذکورہ اسٹیشنوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ اسٹریٹ چھیانوے' اسٹریٹ بہتر' اسٹریٹ چھیاسٹھ لنکن سینٹر' اسٹریٹ انسٹھ کولمبیا سرکل' اسٹریٹ پولیس ہائنسز اسکوائر' اسٹریٹ چونتیس پنسلوانیا اسٹیشن' اسٹریٹ چودہ' ہوسٹن اسٹریٹ' کینال اسٹریٹ' چیمبرز اسٹریٹ' پارک پلیس' فلٹن اسٹریٹ سے ہوتے ہوئے وال اسٹریٹ کے اسٹیشن پر جارکی۔

ہم اسٹیشن سے باہر نکلے تو بائیں جانب' اسٹریٹ پر سلیٹی رنگ کی وہ گاڑی موجود تھی جس کا نمبر مسٹر ہنگ نے مجھے بتایا تھا۔ مذکورہ گاڑی میں ٹنٹڈ گلاس نصب تھے۔ ہم ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گاڑی کے اندر جا بیٹھے۔

"ویل کم اینڈ گڈ مارننگ!" ونگ ہنگ نے گردن گھما کر مسکراتے ہوئے چہرے سے ہمیں دیکھا اور گاڑی آگے بڑھادی۔

میں پوچھے بنا نہ رہ سکا "مسٹر ہنگ! یہ سب کیا ہے؟"

"کل ایک ایونجنگر میں تمہارے بارے میں خبر چھپی تھی۔" وہ بلاتمہید بتانے لگا "تمہارے جانے کے بعد وہ اخبار میری نظر سے گزرا۔ خبر میں واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز والا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا تھا۔ میں ایک معتبر اپونگر (شام کا اخبار) کی بات کررہا ہوں۔" وہ ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے رکا پھر مزید بتاتے ہوئے بولا۔

"آج صبح کے تمام اخبار میں اس واقعے سے متعلق مزید خبریں چھپی ہیں۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں تمہیں پاکستانی دہشت گرد اور امریکا دشمن قرار دیا گیا ہے اور میرے خیال میں یہ سب کچھ ربی موشے ہائمن کے اشارے پر کیا گیا ہے۔"

ونگ ہنگ میرے پیش آمدہ تازہ ترین حالات سے بہ خوبی آگاہ تھا۔ وہ جانتا تھا' آج کل یہودی لابی سے میری کس طرح ٹھنی ہوئی ہے۔

میں نے کہا "میں نے دی نیویارک ٹائمز میں ایسی ایک خبر پڑھی ہے۔"

"اس خبر کے بعد بھی بہت سی سنسنی خیز خبریں چھپ گئی ہیں وجدان!"

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو مسٹر ہنگ؟"

ہنگ نے گاڑی وال اسٹریٹ سے نکال کر براڈوے پر لے لی اور کہا "جب تمہارا فون آیا اس وقت میں ناشتے سے

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)
سلام حسین
ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جدید ترین اور مکمل کتاب
نئے طریقے، نئی مشقیں، سوال و جواب
کتاب کے چند عنوانات
ٹیلی پیتھی ایک علم، ایک سائنس
ٹیلی پیتھی کا ماضی اور حال
ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی مختلف مشقیں
ٹیلی پیتھی میں یوگا کا استعمال
غیر معمولی حس ادراک اور روحانی قوتیں
مستقبل کی پیش گوئی
قیمت:-/45 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطہ کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

فارغ ہوکر اخبار دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں ٹی وی بھی کھلا ہوا تھا۔ اخبار میں چھپنے والی تمہاری خبر میں نے پڑھی تو تم مجھے بہت یاد آئے۔ میں کل رات ہی سے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا.....''

''میں نے موبائل آف کر رکھا تھا..... مجبوری تھی!'' میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔

وہ بولا ''میں نے گزشتہ رات بڑے عذاب میں گزاری ہے۔ بہرحال صبح تمہارا فون آیا تو میں نے فی الفور تمہیں دال اسٹریٹ پہنچنے کو کہا۔ میں چاہتا تو تمہیں اپنے گھر پر بھی بلا سکتا تھا لیکن حالات اس بری طرح بگڑ چکے ہیں کہ یہ احتیاط برتنا پڑی۔''

''حالات کبھی سدھرے ہوئے کہاں تھے جو اب بگڑ گئے ہیں۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

ہنگ نے براڈوے کو چھوڑا اور گاڑی کورٹ لینڈ اسٹریٹ پر ڈال دیا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''اب میں تمہیں جو کچھ بتانے جا رہا ہوں، اسے سن کر تم سمجھ جاؤ گے کہ حالات کی خرابی کس سنگینی نوعیت کی ہے۔ تمہاری باتوں سے میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم تازہ ترین خبروں سے واقف نہیں ہو۔ شاید اس دوران میں تمہیں ٹی وی دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو مسٹر ہنگ؟'' اس کا پُراسرار انداز دیکھتے ہوئے میں الجھ کر رہ گیا۔

وہ بولا ''جیسے ہی میں نے تمہارا فون سننے کے بعد ریسیور رکھا، ٹی وی پر بریکنگ نیوز آنے لگی اور وہ نیوز تمہارے ہی بارے میں تھی۔ ''فاکس نیوز'' والے بڑے سنسنی خیز انداز میں پوری دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کر رہے تھے کہ واشنگٹن اسکوائر ہاؤسز میں جس پاکستانی امریکا دشمن دہشت گرد نے قتل اور اغوا کی واردات کی ہے اس کا نام وجدان ہے اور وہ کسی ڈسلوا کے حلیے اور آئی ڈی پر اسٹیٹس میں دندناتا پھر رہا ہے۔ اغوا شدہ سائمن کی لاش ہارلم ریور سے برآمد کر لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سن شائن اپارٹمنٹ میں تمہارے کارنامے کو بھی ہائی لائٹ کیا گیا ہے اور سب وے کے ٹریک پر ملنے والی ریٹا نامی ایک عورت کی لاش کو بھی تمہارے ہی کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے۔ میں تمہیں.....''

ہنگ اتنی بڑی اور ادھوری خبر سنا رہا تھا کہ میں اس کی بات کاٹنے پر مجبور ہو گیا ''زمین دوز ریلوے ٹریک پر سے کسی مرد کی لاش کے پارچے نہیں ملے؟''

''نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولا ''ایسا کچھ سننے میں نہیں آیا۔ بہرحال میں تمہیں بتا رہا تھا۔''

وہ ایک لمحے کے لیے سانس لینے کو رکا تو میں ربی یہودیت آمیز مکاری پر دل ہی دل میں اسے صلواتیں سنائے سے باز نہ رہ سکا۔ اس نے نقلی وجدان کے انجام کو انتہائی سنسنی کے ساتھ منظر سے ہٹایا یعنی ہٹوایا تھا کہ بس! امریکا ایک جمہوری ملک ہے اور وہاں کے پریس کی آزادی سے ہر دنیا واقف ہے لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے اور اب چھپی ہوئی حقیقت ہے کہ وہاں کا پریس صرف غیر امریکی خصوصاً کی حد تک ہی آزاد ہے ورنہ جہاں ''یہودی مفاد'' معاملہ آن پڑتا ہے تو گھر کی بیٹی کا قصہ سمجھ کر ناک کٹنے بچانے کے لیے ہر عیب فعل پر دبیز چادر ڈال دی جاتی ہے کہ نقلی وجدان کے سلسلے میں ہوا تھا۔ ربی نے اس کی بھیانک موت کو سرے ہی سے غائب کروا کر اس کی لاش (پھر بڑے چند پارچہ جات کے بکھراؤ) کو بھی کیش کرا لیا تھا۔ وجدان ڈکلیئر کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میرے نیکیلو کو سے ہٹا لیا جاتا اور ربی نے کچھ اسی قسم کا چکر چلایا تھا۔

ہنگ نے مزید بتایا ''بریکنگ نیوز کے اختتام پر کاسٹر نے کہا ہے کہ اس بلیو کیب والے کا نام ٹھکانا معلوم کر کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جلد ہی وجدان کو اس کے ٹھکا سے گرفتار کر لیا جائے گا۔ سن شائن اپارٹمنٹ والے معر میں بھی وہ بندہ وجدان کے ساتھ تھا لہٰذا پولیس کو یقین ہے وجدان نے اسی کے ٹھکانے پر پناہ لے رکھی ہے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''تمہاری دو تصاویر کے فریم بھی ٹی وی اسکر پر دکھائے گئے ہیں۔ ایک اصلی تصویر وجدان کی صورت اور دوسری ڈسلوا کے میک اپ میں۔ اس کے ساتھ ہی ٹی نے نیویارک کے باسیوں سے درخواست کی ہے کہ وہ حلیوں کے حامل افراد کو ڈھونڈنے کے لیے اپنی آنکھیں رکھیں اور جیسے ہی وجدان یا ڈسلوا کہیں دکھائی دے پولیس کو اطلاع دیں۔ تمہارے معاملے کو نیشنل سیکیورٹی بنایا جا رہا ہے۔''

''اوہ!'' میں نے اضطراری انداز میں اپنے چہرے انگلیاں سرسراتے ہوئے کہا ''شکر ہے میں اس وقت وجدان ہوں اور نہ ہی ڈسلوا کے روپ میں۔ تم واقعی ٹھیک کہتے ہو مسٹر ہنگ! اب جس پیمانے پر مجھے تلاش کیا جا رہا وہ واقعی خطرناک صورتِ حال ہے۔'' پھر میں نے نہایت مختصر الفاظ میں اسے شوگر ہل والے دسیم کے اپارٹمنٹ پولیس کی ریڈ اور اپنے فرار کے بارے میں بتایا تو وہ بولا۔

''اب تم دونوں این وائے پی ڈی کو مطلوب ہو..... اور ہوسکتا ہے' آگے چل کر ایف بی آئی بھی اس کیس میں کود پڑے۔ امریکا کی پولیس اور فیڈرل ایجنسی جس معاملے میں دلچسپی لینے لگے اس کے اونٹ کو کسی نہ کسی کروٹ بٹھا کر ہی دم لیتے ہیں۔''

''ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' میں نے اضطراری انداز میں کہا۔

وہ بڑے سکون سے بولا ''میں کچھ کرنے ہی تو نکلا ہوں۔ بس دیکھتے جاؤ۔''

بات کے اختتام پر مسٹر ہنگ نے ٹنٹڈ گلاسز والی لگژری سیلٹی گاڑی ایک تین منزلہ شاندار عمارت کے سامنے روک دی۔ مذکورہ بلڈنگ پر ''سینچری۔ ٹوئنٹی ون۔'' کا بڑا سا بورڈ آویزاں تھا۔ یہ عمارت بائیس کورٹ لینڈ اسٹریٹ پر براڈوے اور چرچ اسٹریٹ کے درمیان واقع تھی۔

مسٹر ہنگ نے گردن گھما کر ہماری طرف دیکھا اور بولا ''میں تھوڑی دیر کے لیے اس عمارت میں جا رہا ہوں۔'' اس نے سینچری ٹوئنٹی ون کی جانب اشارہ کیا ''تم دونوں گاڑی کے اندر ہی بیٹھو۔'' پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ٹنٹڈ گلاسز کی بدولت باہر سے گزرنے والے لوگ گاڑی کے اندر ہمیں دیکھ نہیں سکتے تھے جب کہ ہم بہ آسانی باہر کی ہر چیز کا مشاہدہ اور نظارہ کر سکتے تھے۔ ہنگ نے ٹنٹڈ گلاسز والی گاڑی بہت سوچ سمجھ کر منتخب کی تھی۔ وہ جس عمارت میں گیا تھا وہ دیکھنے میں ایک چھوٹا ڈیپارٹمنٹل اسٹور نظر آتا تھا۔ اغلب امکان یہی تھا' وہ وہاں کچھ خریداری کرنے گیا تھا۔

میرا یہ اندازہ درست نکلا کیونکہ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں تین چار شاپنگ بیگز موجود تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کے بعد اس نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''وجدان! تم پسنجرز سیٹ پر آجاؤ۔ فی الحال تمہارے لیے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔''

میں نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور گاڑی کی عقبی نشست سے پسنجرز سیٹ پر پہنچ گیا۔ اگلے ہی لمحے ہنگ نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

''میں تم لوگوں کے لیے کپڑے' جوتے اور میک اپ کا سامان خریدنے گیا تھا۔'' ہنگ نے بتایا ''تمہیں فوری طور پر ایک نئے روپ میں آنا ہوگا۔ عارضی یا مستقل' اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے۔ آج کا سورج غروب ہونے سے پہلے میں تمہیں نیویارک سے نکال دوں گا۔ یہاں تمہارے لیے خطرات بہت بڑھ گئے ہیں۔ تم اپنی ساتھی والے معاملے کو بعد میں دیکھ لینا'' آخری جملہ اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے ادا کیا تھا۔ میری ساتھی سے اس کی مراد ساحل کے سوا اور کوئی نہیں تھی۔

میں نے کہا ''مسٹر ہنگ! میری ساتھی کو مجھ سے پہلے یہاں سے رخصت کیا جا چکا ہے۔ آج لگ بھگ دوپہر بارہ بجے وہ ربی موشے ہائمن کے پاس اسرائیل پہنچ جائے گی۔''

''ربی کب یہاں سے نکلا؟'' بے ساختہ اس کی زبان سے خارج ہوا۔

میں نے اسے ربی اور ساحل کے حوالے سے تفصیلات سے پوری طرح آگاہ کیا اور کہا ''تمہارا آئیڈیا مجھے پسند آیا مسٹر ہنگ! میں پہلی فرصت میں اسرائیل جانا چاہوں گا ویسے تم نے ہمیں کدھر بھیجنے کے بارے میں سوچا ہے؟''

''فی الحال میں تمہیں نیویارک اسٹیٹ سے نیوجرسی اسٹیٹ میں شفٹ کر رہا ہوں۔ یہ دونوں اسٹیٹ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔'' ہنگ نے گہری سنجیدگی سے کہا ''نیوجرسی میں میرے فوٹو اسٹوڈیو کی ایک برانچ ہے۔ دونوں تین چار دن تک وہاں قیام کرو گے۔ اس قیام کا بندوبست کر چکا ہوں۔ اس دوران میں' میں تمہارے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات کی تیاری کا کام مکمل کرلوں گا میں ایک ایسے ایجنٹ کو جانتا ہوں' جو بھاری معاوضہ لے کر اس قسم کے کام کرتا ہے۔''

''اوہ!'' میں نے ایک گہری سانس خارج کی ''تو یہ امریکا میں بھی ایسی 'وارداتیں' کھلے عام ہوتی ہیں۔''

''کھلے عام نہیں' بڑے طریقے سلیقے سے چھپ چھپا کر ایسے کام کیے جاتے ہیں۔'' ہنگ نے بتایا۔

''امریکا میں بھی آخر انسان ہی بستے ہیں۔ جو کام پوری دنیا کے انسان کرتے ہیں وہ یہاں بھی ہوتا ہے۔ بس فرق مشکل سے ہوتا ہے اسی لیے معاوضہ زیادہ لیا جاتا ہے۔ میں نے مذکورہ ایجنٹ کو چالیس ہزار میں راضی کیا ہے۔''

''چالیس ہزار امریکی ڈالر؟'' میں نے استفسار کیا۔

''ظاہر ہے' امریکا میں امریکی ڈالر ہی چلتے ہیں۔''

''کیا یہ دو افراد کی ''فیس'' ہے؟'' میں نے لفظ فیس اچھا خاصا دباؤ ڈالا تھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا ''اس رقم کے عوض تم دونوں کی فوٹو آئی ڈی' ڈرائیونگ لائسنس' ایف بی آئی پرنٹس) اور پاس پورٹ..... امریکن پاسپورٹ تیار کر دے گا۔ تم دونوں ایسے غیر امریکی ہوگے جو طویل عرصے یہاں رہ رہے ہو اور مختلف مراحل سے گزر کر پہلے تمہارا ہائر

کارڈ بنا اور پھر تم گرین کارڈ ہولڈر بن گئے۔''

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور پوچھا ''کیا یہ تمام دستاویزات اصلی ہوں گی؟''

''ایک دم اصلی..... ریکارڈ کے ساتھ۔'' وہ تیقن سے بولا ''اسی بات کے تو وہ ایجنٹ چالیس ہزار ڈالر وصول کرے گا۔ بڑی مشکل سے راضی کیا ہے۔ وہ تو پچاس ہزار سے ایک ڈالر نیچے نہیں آرہا تھا۔ بہرحال ایک آپشن میں نے رکھ چھوڑا ہے۔''

''کیسا آپشن؟'' میں نے سوال کیا۔

''ٹھہرو' بتاتا ہوں۔'' اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنا موبائل نکال لیا پھر کی پیڈ پر ٹو ون ٹو۔ تھری ڈبل فائیو' سیون ٹرپل فائیو کے نمبر پنچ کرنے کے بعد موبائل کو کان سے لگاتے ہوئے بولا ''پہلے لنچ کے لیے ٹیبل بک کروالوں' پھر بات کرتے ہیں۔'' اگلے ہی لمحے وہ کسی ریسٹورنٹ کے ریسپشن سے مخاطب تھا۔

''ہیلو دعوت! مدھر جعفری سے بات کروادیں۔''

شاید دوسری طرف سے کہا گیا کہ مدھر جعفری موجود نہیں ہے۔ ہنگ نے برا سا منہ بنایا اور بولا ''ٹھیک ہے' جعفری سے بعد میں بات ہو جائے گی۔ فی الحال آپ تین افراد کے لنچ کے لیے کوئی مناسب لوکیشن کی ٹیبل روک لیں۔ میرا نام ونگ ہنگ ہے۔ جعفری مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ وہ میرے پاس چائنا ٹاؤن آتی رہتی ہیں۔''

دوسری جانب سے ریزرویشن کی یقین دہانی کرائی گئی ہوگی چنانچہ ہنگ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ دعوت اور جعفری کے الفاظ نے مجھے اور وسیم کو بے طرح چونکنے پر مجبور کر دیا تھا اور ہمارا یہ چونکنا ہنگ سے چھپا نہیں رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ ہم میں سے کوئی سوال کرتا' اس نے خود ہی وضاحت کر دی۔

''دعوت نامی ریسٹورنٹ مین ہیٹن کا نمبر ون انڈین ریسٹورنٹ ہے۔ میں نے سوچا کیوں نہ آج آپ لوگوں کی دیسی کھانوں سے تواضع کی جائے ''دعوت'' میں داخل ہو کر آپ کو یوں محسوس ہوگا جیسے انڈو پاک کے کسی اعلیٰ کوالٹی شاندار ریسٹورنٹ میں قدم رنجہ فرما دیا ہو۔''

''اور یہ مدھر جعفری صاحبہ کون ہیں؟'' میں نے پوچھ لیا۔

ہنگ نے بتایا ''مدھر جعفری اس ریسٹورنٹ کی روح رواں ہے اور میری شناسا بھی ہے۔ مدھر ایک اعلیٰ پائے کی کوکری رائٹر ہے۔ کوکری رائٹر (کھانا پکانے سے متعلق لکھنے والا) ہونا حیرت کی بات نہیں کیونکہ وہ ایک کامیاب ریسٹورنٹ چلا رہی ہے۔ کمال تو اس خاتون کا یہ ہے کہ وہ ایک بہترین ایکٹریس بھی ہے!''

تھوڑی دیر تک ہنگ ہمیں ''دعوت'' میں پیش کیے جانے والے کھانے اور ان کی خصوصیات سے آگاہ کرتا رہا پھر اصل موضوع کی طرف آگیا۔ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''وجدان! میں آپشن کی بات کر رہا تھا۔ دراصل' سانگ فو کی ہدایت کے مطابق مجھے تمہارا ہر طرح کا خیال رکھنا ہے۔ میں نہیں جانتا' تمہارا یہ ٹیکسی ڈرائیور دوست کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اسے بھی مذکورہ دستاویزات چاہئیں یا نہیں۔ مستقبل میں یہ تمہارا ساتھ دے گا یا نہیں! تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا۔ میں درحقیقت تمہارے پروگرام سے آگاہ نہیں ہوں اس لیے میں نے بھی ایجنٹ سے بات فائنل نہیں کی۔ اگر وسیم تمہارے ساتھ نہیں تو پھر صرف تمہارے کاغذات ہی تیار کروانا ہوں گے!''

''میں تمہاری بات کو بہت اچھی طرح سمجھ گیا ہوں مسٹر ہنگ!'' میں نے ٹھہرے ہوئے مگر خوش گوار لہجے میں کہا ''جس طرح تم سانگ فو کی ہدایت کے مطابق میرا خیال رکھنے کے پابند ہو' بالکل اسی طرح میری ہدایت پر وسیم کا خیال رکھنے کی پابندی بھی قبول کرلو۔ کیا تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے؟''

''ہرگز نہیں!'' وہ قطعی لہجے میں بولا۔

میں وسیم کی جانب مڑ گیا اور پوچھا ''تمہیں میرے ساتھ جانے میں کوئی حرج محسوس ہو رہا ہو تو بتا دو؟''

''کیسی باتیں کرتے ہو وجدان!'' وہ خفگی آمیز لہجے میں بولا ''میں اپنی ساری کشتیاں جلا کر تمہارے ساتھ چلا ہوں۔ اب موت ہی ہمیں جدا کر سکتی ہے۔''

''ویل سیڈ۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا اور دوبارہ مسٹر ہنگ سے مخاطب ہوا ''دونوں کے کاغذات تیار ہوں گے لیکن اس سلسلے میں میری کچھ ترجیحات ہوں گی۔''

یہ بات میں نے دور بینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہی تھی۔ ہنگ نے پوچھا ''کیسی ترجیحات؟''

میں نے اپنے منصوبے بلکہ دور اندیشی کے پیش نظر کہا ''وسیم کے کاغذات تو ویسے ہی بنیں گے جیسا تم نے کہا ہے یعنی ایک ایسا پاکستانی جو طویل عرصے سے امریکا میں مقیم ہے اور مختلف مراحل سے گزر کر پہلے اسے وہائٹ کارڈ ایشو ہوتا ہے اور ازاں بعد گرین کارڈ۔ اس کے نام اور حلیے کا مسئلہ بعد میں حل کرلیں گے مگر۔'' میں لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے رکا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر میرے تمام ڈاکومنٹس ایک امریکن یہودی کی

حیثیت سے تیار ہونا چاہئیں اور نام ہوگا راجر!''

یہ نام ربی موشے ہائمن نے تنویمی عمل کے دوران میرے لیے ''تجویز'' کیا تھا۔ افسوس کے اس کی تجویز شرمندۂ تکمیل نہ ہوسکی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ میں راجر کا نام اختیار کرکے اس کی گردن تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ میں اس نام سے بڑے فائدے اٹھا سکتا تھا۔

مسٹر ہنگ نے کہا ''تمہارے فیس کٹس ہالی ووڈ کے ایک سابق اسٹار سے بہت ملتے ہیں۔ تمہیں حلیے میں بہت زیادہ تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں تم سے.....''

یہی بات کراچی میں میک اپ آرٹسٹ نسیم جوہر نے بھی کہی تھی۔ میں نے بے ساختہ ہنگ کی بات کاٹی اور کہا ''تم بل برائر کی بات کررہے ہو جو سرمنڈا کر فلموں میں کام کرتا تھا؟''

''ایگزیکٹلی!'' وہ تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''میں تم سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ تم ایک امریکی یہودی کی آئی ڈی کیوں چاہتے ہو؟''

''کیا اس میں کوئی پرابلم ہے؟'' میں نے الٹا اس سے سوال کردیا۔

''کوئی پرابلم نہیں۔'' وہ جلدی سے بولا ''ایجنٹ کو دس ہزار زیادہ دینا ہوں گے۔ جو کام چالیس میں ہورہا تھا' اب پچاس ہزار ڈالر میں ہوجائے گا۔ میں صرف اپنی تسلی اور معلومات کے لیے پوچھ رہا ہوں!''

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا ''ربی موشے ہائمن نے مجھے جس دہکتی ہوئی آگ میں اتارا ہے وہ اب آسانی سے سرد نہیں ہوگی۔ یہ گرم جنگ ہمارے درمیان پتا نہیں کتنا عرصہ چلے۔ مجھے فوری طور پر اسرائیل روانہ ہونا ہے۔ ایک امریکی یہودی کو یہ آسانی اسرائیل کا ویزا مل جاتا ہے۔ اپنی مطلوبہ آئی ڈی کے طفیل میں بڑی سہولت سے یہودیوں کے اندر گھس سکوں گا۔ کیا تم جانتے ہو میں یہ سارا کشٹ کس کی خاطر اٹھا رہا ہوں؟''

میرا آخری جملہ ایک ایسا پل شارٹ تھا جسے فیلڈ کرنا ہنگ کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ لرزیدہ آواز میں بولا۔

''تم اپنی ساتھی سیاحل کوریلی کے چنگل سے آزاد کرانا چاہتے ہو اور..... یہ لڑکی کبھی دھنو تھی۔ بدھ نیل کنڈ کی عبادت گاہ کے بھکشو تھونچی کی بیٹی..... دھنو اس عبادت گاہ کے تہ خانے میں دفن ایک سربستہ راز کی امین بھی ہے۔ ربی نے اسی لیے دھنو کی شہ رگ پر اپنے ناپاک پنجے گاڑ رکھے ہیں کہ وہ بدھ عبادت گاہ کے خزانے پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ دھنو تمہارے ہی لیے نہیں بلکہ ہمارے لیے بھی بہت اہم ہے۔''

میں نے دوٹوک انداز میں کہا ''دھنو کی اہمیت تم لوگوں کے نزدیک بدھ ازم اور عبادت گاہ میں پوشیدہ بیش بہا خزانے کے طفیل ہوگی لیکن مجھے ان تمام مسائل سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ماضی والی تمہاری دھنو اب حال میں میری ساحل ہے' وہ میرا سب کچھ ہے اور ہمیشہ سب کچھ رہے گی۔ وہ میری محبوبہ ہے۔ محترم سانگ فو مجھے اس کا مختار بنا گئے ہیں۔''

میں خاصا جذباتی ہورہا تھا۔ مگر اس جذباتیت میں کوئی ابال نہیں' ایک ٹھہراؤ تھا' چٹان کی سی ہمت اور پہاڑ کا سا عزم تھا۔ اس کے بعد ہنگ نے اپنی زبان سے ایک لفظ ادا نہ کیا۔ ڈرائیونگ اس دوران میں مسلسل جاری تھی۔ چنانچہ ہمیں کسی نہ کسی منزل تک تو پہنچنا ہی تھا۔

''ویڈال ساسون'' کے سامنے ہنگ نے گاڑی روک دی۔ یہ ایک ہیئر کٹ اور بیوٹی سیلون جیسی جگہ تھی مگر نہایت ہی پرسکون اور فرحت بخش۔ ویڈال ساسون نفتھ ایونیو کی ایک قابلِ ذکر جگہ تھی جو اٹھارون اور انسٹھ اسٹریٹ کے درمیان واقع تھا۔ ہنگ کی ہدایت پر ہم گاڑی سے نکلے اور ویڈال ساسون کی سمت بڑھ گئے۔

ہنگ کا آئیڈیا تھا، وہ مجھے بل برائر کے قریب تر رکھے گا۔ بس فرق اتنا ہوگا کہ میں سر کے بال نہیں منڈواؤں گا بلکہ بالوں کی مانگ ختم کرکے ان میں گھونگر ڈالوالوں گا۔ اس بیوٹی سیلون میں ہم بالوں کی سیٹنگ کے لیے آئے تھے۔ ویسے کے بال ترشوا کر اس کا ہیئر اسٹائل تبدیل کروانا تھا۔ یہیں پر ہم نے لباس بھی تبدیل کیا۔ مذکورہ ہیئر کٹ اینڈ سیلون مسٹر ہنگ کے ایک جاننے والے کی مینجمنٹ میں چل رہا تھا۔

جرم کے ناول، ماہنامہ ڈائجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران ڈائجسٹ
0301-7283296

عمران سیریز کا تیرہواں ناول اور اس کے تعاقب واقعات بارھویں اور تیرھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو جنوری 2007ء میں شائع ہورہے ہیں